ولا یأتونک بمثل الا جئنک بالحق واحسن تفسیرا
بیمن فیض وحید لایق توحید مرسل رسول فرید منزل فرقان مجید
تفسیر فیض العزیز
عم سپارہ کا ترجمہ
مجموعہ مواعظ دلپذیر ذخیرہ فوائد
در ساعت سعید آوان حمید ماہ رشید یعنی رمضان شریف ۱۲۹۷ ہجری
در مطبع فاروقی دہلی باہتمام محمد معظم طبع شد

فہرست سورتہای تفسیر فتح العزیز سیپارہ عم

فوائد تفسیر فتح العزیز سیپارہ عم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمہید

الحمد للہ الذی وفق عبادہ الصالحین لاستماع انواع الخیرات المبرات ویسر لہم سلوک طرق الباقیات الصالحات والصلوٰۃ والسلام علی افضل المخلوقات وعلی آلہ واصحابہ ذوی المقامات والکرامات — اما بعد سب بہائیون مومنین تقوی شعار اور شائقان کلام ربانی اور متفحصان احکام یزدانی پر روشن اور ہویدا ہو جیو کہ افضل الذکر فرض الٰہی کے ادا کرنے کے بعد تلاوت قرآن مجید اور قرأت فرقان حمید ہے کہ پڑہنے والا اُسکا بلا واسطہ اپنے مالک و خالق سے ہمکلام ہوتا ہے اور ہر ہر حرف پر ثواب پاتا ہے چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من قرأ حرفا من کتاب اللہ تعالی فلہ بہ حسنۃ والحسنۃ بعشرۃ امثالہا لا اقول الٓمّ حرف ولکن اقول الف حرف ولام حرف ومیم حرف۔ یعنے ترمذی مین حضرت عبد اللہ بن مسعود رض سے روایت ہے کہ کہا اُنہون نے کہ سنا مین نے رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے فرماتے تھے کہ جو شخص پڑہے قرآن سے ایک حرف تو اُسکے واسطے اس پڑہنے کے سبب سے ثواب ہر ایک ہے یا ... جسمین دس گنا ثواب ملتا ہے نہین کہتا ہون مین کہ الٓم ایک حرف ہے لیکن کہتا ہون مین کہ الف ایک حرف ہے اور لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے سو بغیر معنے سمجھنے اور مطلب بوجہنے کے اسکی لذت سے بے بہرہ رہتا ہے اور جب تک معنون کو نہ سمجھیگا تب تک عمل کرنا بہی اُسکے نصیب نہوگا اور قرآن کے نازل ہونے سے مقصود اصلی یہی ہے کہ اُسپر عمل کیجیے اور سعادت دارین اور کرامت کونین حاصل کیجیے چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من قرأ القرآن وعمل بہ البس والداہ تاجا یوم القیٰمۃ ضوءہ احسن من ضوء الشمس فی بیت من بیوت الدنیا لو کانت فیہ فما ظنکم بالذی عمل بہ۔ ابوداود نے حضرت سہل بن معاذ جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو مسلمان قرآن کو پڑہے اور اُسپر عمل کرے تو پہنائے جاوینگے ماباپ اُسکے تاج قیامت کے دن جسکی چمک بہتر ہوگی آفتاب کی روشنی سے جو تمہارے کسی گہر مین ہو دنیا کے گہرون مین پہر کیا گمان ہے تمہارا اُسکے ساتہہ جسنے عمل کیا اسپر یعنے جب اُسکے سبب سے اُسکے ماباپ کو یہہ رتبہ اور بزرگی حاصل ہوگی تو اُسکے واسطے اللہ تعالی ہی جانتا ہے کہ کیا کچہہ ہوگا علی الخصوص ہندوستان کے عوام لوگ بالکل اس نعمت سے محروم ہین اور قرآن شریف کا مطلب سمجہنا اُنپر نہایت دشوار ہے ہرچند بعضے دیندار عالمون نے ہندوستانی زبان مین ترجمہ کیا ہے لیکن بعضون نے محض لفظی ترجمہ کیا ہے جس سے قرآن شریف کا مطلب خوب سمجہہ نہین سکتے اور بعضون نے اسقدر طول کیا ہے کہ اکثر ذہنون کی پریشانی کا سبب پڑتا ہے مگر تفسیر فتح العزیز تصنیف کی ہوئی حضرت السالکین زبدۃ العارفین اسوہ الاولیا خلاصۃ الاصفیا رئیس العلما افضل الفضلا جامع کمالات انسانی مورد مراحم یزدانی ذو الجد والتمیز حضرت مولنا شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی قدس سرہ کی کہ عوام فہم خواص پسند ہے اور بموجب مضمون حدیث مذکور

خیر الامور اوسطہا ... درجہ ترجمہ مین واقع ہے تا مخل و اطناب طائل سے بری ہے اور کوئی چیز جو موقوف [illegible] کی بجز اسکے نہین گئی
گویا جامع التفاسیر ہے اور مرغوب طبع ہر صغیر و کبیر [illegible] خوش اسلوبی اور خوش بیانی پر تمام علما متفق ہین لیکن فارسی عبارت ہے سبب اسکے لوگ اسکے فائدے
سے محروم ہین اور ہر چند کہ سوا تین سپارے کی تفسیر ہے لیکن اگر کسیکو بخوبی یاد ہو تو تمام قرآن شریف کے واسطے کافی ہے ان سب چیزون پر نظر کرکے
جامع حسنات مصدر خیرات مجمع فیوضات منبع برکات محسن دوران فیاض زمان جواد جہان عالی قدر قدردان اہل علم [illegible] جناب نواب خدا محمد علی
ابن محمد حسین صاحب [illegible] دام اقبالہ نے اس امر شریف کو باقیات صالحات سے سمجھکر ایک روز فرمایا کہ اگر اسکا ترجمہ ہندوستانی زبان مین
ہوکر چھپے تو بہت لوگونکو فائدہ ہو سو جناب ممدوح کے فرمانیکے بموجب اس فقیر سراپا تقصیر قلیل البضاعت قصیر الاستطاعت خادم علما [illegible]
احقر العباد محمد حسن خان مصطفی آبادی عرف رامپوری نے اس امر شریف کو سعادت دارین اور فخر کونین سمجھکر کوشش کی اسکے سرانجام دینے مین
مضبوط باندھی اور حق تعالی کے فضل اور کرم سے اور بانی موصوف کی خوش نیتی کے سبب سے تھوڑے ہی دنون مین اختتام کو پہنچایا چنانچہ [illegible] سنہ ہجری
شہر ربیع الاول کے عشرہ متوسط مین ابتدا ترجمے کے تحریر کی اور اسی مہینے مین جناب نواب خدا صاحب ممدوح کے حکم کے بموجب [illegible]
ہوا اور بحمد اللہ ستائیسوین تاریخ رمضان المبارک سنہ مذکور کی تحریر اور طبع نے خلعت اختتام کا پہنا فاشکر لہ [illegible] معلوم کیا چاہیے [illegible]
مین کتنی چیزون کی رعایت کی گئی ہے سو اسکا دریافت کرنا مطالعہ کرنیوالے کے واسطے ضرور ہے اول تو یہہ کہ اسکا ترجمہ لفظی بالالتزام
نہین کیا گیا بلکہ ہندی محاورے کے موافق ہے تاکہ مطلب بخوبی فہم مین آوے دوسرے یہہ کہ التزام اس امر کا کیا ہے کہ کچھہ زیادتی یا
کمی اصل مطلب سے ہونے پاوے تاکہ اعتبار کے پائے سے خارج نہو جاوے لیکن تشریح اور توضیح کے طور پر کسی مجمل مطلب کی تصریح مین ایک
دو کلمے بڑہ گئے ہین تیسرے یہہ کہ جہان کوئی مطلب دقیق اور مشکل آگیا جسکا سمجہنا کسی اور علم کی مہارت پر موقوف ہے جیسے کوئی قاعدہ
علم ریاضی یا ہندسہ وغیرہ کا تو اسکا فقط ترجمہ کردیا ہے اسواسطے کہ اسکا سمجہنا بغیر اس علم کے مصطلحات کے دریافت کرنیکے نہین ہوسکتا
اور اسکی تشریح فیما نحن فیہ سے خارج ہے اسواسطے کہ یہان پر قرآن شریف کی تفسیر عوام فہم منظور ہے نہ حکما کے قواعد کی تحقیق چوتھے یہہ کہ
ترجمہ کلکتے کی چھپی ہوئی تفسیر عزیزیہ کی عبارت کے موافق ہے اس واسطے [illegible]
ذوی عقل اور تمیز کی خدمت مین عرض یہہ ہے کہ انصاف کی نظر سے اس ترجمہ کو ملاحظہ فرماوین اور اگر کوئی بھول چوک [illegible]
تو اپنی والاہمتی پر نظر فرما کے اصلاح دینے مین دریغ نفرماوین کہ بموجب اس قول کے الانسان مرکب من الخطاء والنسیان
کوئی شخص بھول چوک سے خالی نہین ہے اللهم تقبل منا انك انت السميع العليم حسبي الله لا اله الا هو عليه
توکلت وهو رب العرش العظيم

قطعہ تاریخ طبع من فکر شاعر رنگین و نازک خیال ناظم بدیل و باکمال حافظ میرزا آغا جان بیگ صاحب المتخلص بہ احسن دہلوی سلمہ اللہ القدیر العلی

وہ تمنے طبع کی ہے تفسیر	عالم مین صف ہو رہا ہے	احسن نے سال طبع لکھا	یہہ خوب چھپا ہے

یہہ تفسیر مطابق مطبع مصطفائی کی مطبع فاروقی دہلی مین چھپی ۱۲۹۷ [illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمہید

اس سورت کا نام تساءل ہے اور اسکو سورۂ نبا بھی کہتے ہین مکی ہی یعنے قبل ہجرت کے نازل ہوئی ہی
اسمین چالیس آیتین اور ایک سو تہتر کلمے اور سات سو ستر حرف ہین اور ربط اس سورت کا سورۂ مرسلات سے
اس سبب سے واقع ہی کہ ان دونون سورتون مین جزا اور سزا کے معاملے کو یوم الفصل کے آنے پر وابستہ کیا ہے
اور تہوڑا سا احوال یوم الفصل کا بیان فرمایا اور کافرون کا تعجب کرنا قیامت کے آنے مین اسی مقصد سے
دفع کیا کہ قیامت کا آنا بدون یوم الفصل کے نہین ہوسکتا اور یوم الفصل بدون خراب کرنے اس
عالم کے اور منقطع کرنے نوع انسانی کے ممکن نہین ہے پہر قبل اس دن کے طلب جزا اور سزا کی کرنا ایسا ہے
جیسے کوئی گرمی کے دنون مین جاڑون کا میوہ طلب کرے یا جاڑون مین میوہ گرمیون کا کہ سوائے محنت
بیفائدہ اور حماقت کے کچھہ حاصل نہین ہی اسی سبب سے مضمون مین بھی ان دونون سورتون کے بہت مشابہت
واقع ہے جیسے اس سورت مین واذا السماء فرجت واذا الجبال نسفت واقع ہی اور اس سورت مین
وفتحت السماء فکانت ابوابا وسیرت الجبال فکانت سرابا اور اس سورت مین الم نجعل
الارض کفاتا وجعلنا فیہا رواسی شامخات واسقیناکم ماء فراتا واقع ہے اور اس سورت مین
الم نجعل الارض مہادا والجبال اوتادا وانزلنا من المعصرات ماء ثجاجا واقع ہی اور اس
سورت مین سوزش دوزخ کی اور بھڑکنا اور شعلے مارنا اسکا مذکور ہے اور اس سورت مین قحط سرد پانی کا
اور پینا بہت گرم پانی کا دوزخ مین مذکور ہے اور اس سورت مین ہذا یوم لا ینطقون مذکور ہی اور
اس سورت مین یوم یقوم الروح والملائکۃ صفا لا یتکلمون ہی اور اس سورت مین ان المتقین
فی ظلال وعیون وفواکہ مذکور ہی اور اس سورت مین حدائق واعنابا متقیون کے

واسطے وعدہ دیا گیا ہی اور اس سورت مین ارشاد فرمایا ہی کہ اگر کافرون کو دنیا مین لیا جاوے [illegible]
کبھی نکرین آور اس سورت مین ارشاد ہوا ہے کہ قیامت کو کافر آرزو کرینگے کہ کاش مٹی ہوجاوین اور درد و الم کے عذاب سے خلاصی پاوین
اس تکبر اور غرور کو اس گریہ و زاری اور ذلت و خواری سے کیا نسبت ہی و اس سورت کا سورہ تساؤل نام رکھنیکا سبب یہہ ہے کہ تساؤل عرب
کی لغت مین کسی چیز سے آپس مین بہت سوال کرنے کو کہتے ہین آور اس سورت مین بیان کرنا اسبات کا منظور ہے کہ بہت پوچھ پاچھ آخرت
کے کامونکی حقیقت سے اور بحث اور تکرار ذات اور صفات الہی مین کرنا اور قضا اور قدر اور جبر اور اختیار اور توحید وجودی اور شہودی کے
مسئلے مین زیادہ مباحثہ کرنا اور اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آپسمین کے جھگڑے بیان کرنا اور شرعی حکمون کی وجہون مین غور کرنا جنکا
عوام کی فہم اور بوجھہ مین آنا محال ہی اور انکی عقل ان چیزون کے فہم کی گنجایش نہین رکھتی ایسی چیزون کی بحث اور تکرار نہایت قبیح اور برا ہے
اسواسطے کہ اکثر بحث کرنا ایسی چیزونمین نافہمی کے سبب سے ان چیزون کی حقیقت کے انکار کا سبب ہوجاتا ہی اور اگر انکار نکی تو اکثر وہمی شکوک و
شبہ پڑجانے مین تو کچھہ شک ہی نہین ہی آور حال یہہ ہی کہ ایمان فقط ان چیزون کے یقین لانے پر موقوف ہی آنکی وجہون اور تفصیلون کے
دریافت کرنے اور زیادہ تفتیش کرنیکے واسطے حکم نہین کیا گیا تا کہ ان چیزون کا حقیقت حال دریافت کرنا دین کی ضروریات سے ہو تو اسبات
بہی کٹھن اور لاعلاج بیماری سراسر امت مین عقیدون کے فاسد ہونے کا اور گمراہ فرقون کی جدائی کا سبب ہوئی ہی اور ایمان ایک عالم کا بالکل
برباد کیا ہی سو اللہ تعالی نے اس سورت مین اسکی برائی بیان فرمائی تا کہ آدمی اس سے ڈرتے رہین اور گمراہی کے بہنور مین ڈوب نجاوین اور
اس سورت کو سورہ نبا اس واسطے کہتے ہین کہ نبا عرب کی زبانمین خبر کو کہتے ہین اور خبر قیامت کی اس سبب سے کہ بزرگی اور برائی رکہتی ہی کہ گویا
سوای اسکے کوئی خبر نہین ہی جسکو پوچھیے اسیواسطے اس خبر کو نبا عظیم فرمایا ہی کہ یہہ اپنی ذات مین بہی عظمت اور بزرگی رکھتی ہے اور
اسکے ہونیمین بہی عظمت اور بزرگی ہی اور سمجھہ بوجھہ مین بہی اسکی عظمت ہے اور یہہ ظاہر ہی کہ بزرگی خبر کی یا باعتبار اسکی ذات کے ہوتی ہے کہ اسکو عمدہ شخص بیان
کرتا ہے یا وہ عظمت اس خبر کے مضمون واقع ہونیکے اعتبار سے ہوتی ہے کہ ایک بڑے حادثے پر دلالت کرتی ہی یا وہ عظمت اسکے
احوال و حقیقت سمجھنے اور پوچھنے کے اعتبار سے ہوتی ہے کہ کسی کی سمجھہ مین نہین آتی اور نہایت دقت سے سمجھی جاتی ہے اور یہہ تینون
صفتین اس خبر مین جمع ہوئی ہین یعنے یہہ خبر اسنے دی ہے جو سب سے بڑا ہے وہ اللہ تعالی ہی کہ سوا اسکے اس خبر کو کوئی کہہ نہین سکتا
اور یہہ بہی ہے کہ ایسے بڑے حادثے کے واقع ہونے پر دلالت کرتی ہے کہ کسی کی سمجھہ اور خیال مین نہین آتا اور سمجھنا بہی سکا نہایت مشکل ہے
کہ آدمی کی عقل بغیر انوار غیبی کی مدد کے اسکو بوجھہ نہین سکتی تو ان سببون سے اس خبر نے نہایت بزرگی پیدا کی ہی پس ایسی چیز مین دعوے
کرسکتے ہین اور کہہ سکتے ہین کہ خبر ایسی خبر کا نام ہی اور سب خبرین ہیچ ہین آور جب آپس مین کہا جاوے کہ خبر کیا چیز ہے تو گویا یہی خبر پوچھی
جاتی ہی تو جس سورت مین یہہ خبر بیان ہووے اسکا نام بہی خبر رکھنا چاہیئے آور اس سورت کے نازل ہونیکا سبب یہہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نبی ہوئے اور قیامت کا حال بیان فرمایا تو کافرونکو یہہ بات انوکھی معلوم ہوئی اور آپس مین تعجب اور ہنسی سے کچھ جو یہہ بات کا شروع کیا بعضے کہتے تھے
کہ کیف یحیی العظام وھی رمیم یعنے کیونکر زندہ ہونگین ہڈیان جب سڑ گل گئین اور بعضے کہتے تھے کہ متی ھذا الوعد یعنے کب ہوگا یہہ وعدہ اور
بعضون کو شبہہ تہا اور کہتے تہے کہ وما نظن الساعۃ قائمۃ یعنے ہرگز یہہ بات ہونیوالی نہین ہے ان ھی الا حیوتنا الدنیا نموت ونحیا
وما نحن بمبعوثین کچھہ نہین مگر یہی زندگانی دنیا کی مرتے ہین ہم اور زندہ ہوتے اور ہم بعد مرنیکے اٹھنے والے نہین ہین پہر آخر کلام انکی سمجھ
اور بوجھہ کا یہہ تہا کہ اگر یہہ بات ہونے والی ہے تو کس واسطے ایک مرتبہ ہمارے سامنے نہین ہوتی اور بدلا دینے مین اچھے اور بُرون کے
انکے کامونکے موافق انتظار اس دن کا کس واسطے ہے دنیا مین کیون نہین دیتے کہ آدمیون کو اسکے دیکھنے سے عبرت اور نصیحت
ہو جاوے اور بد کام چھوڑ دین اور نیک کام کرنے لگین اللہ تعالی نے یہہ سب باتین انکی ذکر کرکے جزا اور سزا کا دینا قیامت کے دن پر موقوف کرنیکا سبب بیان فرمایا

س

ع

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ یعنے کس چیز سے لوگ آپسمین پوچہتے ہین اور کس چیز کے کہوج مین ہین کیا وہ چیز قابل اُنکے سوال کرنیکے ہی اور اُسکے سمجہنے کا استعداد رکہتے ہین یا گرچہ بہت پوچہہ پاچہہ کرینگے انکی سمجہہ مین آجاویگی یا ایسی چیز ہی کہ لائق جستجو کے نہین اور جسقدر اُسمین چہیڑ چہاڑ کرینگے مطلب سے دور پڑینگے اور اِس طور کے پوچہنے مین کہ کس چیز سے سوال کرتے ہین اِس بات کا اشارہ ہی کہ عاقل کو چاہیئے کہ کہوج کسی چیز کا سمجہہ بوجہہ کے کرے اور پہلے یہہ سوچ لے کہ یہہ بات میری بوجہہ مین آنیکے لائق ہی یا نہین اگر ہو تو اُسمین ہاتہہ ڈالے اور اگر نہو تو ایسا نکرے کہ محنت اُسکی ضایع ہوجاوے اور کچہہ فائدہ حاصل نہووے اور مطلب برباد ہوجاوے مثل مشہور ہی کہ محنت برباد گنہ لازم اور عم کا لفظ اصل مین عما تہا الف تخفیف اور کثرت استعمال کے سبب سے گر گیا اور عرب کا قاعدہ ہی کہ ما موصولہ کے الف کو آٹہہ حرفونکے بعد گرا دیتے ہین ان لفظون کی کثرت استعمال کے واسطے اور وہ حرف یہ ہین عن و من و با و لام و فی و علی و الی و حتی اور جب بنا کلام کی سوال و جواب پر رکہی اور جواب اِس سوال کا ... کہلا تہا تو آپ ہی جواب فرمایا کہ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ یعنے آپسمین سوال کرتے ہین ایک بڑی خبر سے کہ باعتبار اپنی ذات کے بہی بزرگی رکہتی ہی اور باعتبار واقع ہونے اپنے مضمون کے بہی بڑی ہی یعنے جو چیزین کہ اُسمین واقع ہونگی وہ بہت پُر خوف ہین کہ نہ آنکہہ انکو دیکہہ سکے اور نہ کان انکو سن سکے اور باعتبار سمجہنے اور دریافت کرنیکے بہی بڑی ہی کہ کسی بشر کی عقل کو یہہ طاقت نہین کہ اُسکی حقیقت کما حقہ دریافت کرسکے الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ مُخْتَلِفُوْنَ وہ چیز ہی کہ وہ اُسمین کئی طرف ہو رہے ہین ہرچند کہ حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے اس دم تک متصل انبیا اور رسولون کے واسطے سے یہہ خبر پے در پے اپنے بندونکو پہنچاتا رہا اور انبیا اور رسول اِس خبر کے ثابت کرنیمین دلیلون اور مثالون کے ساتہہ دل و جان سے کوشش کرتے رہے ہین اور علامتین اور نشانیان اُسکی مفصل اور مجمل کہلی کہلی بیان کرتے رہے ہین اور اُسمین کسیطرحکا دہوکہا باقی نہین ہا لیکن باوجود ان باتونکے بہی آدم کا شبہہ ہرگز دفع نہین ہوتا چنانچہ بعضے تو بالکل اُسکا انکار ہی کرتے ہین کہ قیامت کا وجود ہی نہین ہے اور بعضے کہتے ہین کہ مجازات عقلی ہوگا اور اور بعضے کہتے ہین کہ خیالی ہی اور بعضے کہتے ہین حسی ہی یعنے ظاہر مین ہوگا اور بعضے ایک اور طرح سے کہ سوائے عقلی و خیالی اور حسی کے ہی پوچہتے ہین اور بعضے معاد کو منحصر تناسخ کے طریقے مین جانتے ہین یعنے ایک مرتا ہی وہی روح دوسرے جسم مین آتی ہی اور اسی عالم دنیا کو جزا اور سزا کی جگہہ جانتے ہین اور خرابی ہونا تمام عالم کا کہ رسولون اور نبیون کی زبانی سنتے آئے ہین آدمی کے بدنکی خرابی کے احوال پر کہ موت سے ہوتی ہی سمجہتے ہین حاصل کلام کا یہہ ہی کہ باوجود ایسے بیان واضح کے جو اختلاف اِس مسئلہ مین ہے اور کسی مسئلہ مین نہین ہے اور یہی اختلاف انکار اور شک کا سبب بڑا ہی جو اکثر ذہنون مین واقع ہی طریقہ اسلام اور نشان ایمان کا یہہ ہی کہ جب ایسی کوئی بات مشکل کہ عقل مین نہین آتی اور آدمی اُسکے کنہ اور حقیقت دریافت نہین کرسکتا پیغمبرون کی زبان سے یقینا سنے تو مجرد سننے کے اُسپر ایمان لاوے اور اُسے مان لیوے اسی کا نام ایمان اجمالی ہی کہ ہمیشہ کی نیک بختی کا سبب و موجب نجات کا ہی اور زیادہ کہوج اور تلاش اُسکے احوال اور خصوصیات مین نکرے ورنہ اپنے مطلب اصلی کو کہ ایمان مجمل ہی ہاتہہ سے دیگا اور خرابی مین پڑیگا اور کچہہ حاصل نہوگا اور جو اس کلام کے مضمون سے ظاہر ہوا کہ اِس مسئلہ مین پوچہہ پاچہہ بہت اور سوالات بیفائدہ لوگون مین جاری ہین اور یہہ سب مضر اور بیفائدہ ہین سو اب اِس تفتیش اور تحقیق بے محل سے خفگی فرماتے ہین کہ كَلَّا یعنے ایسا کرنا نچاہیئے اور زیادہ جستجو ان چیزون مین کرنا مناسب نہین اسواسطے کہ ایسی چیزون سے ایمان اجمالی مین خلل پڑتا ہی سَيَعْلَمُوْنَ سو قریب ہے کہ کیفیت مجازات اُخروی کو اس طرح سے جانینگے کہ کچہہ شک و شبہہ باقی نرہیگا ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ پہر ہم کہے دیتے ہین کہ ایسا نچاہیئے کرنا اور نزدیک ہی کہ جان لینگے اور تکرار اِس کلام کی صرف زجر اور توبیخ کے تاکید کے واسطے ہی گویا بار بار ایسے برے کام سے منع فرماتے ہین اور اُسکے معلوم کرنے کے زمانے کو بہت قریب بتاتے ہین اسواسطے کہ جو چیز آنیوالی ہی وہ قریب ہی اور بعضے مفسرون نے اول بار کے سیعلمون کو عالم برزخ کے دریافت ہونے پر حمل کیا ہی اسواسطے کہ مجازات یعنے جزا اور سزا وہان پر ماتمثال کرینکے

وَجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا اور دوسری جگہہ فرمایا و لا یمسنا فیھا نصب فی الصور فلا انساب بینھم
دوسری جگہہ فرمایا ہی فاذا نفخ اور ہمنے دنیا مین تمہاری نیند کو آرام وچین کا سبب اور کام سے فراغت کا باعث کیا ماندگی اور مشقت دور ہو اور خوشی اور تر وتازگی حاصل ہووے اور یوم الفصل
کو چاہیے کہ نیند نہو اسواسطے کہ اگر آدمی نیک ہے اُسکو خوشی اور خرمی کے سوائے اور کچہہ نہوگا جیسا کہ دوسری جگہہ بہشتیون کے حق مین فرمایا ہی لا یمسھم
فیھا نصب لا یمسھم فیھا لغوب پہر حاجت نیند کی بہی نہوگی بلکہ اگر وہان نیند ہووے تو بڑے فائدے پہنچنے سے بے نصیب جو نیند کا سبب ہووے
اور ہمیشہ کے ثواب سے نقصان کا باعث ہووے اور اگر آدمی بد ہی تو اسکو ہمیشگی کا رنج اور ملال اور فریاد اور شور لازم ہی رنج اور عذاب سے اُسکو کب فرصت ہوگی
کہ ایک دم آرام سے گذارے اور وہان سوائے صراخ اور زفیر اور شہیق اور واویلا کے کچہہ نہوگا جیسا کہ دوسری جگہہ ان معنون کو تصریح سے بیان فرمایا
وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ لِبَاسًا اور ہمنے رات دنیا والون کے واسطے لباس اور پردہ بنایا کہ جو چیز چہپانیکے لائق ہے اُسمین کیا کرین جیسے صحبت داری
عورتون سے اور شور سے پوشیدہ اور بہاگنا دشمنون سے اور چوری اور خیانت اور عیش وعشرت اور ناچ رنگ اور تہجد اور مراقبہ اور سوائے اسکے فائدے
کی بہت چیزین ہین کہ تعلق پردہ پوشی اور چہپنے سے رکہتی ہین اسیواسطے کہا ہی شاعر نے اللیل للعاشقین ستر یا لیت اوقاتہ تدوم
یعنے رات عاشقون کے واسطے پردہ پوش ہے کیا اچہا ہو تا کہ رات ہمیشہ رہتی اور قیامت کو چاہیے کہ احوال اُسکے ہر کسی خاص وعام پر ظاہر اور کہلے ہووین
چہپے اور پوشیدہ نہون ورنہ عظمت اور بزرگی نیکون کی اور فضیحت اور رسوائی بدون کی ثابت نہووے اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالے عنہما سے
ایک شخص نے پوچہا کہ عقد نکاح کی مجلس رات کو کرنا چاہیے یا دن کو آپنے فرمایا رات کو اسواسطے کہ اللہ تعالے نے رات کو لباس فرمایا ہی اور نکاح والی
عورتون کو بہی لباس فرمایا ہی ھن لباس لکم اور ایک لباس کو دوسرے لباس کے ساتہہ پوری مناسبت ہے وَجَعَلْنَا النَّهَارَ
مَعَاشًا اور ہمنے دن کو دنیا کے آدمیون کے واسطے روزی تلاش کرنے کا وقت کیا اور قیامت کے دن ہرگز تلاش نہوگی اسواسطے کہ نیکون کو
ایسی آپ نعمتین مہیا اور موجود ہونگی کیونکہ اگر انکو وہان بہی تلاش کرنا ضرور پڑیگا تو گویا عذاب مین ہون اور بدون کو بہی وہان تلاش کرنا نہین ہے
اسواسطے کہ اُنکے پیرون مین زنجیر اور گردن مین طوق پڑا ہوا ہوگا اور دوزخ کے نگہبانون کے ہاتہہ مین گرفتار رہینگے اور بہوکہہ اور
پیاس کے عذاب مین بیقرار ہونگے تا پوری جدائی دونون فرقون کی معاش کے درمیان ظاہر ہووے اور دنیا کی طرح ایکسان عجز اور گرفتاری مین
نہون وَبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا اور ہمنے تمہارے اوپر سات طبقے سخت اور مضبوط بنائے کہ ہرگز کبہی پرانے نہین ہوتے
اور اُنمین سات ستارے پہرنیوالے بنائے کہ اُنمین حرکتین ایکدوسرے کی مخالف کرتے ہین اور نئی نئی طرحین ظاہر کرتے ہین اور ہر طرح مین
ایک تاثیر اُن سے ظاہر ہوتی ہی اور ہر مومن اور کافر اور نیک و بد اُس تاثیر کے نفع اور نقصان مین شریک ہی قیامت کے دن کے برخلاف کہ وہان
نیکون کو درجے جنت کے مانند چہت کے ہونگے اور روحین نورانی نبیون اور پیشواؤن کی درجے بدرجے نیچے والون کے حق مین مدد فرماوینگی اور نیچے
والے اُنکی امداد سے ترقی حاصل کرینگے اور بدون کو نیچے سے درکات دوزخ کے گہیرے ہوئے ہونگے اور روحین خبیثہ اور اُنکے پیشوا اپنی اندہیرے
کیفیات سے اوپر والونکے عذاب کو دونا کرینگے وَجَعَلْنَا سِرَاجًا وَهَّاجًا اور بنایا ہمنے دنیا والون کے نفع کے واسطے وہ وہ لوگ ہونگے
چمکتا ہوا تیز روشنی والا کہ آفتاب ہی اور گرمی اور روشنی اکٹہی اُسمین پائی جاتی ہے اور ہر کوئی شخص نیک ہو یا بد نیک والونکو اُس سے ایذا پہنچیگی
اور نقصان مین برابر ہین بخلاف قیامت کے دن کے کہ جمال الٰہی کی روشنی بہشت مین نیکونکو منور کریگی اور اُنکی خواہشون مین خرچ کیا ہوگا دسون فرقہ
قدیم کا لفظ آیا ہی دوزخیونکو سخت حرارت اور نہایت گرمی سے جلاویگی وَأَنزَلْنَا مِنَ ٱلْمُعْصِرَٰتِ یہ سب بدبخت اور گنہگار اسمین ہین لیکن ایماندار اور
ثَجَّاجًا پانی بہت بہنے والا لِنُخْرِجَ بِهِ حَبًّا کہ ہم اُس پانی سے اناج نکالتے ہین اور بعضے نور کے منبرون پر بیٹہے ہونگے اور بعضے جڑاؤ کرسیون پر
بہاجی بناتے ہو اور بعضے کو مصالح کرتے ہو اور بعضے دانا اور چارا مہیا کرتے اور کہولا جاوے آسمان پہٹنے سے تا فرشتے نامۂ اعمال لیکے اتریں اور عملونکی
اَلْفَافًا اور گنجان درختون کے باغ تا تمکو میوہ کہلانے اور لَیْتَہُ اور بہشت کہ جاوے قرار اُسکا سالون آسمانکے اوپر ہے ظاہر ہووے گویا کہ آسمان
[illegible]

اور مربا او سرکہ اور رب او شراب وغیرہ بناکے کہاؤ اور اس منفعت مین تم سب نیک و بد مسلمان اور کافر شریک ہو کسیطرح کی جدائی نہین ایسا نہین کہ پانی
ایک جگہہ برسے اور دوسری جگہہ نہ برسے اور کہیتی ایک جگہہ پیدا ہووے اور دوسری جگہہ نہو اور باغ ایک جگہہ جمے اور دوسری جگہہ نہ جمے اور میوہ نہ پکے
بخلاف دن قیامت کے کہ وہان نیکون کے عمل و اعتقاد اور احوال اُن درجون کمائے ہوئے بدلیون کی مانند دودہ اور شہد اور شراب مزیدار اور پانی
صاف برساوینگے اور اُس سے نہرین جاری ہونگی اور درخت بہشت کے اس پانی کی قوت سے اور پانی کی نہرون کی طراوت سے کہ انکی جڑونمین پہنچی ہے
لذت والے مزیدار میوے خودبخود دینگے اور جسوقت کوئی پہل کسی شاخ سے توڑکے کہایا جاویگا تو اُسیوقت دوسرا میوہ ہوا کی تروتازگی اور کمال نشوونما
کے سبب اُس جگہہ پیدا ہوجاویگا اور تلذذ اور میوہ دینا وہان کے درختون کا کبہی منقطع نہوگا اور بد دل کے عمل و اعتقاد اور برے خلق دہوین کی مانند
اُٹہینگے اور چنگاریان برساوینگے اور اُن کے جسمون کو جلاوینگے جیساکہ حق تعالی نے فرمایا ہے وَظِلٍّ مِّن يَحْمُومٍ انطَلِقُوا إِلَىٰ ظِلٍّ
ذِي ثَلَاثِ شُعَبٍ اور زقوم اور دوسرے درخت خاردار اور بدمزہ اور بری شکل کے پیدا ہونیکا سبب ہوگا اور امتیاز اور جدائی دونون فرقون کی غیر
خوبطرح سے حاصل ہوویگی تو معلوم ہوا کہ یوم الفصل دنیا مین نہین ہوسکتا ہے اس واسطے کہ جدائی اور ملاپ آپسمین ایک دوسرے کی ضدین
ایک جگہہ پا نہین سکتے تو قیامت کا دن ہونیکو باوجود ان چیزون کے باقی رہنے کہ اُنمین شراکت اور اتفاق واقع ہے تصور کر نہین سکتے بلا اس
عالم کے خراب ہونے اور اس دنیا کے انعامات کے اور شراکت کے اصول و ارکان درہم برہم کرنیکے بعد البتہ اُسکی امید رکہنا چاہیئے اور قیامت کے آنیکا
وقت اس عالم کی خرابی کی شروع سے بوجہا چاہیئے جیساکہ فرمایا ہے إِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ یعنے البتہ جدائی کا دن اور نیکون کا بدون سے امتیاز
اور فرق کردینا اور آپسمین نیکون کے مرتبے علیحدہ کرنا اور بدون کے مرتبے ایک دوسرے سے علیحدہ کرنا كَانَ مِيقَاتًا ہے ایک وقت ٹہرایا گیا
اور اُس سے آگے پیچہے نہین ہوسکتا اور دنیا مین کافرون کے جلدی کرنیسے اُسوقت کے لانیمین جلدی نہین کرتے اسلوسطے کہ اُسوقت کو کئی چیزین لازم مین پہلے
یہہ کہ روح کا تعلق بدن کے ساتہہ کہ اب حاصل ہے بعد جدا ہونیکے پہر ملے اسیواسطے عالم برزخ مین بہی یہہ امر ممکن نہین اسواسطے کہ وہان روح کو بدن سے ہرگز
علاقہ نہین اور روح کو پہلے بدن سے تعلق رکہنے کے سوائے اس بدن کے کئے ہوئے کامون کی جزا اور سزا دیکہنا ممکن نہین ہے اسواسطے کہ روح کو بے تعلق بدن کے
سیر تمام عالم کی کو شل خیال کرنیکے ہے اور کچہہ نہین مانند ایک لکہنے والیکے کہ اُسکے ہاتہہ کاٹ ڈالین اور وہ اپنی انگلیان ہلاوے اور اپنے خیالمین گویا لکہتا ہے
بس یہہ حقیقت مین کچہہ لکہنا نہین خیال محض ہے دوسرے یہہ کہ روحین اور بدن سب تعلق مین جمع ہوجین اسواسطے کہ فرق اور جدائی بدون جمع ہونیکے
ممکن نہین مثلاً ایک گروہ کے ساتہہ ایک جگہہ پر ایک طرح کا معاملہ کیا امتیاز اُس گروہ کا حاصل نہوگا جب تک کہ اور جماعتون کے ساتہہ اُسی جگہہ پر
اُسیوقت دوسرے طرح کا معاملہ نکرین والا گمان ایسا ہوتا ہے کہ شاید یہہ معاملہ مقتضا اُسوقت کے اُس مکان مین ہوا اگر اور جماعتین اُسوقت اُس مکان مین ہوتین تو
اُنکے ساتہہ بہی یہی معاملہ ہوتا جیساکہ دنیا کی عزت اور ذلت اور رزق کی کشادگی اور تنگی کو زمانیکی گردش کے تقاضے سے سمجہتے ہین اور اپنے دلکو سمجہاتے ہین کہ
قسمتمن ہوتے تو اسی حالتمین گرفتار رہتے اور اگر ارزانی کے ملکون کے رہنے والے قحط والے ملکونمین ہوتے تو ہم کہہ ہو کہہ اٹکاتے اسواسطے ضرور ہے
انسانی کی تمام ارواح اپنے بدن سے جدا ہونیکے بعد واقع ہووے تا ایک وقت مین ایک جگہہ پر سب روحون کا اُنکے بدنون سے تعلق ہووے
غنی مومن اور کافر نیکبخت اور بدبخت نعمت والے اور عذاب والے تندرست اور بیمار کے درمیان دنیا مین برابر ہین کچہہ باقی
وصلی کہ تفرقہ اور امتیاز ہی حاصل نہو جو تیسرے یہہ کہ اس آسمان اور زمین کے بدلے ایک اور مکان چاہیئے
... ہوئی ہے تو اُسکے ظاہر کرنے مین آسمان و زمین کا نیست کرنا بہی ضرور ہوا تاکہ
... کے نیچے سے ہٹ کے اسیواسطے وہ روز نہ آویگا مگر يَوْمَ يُنفَخُ فِي
... ہوسکتا ہے کہ اسی سے قیامت کے دن کی شروع ہے اور اُس پہونکنے
... اور فرشتے نور کی طرح سب آدمیون کے

علیحدہ

علیحدہ علیحدہ جتھے کر دینگے جیسے یہود اور نصاری اور مجوسی اور ہنود اور انکے سوا سبکی صفین جدا جدا ہونگی اور مسلمانون کی صف علیحدہ ہوگی پھر ہر ہر
پیغمبر کی امت علیحدہ اور ہر ایک پیغمبر کی امت مین بھی ہر مذہب والا علیحدہ اور اسیطرح ہر عمل والا نیک ہے یا بد علیحدہ ہوگا جیسے نمازی علیحدہ اور روزہ دار علیحدہ
اور حرام کار علیحدہ اور چیٹے علیحدہ اور شرابی علیحدہ اسیطرح ہر خلق والا علیحدہ ہوگا جیسے متکبر اور بدخلق علیحدہ اور رحم دل اور محبت والے علیحدہ اسیطرح ہر
رتبے والا علیحدہ ہوگا جیسے حمد کرنیوالے علیحدہ اور صبر کرنیوالے علیحدہ اور شکر کرنیوالے علیحدہ اور متوکل للہ پر بھروسا کرنیوالے علیحدہ کہڑے کئے جاوینگے
بڑے لشکر کے رسالون اور پلٹنون کی مانند کہ پہلے امیر دن کے سبب سے پہچانے جاتے ہین کہ یہہ لشکر فلانے امیر کا ہے پھر رسالہ دارون کے یہہ رسالہ فلانے
رسالدار کا ہے اور یہہ لوگ فلانے جمعدار کے ساتھ کے ہین پھر فرشتے ان سبکو اسی انتظام سے حشر کے میدان مین لیجاوینگے فَتَأْتُونَ أَفْوَاجًا یعنے پھر
آؤگے تم غول غول اور فوج فوج ہوکر کہ ہرگز ایک گروہ کے لوگ دوسرے گروہ سے ملنے نہ پاوینگے اور ان جتھون کو بہت آیتون اور حدیثون مین بیان فرمایا ہے انمین
سے یہ آیت ہے وَيَوْمَ يُحْشَرُ أَعْدَاءُ اللَّهِ إِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوزَعُونَ ۲۴ ج ۴ ع اور دوسری جگہہ فرمایا ہے وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِن كُلِّ أُمَّةٍ فَوْجًا
مِمَّن يُكَذِّبُ بِآيَاتِنَا فَهُمْ يُوزَعُونَ ۲۰ ج ۲ ع اور سوا اسکے بہت سی آیتین ہین کہ ان سبکے ذکر کرنے مین کلام بڑہ جاویگا اور بعضی صحیح
حدیثون مین نشان اور علامت ہر فوج کی بھی بیان فرمائی ہے جیسے دغابازون اور عہد شکنون کی مقعد پر ایک نشان یعنی جھنڈا ہوگا اس طرح سے کہ بڑے دغا
کے دغابازون پر بڑا جھنڈا اور چھوٹے مقعد کے دغابازون پر چھوٹا جھنڈا اس مکان پر جمیگا اور جنھون نے غنیمت کے مال مین دغابازی کی ہے اور کوئی چیز
اپنے سردار کی بیخبری سے لے لی ہے وہ چیز اسکی گردن پر لدی ہوئی لاوینگے اگر اونٹ یا بکری یا گاے ہے تو وہ آواز کریگی اور اگر تہان یا کوئی
کپڑا ہے تو پھریری کی مانند اڑیگا اور شہیدونکو خون بہا ہوا اٹھا دینگے اور انکی زخمون سے مشک کی بو آویگی اور رلانیوالی عورت کا کرتا گندہک کا ہوگا
اور بدن اسکا خارشتون کا سا ہوگا اور بے احتیاج سوال کرنیوالے کا منہ زخمی اور چھلا ہوا ہوگا علی ہذا القیاس صحیح حدیثون مین تلاش کرنے سے طرح کی
نشانیان بہت سی پائی جاتی ہین اور ثعلبی نے اپنی تفسیر مین مع سند بیان کیا ہے اگرچہ سند اسکی بہت معتبر نہین ہے اور روایتین اسکی بہت مضبوط نہین ہین
وہ یہہ ہے کہ ایک صحابی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان فوجون کا حال جو اس آیت مین مذکور ہے پوچھا تھا آپنے فرمایا کہ دس فرقے اس امت کے دس قسم
ہوکر آوینگے ایک فرقہ بندرون کی شکل ہوگا وہ چغل خور ہونگے دوسرا فرقہ سور کی شکل ہوگا وہ حرام خور اور رشوت لینے والے ہونگے تیسرا فرقہ اوندھا
یعنے سر نیچے اور پاؤن اوپر ہونگے اور فرشتے انکو منہ کے بل کھینچینگے وہ بیاج کھانے والے ہونگے چوتھا فرقہ اندھے ہونگے وہ قاضی اور مفتی ہونگے کہ ناحق حکم
کرتے تھے اور جھوٹا فتوی دیتے تھے پانچوان فرقہ گونگے بہرے ہونگے وہ وہ لوگ ہونگے کہ اپنی عبادت اور بندگی پر گھمنڈ کرتے ہین اور اپنے برابر دوسرا
کو نہین جانتے چھٹا فرقہ زبانین اپنی چباوینگے اور انکی زبانین منہ سے نکل کے انکی چھاتیون پر پڑی ہونگی اور لہو پانی اور پیپ انکے منہ سے بہتا ہوگا کہ
سب محشر والے انکے دیکھنے سے کراہت کرینگے یہ لوگ عالم اور مشایخ ہونگے کہ انکے عمل انکے قول کے مخالف ہونگے کہینگے کچھہ اور کرینگے کچھہ ساتوان فرقہ ہاتھہ پیر کٹے
ہوے ہونگے وہ وہ لوگ ہونگے کہ بے زبان جانورونکو ایذا دیتے ہین اور ہمسایہ کو رنج دیتے ہین آٹھوان فرقہ آگ کی سولیون پر کھینچے ہونگے وہ وہ لوگ ہونگے کہ لوگون
کے بھید ظالم حاکمون پر ظاہر کرکے ایذا رسانی کرتے ہین نوان فرقہ وہ لوگ ہونگے جنکی بدبو مردار سڑے ہوے کی بدبو سے زیادہ ہوگی اور سب محشر والونکو اس بو سے ایذا پہنچیگی
وہ وہ لوگ ہونگے کہ اپنی شہوتون اور دنیا کے مزون مین گرفتار ہوے ہونگے اور اپنے مال سے اللہ کا حق نہ دیا ہوگا اور وہ مال اپنے جی کی خواہشون مین خرچ کیا ہوگا دسوان فرقہ
وہ لوگ ہونگے کہ گندہک کے کرتے پہرے ہونگے اور انکے بدنون پر چپکے ہوے ہونگے یہ لوگ تکبر اور غرور کرنیوالے ہونگے یہ سب بدبخت اور گنہگار امت کے ہین لیکن ایماندار اور
نیکبخت سو بعضے انمین چودھوین رات کے چاند کے مانند اور بعضے آسمان کے تارون کے جیسے چمکتے ہونگے اور بعضے نور کے منبرون پر بیٹھے ہونگے اور بعضے جڑاؤ کرسیون پر
اور بعضے مشک اور زعفران کے ٹیلون پر وعلی ہذا القیاس وَفُتِحَتِ السَّمَاءُ اور کھولا جاوے آسمان پہٹنے سے تاکہ فرشتے نامہ اعمال لیکے اترین اور انکے عملونکی
صورتین کہ آسمان پر چڑہنے کے بعد پیدا ہوئی تہین ظاہر ہووین اور بہشت کہ جاے قرار اسکا ساتون آسمانکے اوپر ہے ظاہر ہووے گویا کہ آسمان
مردون کے خوان سے اٹھا لیا ہے فَكَانَتْ أَبْوَابًا یعنے پھر ہوجاوے آسمان دروازے کہ اسی راہ سے بہشت مین داخل ہونا ہوگا

اور نعمتیں بہشت کی دیکھینگے وَسُيِّرَتِ الْجِبَالُ اور چلائے جاوینگے پہاڑ کہ زمین کی میخون کے مانند ہینگے فَكَانَتْ سَرَابًا پھر ہوجاوینگے جیسا ریت
اڑتی ریت کہ دور سے پانی کی طرح نظر آتی ہے اور حقیقت میں ریت ہے اسیطرح سب پہاڑ چلنے کے وقت دور سے ایسے معلوم ہونگے کہ پہاڑ ہیں اور حقیقت میں ٹکڑے ٹکڑے
ہوکر ریت کی مانند ہو چکے ہیں جیسا کہ دوسری جگہہ فرمایا ہے وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيبًا مَّهِيلًا ۲۹ ۱۳ اور دوسری جگہہ فرمایا ہے وَكَانَتْ هَبَاءً مُّنبَثًّا ۲۷ ۱۲
اور جب زمین کی میخون کی یہ حالت ہوگی تو زمین بطریق اولی درہم برہم ہوگی اور ٹہکانا دوزخ کا کہ اسکے نیچے تہا کہل جاویگا تا آسمان کی جگہہ بہشت ٹہہرے اور
زمین کی جگہہ دوزخ اور جدائی نیکون اور بدون میں اور تابعدار اور نافرمانون میں ثابت ہو اور جب آسمان اور زمین بیچ سے اٹہہ گئے تو سورج اور ستارے
اور دوسری نعمتیں کہ کافر اور مسلمان انمیں شریک ہیں نیست ہوجاوینگے اور کسی طرح شرکت اور برابری نیکون اور بدون میں نرہیگی اسواسطے کہ نیکون کی جگہہ
اور ٹہہری اور بدونکی جگہہ دوسری ٹہری إِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا بیشک دوزخ ہے تاک میں اور کمان ہر ایک کا کہ اسکے کنارے پر فرشتے
گرز اور زنجیر اور طوق آگ کے لئے ہوئے کہڑے ہونگے اور دوزخیونکو پکڑکے لیجاوینگے لِّلطَّاغِينَ مَآبًا شریرونکا ٹہکانا اور مسلمانونکو اور نیکو
کارونکو سوائے اسپر گذرنیکے اور اسکے دیکھنے کے خوف کے اور کوئی رنج اور اذیت نہ پہنچیگی بعضے تو انمیں بجلی کی طرح تڑپکے اس پل سے پار ہوکر بہشت میں پہنچینگے
اور بعضے ہوا کی طرح اور بعضے دوڑتے گہوڑے کی طرح اور علی ہذا القیاس یہانتک کہ ادنی سے ادنی مسلمان کہ بہت گناہوں میں آلودہ ہوگا کہ
سات ہزار برس میں اس پل سے پار ہوگا اور حضرت فضیل ابن عیاض رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ مسافت پل صراط کی تین ہزار برس کی راہ ہے بال
زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے ہزار برس چڑہاؤ اور ہزار برس اتار اور ہزار برس برابر کی راہ ہے یہہ سب ایمانداروں کا حال ہے اور کافر دوزخ کی موکلون
کے ہاتہوں میں گرفتار ہوکر دوزخ میں ڈالے جاوینگے لَّابِثِينَ فِيهَا أَحْقَابًا رہینگے اسی دوزخ میں بیشمار قرنون اور ہلال ہجری سے منقول ہے
کہ انہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے حقب کے معنے پوچہے تہے سو آپنے فرمایا کہ حقب ستر ہزار برس کا ہوتا ہے اور برس بارہ مہینے کا اور مہینا تیس دن کا اور ایک ایک دن
دنیا کے برس کے برابر ہوا اور یہان مراد ہے بیشمار مدت سے اور بعضے نادان اس آیت میں فہم کی غلطی سے کہتے ہیں کہ اس آیت سے دوام ہمیشگی بوجہی نہیں
جاتی جیساکہ اور آیتون سے معلوم ہوتا ہے اور حال یہہ ہے کہ اس آیت میں احقاب کی تعیین نہیں فرمائی ہے تاکہ عذاب کا منقطع ہونا معلوم ہووے بلکہ کثرت سے یہی بوجہا
جاتا ہے کہ احقاب غیر متناہیہ مراد ہیں اور ان نادانونکو اس بات کا شبہہ ہوا کہ جو حقب کی مدت معین ہے تو احقاب بہی معین ٹہہرے اور یہہ نہیں بوجہتے ہیں کہ
ایک حقب کی مدت کا معلوم ہونا احقاب کی مدت معلوم ہونیکا سبب نہیں ہوسکتا ہے اور بعضے مفسرون نے کہا ہے کہ اس آیت میں بعض دوزخیونکی دوزخ میں ٹہرنیکی
مدت کا بیان کرنا منظور نہیں بلکہ مطلب یہہ ہے کہ دوزخیونکی ٹہرنے کی مدت دوزخ میں حقبون سے اندازہ کیا چاہیئے نہ قرنوں اور برسون اور مہینوں اور دنوں اور
ساعتون سے اسواسطے کہ اگر مدت کسی چیز کی کم ہوتی ہے تو ساعتون سے گنتے ہیں اور اس سے زیادہ ہو تو دنوں اور جو اس سے بہی زیادہ ہو تو مہینوں سے اور جو اس سے
بہی زیادہ ہووے تو برسون سے اور اس سے بہی زیادہ ہو تو قرنوں سے گنتے ہیں اور جو شمار میں نہ آسکے تو حقبون سے بولتے ہیں جسطرح تہوڑے مال کو روپیون سے شمار
کرتے ہیں اور جو کچہہ زیادہ ہو تو پچیسون اور دہیون سے اور جو اس سے بہی زیادہ ہو تو سیکڑون سے اور اس سے بہی زیادہ ہو تو ہزارون سے اور جو شمار میں نہ آسکتا ہو
تو لاکہون اور کروڑون سے تعبیر کرتے ہیں اور فراء ایک بڑے عالم کا نام ہے اُسنے کہا ہے کہ لفظ احقاب کی اس صفت کے ساتہ موصوف ہوا کہ آگے آتی ہے
یعنے لَّا يَذُوقُونَ فِيهَا بَرْدًا وَلَا شَرَابًا یعنے وہان کچہہ مزہ ٹہنڈک کا نہ چکہینگے اور نہ کچہہ پینے کو ملیگا جو کچہہ بہی سرد ہووے باہر
انکے بدن کو اور سرد پینے سے اندر کے بدن کو تہوڑی تخفیف اس جلنے کے عذاب سے حاصل ہووے جیساکہ دنیا میں تپ والے کو ایسی چیزون سے
تخفیف ہوتی ہے تو گویا یون ارشاد ہوا کہ اتنی مدت دراز میں سردی کے نام سے واقف نہونگے بعد اسکے انکو زمہریر کے طبقے میں لیجاوینگے
اور سردی کے عذاب میں گرفتار کرینگے یہانتک کہ انگلیاں انکی اور پہے سردی کی زیادتی سے جم جاوینگے پہر دوزخ کی آگ میں ڈالینگے اور جتنی مدت
کہ پہلے ذکر ہوچکا اتنی مدت اسی طرح جلاوینگے اسیطرح ابد الاباد عذاب میں رہینگے کبہی گرمی میں کبہی سردی میں اور جو اس آیت میں کہا
ہوا کہ اتنی مدت دوزخ میں کچہہ پینے کی چیز نہ چکہینگے اسکا حال یہہ ہے کہ دوسری جگہہ فرمایا ہے فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هَاهُنَا حَمِيمٌ ۲۹ ۱۲ ۶ اسواسطے اس جگہہ سے استثنا کے

ترپایا إِلَّا حَمِيمًا مگر پانی گرم کہولتا ہوا کہ انکی انتڑیان کاٹ ڈالیگا اور اندر کی گرمی دونی چوگنی کردیگا تخفیف کا تو کیا ذکر ہے وَغَسَّاقًا اور پیپ وزرد
پانی کہ دوزخیون کے ہر ہر جلے ہوئے بدنون سے نکل کے گڑھون مین جمع ہوگا اور پیاس کی نہایت بیقراری سے اسکو پانی سمجھکر پی جاوینگے اور وہ انکے
اندر کو ایسی بری طرح سے خراب کردیگا کہ اسکا زہر تمام بدن مین پہیل جاویگا اور اگر دوزخیون کے دوزخ مین رہنے کی مدت دراز سنکر کسیکے دل مین
شبہ آوے کہ کافرون نے کفر اور گناہ دنیا مین تہوڑے دنون کیا تہا یعنے عمر بہر کہ وہ مدت مقرر ہے اور ہمیشگی عوض مین ہمیشگی کے عذاب کی سزا دینا ظلم ہے
ہے اسکا جواب یہہ ہے کہ تمہاری غلط فہمی ہے بلکہ تجویز کرنا ہمیشگی کے عذاب کا انکے واسطے عین انصاف ہے اور اس عذاب مین جو انکو دیجاویگی مگر جَزَاءً
وِفَاقًا یعنے بدلا پورا موافق انکے عملون کے نہ زیادہ اس سے اسواسطے کہ بعد تامل اور غور کرنیکے معلوم ہوتا ہے کہ عمل انکے بہی ابدی اور غیر متناہی تہے اسواسطے
کہ إِنَّهُمْ كَانُوا لَا يَرْجُونَ حِسَابًا وہ ہرگز حساب کی توقع نرکہتے تہے اور جب امید حساب کی نہ تہی تو انکے کامون کا موقوف ہونا الا جاری
سے اور اس بات کے گم ہونے سے تہا نہ عذاب الہی کے خوف سے اور ثواب نہ ملنے کے سبب سے اس واسطے کہ یہہ دونون باتین حساب کی توقع کی صورت
مین ہوتی ہین اور انکے عمل نہ کرنے کی وہ مثل ہے کہ عصمت بی بی از بے چادری اور انکے دلون مین محبت گناہ کی ایسی گہسی تہی کہ انکی روحون کی رگ و
ریشون مین مل گئی تہی اور ایک خاص طبیعت کا حکم پیدا کیا تہا اور روح تو ابدی ہے ہمیشہ رہیگی اور اس خاص طبیعت کا حکم اس سے جدا ہونا محال ہے تو وہ
خاص طبیعتین بہی جب تک روح ہے اسکے ساتہہ ہین اور سبب ہین عذاب کے اور جب سبب ہمیشہ رہا تو مسبب کے پائے جانے مین کیا تعجب ہے اور یہی بہہ
بے اعتمادی حساب آخرت سے عمل جوارح پر کفایت نکی تہی بلکہ وہ عمل کہ انکی روح کی ذات سے تعلق رکہتے تہے اور ہرگز اسباب اور جوارح کو انمین
دخل نہ تہا انسے صادر ہوئے تہے تو وہ فعل ہمیشہ روح کے ساتہہ ہین اسواسطے کہ یہہ کفر کرتے تہے وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا اور جہٹلاتے ہمارے آیتین
جو جزا اور حساب کے ہونے پر دلالت کرتی تہین كِذَّابًا مکر کر انکے دلون مین انکے سچے ہونیکا گمان بہی نہ تہا اور اس طرح کا مکر جانا کام روح کا ہے
نہ بدن کا تو بعضے انہون نے روح کے بدن سے برزخ مین اور پہر بعد ملنے روح کے بدن سے عالم حشر و نشر مین ہمیشہ وہی انکار باقی ہے مانند مزاج کے
کہ دمبدم سبب بخار کا ہوتا ہے اسیطرح یہہ انکار بہی دمبدم زیادتی عذاب کا سبب ہے گا اور پہر اگر کسیکی خاطر مین شبہہ گذرے کہ گناہ کی محبت اور آیتون کا انکار
اور ویسے روح کے برے عمل اسطرح کے نہتے کہ کسی پر ظاہر ہوتے پہر اسکے بدلے مین اس طرح کا عذاب کرنا ظاہر مین کہان سے درست ہوگا
اور جب تک گناہ ظاہر مین ثابت نہو مواخذہ اور پکڑ اسپر درست نہین ہے اور جو ان لوگون کے گناہ آدمیونکے سامنے ظاہر ہوتے تہے بہی عمل بدن کے
تہے کہ بسبب جدا ہونے روح کے بدن سے موقوف ہوئے اس شبہہ کا جواب یہہ ہے کہ برائی کا حال حاکم کو معلوم ہونا ضرور ہے کسیکو معلوم ہو یا نہو اور انکے
اعمال وحیہ اللہ تعالی خوب جانتا ہے بلکہ اسکے خفیہ نویس یعنے کراما کاتبین نے بہی لکہہ رکہا ہے اور قول اور فعل انکے بہی اسپر دلالت کرتے ہین
وَكُلَّ شَيْءٍ اور ہر چیز بدن اور روح کے عملون سے اور وہ قول اور فعل کہ ان پر دلالت کرتے تہے أَحْصَيْنَاهُ یعنے انکو گن رکہے ہین
اور ہمنے فقط اپنی گنتی پر اعتماد نہین کیا بلکہ كِتَابًا یعنے لکہہ کر تا قیامت کے کارکنون کو ہر وقت یاد رہے اور عمل غیر متناہی کی جزا بہی غیر
متناہی چاہیئے فَذُوقُوا فَلَنْ نَزِيدَكُمْ إِلَّا عَذَابًا اب چکہو کہ ہم نہ بڑہاتے جاوینگے تمپر مگر مار اور عذاب کرنا بخلاف ایماندار
گناہگارون کے کہ انکا عذاب صرف اعضا کے عملون پر ہوگا اور موقوف ہوجاویگا اسواسطے کہ انکی روحین ایمان کے سبب بدی سے پاک تہین
یعنے بدی نرکہتی تہین اور تنبیہ الغافلین مین لکہا ہے کہ جب دوزخی بہت پیاسے ہونگے اور پانی مانگین گے تو ایک سیاہ بادل
پیدا ہوگا اور اس سے سانپ اور بچہو بختی اونٹون کی گردنون کے جیسے برسین گے اور انکو پہاڑ پہاڑ کہاوینگے اور انکا زہر ایسا ہوگا کہ ہزار سال
تک اسکی تاثیر انکے بدنون سے نجاویگی اور یہی معنے ہین اس آیت کے کہ زِدْنَاهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ ۱۴ ع ۱۸ اور اس آیت
مین بہی کہ فَذُوقُوا فَلَنْ نَزِيدَكُمْ إِلَّا عَذَابًا اور اس جگہہ ایک شبہہ اکثر آدمیونکی خاطر مین گذرتا ہے وہ یہہ ہے کہ جو چیز کہ
مزاج کے موافق ہو تو دوام اور ہمیشگی کے سبب سے اسکی تاثیر معلوم نہین ہوتی اور کچہہ رنج اور درد کہہ نہین ہوتا جس طرح دق والے کو گرمی سے کچہہ ایذا

نہین ہوتی ہے اسکا جواب یہ ہے کہ اس طرح کا معلوم ہونا بد مزاجی متفق کی صورت مین ہے نہ بد مزاجی مختلف مین اور دوزخ والونکو طرح طرح کے عذاب
دکھہ دیوینگے اور ہر قسم کے عذاب کو وہ لوگ قوت سے دریافت کرینگے جیسا کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے اور دوسرا جواب یہ ہے کہ دریافت کرنیکا سبب
کے بدن مین جلد ہی پینے بدنکی چمڑی اور دوزخیونکی جلد جلنے کے بعد پھر نئے سر سے پیدا ہوگی اور اس جلد کی دریافت کی قوت تازگی کے سبب بہت قوی ہوگی
جیسا کہ جب زخم پر نئی کھال جمتی ہے تو اسکے دریافت کی قوت قوی ہوتی ہے اور ادنی سے ادنی سردی اور گرمی اس سے معلوم ہو جاتی ہے اور دوزخ کے
عذاب کی زیادتی کا سبب یہہ بھی ہوگا کہ انکے مخالف اور دشمن طرح طرح کی قسمون سے نئے نئے تو آ جاوینگے جیسا کہ فرمایا ہے اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا ۳۱

ع

بیشک ڈر والونکو مراد ملنی ہے اور انکا مرتبہ بے حکمون فرمانون کے مرتبہ سے جدا اور ممتاز ہے حَدَآئِقَ باغ ہین میوون کے بھرے اور گرداگرد ان
باغون کے دیوارین محافظت کے واسطے اور حدیقہ عرب کی لغت مین اُسی باغ کو کہتے ہین جسکے چارون طرف دیوار ہو وَّاَعْنَابًا اور
انگور بہت میوون سے لگی ہوئی اور یہ باغ درختون پر مانند دوسری دیوار کے ہوگا اور جو انگورونکی ٹٹیان سکانکے جیسے ہوتی ہین کہ اسکے سائے
مین بیٹھتے ہین اور مانند چھت کے اسکو بناتے ہین اور ایک طرح سے وہ درخت ہین کہ مقصود اس سے میوہ کہا گیا ہے اسیواسطے سبکے ذکر کیا اور
یہ بھی نہین سب میوون مین داخل ہے کہ حدائق کی لفظ ان سبکو شامل ہے تو گویا ارشاد ہوتا ہے کہ ان باغون مین سایہ ان انگورکے میوونکے
بجا بارہ دری اور بنگلے کے وَّكَوَاعِبَ اور نوجوان عورتین ان بیاہی کہ انکی چھاتیان اُٹھی ہوئی سخت ہونگی بلوغت کے حد کو پہنچین ہونگی
یہ اسواسطے کہ سیر باغ و بہار کی بی یارون اور خوبصورت عورتون کے اور بغیر پوشاک کے بے لطف اور بے مزہ ہے اَتْرَابًا یعنے وہ سب عورتین ہم
ایک عمر کی ہونگی اور پرہیزگارونکی عمر کے برابر ہوگی اسواسطے کہ سبکی روحون کا بدن سے ملنا ایک ہی وقت مین ہوگا وہ وقت جب دوسرا صور پھونکا جاویگا
کہ صور پھونکنے کے ساتھہ ہی سب روحین اپنے اپنے بدن سے ملجاوینگی تو گویا ایک ہی وقت سب کے سب پیدا ہوئے جیسا دوسری جگہہ فرمایا ہے اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ
اِنْشَآءً فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا عُرُبًا اَتْرَابًا لِّاَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ۔ پ ۲۷ ع ۱۴ اور یہ عورتین دنیا کی ہونگی کہ متقیونکو ہمنشینی کے سبب انکی صحبت سے محبت اور
خوشی خاطرخواہ حاصل ہوگی اور انکا ہم عمر ہونا الفت اور محبت کا زیادہ تر سبب ہوگا اور یہی سبب ہے بوڑھونکو جوانون کی صحبت سے اور جوانونکو بوڑھون
کی صحبت سے نفرت ہوتی ہے اور اکثر تفسیرونمین مذکور ہے کہ بہشت مین مرد اور عورتین تینتیس ۳۳ سال کی ہونگی سو واسطے کہ کمال ہر قوت کا اور
خوشی اسی عمر مین زیادہ ہوتی ہے اور ابتدا پیدایش انکی دوسرے صور پھونکنے کے وقت ہوگی اور اسوقت سے بہشت مین داخل ہونے تک مدت بہت ہے اور جو بعضی
روایتون مین آیا ہے جیسا کہ تفسیر زاہدی اور تفسیر واحدی مین مذکور ہے کہ عورتین سترہ اٹھارہ برس کی عمر کی ہونگی اور مرد تینتیس ۳۳ برس کی عمر کے ہونگے انکا
مطلب یہ ہے کہ عورتونکی صورت اور جوڑ بند جنت مین دنیا کی عورتون کے موافق ہونگے اسواسطے کہ عورتون مین خوبصورتی کا کمال اسی عمر مین ہوتا ہے
اور اسکے بعد نقصان شروع ہوتا ہے اور چھاتیان جننے اور دودھ پلانیکے سبب سے ڈھل جاتی ہین اور انوثی مزاج یعنے زنانہ مزاج کہ نہایت
تر ہے اسوقت مین خشکی کے سبب اعتدال پر ہوتا ہے اور بدن کا سڈول خوش تختی ہونا اور سادہ پن اور نا سمجھہ ہونا کہ محبوبون اور معشوقون مین
مرغوب ہے اس عمر مین بہت ہوتا ہے بخلاف مردونکے کہ کامل ہونا عقل کا اور ہر کام مین آزمودہ کار ہونا مردون مین بہتر اور پسندیدہ ہے مانند میوے
کے کہ پکا ہوا میوہ بہتر ہوتا ہے کچے سے اور عورتین مانند اس میوے کے ہین کہ کچا اسکا بہتر اور مزیدار ہوتا ہے پکے میوے سے جیسے ککڑی کھیرا
وَّكَاْسًا اور پیالے شراب کے دِهَاقًا بھرے چھلکتے ہوئے ایک پر ایک دئے گئے اور دہاق کی لفظ سے عرب کی استعمال کے موافق
دونون باتین پوچھی جاتی ہین بھرا ہونا اور پی درپی دینا اور پرہیزگارونکو شراب پلانا خوشی اور مزے کی زیادتی کیواسطے ہوگا اسواسطے کہ
شراب پینے سے ایسی سکر و حلاوت خوشی انکو حاصل ہوگی کہ مبارک و پیچھا پی کے عورتون سے مزیداریان کرینگے اور باغونکی سیر کا لطف بخوبی پاوینگے
اور تمکین اور وقار ان مزیداریونکے حاصل کرنے مین کچھہ مانع نہوگا جیسا کہ دنیا مین محبت الٰہی کی شراب سے ... ہونے کے احوال اور
مقامات اور انکا دلوازم و طوالع و واردات کے باغواء سے ...

کہ صحبت الٰہی کے مضمون کی تمثال ہے کوئی فساد کی بات اور کچھ برائی نہوگی جیسے دنیا کی شراب مین ہوتی ہے اسیواسطے حضرت عبداللہ بن عباس
رضی اللہ تعالی عنہما نے کہا ہے کہ بہشت کی چیزون کے نام دنیا کی چیزون کے مانند ہونگے اور حقیقتین سب کی مختلف ہونگی اسواسطے کہ دنیا کی
چیزونکا خاصہ مواد عنصریہ کثیفہ مین صورت نوعیہ کے در آنے سے ہوتا ہے اور بہشت کی چیزونکا خاصہ اسماء الٰہیہ اور حقائق قدسیہ کی تجلیات کی تاثیر
سے زیادہ لطیفہ مثالیہ مین حاصل ہوگی پایا جائیگا ہر چند دنیا اور آخرت مین اسماء الٰہیہ و ظہور تاثیرات آن اسماء کے غلبے کے سوائے کوئی دوسرا سبب نہین ہے
لیکن کمال ظہور اور طہارت نشاط اور لطافت مواد کے لحاظ سے اور دنیا کی برائیون کے دور ہونیسے دونون کے درمیان مین تفاوت آسمان و زمین
کا ہے وہ آگ جو حضرت موسی علیہ السلام نے انکی روشنی طور پر دیکھی تھی اسکو بھٹی کی آگ سے کہ گدہے اور گائے کی لید سے حاصل ہوتی ہے کیا نسبت
و لنعم ما قیل یعنے کیا اچھی بات ہے کسی شاعر کی ۔ ہر مرتبہ از وجود حکمی دارد ۔ گر فرق مراتب نکنی زندیقی ۔ ہر مرتبے کو ہستی کے ایک حکم اور رسم ہے
اسمین جدائی جو نکرے وہ ستور ہے یعنے بہشت مین شراب کی مجلس ایسی برائیون سے پاک ہوگی کہ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا
كِذّٰبًا یعنی اس شراب کے پینے مین نہ بیہودہ بات سنینگے اور نہ جھوٹھ تو لڑائی اور گالی اور ہذیان … بیہودہ کا کیا ذکر ہے جسطرح انکی مجلس دنیا
مین بھی ایسی نکمی باتون سے پاک تھی اور جھوٹھ اور ٹھٹھے بازی اور مسخرگی اور عیب گیری انکی صحبت مین دخل نہ تھی اسیطرح بہشت مین بھی ہوگی
اور یہ نعمتین اور لذتین کہ وہان انکو حاصل ہونگی اس طور پر نہین ہین کہ اس عالم کی آب ہوا کے تقاضے سے ہوتی ہون جیسا کہ دنیا مین لذتیون
کے اختلاف سے سردی و گرمی و قحط و ارزانی ہوا کرتی ہے بلکہ یہہ چیزین انکو ملینگی جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ بدلا تیرے پروردگار کیطرف سے
کہ کامل ہے اور کامل جو دیگا تو پورا دیگا اور اگر کسی کے دل مین گذرے کہ بدلے مین دو چیز کا لحاظ ضرور ہوتا ہے ایک … دینے والیکا دوسرے قدر اس کام کی
جسکے عوض مین یہ دیتا ہے اور یہان ہر چند کہ جزا دینے والا نہایت اعلی مرتبے کا ہے لیکن انکے کام … بقدر کمال نہین کہتے ہین اسکے جواب مین
کہین گے کہ یہ نعمتین اور لذتین حقیقت مین جزا نہین ہین بلکہ عَطَآءً بخشش اور انعام ہے لیکن بخشش اور انعام … نہین بلکہ حِسَابًا موافق انکے
عملون کے دیا ہے نہ عمل کے اندازے پر مثلاً جیسے کسی بادشاہ کو انعام اور بخشش اپنے نوکرونکو دینا منظور … حاضر رہتے ہین انکو
اتنا دو اور جو فلانے قلعے پر متعین ہے اسکو اتنا دو اور جو فلانی خدمت پر مقرر ہے اسکو اتنا دو تو ایسی جگہہ انعام کی تقسیم مین لحاظ کام کا اور انعام
دینے والیکے قدر کا نہین ہوتا ہے بلکہ فقط کامونکے شمار کے نشان اور پہچان کے واسطے ہے … بخشش کو عملون پر مقرر فرمایا ہے اسواسطے جزا
ساتھہ بہت مشابہت پیدا کی اور اسی سبب سے اسکا نام جزا رکھا ہے اور یہی یہ جزا دینے والا … جسکی صفت یہ ہے رَبِّ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا پروردگار آسمان و زمین کا اور جو کچھہ ان دونون کے درمیان مین ہے ۔ اور آسمان اور زمین پر
اور جو کچھہ انکے درمیان مین ہے سب پر بخشش اور انعام ابتدائی بدون تکلیف و رنج کے اگلے و بندا اور بے مستحق ہونیکے نہایت اعلی مرتبے پر کیا ہے تو
یہہ انعام اور بخشش اپنی ان لوگون کے حق مین جو تھوڑی سی لیاقت بھی رکھتے ہین اور وعدہ بھی انسے ہوا ہے اور مکافات ہی مین کسطرح پوری
نکرے اسیواسطے اسکا نام یہہ ہے الرَّحْمٰنِ یعنے بخشنے والا مطلق اور جو یہہ نام رکھتا ہے بے وعدہ ہزارون احسان کرتا ہے تو جس سے
وعدہ کیا ہو کیون کر نہ پورا کریگا لیکن باوجود انکی ایسی رحمت کے کہ ماں باپ سے زیادہ اپنے فرمان بردار بندون پر شفیق اور مہربان ہے بزرگی اور
جلال بھی اسکا نہایت مرتبہ اعلی پر ہے یہان تک کہ لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ قدرت نہ رکھینگے اس سے باوجود اسقدر توجہ اور عنایت اور
نزدیکی اور مرتبے کے خِطَابًا بات کہنے کی بدون وسیلے کے اپنے مقدمے مین یا کسیکی شفاعت مین قریب ہو یا اپنا آشنا ہو اور یہہ عظمت و بزرگی
ہر چند کہ اسکی ذات کو لازم ہے لیکن ظہور کامل اسکا نہوگا مگر يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ جسدن کھڑی ہوویگی روح اور روح نام ہے ایک لطیفہ کا کہ
منقسم … کا کہ ہر مخلوق کو دی ہے آسمان ہو یا زمین پہاڑ ہو یا درخت ہو یا پتھر اور اسی کو دوسری جگہہ پر ملکوت کل شیء کرکے تعبیر فرمایا ہے جیسا کہ سورہ یٰس
[illegible]

اور حقیقت مین لطیفہ ایک جوہر نورانی کہ جواہر اور اعراض سے تعلق رکہتا ہی وہ بھی جواہر روحانی ہے۔ جیسے قرآن کی سورتین اور نیک عمل جیسے نماز اور
روزہ اور کعبۂ معظمہ عالم برزخ مین اور قیامت مین شفاعت کرینگے اور گواہی دینگے اور آسمان اور زمین اور دن اور رات سب گواہ ہونگے اور حدیث شریف
مین آیا ہی کہ موذنون کیواسطے ہر پتہر اور ڈھیلا اور درخت اور لکڑی جہان تک اذان کی آواز پہنچتی ہی قیامت کے دن گواہی دیگا اور اُسدن یہ جوہر
نورانی اپنے اپنے مناسب شکلین پکڑکے حشر کے میدان مین کہڑے ہونگے اور گواہی دینے مین اور شفاعت کرنے مین مشغول ہونگے اور فرق آدمیون اور
جاندارونکی روحونکے تعلق مین اور دوسری مخلوقات کی روحون کے تعلق مین یہہ ہی کہ تعلق پہلا دائمی ہی اور حلول سریانی سے مشابہ ہے کہتا ہی جو
سب قواے طبیعیہ اور نباتیہ اور حیوانیہ مین درآکے اپنے حکم کا تابع کیا ہی اور دوسرا تعلق دائمی نہین ہی اور حلول طریانی سے مشابہ ہی اسیواسطے دنیا مین بہی
بعضے وقت اثر اُس تعلق کا ظاہر ہوتا ہی اور پتہر اور درخت نبیون سے کلام کرتے ہین اور اُنکے حکم پر کام کرتے ہین اور اُنکو سلام کرتے ہین اور قیامت
کے نزدیک یہہ تعلق بہی نزدیک ہمیشگی کے اور سریانی کے ہوجایگا اور یہی سبب ہے جو احادیث مین آیا ہی کہ قیامت کے نزدیک ایسے عجائبات
بہت پائے جاوینگے اور اُسکا بہید یہہ ہے کہ اس تعلق کے اثر کا ظہور ایسے وقتین ہوتا ہی کہ حکم روحانی غالب ہوجاوین تو قیامت کے قریب کہ حکام روحانی
کے غلبے کا وقت ہے زیادہ تر ظاہر ہونگے اور نبیون اور ولیون کی ہمت سے اُنکے سامنے بہی روحیہ کے حکم غالب ہوتے ہین اور دوسرے مفسرون نے روح
کی تفسیر مین باتین مختلفہ لکہی ہین لیکن حق بات یہہ ہی جو اس جگہہ مذکور ہوئی **وَالْمَلٰئِكَةُ صَفًّا** اور کہڑے ہووین فرشتے ساتون آسمان اور جو بیچ
صفتین باندہکر تا اسدن کے کامون کے جاری کرین جیسے جزا اور سزا دینا اور عملون کو تولنا اور نامۂ اعمال کو دکہلانا اور پل صراط سے اتارنا اور سوا
اسکے اور کامومین مستعد اور تیار رہین **لَا يَتَكَلَّمُوْنَ** اُسوقت مین بات نکرینگے بلکہ دم نہ مارینگے اگرچہ وقت شفاعت اور شہادت کا ہی
اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ مگر جسکو پروانگی دی رحمن نے اور حکم ہوویگا کہ فلانے شخص کی شفاعت کرو یا گواہی دو اور یہہ حکم رحمت کے
تقاضے سے ہوگا اس شخص کے حق مین **وَقَالَ صَوَابًا** اور کہیگا وہ شخص بات سچی اور خلاف قاعدہ کے عرض کریگا مثلاً کافر اور بدعقیدون کے واسطے
شفاعت نکریگا بلکہ جو شخص ایمان کے سبب سے لایق بخشش کے ہوگا اُسکے گناہ کی بخشش طلب کریگا اور اسیطرح شہادت مین احتیاط کریگا کم زیادہ نہ کہیگا اسواسطے
کہ **ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ** وہ دن حق کا دن ہے جہوٹ اور نکمی بات اُسدن پیش نجاویگی اور سرسبز نہووے گی دنیا کے دنون کے خلاف کے یہان سچ اور
جہوٹ اور اچہائی اور برائی سب ملی ہوئی ہی کچہہ فرق نہین ہے اور ان معنون کا بہی احتمال ہوسکتا ہی کہ وہ روز وہ ہی کہ جدائی اور تفرقہ نیکون اور بدون مین اور
امتیاز کرنا مسلمان اور کافر مین حق اُسدن کا ہی اور وہ دن ایسی کام کے قابل ہے نہ مانند دنیا کے دنون کے کہ فریب اور دغا اور برابری نیک و بد کی اور
شریک ہے نافرمانبردار اور گنہگار کا یہان سب جاری ہی **فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ مَاٰبًا** پہر جو چاہے بنالیوے اپنے پروردگار کے یہان ٹہکانا تا کہ
اُسدن اسکو امتیاز اور عزت بہیجون اور برابری والون مین حاصل ہووے اور طرح طرح کے عذاب سے کہ نافرمانی اور بے پروائی کے سبب حق تعالیٰ کیطرف سے اسدن
تیار ہوے ہین خلاصی پاوے اور رجوع الی اللہ کا فائدہ اُس عذاب کی خلاصی مین کہ قیامت کو نافرمانون کے نصیب ہے کا منحصر نہین ہے بلکہ **اِنَّآ اَنْذَرْنٰكُمْ**
ہمنے بارہا قرآن مجید مین اور پیغمبرون کی زبانی تمکو ڈروادیا ہی کہ تم رجوع الی اللہ مین قصور کرتے ہو اور اُسکے حکم کی طاعت سے گستی کرتے ہو **عَذَابًا**
قَرِيْبًا ایسے دیکہے عذاب سے کہ ہر شخص کو مرنیکے بعد عالم برزخ مین پیش آویگا اور اُس عذاب مین اصل ورکن عالم کے خراب کرنیکی احتیاج نہین ہے بلکہ عالم
صغیر انسانی کو خراب کرنا اور اُسکے رکن اور بنیاد کو گرادینا کفایت کرتا ہی اسواسطے کہ اس عذاب کی حقیقت بد عملون کی بُری اور کالی شکلونکا ظاہر ہونا ہی جو
بدعمل مردکی ذات پر غالب تہے بد صورتون اور ڈراونی شکلون سے اُسکی قوت خیالیہ مین اسطرح سے کہ وہ قوت انکے اٹہنے بیٹہنے [illegible]
جاوین اور تہوڑے بہت پر آگاہ کرین اور گواہ اور شاہدونکو حاضر کرین اور وہ مالک حقیقی الاطلاق بے پردہ تجلی فرماوے اور اپنے اپنے حقون کے دعوی ہووین
جمع ہووین اور سب اگلے اور پچہلے لوگ جمع ہوآوین اور ایک اچہی جگہہ نیکون کے واسطے اور دوسری خراب جگہہ بدون کے واسطے علیحدہ علیحدہ مقرر
کی جاوے اسی واسطے وہ عذاب قریب واقع ہوگا **يَوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ** جسدن ہر شخص دیکہیگا جو اسکے

دونون ہاتہون نے یہان دو ہاتہون سے مُراد ہی عمل کرنیوالی دو قوتین یعنے نیک عمل کی قوت اور بدعمل کی قوت اور تقدیم دلیل ہی اس بات کی کہ ہیئت نورانی اور ہیئت ظلمانی اُن عملون کی اُسکی ذات مین پیدا ہوئی اسواسطے کہ تقدیم اور ترجیح عمل کی بدون جم جانے اُس عمل کی محبت کے اُسکے دلمین متصور نہین ہی اور وہ ہیئت ایک صورت رکہتی ہی عالم مثال مین اُسکے مناسب تو جب نفس انسانی ادراکات اور تصرفات اس عالم سے فارغ ہو کے بالکل متوجہ ادراکات اُس عالم کا ہوگا اُسوقت اُن صورتونکو دیکہیگا اور یہہ عذاب اس قسم کا ہی کہ حکما اور فلاسفہ بہی سکے قایل ہین اور عالم خواب پر قیاس کر کے اسکو واقعی جانا ہی مگر اتنا فرق ہی کہ خواب کے عذاب سے بسبب متوجہ ہونے نفس کے ساتہہ ادراکات اس عالم کے جاگنے کیوقت خلاصی اس عذاب سے متصور ہی اور برزخ کے عذاب سے اسطرح سے خلاصی متصور نہین ہے اسواسطے کہ وہ خواب اپنے پیچہے بیداری نہین رکہتی ہی بخلاف عذاب قیامت کے کہ کسی کی عقل اُسکو دریافت نہین کر سکتی تو یہہ عذاب ہی قریب ہے زمانے وقوع کے اعتبار سے اور بہی قریب ہے عقل کے باعتبار تصور اور تصدیق کے لیکن ایمان اور اعتقاد کی درستی کے سبب اس عذاب قریب سے بہی نجات ہوگی اسواسطے کہ ہر چند اُسکے بدعملون نے شکلین تاریک اس شخص کی ذات مین پیدا کی تہین لیکن ایمان صحیح اور اعتقاد درست نے بہی بڑی شکل نورانی اُمین پیدا کی تہی جب کہینچ کہانچ کے دونون طرفون سے نور ایمان کا گناہ کے اندہیرے پر غالب ہوگا اور وہ شکل تاریک مانند بدلی سیاہ تہ بہ تہ کے روشنی آفتاب سے پہٹ جائیگی اور کافر کو سوا اُس شکل تاریک کے کوئی چیز دوسری پاس نہوگی تا اُسکے نور سے اُس اندہیرے کو دور کرے لاچار حسرت کریگا **وَيَقُولُ الْكَافِرُ** اور کہیگا کافر جب وہ صورتین بُری بُری اپنی کفر اور گناہ کی دیکہیگا اور اُسکے مقابل مین کوئی صورت نورانی ایمان کی اپنے پاس نپاویگا **يَا لَيْتَنِي كُنْتُ تُرَابًا** کیا اچہا ہوتا کہ مین مٹی ہوتا اور کاشکے انسان کی شکل پیدا نہوتا تو یہہ مجہسے بری صورتین ظاہر نہوتین اور مٹی کو خاص اسواسطے یاد کریگا کہ اصل آدمی کی خاک ہی اسواسطے کہ اگر نطفہ ہی تو غذا سے پیدا ہوتا ہی اور غذا یا زمین کی اُگنے والی چیز سے پیدا ہوتی ہی یا حیوانات سے اور یہہ دونون چیزین خاک سے پیدا ہوتی ہین اور گوشت اور کہال اور خون اور خلط بہی غذا اور دوا اور میوے سے پیدا ہوتا ہی اور پہر آخر کو یہہ سب خاک ہوجاتا ہی اور جو خاک کے بعد کوئی مادہ دوسرا اُسکے خیال مین نہین ہے لاچار وقت بہاگنے کے صورت انسانیہ سے بعد مادے کو کہ خاک ہی آرزو کرتا ہی جس طرح کسیکو سفر مین رنج پہنچتا ہی تو کہتا ہی کہ کیا اچہی بات ہوتی کہ گہر سے مین باہر نہ نکلتا اور یہہ نہین کہتا کہ مین راہ سے پہر جاتا یا راہ مین رہ جاتا اسواسطے کہ اس کہنے سے کمال دوری اس بلا سے معلوم نہین ہوتی اور یہہ بہی جان لیگا کہ یہہ سب گرفتاری میری روح کے باقی رہنے کے سبب ہوئی اگر مین صرف بدن ہوتا اور خاک ہوجاتا تو اس عذاب مین گرفتار نہوتا اور حضرت عبد اللہ بن عباس اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے مرفوعاً اور موقوفاً روایت ہے کہ حیوانات کے دن جانورون سے حساب کتاب کے بعد جیسے جو جانور کسی دوسرے جانور کو سینگہہ یا کہر مارا ہوگا وہان قصاص اُسکا لیکے حکم ہوگا کہ تم سب خاک ہوجاؤ اُسوقت کافر اُنکے حال کو دیکہہ کر غبطہ کریگا اور کہیگا کہ کیا اچہی بات ہوتی کہ مجہکو خاک ہونیکا حکم ہوتا اور اس بُری آدمیت سے کہ میری اس خرابی کا سبب ہوا ہی دور رہتا اور بعضے صوفیہ نے فرمایا ہی کہ مراد خاک ہونیسے یہہ ہے کہ مانند خاک کے عاجزی اور فروتنی کرتا مین اور تکبر اور غرور اور نافرمانی کرتا اور بعضے عالمون نے کہا ہی کہ مراد کافر سے ابلیس ہے کہ کفر مین سب سے بڑہکے ہی سو جب حضرت آدم اور اُنکے اولاد پر طرح طرح کی بخششین اور نوازشین دیکہیگا آرزو کریگا کہ کاش کہ مین بہی خاک ہوتا اور خاک سے پیدا ہوتا اور آگ سے نہ پیدا ہوتا کہ اسی سبب سے فخر کیا مینے اور کہا خلقتني من نار وخلقته من طين

تمہید

سورۃ النازعات

یہہ سورت مکی ہی اسمین چہیالیس آیتین اور ایک سو نواسی کلمے اور سات سو ترپن حرف ہین اور ظاہر نظر مین اس سورت کا ربط سورۂ مرسلات سے قوی معلوم ہوتا ہی اسواسطے کہ ابتدا اس سورت کی اور سورت کی ابتدا سے بہت مشابہت رکہتی ہی بلکہ تمام قرآن مین اس قسم کی ابتدا پانچ سورتون مین واقع ہوئی ہی پہلے صافات دوسرے ذاریات تیسری مرسلات چوتہی نازعات پانچوین عادیات اور صافات مین تین صفتین بیان کی گئی ہین اور ذاریات مین چار صفتین اور باقی تین سورتون مین پانچ پانچ صفتین مذکور ہین لیکن عادیات کی مشابہت مین ان دونون سورتون سے کم ہی اول چہوٹا ہونا اُسکا اور بڑا ہونا ان دونونکا دوسرے یہہ کہ دو صفتین وہان فعل کے صیغے سے مذکور ہین جیسے [illegible] **فَوَسَطْنَ بِهِ جَمْعًا** اور ان دونون سورتون [illegible]

پانچون صفتین اسم فاعل کے صیغے سے مذکور ہوئی ہین سوان دونون سورتونکو شروع کے روش اور انداز مین بہت مناسبت ظاہر ہے لیکن باریک بینی سے
بہت غور کرکے دریافت کیا ہے کہ مدار سورۂ والمرسلات کا قیامت اور اُسکے حکمون کے بیان پر ہے اور سورۂ عم یتساءلون بہی اُسی قیامت
کے وقایع اور احوال کی شرح ہے تو گویا سورۂ تساؤل شرح اور تمامی مرسلات کی ہے اسیواسطے دونون کو ایک جگہہ پر لکہا ہے بعد اُسکے ابتدا کی
مناسبت کی رعایت سے اس سورہ کو لائے اور بعد خوب غور کرنے کے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس سورہ کے مضمون کو سورۂ تساؤل کے مضمون کے
ساتہہ اس قدر مناسبت واقع ہے کہ نوبت تحاد کی پہنچی ہے اور باوجود اس مناسبت کے رعایت مناسبت مطلع کی چندان ضرور نہین ہے تفصیل اس
اجمال کی یہہ ہے کہ اُس سورت کے اول مین آپسمین سوال کرنا کافرون کا قیامت سے مذکور ہے اور اس سورت مین سوال کرنا کافرونکا آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے مذکور ہے جیسا کہ یسئلونک عن الساعۃ ایان مرسٰہا اور اُس سورت مین ہے الم نجعل الارض مہادا اور اس سورت مین
والارض بعد ذلک دحٰہا اور اُس سورت مین والجبال اوتادا اور اس سورت مین والجبال ارسٰہا اور اُس سورت مین واللیل لباسا
والنہار معاشا اور اس سورت مین واغطش لیلہا واخرج ضحٰہا اور اُس سورہ مین سبعا شدادا اور اس سورت مین ء انتم
اشد خلقا ام السماء بنٰہا اور اُس سورہ مین بارش کے پانی کا ذکر ہے کہ آسمان سے نیچے آتا ہے اور سبزیکو اُگاتا ہے اور اس سورت مین چشمون کے
پانی کا ذکر ہے کہ زمین سے نکلتا ہے اور سبزی کے اُگانے مین مدد کرتا ہے اخرج منہا ماءہا ومرعٰہا اور اُس سورت مین یوم ینفخ فی الصور
اور اس سورہ مین تتبعہا الرادفۃ اور اُس سورہ مین جہنم کے حق مین فرمایا ہے للطاغین مآبا اور اس سورہ مین فاما من طغی واثر
الحیوۃ الدنیا فان الجحیم ھی الماوٰی اور اُس سورہ مین دوزخیونکی دوزخ مین ٹہرنے کی مدت سے ارشاد ہوئی کہ لابثین فیہا
احقابا اور اس سورہ مین کم ٹہرنا دوزخیون کا دُنیا اور برزخ مین اس عبارت سے فرمایا کہ لم یلبثوا الا عشیۃ او ضحٰہا اور اُس سورہ مین بہشت اور
اُسکی نعمتون کے حق مین یون فرمایا ہے للمتقین مفازا اور اس سورہ مین واما من خاف مقام ربہ ونہی النفس عن الہوٰی فان الجنۃ ھی الماوٰی اور
سوا اسکے اور بہت سی مناسبتین مذکور ہین کہ خوب غور کرنیکے بعد ظاہر ہوتی ہین اور اس سورہ کے نازعات نام رکہنے کی وجہہ یہ ہے کہ لفظ نازعات کی انہین
پانچون صفتون مین سے ہے جو اس سورہ کے اول مین مذکور ہین اور وہ سب کی سب حاصل ہونیکا وسیلہ ہین اور صفتین دوسری قسم کی ہین گویا یہ صفت بجائے قاعدہ کلیہ کے ہے
تمام علمونکی نسبت سے کہ حاصل کرنا سب علمونکا بدون سیکہنے اتکا عادۃ ممکن نہین ہے اُس اجمال کی تفصیل یہہ ہے کہ نفس انسانی کا جب اپنی تکمیل کیطرف متوجہ ہوتا ہے
ہر کام کے حاصل کرنے مین علم ہو یا عمل کاریگری ہو یا کوئی پیشہ نیک ہے یا بد فائدے والا ہو یا نقصان والا اس طرح اسکو ضرور ہے کہ یہ پانچون مرتبے طی کرے
تو اُس مطلب کے کمال درجے کو پہنچے اور رتبہ تکمیل کا اُس فن مین حاصل کرے اول یہ کہ اپنے تئین اُن چیزون سے جو اُسکے مطلب کے منافی ہین دور رکہے اور اس میں
اُسکو کوشش کرنا ہوگی کہ طبیعت اُسکی اُنہین منافیات کو چاہتی ہے یا شرع اُنہین منافیات کے بجالانیکو حکم کرتی ہے یا عقل اُنہین کی طرف کہینچتی ہے اور جو
شخص برخلاف طبیعت کے یا شرع یا عقل کے اپنے تئین اُس چیز کے حاصل کرنے مین مشغول کرتا ہے اور ممانعت طبیعت اور شرع اور عقل کی ہرگز خیال
مین نہین لاتا اس حالت کو زور سے کہینچنے کرکے تعبیر فرمائی ہے کہ والنازعات غرقا انہین معنون پر دلالت کرتا ہے اور یہہ حالت شہوات نفسانی
کے سبب واقع ہوتی ہے اسکو اہل سلوک کے عرف مین توبہ اور مجاہدہ کہتے ہین دوسرے یہ کہ کثرت شغل سے اُس چیز کے ساتہہ اُسنے محبت ہو جاتی ہے اور اس
محبت کے سبب سے اُسکو خوشی اور سرور حاصل ہوتا ہے اور دل اُسکی طرف رغبت کرتا ہے اور اگر اُسے کسی سبب سے جُدائی ہو جاتی ہے بے اختیار اُسیکا مشتاق رہتا
ہے اور خطرہ اور قلق اُسکے دلمین باقی نہین رہتا ہے اور سب طرف سے منہ پہیر کے اُسکی طرف مشغول رہتا ہے اور ایسی حالت کو نشاط کرکے تعبیر فرمایا
ہے کہ اسکو ہندی مین اُمنگ کہتے ہین اور اہل سلوک کی اصطلاح مین اس حالت کو اگر حق تعالی کی راہ مین ہووے تو ارادہ اور شوق اور ذوق کہتے
ہین اور مشکل کشائی اس راہ کی اسی صفت سے ہے لیکن بدون ایسی جگہہ کے کہ جنے پہلی صفت کے اُسکی حقیقت کا دریافت کرنا ممکن نہین سوا اسکے
کہ یہہ حالت بڑی محنت اور رنج سے حاصل ہوتی ہے بنظر یہ کہ مہارت بڑی اُس شغل مین حاصل کرے اور بے رنج اور مشقت

سکے وہ کام اُس سے ہو کرے اور بسبب کثرت کے اُس کام مین ملکہ حاصل ہو جاوے اِس حالت کو ساتھ سباحت کے جو شناوری کے معنون مین ہے تعبیر کیا ہے اسواسطے کہ تیرنے والا بے
تکلف او بیرنج پانی مین سیر کرتا ہے اور اہل سلوک کے عرف مین اِس حالت کو سیر احوال اور مقامات کہتے ہین اور کمال کا اول سرا یہہ حالت ہے کہ
پہلے اسکے سوائے طلب و تلاش کے کچھہ حاصل نہ تھا اور حصول مطلب کا اس حالت سے شروع ہوا چوتھا درجہ یہہ ہے کہ اس کام مین برابر والون
سے آگے بڑہ جائے اور جو اور ون سے اس صنعت اور فن مین نہو سکے یہہ شخص آسی سہولت اور آسانی سے کر لے اور یہہ حالت سب سے اعلی ہے اور
اسیکو سبقت کہتے ہین اور اصطلاح صوفیہ مین اس حالت کو طیران اور عروج کہتے ہین اور پانچوان درجہ وہ ہے کہ کمال کی سب حدون کو طے کرکے
تکمیل کے رتبے کو پہنچے اور اُس کام کا پیشوا اور استاد ہو جاوے کہ اَور لوگ اس سے اپنی مشکل حل کرین اور اس صنعت مین بے تدبیر اوسکے
شعور سے اس شخص کے کام نکر سکین اسی حالت کو اس عبارت سے تعبیر فرمایا ہے فالمدبرات امرا اور صوفیہ کے اصطلاح مین اس مرتبے کو مرتبہ جمع
اور نزول اور دعوۃ الخلق الی الحق اور مرتبہ تکمیل و ارشاد کا کہتے ہین اور یہہ پانچون مرتبے ہر کام مین خیر ہو یا شر اور ہر حال مین احوالون سے نیک ہون یا بد آدمی کو
آگے آتے ہین سو بعضے نفوس کم استعدادی سے یا آگے آنے کسی موانع سے ان پانچون مرتبے کے حاصل کرنے مین قاصر اور محروم رہتے ہین اور
کوئی ایک یا دو یا تین یا چار مرتبے پر قناعت کرتے ہین اور بعضے توفیق آلہی سے سب متوسطی کرکے مقتدا اور پیشوا ایک عالم کے ہوتے ہین اور بعضے برائی مین
یکتا ہو کے ابلیس کے بہی استاد بن جاتے ہین اور جو سورۂ عم یتساءلون مین مجمل اشارہ نفس انسانی کے اِن مرتبون سے واقع ہوا تہا جیسے فتاتون
افواجا اسواسطے اس سورہ مین شروع سے تفصیل ان مرتبون کی منظور ہوئی لیکن قسم کے طور پر انہین مرتبے والون کے نام سے تاکہ انکے نام سے قسم کہانا
انکی بزرگی پر دلالت کرے اور یہی اشارہ ہو بات پر کہ قیامت کا آنا اُن مرتبون کے آثار ظاہر ہونیکے واسطے بہت ضرور ہوا اسواسطے کہ دنیا مین
اُنکے آثار کا ظاہر ہونا ممکن نہ تہا اسواسطے کہ دنیا کا عالم اُسکے ظاہر ہونے کا بوجہ نہین اُٹہا سکتا ہے یہہ قسم کو ظرف زمان سے کہ دن قیامت کا ہے
مقید کیا تا معلوم ہو جاوے کہ قسم کہانا اُن مرتبون اور اُن مرتبے والون کے ساتھہ اُسی وقت مین ہے اُسی قید سے سو اسواسطے کہ قبل آنے اُس وقت کے اور بے لحاظ
کرنے اُس قید کے قابل قسم کے نہین ہین تو یوم ترجف الراجفة ظرف ہے اور قسم کے فعل کا متعلق ہے کہ حرف قسم کا اُس فعل پر دلالت کرتا ہے اور یہہ جمع
اس ترکیب کا مانند والقمر اذا اتسق اور والیل اذا یغشے والنہار اذا تجلے کی ترکیب کے ہو تو گویا اس کلام کے معنے یہہ ہوے کہ قسم کہاتا ہون اُن
لوگونکی جن مین یہہ صفت پائے جاتے ہین کہ جبدن قیامت قایم ہوگی اور نشان اِن صفتونکے ظاہر ہونگے تو پہلی صفت والونکا غول علیحدہ ہوگا
اور حکم اُنکے ایک طرح کے ہونگے اور دوسری صفت والونکا غول علیحدہ اور حکم اُنکے دوسری طرح کے اسیطرح اور صفت والونکا حال بوجہا جاے اور جنمین
دو صفتین یا تین یا چار یا پانچ مل کے اکٹھی پائی جاوین گے اُنکے غول علیحدہ علیحدہ ہونگے اور حکم اور طرحین اُنکی آپسمین مختلف ہونگی کہ دیکہتے ہی ایک ایک کا
کا مرتبہ محشر والون کو معلوم ہو جاوے اور کارخانہ امتیاز اور جدائی کا آپس مین ہر ایک کا ظاہر ہو جاوے اس مضمون کو یون سمجہا چاہیئے کہ جیسے کوئی شخص
کسی امیر کے لشکر کی تعریف مین کہے کہ قسم ہے فلانے امیر کے لشکر کی کہ لڑائی کے دن جسوقت نقارہ ہوا اور نقیبون نے پکارا اُسیوقت ہر ایک رسالہ دار
اپنے اپنے مثل سے غول باندہ کر سوار ہوتے ہین یا کوئی شخص کسی کی کچہری کی تعریف مین کہے کہ قسم ہے فلانے سردار کے دربار کی کہ جبدن کچہری
ہوتی ہے اور لوگ جمع ہوتے ہین اور قلمدان اور بستے کہلتے ہین تو ہر ایک اپنے قرینے سے ہوتا ہے مثلاً متصدی خالصہ اور تن والے علیحدہ اور
بیوتات اور خانسامانی والے علیحدہ اور اسیطرح استیفا اور تقسیم اور باز یافت والے ہر ایک علیحدہ علیحدہ اپنے اپنے مرتبے اور قرینے سے بیٹہتے
ہین اور اپنے اپنے کام مین مشغول ہوتے ہین اب جانا چاہیئے کہ جو پایا جانا اِن پانچون مرتبونکا یا دو یا تین یا چار مرتبونکا انہین مرتبون سے آدمیون مین
باعتبار استعداد کے مختلف اور فرق سے ہے جیسے بعضون کو نیک کام مین زیادتی حاصل ہوتی ہے جیسے للہی ہو جانا یا کمال علم کو حاصل کرنا
یا تقوی اور طہارت مین کامل ہونا یا اللہ کی راہ مین کافرون سے لڑنا اور جو مانند اِن صفتون کے ہین انکو حاصل کرتے ہین اور بعضے برے
کام جیسے فسق اور فجور اور کفر اور بدعت اور گمراہی اور اُلٹی بوجہ اور اسی قسم کی اور برائیان حاصل کرتے ہین تو ضرور ہوا کہ ہر نیک

[illegible] دین اور اسی گروہ [illegible]

بعثہ اللہ فیہا اور دوسری جگہہ فرمایا فی زمرۃ الشہداء اور جو لوگ دنیا مین تھے مین انکا جھگڑا اور کشاکش آپس مین مشہور ہوکر انکو شہید اپنی طرف کھینچنگے کر یہی لوگ شہید مین ہمارے غولمین آوین اور جو اپنے فرش پر مرے ہین وہ لوگ اپنی طرف کھینچینگے [illegible] انکو مرتبہ شہدا کا کہان سے ملا اور برائی مین بھی اسیطرحکی کشاکش ہی اپنی اپنی طرف ظاہر اور معلوم ہو اور سب یہہ مرتبے والے کسی قسم سے ہو دین ایسے یا ایسے ترکین یوم الفصل کے ہین اور اس سبب سے کہ ظاہر ہونا عدل و جزا الٰہی کا انہی مین ہوگا اسواسطے قابل اس قسم کے ہین اگرچہ بعضے بعضے انہین سے حقیقت مین مردود اور ملعون شقی اور بدبخت ہین اسواسطے کہ اس جگہہ پر فقط بیان کرنا جزا اور سزا کے تعلق کا انکے وجود سے منظور ہو نہ حقیقت حال انکی ذات یا صفات کے کہ انجام کار انکا کیا ہو اس نکتہ کو خوب سمجھنا چاہیے کہ بہت باریک بات ہو اور انکے ان لینے مین تردد اور ہچکنا نچاہیئے اور قرآن کی لفظ مین کہ دوسری جگہہ پر فرمایا ہو ولا اقسم بالنفس اللوامہ خوب غور کرکے اسبات کو بوجہا چاہیے تاکہ وہ شبہہ جو اس بات مین حاصل ہوا ہو بالکل دفع ہو جاوے جب یہہ مقدمہ درست ہو چکا تو اب یہان سے تفسیر شروع ہوتی ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

والنازعات غرقا قسم ہو ان جماعت کی کہ کھینچتے ہین اپنے تئین کام مین سخت کھینچنا اور غرق کی لفظ اس جگہہ اغراق کے معنون مین لائے ہین جسطرح مصدر مجرد کو مزید کے مقام پر لاتے ہین جیسے **فانبتہا اللہ نباتا** اور اغراق عرب کی لغت مین سخت کھینچنے کو کہتے ہین مثلا کہا گیا ہو کہ کمان کھینچنے سے کہ جب کمان کو خوب کھینچتے ہین تو پیکان کمان کے اندر ہو جاتی ہو گویا غرق ہو جاتی ہو **والناشطات نشطا** اور قسم ان جماعت کی کہ شوق اور خوشی پیدا کرتے ہین کام مین یعنے کام ہنسی خوشی سے کرتے ہین **والسابحات سبحا** اور قسم ان جماعت کی جو تیرتے ہین کام مین یعنے دیر نہین کرتے اور جلد ہو اور شتابی کام مین مشغول ہوتے ہین **فالسابقات سبقا** پھر قسم انکی جو اپنے برابر والون کے کام مین بڑھ جاتے ہین **فالمدبرات امرا** پھر قسم انکی جو تدبیر کرنیوالے ہین کام کی کہ جتنے پہلے مذکور ہوچکے سب اپنے اپنے کامونکی تدبیر پوچھتے ہین اور شتابی سے انکی طرف رجوع کرتے ہین اور اپنے آرستے کامونکی تدبیر یا تسمہ پوچھتے ہین اور حرف فے کے لانیکا سبب ان دو قسمون کے آخر مین یہہ ہے کہ ان دونون گروہونکا مرتبہ بہت بلند ہو پہلے تینون گروہون کی نسبت اسواسطے کہ یہہ مدد بھی حاصل ہونا اور مدد بھی کامل کر دیتے ہین اور آخر والیکا مرتبہ چوتھے سے بھی زیادہ ہو اسواسطے کہ چوتھے رتبہ والیکی سبقت اپنے ہمجنسون سے انہی کے تدبیر بتلانے سے حاصل ہوا اور گویا کہ عالم دنیا مین قائم رکھنے والے اس کام کے یہی ہین اور اعلی و ادنی کی قسم کہا تھین غرق ضرور ہو اسواسطے فے تعقیب کی لائے تاکہ اشارہ ہو اسبات کیطرف کہ اعلی کی سوگند ادنی کی سوگند کے بعد ہو اور ترقی ادنی سے اعلی کیطرف کرتے ہین ہم **یوم ترجف الراجفۃ** یعنے قسم ان جماعتون کی البتہ ہو گی جس دن کانپنے والا یعنے زمین و پہاڑ جنبش مین آوینگے پہلی صور پھونکنے سے اور زمین لرزتی ہو جاوینگی اور انتظام دنیا کا درہم برہم ہو جاویگا **تتبعہا الرادفۃ** بعد اسکے آوے پیچھے آنیوالی امر اور پیچھے آنیوالے سے دوسرے مرتبہ کا صور پھونکنا ہو کہ اسکے سبب سے پہاڑ وا زمین کالت مین رجوع کرینگی اور نئے سرسے یہہ عالم دوسرے رنگ پر پیدا ہوویگا اور اس قسم کے جواب کو مذکور نہین فرمایا ہو اسواسطے کہ قسم خود جواب پر دلالت کرتی ہو یعنے ان مرتبے والونکے دل آسدن مختلف ہونگے پھر جن لوگون نے اللہ تعالی کی خوشنودی مین ان مرتبونکو حاصل کیا ہو آرام اور چین مین ہونگے اور ہنستے خوشیان کرتے چہرے تارے سے چمکتے ہوئے انہین گے اور جن لوگون نے خلاف مرضی الہی کے ان مرتبونکو حاصل کیا ہو حیران اور پریشان ہونگے کہ ہمارا کیا اکارت گیا اور جو آج کے دن کام آوے وہ ہمسے نہوا جیسا کہ ارشاد فرمایا ہے **قلوب یومئذ واجفۃ** کتنے دل آسدن دھڑکتے ہونگے مارے بیقراری اور گھبراہٹ کے اور وہ گھبراہٹ اسطرح کی ہوگی کہ اسکی علامتین انکے چہرون سے ظاہر ہوگی کہ منہ پر ہوائیان اڑتی ہونگی **ابصارہا خاشعۃ** آنکھین ان دلون والون کی تاریک اور حیران ہونگی

س
ع

اور آرام اور چین والون کے دلون کا حال اس جگہہ بیان نہ فرمایا اسواسطے کہ یہان خوف دلانا قیامت کے دن سے اور ڈرانا اُسکے حال سے منظور ہی اور جب
معلوم ہوا کہ کتنے دل اُس دن بے قرار اور بے چین ہونگے دہشت سے تو ڈرنا چاہیئے ایسا نہو کہ ہمارے دل بہی اونہین مین سے ہووین اور اپنے دلونکو
مطمئنہ اور آرمیدہ سے یقیناً نجاننا چاہیئے اسواسطے کہ یہہ بات یقینی نہین ہی بلکہ شکی ہی اور شک پر توقع اور امید نرکہا چاہیئے اسواسطے کہ خوف کی جگہہ شک بہی
کافی ہی اور اُمید کے واسطے ظن غالب ضرور ہی اور بعضے مفسرون نے راجفہ کی لفظ سے زمین اور پہاڑ مُراد لئے ہین جیسا کہ دوسری آیت مین مذکور ہی یوم
ترجف الارض والجبال اور رادفہ کی لفظ سے آسمان اور ستارے مراد لیئے ہین اسواسطے کہ زلزلہ کے بعد زمین پہٹ کے منتشر ہوجائینگی اور بعضے کہتے ہین کہ
راجفہ پہلے زلزلے کا نام ہی کہ زمین اُسکے سبب سے ہل جاویگی اور رادفہ دوسرے زلزلے کا نام ہی کہ ہر ہر جز زمین کا اُسکے سبب سے ریزہ ریزہ ہوجائیگا اب اس جگہہ یہہ
جاننا چاہیئے کہ مفسرون نے اختلاف کیا ہی تعین مصداق علیہ مین اُن پانچون صفتون کے کہ اس سورت کے شروع مین مذکور ہین یعنے بہت سا اختلاف ہی کہ مراد اُن پانچون
صفتون سے کیا ہی بعضون نے ایک ہی چیز مُراد لی ہی اور بعضون نے کئی چیزین مراد لی ہین لیکن مناسبت کا لحاظ کرکے یعنے آپسمین اُنکے تعلق اور ربط ہولوے
ایک ہی کام مین سب مشغول ہون اور بعضون نے اس مناسبت کا لحاظ نہین کیا ہی اور مختلف اور متفرق چیزین مراد لی ہین اور اسیطرح جس سورت کا شروع مثل اس
سورت کے ہی جیسے والعادیات اور والمرسلات اُسمین بہی یہی اختلاف ہی اب اُس اختلاف کا بیان شروع ہوتا ہی حضرت صوفیہ قدس اللہ اسرارہم کہتے ہین کہ *
والنازعات غرقاً سے اہل سلوک کے دل مراد ہین کہ اپنے نفسون امّارہ کو جو خواہشون مین غرق ہوگئے ہین زور سے کہینچتے ہین اور ناشطات سے بہی اُنکے
دل مراد ہین جو درگاہ الٰہی مین پہنچنے کے مشتاق ہین کہ روک اور موانع عبادت کے اُنکے نفسون سے دور ہوگئے ہین اور نہایت خوشی اور سرور سے عبادت میں فرض اور
نفل اپنے اوقات مشغول رکہتے ہین اور سابحات سے بہی دریائے معرفت کے تیرنے والون کے دل مراد ہین اسواسطے کہ اُس دریائے بے پایان مین خوض کرنا اور غوطہ
لگانا ثمرہ مجاہدے کا ہی اور پہلی اس کوشش کا اُن احوال اور مقامونکو پہنچ جانا اور سابقات سے وہ دل مُراد ہین جو اپنی مُراد کو پہنچے ہین یعنے سلوک کی منزلون
کے قطع کرنیکے بعد قرب اور وصال کے انتہا کے مرتبے کو پہنچ گئے ہین اور نزدیکی اور وصال کے میدانون مین ایک دوسرے سے سبقت کرتے ہین اور مدبرات امراً
سے کاملون اور مکملون کے دل مُراد ہین کہ بعد پہنچنے کے درگاہ الٰہی مین صفات الٰہی سے موصوف ہو کے خلق کی دعوت خالق کی طرف کرنیکے واسطے پہر طرف
رجوع کرتے ہین اور قسم کا جواب اس صورت مین یوم ترجف الراجفۃ کے پہلے مقدر ہی یعنے لترجعن الی اللہ مرضیین ان اتصفتم
بہذا الصفات او مطرودین ان اتصفتم باضدادہا یعنے پہنچوگے اللہ کی طرف ہنستے خوشی سے اگر متصف ہوگے ان صفتون سے اور اگر اُسکے خلاف
کروگے تو راندے جاوگے اور علما ظاہر کے کہتے ہین کہ مُراد مراتب سے کامل کرنا قوت علمیہ کا ہی اور نازعات غرقاً سے طالب علم مبتدی مُراد ہین کہ مشکل کو اپنی فکر
زور سے متون اور شرحون اور حاشیون کی عبارت سے کہینچ کر نکالتے ہین اور ناشطات سے طالب علم متوسط حال کے مُراد ہین کہ سخت مطلب کو حل کرتے
ہین اور مشکل کو آسان کرتے ہین اور نشط کی لفظ نکالی گئی ہی نشط البعیر سے یہہ مثل عرب مین مشہور ہی یعنے اونٹ کے پانوں کہولدئے اور سابحات سے
منتہی طالب علم مراد ہین کہ ہر علم کے مسئلون کو خوب دریافت کرکے علم کے دریا مین تیرتے ہین اور سابقات سے بڑے بڑے فاضل باریک بین مُراد ہین کہ
اُنکا ذہن مشکل اور باریکیات کی طرف سبقت کرتا ہی اور مدبرات امراً سے کتابون کے تصنیف کرنیوالے اور قاعدون کے بنانیوالے اور اصل اور فرع کے
ٹہرانے والے مُراد ہین اور جواب قسم کا یہان بہی اُسی جگہہ پر مقدر ہی یعنے لتبعثن یوم ترجف الراجفۃ فیکشف لکم عن حقائق الاشیاء
و دقائقہا وتعرفون الحق عن الباطل والہدی من الضلال یعنے البتہ اُٹہائے جاوگے جسدن کانپیگا کانپنے والا پہر کہل جاوینگی
تمپر نیکی اور بدی سب چیزونکی اور پہچانوگے سچ اور جہوٹہہ اور ہدایت اور گمراہی اور مجاہد لوگ کہتے ہین کہ ان صفتون سے موصوف ہین غازی
اور مجاہد ہین اور اُنکے گہوڑے اور ہتیار پہر نازعات غرقاً سے غازیون کے ہاتہہ مُراد ہین کہ کمانونکو زور سے کہینچتے ہین اور ناشطات سے
بہی غازیون کے ہاتہہ مُراد ہین کہ تیرون کو کافرون کی طرف چہوڑتے ہین من نشط الدلو اذا اخرجہ بسہولۃ یعنے نشط الدلو
یہہ مثال ہی عرب کی جب ڈول کو آہستگی سے نکالتے ہین تو بولتے ہین یا وہ گروہ غازیون کے مُراد ہین کہ خوشی اور اُمنگ سے لڑائی کے

ف بیان اختلاف مفسرین

میدانوں میں آتے ہیں اور سابحات سے غازیوں کے گہوڑے مراد ہیں کہ دشمنوں کی صفوں میں تیرتے ہیں اور سابقات سے فوج اول کے غول یا اُنکے گہوڑے مراد ہیں اور مدبرات امرا سے بادشاہ اور امیر اور وزیر مراد ہیں کہ لڑائی کے کام اُنکی صلاح اور حسن تدبیر سے سرانجام پاتے ہیں اور کوچ اور مقام اور جا بجا ٹہرنا اُنکی تجویز سے ہوتا ہی اور نجومی کہتے ہیں کہ مراد اُس جماعت موصوفہ سے ستارے ہیں کہ پہلے اُنکی تیر گمان سے چہوٹے تہوڑے کے فلک الافلاک کی حرکت کی تبعیت سے بہت جلد حرکت کرتے ہیں اور دوسرے خاص اپنی حرکت سے ایک برج سے دوسرے برج میں نقل کرتے ہیں اور اُس حرکت کو نشاط کرکے تعبیر کیا ہی نکالا ہی اُس لفظ کو ایک مثل سے کہ عرب میں بولتے ہیں جب بیل بہاگتا ہی ثور ناشط یعنے نکلا بیل ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف اور سابحات سے حرکت اُنکے مرکز و تکی مراد ہی کہ مچہلی کی مانند اُس حرکت میں تیرتے نظر آتے ہیں اور جمع ہونے حرکتوں سے اور مخالف ہونے اُنہیں حرکتوں کے آپس میں ایک دوسرے سے سبقت کرتے ہیں اور وضعوں کے اختلاف سے کہ اُس حال میں اُنکو حاصل ہوتا ہی عالم کی تدبیر کرتے ہیں اور ستارے اُس کام میں کہ اُس سے متعلق ہے دخل رکہتا ہی اور ملنا اور جدا ہونا اور بدلنا فصلوں کا اور وقتوں کا اور پہچاننا دنیا کی ہونیوالی چیزوں کا اور آنیوالے حادثوں کا اُنسے سمجہا جاتا ہی اور حضرت ابی النصر الحسن بصری رضی اللہ عنہ سے بہی اسیطرح منقول ہی اور واعظ اور نصیحت کرنے والے کہتے ہیں کہ اِن سے مراد وہ فرشتے ہیں جو کافروں کی روحوں کو نہایت سختی سے کہینچتے ہیں تو نازعات غرقا اُنپر صادق آتا ہے اور مسلمانوں کی روحوں کو آہستگی سے نکالتے ہیں تو ناشطات نشطا ہوجاتے ہیں اور بعد قبض کرنے روحوں کے اُن روحونکو لیکر عالم برزخ کی سیر کراتے ہیں تو سابحات سبحا ہوجاتے ہیں اور آپس میں اُس جگہہ ایک دوسرے سے آگے ہوجاتے ہیں اور سوال اور جواب اور عذاب و بہتری قبر کی تدبیر کرتے ہیں اور جواب اس قسم کا دونوں صورتوں میں اسیطرح محذوف ہے یعنے لتبعثن بدلیل انقلاب الحرب وانقلاب الحوادث بتدبیر الکواکب وشہادۃ الموت یعنے ہر آینہ اُٹہائے جاوگے لڑائی اور حوادثوں کے انقلاب کی دلیل سے بسبب تدبیر ستاروں اور گواہی موت کے اور بعضے اُنسے کہتے ہیں کہ نازعات اور ناشطات وہ فرشتے ہیں جو مسلمانوں اور کافروں کی روحیں قبض کرنے پر مقرر ہیں اور سابحات اور سابقات وہ فرشتے ہیں جو رسالت اور کاموں کے جاری کرنے پر مقرر ہیں اور مدبرات امرا بڑے درجے اور بڑے مرتبے کے فرشتے ہیں جیسے حضرت جبرئیل اور حضرت میکائیل اور حضرت اسرافیل اور حضرت عزرائیل علیہم السلام معہ اپنے لشکر اور اُسکے سرداروں کے کہ ہر ایک کو اُنمیں سے ہونیوالے کاموں کی تدبیر کے واسطے مقرر فرمایا ہی جیسے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو انتظام ہوا اور لڑائی اور وحی اُتارنا رسولوں پر انسے متعلق ہے اور حضرت میکائیل علیہ السلام سے پانی کا برسانا اور زمین سے اگانا اور رزق کا پہنچانا اُن سے تعلق رکہتا ہی اور حضرت اسرافیل علیہ السلام سے صور کا پہونکنا اور آدمیوں اور جانوروں میں روح کا ڈالنا اور لوح محفوظ اور اندازہ کرنا رزق اور عمر اور ہر شی کا متعلق ہی اور حضرت عزرائیل علیہ السلام مردوں کی روحیں قبض کرنے پر اور بیماریوں اور آفتوں پر مقرر ہیں اور بعضے کہتے ہیں کہ نازعات سے غازیوں کی کمانیں مراد ہیں کہ تیرونکو کمانوں کے اندر کہینچتے ہیں اور ناشطات سے اونٹ اور بیل مراد ہیں اور کنوؤں سے پانی کو کہینچتے ہیں اور سابحات سے کشتیاں مراد ہیں کہ دریا میں تیرتی ہیں اور سابقات سے گہوڑے دوڑ نیوالے مراد ہیں اور مدبرات امرا سے عقل والے اور حکمت والے مراد ہیں کہ تعقد میں اپنے عقل کے زور سے تدبیر نکالتے ہیں اور اُڑے کام کے واسطے حیلے بتاتے ہیں اور جواب قسم کا وہی ہی جو ذکر ہوچکا اور مناسبت ان قسموں کی مقسم علیہ سے جیسے قسم کہائی گئی کہ قیامت کا دن ہے ادنی تامل سے معلوم ہوسکتی ہے جیسا کہ یہہ بات ظاہر ہی کچہہ چہپی نہیں ہے اور جب اس کلام سے ظاہر ہوا کہ قیامت کے دن کتنے دل نہایت بیچینی اور بیقراری میں ہونگے اور آنکہیں اُنکی تاریک اور پہرا جاوینگی تو گمان اسبات کا ہوا کہ شاید سننے والیکے دلمیں یہ گذرے کہ یہہ بات کے سننے سے کہ نہایت پر خوف اور مہلک ہے کافروں نے کیا کہا ہوگا آیا دہشت اُس تعلیقی آنیوالے سے کوئی فکر اور تدبیر کرتے ہیں یا اب تک اسیطرح غافل و بیخبر ہیں اسکے جواب میں ارشاد ہوا کہ یَقُوْلُوْنَ ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِی الْحَافِرَةِ کہتے ہیں کافر کیا پہر بنائے جاینگے ہم اپنی پہلی حالت پر یعنے بعد مرنے کے کیا پہر زندہ ہونگے ہم اور حافر لغت عرب میں راہ کاٹنے کو کہتے ہیں اسواسطے کہ حافر اور حافرہ بیل کے کہر کو کہتے ہیں اور جس راہ میں وہ چلتا ہی اُسکے کہر کے نقش بنجاتے ہیں تو گویا کہر کے نشان کو کہر کا نام رکہا پہر راہ کو کہ اُسمیں قسم کے نشان ہوتے ہیں مجازا

مجاز کے طور پر حافرہ کہا اور غرض اس سے یہہ ہے کہ کافر آخرت کے جینے کا انکار کرتے ہین اس شبہہ سے کہ اگر بعد موت کے پہر زندگی ہوتی تو اُسی اپنی پہلی
حالتون پر رجوع کرنا ہوتا اور رجوع اس حالت اول پر خلاف واقع کے ہے ورنہ تسلسل لازم آوے اور جوان ہونا بعد ہے کا اور لڑکا ہونا جوان کا
اور لڑکے کا ماکے پیٹ مین پہر جانا سب درست ہو جاوے اور پہر اپنے شبہہ کے قوت اور مضبوط کرنے کیواسطے ایک اور استفہام انکاری اور تعجبی سے
پوچہتے ہین ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً کیا پہر زندہ ہونگے ہم جب کہ ہو جاوینگے ہم ہڈیان کہوکہلا سڑے کہ ہوا کے اندر جانیسے
اُن ہڈیون مین سے آواز نکلتی ہے اور نخیر لغت عرب مین ہوا کی آواز کو کہتے ہین کہ جو چیز اندر سے خالی ہے اُس مین سے ہوا نکلتے وقت ہوتی
ہے اور اُنکے شبہہ کو اس مقدمہ کے بڑہانے سے قوت دینے کی وجہ یہہ ہے کہ جب کسی چیز مرکب کی ترکیب بگڑ گئی اور اُسکے جزو آپس مین جدا جدا ہوگئے
اور صورت ترکیبی اُسکی باطل ہو گئی تو اگر اُسی وقت بے ڈہیل چاہین کہ پہر اُسی صورت پر کر دین تو ہو سکتا ہے اسواسطے کہ اجزا اصلی اُسکے
ابہی سب موجود ہین کوئی متفرق اور پریشان نہین ہوا اور کسی طرح کا نقصان اُن اجزاؤن مین پہلی صورت پہر جانے کے واسطے
پیدا نہین ہوا اور جب زمانہ بہت گذرتا ہے اور اُسکے جزو اصلی متفرق اور پریشان ہو جاتے ہین اور اُن کے جزون مین نقصان آجاتا ہے یا بعضے جزو
بالکل خراب ہو جاتے ہین پہر اُس چیز کا پہلے طور پر ہونا مشکل بلکہ محال ہو جاتا ہے جیسا کہ اپنی ہاتہ کی بنائی ہوئی چیزون مین یہہ بات دیکہی ہوئی ہے
اور بارہا تجربہ مین آچکی ہے پہر دعوے پہیرنے اور زندہ کرنے مُردون کا کہ مسلمان کرتے ہین اگر اُسی وقت بعد موت کے ہوتا تو شاید ہو سکتا
اور جب یہہ وعدہ بعد گذر جانے قرنون اور زمانون کے کرتے ہین کہ ہڈیان سڑ گل جاوینگی اور رطوبت اور تری کہ شرط زندگی کی ہے بالکل خشک
ہو جاوینگی تو کسطرح یقین کیا جاوے اور اگر کافرون کو ظاہر دلیلون سے ثابت کیا جاوے اور اس استفہام کے جواب مین کہا جاوے کہ البتہ پہر جانا پہلی حالت پر
ان معنون سے ہو سکتا ہے کہ ایک حالت جو پہلی حالت سے مشابہت رکہتی ہے تعاقب امثال کی طرز پر حاصل ہوگی نہ پہلی حالت پر پہر جانا اور تعاقب امثال
مین کچہہ جگہہ تردد اور انکار کی نہین ہے اسواسطے کہ پے در پے آنا نیند اور ہوشیاری کا دن اور رات مین اور چاند کا بدلنا ایک شکل پر پہر رہنا اور مختلف ہونا
فصلون کا ہر مہینے مین بسبب جانے آفتاب کے نئے برج مین اور بدل جانا موسم جاڑے اور گرمی کا ہر سال مین ہر شخص پر ظاہر ہے ہرگز جگہہ شبہہ اور تامل کی
نہین اور کسی چیز کو بگاڑ ڈالنا اور بعد ایک مدت دراز کے پہر اُسکو اُسیطرح کا بنا دینا کچہہ موجب تعجب کا نہین ہے خصوصاً جب کہ بنانیوالا ایسی
قدرت والا کامل بلکہ اکمل ہووے تو اُسکے نزدیک بگاڑ کر اُسیوقت بنانا اور بعد گذرنے ہزارون سال کے بنانا یکسان ہے قَالُوا پہر دوسری مرتبے
ہنسی اور تعجب سے کہتے ہین کہ تِلْكَ إِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ یہہ جینا دوسری مرتبے کا بعد جدا ہونے ہر عضو کے اور خشک ہو جانے سب رطوبات کے
ٹوٹا ہوتا ہے اسواسطے کہ بعضے چیزون اپنے کو نہ پاوینگے اور بہت سی چیزین ہم سے گم ہو جاوینگی اور مال و اسباب اپنا کمایا ہوا آپ سے جدا ہو جاویگا
تو پہرنا ہمارا دوسرے مرتبے اس جہان مین مانند پہرنے اُس مسافر کے ہوا کہ اپنے گہر سے مال اور اسباب بہت سا لیکر صحیح اور سلامتی کے ساتہ
مسافرت کو گیا اور سب چیز اُسکی لُٹ گئی اور آپ تن تنہا سب بدن زخمون سے چور ہو کر بلکہ ہاتہ پاؤن کٹوا کر اپنے گہر کو پہر آیا تو یہہ پہرنا بالکل نقصان
کا ہے حق تعالی جل شانہ اُنکے تعجب کرنے کے جواب مین فرماتا ہے کہ یہہ تعجب تمہارا اس سبب سے ہے کہ اللہ تعالی کے کام اور تاثیر کو اپنے کام
اور تاثیر پر قیاس کرتے ہو اور اُس قادر علی الاطلاق کو اپنی طرح کا پابند اسباب کا جانتے ہو کہ بے آلات اور اسباب کے کوئی چیز نہین ہو سکتی
اور یہہ غضب کی غلطی ہے اسواسطے کہ اس مالک الملک کا فعل اور تاثیر کسی چیز پر موقوف نہین ہے کہ جب وہ چیز پائی جاوے تو وہ کام ہو سکے
اور نہ پائی جاوے تو نہ ہو سکے بلکہ اُسکے حکم کن مین سب چیز ہو جاتی ہے اور آلات اور اسباب بہی اُسکے حکم سے جمع ہو جاتے ہین فَإِنَّمَا
هِيَ زَجْرَةٌ وَاحِدَةٌ پہر نہین ہے یہہ زندگی مگر ایک جہڑکی اور مراد اس جہڑکی سے دوسرے مرتبے کا صور پہونکنا ہے کہ جسکی آواز سے
سب روحین اپنے بدنون سے ملجاوینگی اور ملنا روح کا بدن سے زندگی کے سب شرطون اور اسباب کو جمع کر دیگا اور اس تعلق کے سبب سے زندگی
کامل حاصل ہوگی نہ مانند زندگی اُس بچے کے جو ماکے پیٹ مین زندہ ہے یا ابہی پیدا ہوا ہے کہ اُسکی عقل اور دریافت ضعیف ہوتی ہے

اور تیزی کے ساتھ کل سے ملتا اور جنبش کرتا ہی اسواسطے کہ وہ سب بمجرد سننے اُس آواز کے زور سے جلدی حرکت کرینگے اور زمین کے نیچے سے باہر نکلیگے **فاذا ھم بالساھرۃ**
پھر تبھی وہ آگئے برابر میدان میں اور ساہرہ لغت میں سفید اور برابر زمین کو کہتے ہیں اور حشر کے میدان کا نام ہی اسواسطے کہ اُسدن اُس میں یہی حالت
ہوگی اور یہہ بھی احتمال ہو سکتا ہی کہ ساہرہ اس جگہہ جاگنے کے معنون میں ہو سہر کے لفظ سے نکالا گیا ہو جو بیخوابی کے معنون میں ہی مانند کاذبہ اور خاطیہ کے
اور اس آیت کے معنے اس احتمال پر یہہ ہونگے کہ جو کافر مسلمانون کو الزام دیتے ہین کہ بعد مرنے کے قیامت تک کہ وہی وعدہ پھر جینے کا ہی ہزارون سال
کا فاصلہ اور دوری ہی اور اس عرصے مین ہڈیان گل سڑ جاوینگی اور بدن کے سب جز اور رطوبتین نیست و نابود ہو جاوینگی پھر دوسرے مرتبے اُس شکل کا درست
ہونا کہ زندگی اُسی پر موقوف ہی کسطرح سے ہوویگا اور مسلمان کہتے ہین کہ باوجود اِن باتون کے پھر زندہ ہونگے اسواسطے کہ اصلی جزون کا باقی رہنا شرط ہی
دوسری زندگی کے واسطے سب چیزونکا باقی رہنا کچھہ ضرور نہین ہی اور اصلی جزون کو حق تعالی اپنی قدرت کاملہ سے محفوظ رکھے گا پھر دوسری مرتبے کافرون
نے کہا کہ **تلک اذا کرۃ خاسرۃ** یعنے اسطرح کا زندہ ہونا کہ سب جز باقی نرہین گے ناقص ہی اسواسطے کہ سب جز زندہ نہووین تو دوسری زندگی کہ
اصلی جزون کے سبب سے پائی گئی وہ بھی ناقص ہوگی جیسے پیٹ کے بچے اور جنے ہوئے لڑکے کی زندگی ناقص ہوتی ہی اور تم دعوی کرتے ہو کہ وہ زندگی
اس دنیا کی زندگی سے بہت زور آور اور کامل ہوگی تو تمہارے مذہب اور دعوے کے خلاف ثابت ہوا حق تعالی نے اُن کافرون کے جواب مین یہہ
فرمایا ہی **فانما ھی زجرۃ واحدۃ فاذا ھم بالساھرۃ** یعنے پہر نہین ہی وہ جیسا دوسری مرتبے کا مگر ایک جھڑکی پھر ناگہان تبھی وے سب بیخوابی
اور بیداری یعنے کچھہ غفلت اور کچھہ ہوشیاری مین آوین گے حاصل کلام کا یہہ ہی کہ زندگی کا کمال قوت روحانیہ کے کامل ہونے پر ہی اور اُسکا نقصان اُسکے
نقصان پر کچھہ بدن کے جزون کی کمتی زیادتی پر نہین ہی اور پیٹ کے بچے اور جنے ہوئے لڑکے کی زندگی کے نقصان کا سبب یہہ ہی کہ قوت روحانی اُنکی ابھی
اپنے کمال کو نہین پہنچی ہی بلکہ روز بروز ترقی پر ہی بخلاف ارواح موتی کے کہ اپنے اپنے کمال کو پہنچ کے اس جہان سے مر گئے ہین اور اُنکی روحون کا اُنکے
بدنون سے جدا ہونا بعد موت کے باعث نقصان قوت روحانیہ کے کمال کا نہین ہوا ہی تاکہ جینے کے وقت ناقص ہوین بلکہ اس جینے کو بعد مرنے کے جاگنے
پر بعد نیند کے قیاس کیا چاہیے اسواسطے کہ وقت سونیکے تعلق روح کا ظاہر بدن سے بالکل منقطع ہوجاتا ہی اور حس و حرکت ہلنا اور جہنا باطل ہوجاتا ہی
اور ایک آواز سخت کے تئین وہ تعلق جیسا تہا ویسا ہی ہوجاتا ہی اور اُسکے قوت روحانیہ مین کچھہ نقصان نہین پایا جاتا اور پھر محتاج حاصل کرنیکی کسی
کمال کا نہین ہوتا کہ مانند چھوٹے لڑکے اور پیٹ کے بچے کے انتظار بالغ ہونیکا کھینچے اور رفتہ رفتہ کمال کو پہنچے اور یہہ بھی احتمال ہی کہ ساہرہ کی لفظ اسم
فاعل ہی سہر کے لفظ سے نکلی ہی جو بیخوابی کے معنون مین ہی یعنے **فاذا ھم متلبسون بالابدان الساھرۃ** یعنے پہر یکایک اُنکی روحین در آوینگی
جاگتے ہوئے بدنون مین کہ صور کے پھونکنے کے پہلے بسبب تعلق نفوس سماویہ قویۃ الادراک کے اور در آنے انکے قوا کے مستعد اور تیار زندگی کے قبول
کرنیکے ہو رہے تھے یہانتک کہ قابل خواب کے بھی نرہے اسی سبب سے وہ انکی زندگی دنیا کی زندگی سے کامل ہوگی اسواسطے کہ دنیا کی زندگی تہوڑا سا
مثیل موت کا بھی رکھتی ہی جیسے نیند کہ موت کے برابر ہی اور وہان کی زندگی نیند بھی نہین رکھتی ہی اسقدر موت اور جو مشابہت موت سے رکھتی ہی اُس سے
دور ہی اسیواسطے بہشتیونکو بہشت مین اور دوزخیونکو دوزخ مین نیند نہ آویگی جیسا کہ فرشتے اور نفوس سماویہ کو نیند نہین ہی اور جب کہ باوجود ایسے بیان واضح اور
شافی کے آخرت کے جینے کو یقین نہین کرتے اور اپنے ہی ضد پر قائم ہین اور کہتے ہین کہ ان دلیلون اور تمثیلون سے ہماری خاطر نشان نہین ہوتی اسواسطے کہ
ایسی ہڈیان سوکھی بلکہ گلی اور سڑی کہ ہرگز زندگی کے قبول کرنیکی لیاقت نہین رکھتین ایکبھی وہ تمین سب زندہ ہووین اسطرح کا دیکھا نا زندگی کا بعد گذرنے ایک مدت
دراز کے ہرگز ہماری عقل مین نہین آتا جبتک اپنی آنکھہ سے اسطرح کی کوئی چیز نہ دیکھین ہم اور ایک شبہ کسی مردے کو زندہ ہوتے نہ دیکہہ لین مسلمان علی خبر اور رنجیدہ ہوا ہی
دل مین کہتے تھے کہ کیا اچھی بات ہوتی کہ حق تعالی ایک مردے کو جسپر صدہا برس گذر رہے ہوتے انکے سامنے زندہ کر دیتا تو سب انکا انکار ٹوٹ جاتا اور جب الزام کہا جاتے اسواسطے
حق تعالے ہر ایک مسلمان سے خطاب کر کے فرماتا ہی اور بطریق استفہام کے پوچھتا ہی **ھل اتاک حدیث موسی** کیا پہنچی ہی تجھکو خبر موسی کے قصے کی کہ فرعون
کے سامنے جو بڑا سرکش بادشاہ تہا اور ہزارہا آدمی اُسکے دربار مین حاضر ہوتے تہے بارہا اپنے ہاتھہ کی لکڑی کو زمین پر ڈالدیا بمجرد زمین پر گرنیکے وہ عصا

ایک بڑا اژدہا ہوجاتا تہا اور اپنے منہ کو پہیلاتا تہا اور آواز سخت کرتا تھا پہر بعد واقع ہونے ایسی زندگانی پیدا کرنے کے ایک لکڑی مین کچہہ لیاقت زندگانی
کی نرکہتی تہی اور تر بہی نہ تہی کون جگہہ تردد اور شک کی باقی رہی تہی لیکن فرعون باوجود دیکہنے ایسی زندگی کامل کے کہ ایک لکڑی بجہہ زمین پر
پہنچنے کے اژدہا ہوجاتی تہی معتقد روزجزا کا اور قائل عموم قدرت مالک ارض وسما کا نہوا تو ایسے کافر بہی اگر ایک مُردیکو زندہ ہوا دیکہین گے تو بہی وہ
نہ ڈراوینگے اور اپنے انکار سے باز نرہینگے بلکہ اور مستحق عذاب کے ہوجائینگے اسواسطے کہ عادت آلہی یون ہی جاری ہے کہ بعد دیکہنے معجزے کے اگر کافر ایمان
نہ لاوین اور اُسی کفر اور انکار پر اصرار کئے جاوین تو اسیوقت عذاب آلہی مین گرفتار ہووین اور ایک دم کی بہی فرصت نہ پاوین اور اگر وہ قصہ حضرت موسیٰ کا
تفصیل سے ہر مسلمان نے نسنا ہو تو مجمل وہ قصہ تہوڑا یہان بیان ہوتا ہے **اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ**
طُوًى یعنے ابتدا اُس قصے کی اُسوقت سے ہے کہ پکارا اُسکو اُسکے رب نے پاک میدان مین جسکا نام طویٰ ہے اور کیفیت اس قصے کی

قصہ موسیٰ کا بیان

جسطرح سورۂ طٰہٰ اور سورۂ قصص اور دوسری سورتون مین مذکور ہے وہ یہہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام شہر مصر سے کہ جگہہ پیدایش اور سکونت آپکی
تہی ایک قبطی ظالم کے خون کے سبب سے کہ آپکے ہاتہہ سے بے قصد ہوکہ مین ہوگیا تہا اور فرعون آپکے قتل کی فکر مین ہوا تہا بہاگ کر شہر مدین کیطرف
گئے اور اُس شہر مین حضرت شعیب علیہ السلام کا مکان تہا انکا قصہ بہی قرآن شریف مین کئی جگہہ بیان فرمایا ہے وہان جاکر اُترے اور حضرت شعیب کی
خدمت مین مشغول ہوے اور حضرت شعیب نے اپنی بیٹی کو آپکے نکاح مین دیا جب دس برس یا آٹہہ برس اسمین اختلاف ہے وہان گذرے تب حضرت
شعیب سے رخصت چاہی کہ اگر حکم ہو تو مین اپنے وطن کو جاؤن اور اپنے قبیلے کو ساتہہ لیئے جاؤن اور اپنی ماکی زیارت کرون اور اپنے بڑے بہائی
حضرت ہارون سے ملاقات کرون اسواسطے کہ اتنی مدت گذرنے مین فرعون اور اُسکے لوگ قبطی کے خون کو بہول گئے ہونگے حضرت شعیب نے
راضی ہوکر آپ کو رخصت کیا اور آپ کی بی بی کو بہی آپکے ساتہہ کردیا اور اپنے دو غلامونکو آپکے ساتہہ کیا کہ مصر مین پہنچا کر پہر آوین حضرت موسیٰ
علیہ السلام اپنی بی بی کو ساتہہ لیکر وہان سے روانہ ہوئے اور آپکے مزاج مین غیرت بہت تہی اپنی بی بی کو لے چلنا قافلے کے ساتہہ گوارا نکیا کہ شاید
سواری پر چڑہتے اُترتے یا نکلتے بیٹہتے کسی نامحرم کی نظر اُسپر پڑجاوے اسواسطے وہان سے تنہا آپ اپنی بی بی کو لیکر روانہ ہوئے اور شام کے ذریعے کو
چہوڑکر دریا کے کنارے کی راہ لی اس لحاظ سے کہ ایسا نہو کوئی فرعون کی طرف کا حاکم پہچانے اور خون کی علت سے گرفتار کرے یا کچہہ ایذا پہنچاوے اور آپکے
ہمراہ ایک خچر تہا اُسپر خرچی اپنے اسباب کی لادکے ایک غلام اُسپر مقرر کیا اور کچہہ بکریان آپکے ساتہہ تہین دوسرے غلام کو اُنکی نگہبانی اور ہانکنے پر مقرر کیا
اور آپ اپنی بی بی کی سواری کے ساتہہ ہو لئے چلتے چلتے ایکدن راہ بہول گئے اور کوہ طور کیطرف جانکلے کتنا ہی راہ ڈہونڈی سہکا نہ ملا اور دن آخر
ہوا اور رات نمودار ہوئی وہ رات جمعہ کی تہی ذی قعدہ کی اٹہارہوین تاریخ اور موسم جاڑے کا اتفاقاً بکریان جنگل مین متفرق ہوگئین دونو غلام اُنکے
جمع کرنے مین مشغول ہوے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی بی بی کے پاس ایک جگہہ پر بیٹہ گئے کہ یکایک آپکی بی بی کو راہ چلنے کی سختی اور سواری کی حرکت
سے درد زہ شروع ہوا اور حمل کی مدت بہی تمام ہوچکی تہی تب آپکی بی بی نے آپ سے اس حال کو ظاہر کیا اور کہا کہ اگر کہین آگ ملے تو خوب ہے کہ
تاپنے کے کام آوے اور روشنی بہی ہووے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے غلامون سے فرمایا کہ دیکہو تو کہین اس جنگل مین آگ کا بہی نشان ہے غلامون
نے چارونطرف دوڑکے دیکہا کہین پتا آگ کا اور آبادی کا معلوم نہوا تب حضرت موسیٰ علیہ السلام آپ اُٹہے اور آگ کی تلاش کو تشریف لیگئے آپ کو
ایک پہاڑ پر کہ آپکے سیدہے ہاتہہ کیطرف تہا کچہہ روشنی معلوم ہوئی آپنے بی بی اور غلامون سے فرمایا کہ تم اسی جگہہ پر ٹہرو کہ مینے پہاڑ پر روشنی دیکہی ہے وہان
جاکر آگ لے آتا ہون اور جو وہان ہوگا اُس سے رستے کا پتا بہی پوچہتا آؤن تاکہ منزل پر پہنچئے یہ کہکے آپ چلے جون ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام قریب اُس مکان کے
پہنچے دیکہا کہ وہ آگ نہین ہے بلکہ تجلی قدرت آلہی کی ہے کہ دور سے مثل آگ کے معلوم ہوتی تہی اور حقیقت مین وہ ایک نور ہے بہت بڑا کہ عوسج کے درخت کو لیا ہے
عوسج ایک درخت ہے عناب کے درخت کے مشابہ شام کی طرف پہاڑون مین بہت ہوتا ہے اور وہ درخت جڑ سے چوٹی تک تر وتازہ ہو رہا ہے اور اُس روشنی میں
اسقدر چمک اور تابندگی ہے کہ اُسپر آنکہہ ٹہیر نہین سکتی ہے اور گرداگرد اُسکے آواز فرشتون کی تسبیح کی آرہی ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام

باوجود دیکہنے اس آگ کے چیزون کی گہاس پہوس اس میدان مین سے جمع کرکے ایک پولا سا باندہ کے چاہا کہ اس شجر آتشی رنگ سے جلا لیوین یہہ ارادہ کرکے جون ہی اسکے
نزدیک ہوئے کہ یکایک وہ آگ انکی طرف لپکی گویا چاہتی تہی کہ انکو جلا دیوے حضرت موسیٰ علیہ السلام یہہ حالت دیکہکر خوف کہا کے پیچہے ہٹے آگ بہی وہ درخت
ہٹ گئی پہر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ارادہ کیا جلانیکا پہر وہ آگ انکی طرف دوڑی پہر پیچہے ہٹے اسیطرح کئی مرتبہ ایسا اتفاق ہوا تب حضرت موسیٰ علیہ السلام
اس طرح کے ماجرے کو دیکہکر حیران و متحیر کہڑے ہو گئے اور اس عجوبہ کارخانہ الٰہی کا تماشا دیکہنے لگے کہ یکایک ایک نور بڑا اس سے بلند ہوا اور زمین سے
آسمان تک سبکو روشن کردیا اور روشنی اس نور کی یہان تک غالب ہوئی کہ حضرت موسیٰ کی آنکہہ مین تاریکی آگئی اور آنکہہ دیکہنے سے رہ گئی اور
انہون نے اپنے ہاتہہ اپنی آنکہہ پر رکہہ لیئے اور آواز فرشتون کے تسبیح کرنے کی بہت بلند ہوئی اور حضرت موسیٰ نے اسوقت اس آگ سے ایک آواز
سنی کہ **یاموسیٰ انی انا ربک فاخلع نعلیک** یعنے اے موسیٰ مین ہون پروردگار تیرا کہ آگ کی مانند تجلی کی ہے مین نے اور دونون جوتیونکو
پانون سے اپنے دور کر اسواسطے کہ اس مکان نے تجلی الٰہی اور حاضر ہونے فرشتون کے سبب سے کہ اس تجلی کے خادم ہین حکم کعبہ اور مسجد الحرام کا
پیدا کیا ہے پہر کلام یعنے بات کرنا شروع ہوا اور ان سے پوچہا کہ تمہارے سیدہے ہاتہہ مین کیا ہے انہون نے عرض کی کہ لاٹہی ہے مین اپنے
ہاتہہ مین رکہتا ہون حکم ہوا کہ اسکو زمین پر ڈالدے انہون نے زمین پر ڈالدیا بمجرد گرنے کے زمین پر ایک اژدہا ہو کے دوڑنے لگا
حضرت موسیٰ اس سے ڈرکے بہاگے ارشاد ہوا کہ ڈرو مت اور اس اژدہے کو اپنے ہاتہہ سے پکڑ لو وہی لکڑی ہو جائیگی پہر حکم ہوا کہ اپنے ہاتہہ کو اپنے
بغل مین دکہو اور پہر نکالو انہون نے اسیطرح کیا انکا ہاتہہ مانند آفتاب کے روشن ہوگیا کہ آنکہہ اسکی روشنی پر ٹہہر نہین سکتی تہی حضرت موسیٰ نے
فرمایا کہ مین نے بمجرد سننے اس آواز کے معلوم کیا کہ یہہ آواز حق تعالیٰ کی ہے اسواسطے کہ چہون طرفون سے سنتا تہا مین اور سب جسم اپنے سے سنتا تہا
مین یہان تک کہ ہر ہر عضو اور جوڑ بند میرا کان ہوگیا تہا حاصل کلام کا یہہ ہے کہ بعد دکہلانے اس کرشمے کے اور تعلیم کرنے توحید کی تحقیقین اور
عبادتین ادا کرنیکے اور بیان قیامت کے آنیکے سوائے اسکے جو جو ضرور رسالت کے واسطے تہے سب تعلیم کرکے حکم ہوا **اذہب الی فرعون**
جا فرعون کی طرف تاکہ اسکی بہتری کی تدبیر کر اور وہ مرتبہ سابقین اور مقربین کا کہ تجہکو اسوقت حاصل ہوا ہے اس سے اور آگے بڑہکے مدارات امراکے
مقام کو پہنچ اور تجہے واسطے تدبیر اصلاح فرعون کے اس سبب سے بہیجتے ہین ہم کہ **انہ طغی** بیشک فرعون حد سے بڑہ چلا ہے فساد کرنے مین
یہان تک کہ دعویٰ خدائی کا کرتا ہے اور جب تو فرعون کے پاس پہنچے **فقل** پہر پہلے اسکو اسیقدر کہہ کہ **ہل لک الی ان تزکی**
کیا ہے تجہکو رغبت پاک ہونے کی نفس کی برائیون سے کہ وے تیری سرکشی اور خرابی کے سبب بڑہی ہین اور مین تیری برائیان کہو دینے ہی پر کفایت نکرونگا
کیونکہ اتنی بات سب نیک بختون اور حکمت الٰہی کے واقفون سے ہو سکتی ہے بلکہ مین تجہکو بڑے مرتبے کو پہنچا دونگا اور ولی کامل اور عارف واصل
کر دونگا **واہدیک الی ربک** اور راہ دکہلا دونگا تجہکو تیرے پروردگار کی طرف تاکہ پہچان ذات اور صفات اور افعال پروردگار
کی تجہکو یقین کی آنکہہ سے حاصل ہووے **فتخشی** پہر تو ڈرے اور تیرا نفس مر جاوے اور ایسی پوری فنا تجہکو حاصل ہو کہ پہر کبہی خوف تجہکو پہر انے
سرکشی کے مرض کا نرہے بموجب اس قول کے کہ **الفانی لا یرد** یعنے فنا ہوئی چیز پہر نہین آتی یہان پہر باقی رہا قصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا
بیان ہوتا ہی یعنے حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون تک پہنچے اور حکم حق تعالیٰ جل شانہ کا پہنچایا فرعون نے اسکے جواب مین پہلے یہہ کہا کہ تو وہ شخص نہین
ہے کہ بچپن سے مین نے تجہکو پالا اور پرورش کیا اور مدتون تک ہمارے پاس رہا پہر وہ کام کرکے تو یہان سے نکل گیا کہ تو ہی اسکو خوب جانتا ہے یعنے
قبطی کو مار ڈالا اور ہماری نعمتون کی ناشکری کی اب تجہکو یہہ مرتبہ کہان سے حاصل ہوا کہ میرا ہادی اور مرشد بنکر آیا حضرت موسیٰ نے اسکے
جواب مین فرمایا کہ سچ ہے مین وہی شخص ہون اور وہ کام کہ مجہسے ہوا تہا اس وقت مین نادان اور ناسمجہ تہا پہر جب مین تم سے ڈرکے یہان سے
بہاگا اللہ تعالیٰ نے اپنی عنایت سے مجہکو علم اور حکمت مرحمت فرمایا اور مرتبہ ہدایت اور رہنمائی کا عطا کیا اور رسالت اور ایلچی گری کے
علاوہ تمہارے پاس بہیجا ہے فرعون نے کہا اب جو تونے دعویٰ رسالت کا کیا کہ اللہ کا بہیجا ہوا ہی اگر اس دعوے پر تو سچا ہے تو کوئی دلیل اس پر

ے **فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى** پہر دکہلائی موسٰیؑ نے فرعون کو ایک نشانی بڑی اگرچہ حضرت موسٰی پاس دو نشانیاں تہین ایک عصا کہ اژدہا ہوجاتا
تہا اور دوسرا ید بیضا کہ مانند آفتاب کے روشن ہوجاتا تہا لیکن ایک ہی مجلس مین ایک ہی مطلب کے ثابت کرنیکے واسطے تہین اسواسطے دونوں کو ایک ہی
نشانی اعتبار کیا اور ایک جہت اور یہی ہے کہ ید بیضا تابع تہا عصا کے ڈالنے کے لیئے جب پہلے عصا کو زمین پر ڈالتے تہے اور وہ اژدہا ہوجاتا تہا تب ہاتہ بغل مین
ڈالنے سے مثل آفتاب کے چمکنے لگتا تہا تو گویا اصل نشانی وہی عصا تہا اور نکتہ اسمین یہہ ہے کہ جب نبی اور رسول بہیجے جاتے ہین تو پہلے قہر اور غضب سے مخالفون
اور منکرونکے طرف مشغول ہوتے ہین بعد اسکے ہدایت اور رہنمائی طالبون اور مسترشدون کیطرف متوجہ ہوتے ہین سو عصا قہر کی شکل تہا اور ید بیضا نمونہ تہا ہدایت
اور رہنمائی کا اور یہی عصا مین نہایت غیبیہ خوفناک اور ڈراؤنی شکل سے ظاہر ہوتی تہی اور ید بیضا مین نور غیبی تہا کہ پرلے درجے کی روشنی اور چمک سے جلوہ گر ہوتا تہا
اور قہر اور سیاست ظاہر نبوت سے متعلق ہے اور نور تجلی باطن نبوت سے متعلق ہے کہ وہ مرتبہ ولایت کا ہے اور فرعون کو کہ کافر ازلی تہا اسپر لازم کرنا حجت کا اور خوف دلانا
غرض تہا تو اسکے حق مین آیت کبری عصا تہا نہ ید بیضا اور عصا مین دوسرے اور بہی معجزے تہے ایک یہہ کہ پانی کہینچنے کے وقت موافق گہرائی کوئے کے بڑہ جاتا
تہا اور اسکی اوپر ڈول سے بندہ جاتی تہین اور دوسرے یہہ کہ تاریکی مین دونو شاخین اسکی مانند مشعل کے روشن ہوجاتی تہین اور تیسرے یہہ کہ جب حضرت موسٰی علیہ السلام
سوجاتے تہے تو وہ کہڑا ہو نگہبانی کرتا تہا اور اگر بکریوں پاس چہوڑ آتے تہے تو کسی درندہ کو مثل بہیڑیے وغیرہ کے آنے نہین دیتا تہا یہانتک کہ بعضوں
نے کہا ہے کہ عصا مین ہزار معجزے تہے چنانچہ دو معجزے عمدہ کلام اللہ مین بہی مذکور ہین ایک دریا کا پہٹنا اسکے ضرب سے دوسرے پتہر مین سے جاری ہونا پانی کے چشمونکا
اسکے ضرب سے تو آیت کبری وہی عصا ہوا نہ ید بیضا اور بعضون نے کہا ہے کہ ید بیضا بہت بزرگ تہا اسواسطے کہ حضرت موسٰیؑ کی ولایت کے کمال کی صورت تہی اور
نبی کی ولایت افضل ہوتی ہے اسکی نبوت سے اور یہی فرعون کے جادوگر ید بیضا کی نقل نکر سکے اور عصا کی نقل کی اور حق بات یہہ ہے کہ یہ دونون معجزے بڑے
تہے اور آیت کبری ہین دونون ہین اور یہ دونون حکم ایک نشانی کا رکہتے ہین اور معجزون کی نسبت سے جو حضرت موسٰی علیہ السلام کو عنایت ہوئے تہے یہہ اور
سب سے بزرگ معجزے ہین حاصل کلام کا یہہ ہے کہ فرعون باوجود دیکہنے ایسے دو معجزون کے کہ حضرت موسٰیؑ کے دعوے کے ثابت کرنیکے واسطے دو گواہ عادل تہے
اسواسطے کہ دراز ہونا زندگانی غیبی کا انکے ہاتہ سے ایسے جسم مین جو ہرگز قابلیت اور لیاقت زندگی کی نہین رکہتا تہا جیسے لکڑی یہ دلیل صریح ہے اسبات پر
کہ انکے سبب سے دل مرے ہوئے بطریق اولی زندہ ہونگے اور نفس کی خباثت اور برائیون کو دور کرکے پاک صاف کردینا انکے نزدیک بہت آسان کام ہے
اور چمکنا نور الٰہی کا انکے ہاتہ مین دلیل ظاہر ہے اسبات پر کہ انکے ہاتہ سے سالکان راہ خدا کو انوار تجلیات الٰہی تک پہنچا دینا بخوبی ہوسکیگا تسپر بہی
ہرگز فرمانبردار نہوا بلکہ **فَكَذَّبَ وَعَصٰى** پہر انکار کی رسالت حضرت موسٰیؑ کی اور نہ مانا حق تعالی کے حکم جو حضرت موسٰی علیہ السلام
کی زبانی اسکو پہنچا تہا اور مقتضا قربانی پر کفایت نکی بلکہ **ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى** پہر چلا پیٹہ پہیر کر تلاش کرتا ہوا حضرت موسٰی علیہ السلام
کی رسالت کے جہٹلانیکی تدبیر جب دیکہا کہ حاضرون کے دلوں مین ان دونون معجزون کے دیکہنے سے حضرت موسی کی سچائی آجائیگی **فَحَشَرَ**
پہر جمع کیا جادوگرون کو حضرت موسٰیؑ کے مقابلے کے واسطے اور اپنے ملک کے لوگونکو اکٹہے کیا اس مقابلے کے دیکہنے کے واسطے کہ یہ کام حیلا اور
تدبیر سے بہی ہوسکتا ہے اللہ تعالی کا کیا ہوا نہین ہے **فَنَادٰى** پہر پکارا لوگون کو مقابلے سے پہلے تاکہ اگر جادوگر مقابلے مین ہار جاوین تو بہی
حضرت موسٰیؑ کا مطلب حاصل نہووے اس حیلے سے کہ وہ پروردگار کہ جسکی طرف ایلچی گری کا دعوی حضرت موسٰیؑ کرتے ہین ربوبیت مین مجہسے
پست ہے اور کم زور اسکا تابعداری اوسکی اعلی کے ہوتے خلاف عقل ہے اور شان رعیت کی نہین **فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى**
پہر کہا فرعون نے کہ مین ہون تمہارا رب سب سے اوپر اور بالفرض اگر کوئی رب دوسرا جہان مین ہوگا جیسے وہ شخص جسنے موسٰیؑ کو بطریق ایلچی
گری کے میرے پاس بہیجا ہے تو مجہسے مرتبے مین کم ہوگا تو موسٰی اگر اپنی رسالت ثابت بہی کرے تو بہی قابل متبوع ہونیکے نہین ہے
یعنے اسکی تابعداری نچاہیئے اور اپنی ربوبیت باطلہ کو حضرت رب العالمین کی ربوبیت پر جس طرح سورۂ زخرف وغیرہ مین مذکور ہے
اسطور سے فوقیت دیتا تہا کہ ربوبیت حق تعالی کی اگر مانی جائے تو عام ہے سب مخلوقات پر اور میری ربوبیت خاص ہے مصر والون پر اور خاص مقدم ہوتا ہے

عام پر چاطرداری اور خدمتگذاری مین اور دوسرے یہہ بھی ہی کہ ربوبیت حق تعالی کی آنکھہ سے غائب ہے اور عقل مین نہین آتی اور میری ربوبیت ظاہر ہی کہ تم سب
دیکھتے ہو اور یہی ایلچی حق تعالی کا کہ حضرت موسی ہین میرے ایلچیون کی طرح طمطراق یعنے ظاہر کا اسباب درست نہین رکھتے نہ سونے کے کنگن ہاتھون مین
اور نہ خزانہ اور لشکر ساتھہ ہی تو اُسکی ایلچی گری مین نقصان ہوا اور اُسکے نقصان سے اُسکے بادشاہ کا نقصان جسکی طرف سے یہہ آیا ہی صاف بوجھا گیا حاصل
کلام کا یہہ ہی کہ فرعون قبل اُسنے حضرت موسی کے ان تدبیرون اور حیلہ سازیون سے بچا تھا اور مرتبے سابقات مین داخل ہو کر گمراہی صریح مین پہنسا تھا اور بعد
اُسنے حضرت موسی کے کہ اُنکے جھوٹھے کرنے کی تدبیر مین پڑا تو مدبرات امر کے درجے کو پہنچا تو دونون شخص ہدایت اور گمراہی کے مرتبے مین کمال کو پہنچے
یعنے حضرت موسی علیہ السلام ہدایت کے کمال کو پہنچے اور فرعون گمراہی کے انتہا کو پہنچا لیکن عنایت حضرت پروردگار برحق کی حضرت موسی کی تدبیر کو شامل
ہوکے اعلی درجے کو پہنچایا اور وہ ملعون خسر الدنیا والآخرہ ہوا **فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى** پھر پکڑا اُسکو اللہ تعالے نے عذاب
پچھلے اور اگلے مین یعنے دنیا مین پانی مین ڈبوکر رسوا کیا اور آخرت کو دوزخ مین ڈالے گا جس طرح دوسری جگہہ فرعون اور اُسکے لشکر کے حق مین فرمایا ہی
کہ **اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا** اور اگرچہ دنیا کا عذاب مقدم ہی آخرت کے عذاب پر لیکن یہان اُسواسطے آخرت کو مقدم فرمایا کہ مقصود اصلی یہی ہی
اور دنیا کا عذاب اُسکا وسیلہ ہی اور یہہ بھی ہی کہ عذاب آخرت کا جاودانی ہی اور ہزارون مرتبے سخت ہی عذاب دنیا سے اسواسطے مقدم ذکر کرنا اُسکا
اولی ہوا اور ہرچند کہ دنیا دار الجزا نہین ہی لیکن ایسے فرعونون کو اور شریرون کو دنیا مین بھی بعد الزام حجت کے اورونکی عبرت کیواسطے اُنکے بدکامون
کی سزا دیجاتی ہی چنانچہ حق تعالی فرماتا ہی **اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ یَّخْشٰى** بیشک اسمین سوچ کی جگہہ ہی اُسکو جو حق تعالی
سے ڈرتا ہی کئی وجہون سے پہلی وجہ یہہ ہی کہ گمراہی کے پیشواون کی تدبیر چل نہین سکتی اور ایک نہ ایک وقت اُنکا کیا برباد ہوجاتا ہی اور دوسری
وجہہ یہہ ہی کہ حق تعالی اگر اپنی صفت حلیمی سے گمراہونکو ڈھیل دیتا ہی لیکن مہمل نہین چھوڑتا بلکہ ایک ایک دن سزا قرار واقعی دیتا ہی تیسری وجہہ
یہہ ہی کہ معجزون کا دیکھنا اُس شخص کو مفید ہوتا ہی کہ کفر کی جڑ اُسکے دلمین نہ جم گئی ہو اور اُس جڑ کے ریشے پھیل نہ گئے ہون ورالا ہر معجزہ کو کسی
حیلہ اور مکر سے دفع کردیگا اور ہر دلیل اور حجت کو مغالطہ سے دور کریگا یعنے وہم کا وسوسے مقابلہ کریگا چوتھی وجہ یہہ ہی کہ حضرت موسی علیہ السلام ایسے کافر
سرکش سے کہ دعوی خدائی کا کرتا تھا نہایت نرمی اور بردباری سے بات کہتے تھے پھر آخر کو اُسپر فتح اور ظفر پائی تو پیغمبرون اور اُنکے فرمانبردارونکو چاہیے
کہ بے ادبی اور کفر کے کلمات سنکر غصے مین نہ آجاوین اور غمگین نہووین تا کہ آخر کو فتح پاوین اور جب حضرت موسی علیہ السلام کے قصے مین ثابت ہوچکا کہ
فیضان غیب کی زندگی کا جسم کی لیاقت پر موقوف نہین ہی اور البتہ زندگانی غیب کی بار بار آنا اور جانا ہوسکتا ہی چنانچہ عصا مین ظاہر ہوا اب فرعونکو اُس دلیل مین
بات کہنے کی گنجایش تھی کہ زندگی حیوان کی ناقص ہی اگر کوئی ٹھہرا ہوا مین یہہ زندگی پائی جاوے تو ہوسکتا ہی اور اسیطرح بار بار آنا اُس زندگی کا بھی کچھہ بعید نہین ہی
اسواسطے کہ ایام بہار اور برسکال مین ہم خود دیکھتے ہین کہ اس قسم کے جانور جیسے سانپ بچھو مینڈک خود بخود بے جوڑے کے پیدا ہوجاتے ہین اور زمین خشک
ہو جاتی اُن حیوانون کی صورت قبول نہین کرتی ہی پھر جب وہ موسم گذر جاتا ہی وہ صورت اپنے مادے سے جدا ہوجاتی ہی اور جب پھر وہی موسم آتا ہی
وہی اجزا اُسکے مادے کے اُس مکان مین پڑے رہگئے تھے پھر اسی صورت پر ہوجاتے ہین اور اُنمین جان آجاتی ہی لیکن پیدایش آدمی کی اسطرح ہرگز نہین ہوسکتی
اُسکی تفصیل بیان کیا چاہیے تاکہ ذہن نشین ہوجاوے اُسکے جواب مین ارشاد ہوتا ہی کہ **ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا** کیا تم زیادہ سخت ہو بنے مین
اور پیدایش تمہاری زیادہ سخت ہی **اَمِ السَّمَآءُ** کیا آسمان زیادہ سخت ہی بنے مین اور پیدایش اُسکی تمہاری نظرون مین مشکل معلوم ہوتی ہی اور جواب
اس سوال کا ظاہر ہی کہ آسمان انداز ے مین بھی آدمی سے بہت بڑا ہی اس حد کو کہ اصلا اُسکو اس سے کچھہ مناسبت نہین اور تفصیل اجزا کے
اعتبار سے بھی جیسے بروج اور ستارے مختلف تاثیرون اور حکمون والے اور حدود جدا جدا اُسکے آدمی سے بہت زیادہ ہین اور قوت جسمانیہ
بھی اُسکی آدمی کی قوت جسمیہ سے بہت زیادہ ہی کیونکہ حق تعالی نے **بَنٰهَا** بنا کیا اُسکو ایسی سخت بنا کہ ہرگز باوجود گذرنے
قرنون کے اور سدا پھرنیکے پرانا بھی نہین ہوا اور ٹوٹتا پھوٹتا بھی نہین اور قوت روحانیہ بھی اُسکی آدمی کی قوت روحانیہ سے بہت غالب ہے

ع

اسواسطے کہ حق تعالی نے **رَفَعَ سَمْكَهَا** اونچی کی ہی بلندی اُسکی بغیر ٹیکیوں اور دیوارون کے اور سمک لغت مین اُس امتداد کو کہتے ہین کہ طول اور
عرض پر اُس امتداد کو قائم اعتبار کرتے ہین اگر نیچے سے اوپر کو نظر کرین تو اُس امتداد کو سمک کہتے ہین اور ارتفاع بھی بولتے ہین چنانچہ مشہور ہی کہ ارتفاع
یعنے بلندی اِس دیوار یا چھت کی اِسقدر ہی اور اگر اوپر سے نیچے کو دیکھین تو اُس امتداد کو عُمق کہتے ہین چنانچہ بولتے ہین کہ عُمق یعنے گہرائی اِس باولی یا اِس کوئے کا اِتقدر
ہی اور اہل تفسیر اور اہل حدیث نے یون روایت کی ہی کہ دُنیا کے آسمان کی بلندی روئے زمین سے پانسو برس کی راہ ہی اور اسیطرح سے ساتون آسمانون کے درمیان مین
مفاصلہ ہی اور مٹاپہ اور دل بھی ہر آسمان کا اسی قدر ہی اسی بات سے بلندی اور چوڑائی ساتوین آسمانکی قیاس کیا چاہیئے کہ کیا کچھہ ہو گی اور اہل ہیئت
کو علم الابعاد و الاجرام مین آسمانون کی مٹائی دریافت کرنیکے واسطے ایک اور ہی طریقہ ہی کہ علم ہندسہ کی دلیلین اُسپر قائم کی ہین اور جو راہ
پانسو برس کی کہ روایتون مین وارد ہی کچھہ مقرر نہین ہی کہ کون سے چلنے والیکی راہ ہی اور کونسی چال مراد ہی اور یہہ بھی ہی کہ قطع کرنا چڑھائی کی مسافت کا
ہموار زمین کی مسافت قطع کرنے سے زیادہ مشکل ہوتا ہی اور جتنی دیر کہ اُسکی مسافت قطع کرنےمین لگتی ہی اوس سے دونی نہین ہوتی ہی چنانچہ ہموار زمین کے
چلنے مین اور پہاڑ کی چڑھائی مین تجربہ ہو چکا ہی اور اہل ہیئت نے کوس سے اندازہ انکے بُعد کا کیا ہی اور اس صورت مین ہو سکتا ہی کہ روایات شرعیہ اور
براہین ہندسیہ دونون مطابق ہو جاوین لیکن اہل ہیئت کے نزدیک افلاک کے سطوح آپسمین ملے ہین اور اُنکے درمیان مین مفاصلہ نہین اور روایات
شرعیہ کے موافق مفاصلہ بھی ثابت ہوتا ہی لیکن اہل ہیئت کے نزدیک ایک دوسرے آسمان کا چسپیدہ ہونا آپسمین لا فصل فی الفلکیات کے قاعدے پر
مبنی ہی اور قاعدہ ظنی ہی کوئی دلیل قطعی اُسکے واسطے نہین اور اس بات کے ساتھہ یہہ بھی ہی کہ اہل ہیئت کی نظر مین حاجت مفاصلے کی
آسمانون مین تحقیق نہین ہوئی اس سبب سے مفاصلے کو ثابت نہین کیا اور شرع والون کو دورا اور سیر فرشتون کا دونون آسمانون کے درمیان مین
معلوم ہوا تو مفاصلے کو ثابت کیا ہی بس کسیطرح کی مخالفت نہین رہی مگر یہی کہ براہین ہندسیہ سے بیان مین ابعاد فلکیات کے ثابت ہوتا ہی کہ بے فرجہ
معلوم کیا ہی اُس چیز سے کہ روایات شرعیہ سے ثابت ہی لیکن یہہ مخالفت لفظی ہی کیونکہ جس مقدار کو کہ اہل ہیئت نے آسمان کے مٹاپے مین داخل کیا ہی
شاید کہ بعض کو اُسمین سے اہل شرع نے فرجہ اعتبار کیا ہو اور باقی کو مٹاپا **فارتفع النزاع** پس جھگڑا اُٹھہ گیا اب حاصل کلام کا یہہ ہی کہ آسمان کی
قوت جسمانیہ اور روحانیہ کا زیادہ ہونا آدمی کی قوت جسمانیہ اور روحانیہ سے اظہر من الشمس ہی اور اگر آدمی کو اس بات کا فخر ہی کہ میرا مزاج کمال اعتدال پہ
واقع ہوا ہی کہ نفس ناطقہ مجردہ کے تعلق کے قابل ہوا ہون جواب اسکا یہہ ہی کہ آسمان بھی کمال اعتدال اور لطافت مین واقع ہوا ہی چنانچہ فرماتے ہین
فَسَوّٰىهَا پھر معتدل المزاج کیا ہی اُس آسمان کو اور نفوس کاملہ کو اُسکے اجرام سے متعلق کیا ہی کہ لطافت اور تجرد مین نفوس انسانیہ سے زیادہ تر کامل ہین
اور باوجود ان سب باتون کے آسمانونکو ایک بڑی زبردست تاثیر بخشی ہی کہ بسبب ظاہر ہونے آفتاب اور ستارون کی شعاع کے ایک حرارت قوی عالم مین ظاہر
کرتے ہین اور اُنکی روشنی چھپانے سے نہایت خنکی عالم مین پیدا کرتے ہین اور یہہ تاثیر ہر روز آنے جانے مین دن رات کے نظر آتی ہی **وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا**
اور اندھیری کی رات اُسکی تاکہ آفتاب کی شعاع گرم جہان والون پر نہ چمکے اور سردی پیدا ہو اور ہر چند کہ شب نام مخروط ظلی زمین کا ہی
لیکن جو وہ مخروط آفتاب کی شعاع کے سبب پیدا ہوتا ہی اور غروب آفتاب کا ایک کنارے پر اُس مخروط کے طلوع کا سبب ہوتا ہی اُس کنارے
والون پر اور طلوع آفتاب کا اُس مخروط کے غروب کا موجب ہوتا ہی اور آفتاب کی حرکت کے تابع ہی تو اسلیئے رات کو آسمانکی طرف نسبت فرمایا ہی
اور بعضون نے ارباب ہیئت سے آسمان کے تسویہ کو اُسکی کرویت پر حمل کیا ہی اور کہتے ہین کہ شکل کروی آفات کو قبول نہین کرتی بخلاف اور شکلون کے
پس اس جہت سے بھی خلقت آسمان کی زیادہ تر محکم ہوئی آدمی کی خلقت سے اور بعضون نے تسویہ کو آسمان کے شقوق اور شگاف نہونے پر
حمل کیا ہی برخلاف آدمی کے کہ مسام اور شقوق بہت رکھتا ہی اسی واسطے بہت سی آفتین ہین کہ مناسب اور نامناسب ہوا اُسکے بدن مین
داخل ہوتی ہی اور کھانا اور پینا اور گرم سرد ہوا اور موذی جانور اُسکے بدن کے سوراخون کی راہ سے گھس سکتے ہین برخلاف آسمان کے
کہ ان سب آفتون سے بالکل محفوظ ہی **وَاَخْرَجَ ضُحٰىهَا** اور نکالی روشنی اُسکی کہ عبارت اُسکے آفتاب سے ہی اور ضحی کے وقت کا

ف بیان آسمان کی بلندی کا

واسطے اختیار فرمایا ہے کہ وہ وقت کامل تر ہے سب اجزاء اسکے دن کے نور اور روشنی میں اور آفتاب کی شعاع کو ایک تاثیر ہے کہ باعث محسوس گرم کرنے میں عالم کے
اور تمام عناصر اُسکی شعاع کے سبب سے گرم ہو جاتے ہیں خصوصًا زمین کہ بسبب کثافت اور غیبت کے بہت دیر تک اس کیفیت مقبولہ کو محفوظ رکہتی ہے اور جو رات دن
آسمان کو تبرید اور تسخین یعنے سردی اور گرمی بہم پہنچی اور آسمان قابل ان کیفیتون کے نہ تہا تو لاچار ان دونو نکو زمین نے قبول کیا اور قابل جو تنے
بونے اور چشمے اور نہرین جاری ہونیکے ہوئی **وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا** اور زمین کو رات و دن کی تدبیر کے بعد ہموار و
چمن بندی کی کیونکہ جمع ہونیسے گرمی سردی کے زمین میں **اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا** نکالا اُس میں سے پانی اُسکا تا کہ زمین میں کے گہرے ہوئے
پانیون کو کہ سردی کے سبب سے پانی کی صورت قبول کرنے کے مستعد ہوتے تہے آفتاب کی شعاع کی گرمی سے نکلکر زمین سے باہر نکل آوین اور جب پانی اور
خاک مل گئے اور حرارت نے بہار اور گرمی کی اُسمین اثر کیا تو بس گہاس اور سبزہ اُگا چنانچہ فرماتے ہین **وَمَرْعٰىهَا** اور نکالا چارا اُس مین گویا
زمین اس تدبیر سے پہلے اوجڑ پڑی تہی اب اُسکو باغ بنا دیا کہ پانی بہی اُسمین جاری ہے اور طرح طرح کا سبزہ بہی اُگا ہے اور اسواسطے کہ مادہ پانی کا ذخیرہ
مین محفوظ ہو ایک تدبیر دوسری فرمائی ہے **وَالْجِبَالَ اَرْسٰىهَا** اور پہاڑون کو لنگرون کی طرح سے زمین پر مقرر کیا کہ جو بخارات کہ
زمین مین گہرے ہین اگر چاہین کہ باہر نکلین تو پہاڑون کے مٹاپے کے سبب سے نکل نہین سکتے ناچار لوٹ کر پانی ہو جاتے ہین اور سوراخون کی
راہ سے جو اُن پہاڑون مین ہاتے ہین چشمون اور نہرون کے طور سے جاری ہوتے ہین اور یہہ بہی ہے کہ جو پانی کہ آسمان سے نازل ہوتا ہے تو پہاڑون کے مٹاپے کے
سبب سے زمین اُسکو جذب نہین کر سکتی اور پہاڑون کی چوٹیون پر جمع ہو رہتا ہے پہر آہستہ آہستہ نشیب کیطرف جاری ہوتا ہے اور اسیواسطے نہرین اور چشمے پہاڑون
سے جاری ہوتے ہین اور قرآن مجید مین جا بجا چشمون اور نہرون کے ذکر کے ساتہہ پہاڑونکا ذکر بہی آیا ہے اور یہہ سب چیزین اسواسطے فرمائی ہین **مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ** کام چلانے کو تمہارے اور تمہارے چارپایون کے بس بقا اور معاش تمہاری سب آسمان سے مربوط ہے اور جتنا
تمہاری مدد چاہنے والی اُسکی حیات سے ہے پہر اپنے کو خلقت مین اُس سے زیادہ محکم کس طور سے گمان کر سکو گے اور یہان یہہ سمجہا چاہیئے کہ دوسری
روایتون مین کہ سورۂ بقرہ اور سورۂ فصلت مین واقع ہوئی ہین زمین کی خلقت کو آسمان کی خلقت سے پہلے بیان فرمایا ہے بلکہ پہاڑون کے قایم کرنے کو اور اس
اور اقوات اور برکت کا ساتہہ پیدا کرنے قوتون کے زمین مین بہی سورۂ فصلت مین آسمان کی خلقت پر مقدم ہے اور جو کشاف والے اور دوسرے
مفسرون نے کہا ہے کہ خلقت زمین کے جرم کی آسمان کی خلقت پر مقدم ہے اور بچہانا اور پہیلانا زمین کا آسمان کی خلقت کے بعد ہے سو یہہ تقریر پیش نہین
جاتی کیونکہ سورۂ فصلت مین زمین کی تمام خلقت کو اور جو کچہہ کہ اُسمین ہے آسمان کی خلقت سے مقدم فرمایا ہے اور سورۂ بقرہ مین بہی خلق
لكم ما في الارض جميعا ثم استوى الى السماء + زمین کی تمام مخلوقات کی تقدیم آسمان کے تسویہ پر دلالت کرتی ہے اسیواسطے ایک جماعت
علما کی اسبات کی طرف گئی ہے کہ خلقت آسمان کی زمین سے مقدم ہے مگر تسویہ آسمان کا زمین کے بعد ہے سو اس جماعت کو اس سورے سے غفلت واقع ہوئی ہے کیونکہ
اس جاے پر **فسوىها واغطش ليلها واخرج ضحىها** فرمایا ہے اور بعد اُسکے ارشاد کیا ہے **والارض بعد ذلك دحىها** پس
تحقیق یہہ بات ہے کہ مراد دحو زمین سے کہ آسمان کے تسویہ کے بعد ہے مرتبہ قضا اور ایجاد ما فی الارض کا ہے اور زمین کو بطور باغ کے مرتب کیا اور مراد خلقت
سے **ما في الارض من الجبال والنبات والاقوات** کی سورۂ فصلت اور سورۂ بقرہ مین ہے آسمان کی تسویہ پر مقدم ہے سو ان چیزون
کے اندازے اور تقدیر کا مرتبہ ہے نہ بالفعل کی ایجاد کا واسطے ظاہر ہے کہ تکوّن معادن اور نباتات کا بلکہ کائنات الجو بہی اشعۂ آسمانی پر اور اوضاع مختلفہ پر
اُس اشعہ کے موقوف ہین کہ حرکت سے آسمان کی مربوط ہین اور بعضے مفسرون نے کہا ہے کہ **ثم** اور **بعد ذلك** ان آیتون مین ترتیب کے واسطے نہین ہین بلکہ
نعمتون کی گنتی کے واسطے ہین کہ بسبب کثرت عنایت کے رعایت پس و پیش کی ذکر مین نہین کرتے ہین جیسے کوئی شخص اپنے غلام سے کہے کہ مین نے تجہکو فلانی فلانی
چیزین دی ہین مین نے تیری پرورش نہین کی پہر تجہکو اگلے مالک کے ہاتہہ سے کہ تجہپر ظلم کرتا تہا نہین چہڑایا بلکہ بعضون نے اُنہین سے کہا ہے کہ بعد یہان پر
مرتبے کی تراخی کے واسطے ہے جیسے **ثم كان من الذين امنوا** مین ہے کہ بعد فک رقبہ کے اور دوسری عبادات مالیہ کے مذکور فرمایا ہے

اور زمین ۔ ۷

اور زمین کا پہیلانا [illegible]
ہو جیسے آیت عتل بعد ذلک زنیم ہیں اور حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے منقول ہو کہ حق تعالی نے پہلے زمین کو بہت چہوٹا پیدا کیا اور اسمین
پہاڑون کی رگین پیدا کین اور اُن رگون مین برکت دی کہ اُنکے سبب سے پانی کو اپنے اندر کہینچ لے اور چشمین جاری ہون اور اندازہ کہانے کی چیزونکا مقرر کردیا پہر آسمان
کی طرف متوجہ ہوا اور آسمان ایک دہوین کی مانند تہا اُسکے سات آسمان بنائے پہر زمین کو پہیلایا جسقدر کہ اب ہو اور اول پیدایش زمین کی کعبۂ معظمہ
کے مقام پر تہی وہین سے پہیلائی گئی ہو اسی واسطے اُس خانۂ مکرم کے حق مین دوسری جائے پر فرمایا ہے ان اول بیت وضع للناس اور مکے
شہر کو اسی واسطے ام القری کہتے ہین واللہ اعلم اور یہہ ہی سمجہہ لیا چاہیئے کہ ان نعمتون کی تعداد مین بعضے مکانون پر حرف عطف کا لائے ہین اور
بعضے مکانون پر حذف کیا ہو سو اس نکتے کے دریافت کرنے کا قاعدہ یہہ ہو کہ جس مقام پر کہ پہلی نعمت مجمل ہو اور اُسکی تفصیل منظور ہو تو عطف کے حرف وہان
سے حذف فرمایا اسواسطے کہ مجمل و مفصل آپسمین ایک ہین حرف عطف کی گنجایش اُنمین ممکن نہین جیسے والارض بعد ذلک دحٰہا اخرج منہا
ماءھا ومرعٰہا اور جیسے بناھا رفع سمکھا فسوّٰھا اور جس جائے پر کہ پہلی نعمت کے بیان سے فارغ ہوکر دوسری نعمت کا بیان کرنا
مقصود ہے وہان پر عطف کا حرف لائے ہین چنانچہ اور سب آیتون مین مذکور ہو اور جو دفع کرنے سے کافرون کے شبہون کے کہ حیات اُخروی مین بیان کرتے تہے
فارغ ہوئے اور وہ بات کہ مقصود تہی یعنے تفصیل نیکون اور بدون کے حال کی اور امتیاز ہر ایک کا ان دونو طایفونمین اپنے حال کے اندر دہورا رہ گیا
تہا پہر تمام کرنیکو اس مقصد کے رجوع فرماتے ہین کہ کتنے دل اُس وقت زندگی دوبارہ زندگی کے سبب سے اور نفخۂ صور کی آواز سُننے سے مضطرب و بیقرار ہو جاوینگے
اور ثمرہ بہی اُنکے اس اضطراب کا ظاہر کریگا اور جس بلا سے کہ ڈرتے تہے وہی بلا واقع ہونیکی صورت پکڑیگی فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى
بس آنے سے رادفہ کے لوگ مضطرب و بیقرار ہو جاوینگے اور ہر شخص پر اپنے حال کا اندیشہ غلبہ کریگا کہ دیکہا چاہیئے مجہسے آج کے دن اس مقام پر اس زندگی مین گذشتہ
کے معاملے سے پیش آتے ہین اور کیا کرتے ہین اور جب دوسرا حادثہ آویگا اور وہ بہت بڑا اور سب حادثون پر غالب ہے کہ مراد تجلی قہر الہی سے ہے
مجازات کے واسطے اور حاضر کرنیکو عملون کے صحیفون کے اور شاہدون کے اور ارواحون اور ملائکہ کے اور نزدیک لانے کو دوزخ کے اُسکے موقف پر
یعنے کہڑے ہونیکی جگہہ پر اور دہر پکڑ گناہ گارون کی اور سوال اور مجرمون کی سزا کے واسطے اور طامہ کا لفظ ماخوذ ہے طم سے کہ غلبے اور علو کے
معنون مین ہو بقال فی المثل جری الوادی فطم علی القری یعنے جب نالہ جاری ہوتا ہو تو گڑہے پر پانی غالب ہوجاتا ہو اور کبری
تاکید پر تاکید اُس حادثہ کے غلبے اور علو پر ہو اور جزا اُس شرط کی کہ حرف اذا کا مدلول ہو لفظ فامامن طغی کا اپنے معطوف کے ساتہہ ہو اور جو یہہ حادثہ
بالاصالت نوع انسانی کی مجازات کیواسطے واقع ہوگا اور آسمان کا پہٹنا اور زمین کا تزلزل ورود کے حادثے محض اُسکی تمہید اور توطیہ ہین پس
واقع ہونا اُس حادثے کا نہو سکیگا مگر یَوْمَ یَتَذَکَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰى جس دن یاد کریگا آدمی اُن سب چیزون کو
جو دنیا مین سعی اور تلاش سے کی تہین گویا کام کرنے کے بعد کہ جزا اُسکی نہین دیکہی اور ثمرہ اُسکا نہین چکہا تو بہول گیا تہا آج اُسکا بدلا آنکہون سے
دیکہیگا تو اُن سب کامون کو یاد کریگا اور اپنے اعمالون کو اکٹہے کیئے ہوئے اور صحیفون مین ہی لکہے ہوئے دیکہیگا اور جو چیزین کہ اُسکے ذہن سے
جاتی رہی تہین پہر اُسکے ذہن مین بس جاوینگے اور قوائے فلکیہ کے سرایت کرتے سے اُسکے مدرکہ اور خیال مین ان عملون کو اُنکی صورتون سے دریافت کریگا
اور آسمان کے چرنے اور زمین کے پہٹنے سے عالم مثال علوی اور سفلی کو دیکہیگا وَبُرِّزَتِ الْجَحِیْمُ اور کہول دکہائی جائیگی دوزخ
لِمَنْ یَّرٰى جو چاہے دیکہے اور سب آدمی اُسوقت دوزخ کے دیکہنے مین برابر ہونگے جیسے دنیا مین انبیا اولیا دوزخ کو دیکہتے ہین اور عوام دوزخ کو
نہین دیکہتے آج جہان مین یہہ تفرقہ نرہیگا اس زیادہ کرنا لمن یری کا اُسکے ظہور کی تعمیم کیواسطے ہو جیسے قد بین الصبح لذی عینان یعنے ظاہر ہوئی صبح اُس
شخص کیواسطے کہ دو آنکہین رکہتا ہو ہرچندکہ یہہ حادثۂ عظیم تمام محشر والون کو سب محسوس کریگا اور دیکہنے سے قہر الہی کی نشانیون کے کہ دوزخ کی صورت سے
نمودار ہونگی سب بیہوش ہونگے لیکن اثر اُس غضب کا ہر کسیکو نہ پہنچیگا بلکہ لوگ اُس وقت مین دو فریق ہوجاوینگے فَاَمَّا مَنْ طَغٰى پہر جس شخص نے

دنیا مین سرکشی اور شرارت کی تہی اور اللہ تعالے کی مقرر کی ہوئی حدون سے تجاوز کیا تہا اور اکثر سرکشی اور شرارت کا سبب دنیا کی محبت ہی اسیواسطے حدیث شریف مین وارد ہوا ہی کہ حب الدنیا راس کل خطیئۃ یعنے دنیا کی محبت جڑ ہی خطاؤن کی اور یہہ طاغی دنیا کی محبت کے مرتبے سے بہی بڑہ گیا تہا **وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا** اور بہتر سمجہا تہا دنیا کا جینا اور اسکی لذتونکو اللہ تعالی کی رضامندی پر اور اسکے ثواب پر ترجیح دی تہی **فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى** پہر تحقیق دوزخ وہی ہی اسکا ٹہکانا کیونکہ دوزخ مظہر ہی قہر الہی کا اور دوری اور مہجوری کی صورت ہی اسکی جناب سے اور جو شخص نے غیر اللہ کو کہ دنیا تہی اللہ پر ترجیح دی تو اللہ تعالی سے نہایت دور جا پڑا اور اسکا ٹہکانا دوزخ کو ایسا ہی جیسے چور کا ٹہکانا جلاد کو یا سولی کو **وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ** اور جو شخص کہ دنیا مین ڈرا اپنے پروردگار کے حضور مین کہڑے ہونے سے اور سمجہا کہ مجہے اسکے حضور مین کہڑا ہونا ہی پس اسکی مقرر کی ہوئی حدون سے تجاوز اور سرکشی نچاہیے کرنا نہین تو وہان پر رو سیاہی حاصل ہوگی اور دنیا کی زندگانی کو ایک سفر سے زیادہ نہین حق سبحانہ تعالی کی مرضیات پر اور آخرت کے ثواب پر ترجیح دینا نچاہیے کہ آخر کو کام اسی سے ہی **وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى** اور روکا جی کو چاؤ سے یعنے خواہش نامشروع سے کہ اکثر دنیا کی ترجیح کا باعث وہی نفس کی خواہش ہوتی ہی **فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى** پس تحقیق بہشت وہی مکان اسکے لایق ہی اور شیخ ابوبکر وراق نے فرمایا ہی کہ حق تعالی نے دنیا اور آخرت مین کوئی چیز زیادہ بری ہوا سے کہ مخالف حق کے ہو نہین پیدا کی ہی اور اسیواسطے اہل طریقت کے نزدیک آدمی اسوقت بالغ ہوتا ہی کہ ہوائے نفس سے خلاص ہوجاوے چنانچہ عام لوگون کے عرف مین اسوقت بالغ ہوتا ہی کہ محبت سے کہیل کود کی خلاص ہوجاوے **بیت** خلق اطفال اند جز مست خدا ✽ نیست بالغ جز رہیدہ از ہوا ✽ پس ٹہکانا اسکا دوزخ کو اس طرح سے ہوگا جیسے تماشبین جلاد کو یا سولی کو دیکہین کہ اور فرحت اور خوشی کا ہو ہر چند کہ اس مقام مین حال بیان کرنا آدمیون کے دو فرقون کا منظور ہی کہ محشر کے دن انجام ہر ایک کا انمین سے ایک اور ہی رنگ کا ہی لیکن مفسرون نے کہا ہی کہ اِن دونون وصفون مین اشارہ ہی دو حقیقی بہائیون کے حال کی طرف قریش مین سے کہ دونونکو انکے باپ کا مال بہت سا ہاتہ لگا تہا اور انکی مانے نہایت پیاری تہی خوش خوراکی اور خوش پوشاکی مین انکی شب و روز مصروف رہتی تہی ایک انمین سے کہ مصعب بن عمیر نام کہتے تہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کی صحبت مین حاضر ہوا کرتے تہے اور اللہ تعالے کے خوف سے دنیا کی لذتین چہوڑ دی تہین اور راتونکو تہجد گزاری مین بیدار رہتے تہے اور ہمیشہ روزے رکہتے تہے اور اچہا کہانا نہ کہاتے تہے کہ عورتون کی خواہش زیادہ ہوگی آخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ کے فرمانے سے وہ مال و متاع اور دولت و حشمت چہوڑ کر اور سارے گہر بار سے جدا ہوکر غربت و کربت مین مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی اور قرآن پڑہانے مین وہان کے لوگون کے مشغول ہوے اور جنگ احد کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نشان اٹہا کر کمال استقلال و جوانمردی اور آزادگی کے ساتہ دنیا سے گئے اور شہید ہوے **اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ** یہانتک کہ انکے کفن کے واسطے سوا ایک لنگ کے کچہ میسر نہوا اور وہ بہی انکے قد کے برابر نہ تہی اگر پاؤن چہپاتے تہے تو سر کہل جاتا تہا اور اگر سر چہپاتے تہے تو پاؤن کہل جاتے تہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس لنگ سے انکے سر کو چہپادو اور انکے پاؤن کو خوشبودار گہاس سے کہ اسکو اذخر کہتے ہین چہپادو پہر لوگون نے ویسا ہی کیا اور دوسرا بہائی کہ جسکا نام عامر بن عمیر تہا شب و روز عیش و عشرت مین مصروف تہا اور محرمات شرعیہ مین مستغرق اور ترک دنیا کیواسطے ہمیشہ اپنے بہائی سے لڑتا جہگڑتا تہا اور دنیا کی محبت کے واسطے آنحضرت صلعم کی صحبت سے بہاگتا تہا اور حاضر نہوتا تہا اور ایمان اور ایمان کے حکمونکو قبول نہین کرتا تہا یہانتک کہ جنگ بدر کے دن کافرون کے ساتہ مارا گیا اور کندۂ دوزخ ہوا **اَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْ سُوْءِ الْخَاتِمَةِ** اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کافرون کے سامنے قیامت کے یہ احوال بیان فرماتے اور کہتے کہ دوزخ طاغیون اور سرکشون اور دنیا طلبونکی جگہ ہی اور بہشت متقیون اور خدا والونکا مقام ہی تو کافر پوچہنے لگتے کہ یہہ سب تو قیامت کے بعد ہوگا پہر تم ہمکو بتاؤ کہ قیامت کب ہوگی اور اسکے آنیکا کونسا وقت ہی اللہ تعالی نے انکے اس بیہودہ سوال پر خفگی فرمائی اور ارشاد ہوا **يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ** پوچہتے ہین تجہسے قیامت کے آنیکا وقت **اَيَّانَ مُرْسٰىهَا** کب ہوگا برپا کرنا اس قیامت کا اور کونسے وقت ہوگی حالانکہ یہہ سوال انکا محض بیجا ہی کیونکہ آیندہ کی باتین بتانا پیغمبر کا کام نہین ہی کہ تجہسے اس قسم کی باتین پوچہتے ہین یہہ تو نجومیون اور رمالون اور جفریون اور فال دیکہنے والون اور کاہنون کا کام ہی تیرا کام تو احکام الہی پہنچانا

ف

ہی اور ڈرا دیا اللہ کے عذابون سے بغیر تعین وقت کے **فِيمَ أَنتَ مِن ذِكْرَاهَا** توکس بات مین ہی اُس قیامت کا وقت
بیان کرنے مین کیونکہ انبیا اولیا گاہے گاہے آگے ہونے والی بات کے وقت کو بیان کر دیتے ہین سو محض اسواسطے کہ جب وہ بات اُسیوقت ہو جاتی ہی تو
لوگونکو اُنکی نبوت اور ولایت پر اعتقاد آجاتا ہی اور اُن سے اللہ کی راہ سیکھتے ہین اور ہدایت پاتے ہین جیسے ظاہری اطبا کہ بعضے وقت بطور تقدمۃ المعرفت
کے مریض کے تغیرات مزاجی آیندہ کو بتا دیتے ہین اس واسطے کہ لوگونکو اس بات کے ظہور مین آنیکے بعد انکی طبابت پر اعتقاد آجاوے اور مخلوق
اُنکے معالجے سے نفع اُٹھاوین والا بیان کرنا آیندہ کے حادثون کے وقت کا نبوت اور ولایت کی شرطون سے نہین ہی چنانچہ بیان تقدمۃ المعرفت کا
یعنے آگے کی بات پہچاننے کا بیان کچھہ طبابت کی شرطون سے نہین ہی اور ایک بات ہوتی ہی کہ اُسمین تو فی الجملہ کچھہ فائدہ بھی ہوتا ہی اور قیامت کے وقت
بیان کرنے مین کچھہ فائدہ بھی نہین کیون کہ اگر کسی کو بعد واقع ہونے قیامت کے انبیاؤن کی نبوت پر اعتقاد آیا تو کیا حاصل کہ ایمان کا وقت تو فوت ہوگیا
اور اگر قیامت کے واقع ہونے کے قبل موقت اُسوقت بیان کئے گئے کی معلوم ہو نہین سکتی پس قیامت کے وقت کا ذکر ہرگز نبوت کے کام سے تعلق
نہین رکہتا اور ان سب باتون کے ساتھہ خود یہہ علم بھی ایسا نہین کہ کسی بشر کا مدرکہ اسکا احاطہ کر سکے کیونکہ تمام حادثے کہ عالم مین واقع ہوتے ہین سو
اسباب بہی اُن حادثون کے عالم مین موجود ہین تو اُن حادثون کے واقع ہونے کا وقت مقرر کر سکتے ہین اور یہہ کہہ سکتے ہین
کہ جب یہہ اسباب جمع ہو وینگے اور یہہ موانع دور ہو جاوینگے جسوقت مین ہون تب خواہ مخواہ یہہ حادثہ واقع ہوگا برخلاف اس حادثے عامہ کے کہ تمام کارخانے
پر اس عالم کے صدمہ پہنچاویگا اور اسباب مانند مسببات کے درہم برہم ہو جاوینگے بدل سکے واسطے ایک سبب ہی اس عالم کے اسباب کے ماسوا کہ بشر کے
فکر کی حد وہان نہین پہنچتی ہی اسیواسطے جو شخص کہ اس عالم مین سے سوال کیا جاتا ہی بواسطہ یا بیواسطہ اسکو علم الٰہی کے حوالے کر دیتے ہین اور
اسیواسطے فرمایا ہی **إِلَىٰ رَبِّكَ مُنتَهَاهَا** تیرے رب ہی کی طرف ہی انتہا اُسی قیامت کی اسواسطے کہ قیامت کے وجود کا سبب ارادہ
ٹہری اُسی ذات پاک کا ہی کہ عوض لینے کے واسطے بنی آدم کے گنہگارون کی طرف متوجہ ہوگا اور اس ارادے کے وقت کا جاننا کہ کب ہی اور بنی آدم کے
بُرائیون کے اندازے کو معلوم کرنا کہ کتنی ہین اور کون بُرائی قابل سزا دینے کے ہی یہہ سب جدا اُسی ذات پاک کا ہی تیرا کام اور دوسرے آدمیون کا نہین ہی
کہ اس علم کو جان سکین مگر ایک طور سے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُنکو یہہ علم عنایت ہو اور وہ ہونیوالا نہین کیونکہ **إِنَّمَا أَنتَ مُنذِرُ**
مَن يَخْشَاهَا نہین ہی تو مگر ڈرانے والا اُس شخص کا جو قیامت سے ڈرتا ہی اور یہان پر ایک شبہ بیان کرتے ہین کہ ڈرتے کو ڈرانا
کیا بعضے جواب اسکا یہہ ہی کہ علم اجمالی کے سبب سے کہ ہر عاقل کو مجازات پر حاصل ہی یہہ جانتا ہی کہ دنیا مین مجازات واقع نہین ہو سکتا سوا ایک اور عالم
اُسکے واسطے چاہیئے پس خوف قیامت کا اُسسے پیدا ہوتا ہی اور انبیا اور مرسلین کا ڈرانا بیان کرنے سے مجازات کی تفصیل اور مضرات اور منافعات سے
اُس جہان کے ہی پس جو شخص کہ علم اجمالی مجازات پر نہین رکہتا انبیا اور مرسلین کے ڈرانے سے بے بہرہ ہی اور بعضے مفسرون نے کہا ہی کہ مراد من یخشیٰ سے
یہہ ہی کہ خوف آخرت کی استعداد کا بالقوہ اُسمین موجود ہی نہ یہہ کہ بالفعل ڈرتا ہی اور ڈرانے سے انبیاؤن کے سوائے اُن لوگون کے کہ استعداد خوف کی
رکہتے ہین فائدہ مند نہین ہوتے تو گویا انبیاؤن کو دوسرون کے ڈرانے کا منصب نہین ہی حاصل کلام کا یہہ ہی کہ ڈرنے والے اور ڈرانیوالے کو
سوال اُس چیز کے وقت کا اصلا درکار نہین ہی جیسے کسی مسافر کو جو چورون کا ڈر ہو یا کوئی دوسرا اسکو قزاقون سے ڈراوے اور وہ پوچھے کہ مجہپر کسوقت آوینگے
جب تک اُسکا وقت بیان نکریگا تب تک مین ہرگز یقین نکرونگا تو ظاہر ہی کہ اگر کافرونکا سوال قیامت کے وقت کا اسواسطے تہا کہ اگر وقت کا بیان کریگے
تو ہم ایمان لاوینگے بس یہہ صاف بیجا ہی کیونکہ بیان کا وقت اُس صورت مین موجب ایمان کا ہوتا ہی کہ وقوع واقعہ کا موقع اُسوقت کے ہووے اور اس سے
پہلے بیان کرنا اور نکرنا وقت کا برابر ہی اور بعد واقع ہونے قیامت کے ایمان کا اعتبار نہین ہی اور اگر اسواسطے ہی کہ اسکا بعد اور قرب معلوم کرین اگر دور ہو تو
خاطر جمع سے بیٹہہ رہین اور اگر نزدیک ہو تو اُسکی فکر کرین تو یہہ بھی بے حاصل ہے کیونکہ قیامت قائم ہونیکے وقت یہہ مدت دراز جو
گذری ہی اُنکو بہت تہوڑی معلوم ہوگی **كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا** گویا کہ وہ لوگ جس روز کہ دیکھین گے نشانیان اُس

[illegible]

اور برزخ مین **اِلَّا عَشِیَّۃً** مگر ایک عشا کہ آفتاب کے زوال سے غروب تک ہوتی ہے **اَوْ ضُحٰہَا** یا اوسکی ضحی کے کہ طلوع آفتاب سے
زوال کے قریب تک اسکا وقت ہوتا ہے اور تردد انکا عشا اور ضحی مین اسواسطے ہوگا کہ اگر عمر انکی مشقت اور رنج مین گذری تہی اور برزخ مین بہی
عذاب مین گرفتار رہتے اسواسطے اپنی بقا کی مدت کو آدہے دن کی برابر جانینگے کہ وہ ماندگی اور رنج کا وقت بہی ہے اور اگر انکی
عمر راحت مین گذری تہی اور برزخ مین بہی چندان معذب نہین ہوئے تو اپنی بقا کی مدت کو ضحی سمجہین گے اور بعضے علما نے کہا ہے کہ شروع رات دن کے
دوریکا اکثر لوگون کے نزدیک جیسے ہنود اور یونانی وغیرہ ہین دوپہر دن سے ہے اور شریعت مین اول فجر سے اور جو اہل محشر منظور رکہینگے کہ اپنی بقا کی مدت
کو آدہے دن سے بہی کمتر بیان کرین تو کہین گے کہ اگر شروع دن کا نصف النہار سے ہے تو جتنے دیر نہین کی مگر برابر ایک عشا کے اور اگر ابتدا اول
فجر سے ہے تو جتنے دیر نہین کی مگر ایک ضحی اور ظاہر ہے کہ مقدم ہونے مین عشا کے ضحی پر یہی ہے لیکن اضافت ضحی کی عشا کی طرف اس جہت سے ہے تاکہ آگاہ
ہو اس بات کی طرف کہ بالکل دنیا کی مدت انکے گمان مین ایک روز کے برابر ہوگی چنانچہ دوسری جائے پر انکی زبان سے فرمایا ہے کہ ان لبثتم
الا یوما اور اپنے نوع کی بقا کا زمانہ دنیا مین اس روز کی ایک ساعت کے برابر جانینگے نہ یہہ کہ عشا ایک دن کی اور ضحی دوسرے دن کی اور اگر
عشیۃ او ضحی فرماتے اور اضافت ضحی کی عشیۃ کیطرف نکرتے تو اتحاد ایک روز کا بوجہا نجاتا اور احتمال ہے کہ معنے اس آیت کے اس طور سے ہون
الا عشیۃ او ضحہا ایضا مع العشیۃ اور حاصل یہہ کہ اپنی دنیا کے باقی رہنے کی مدت مین تردد کرینگے کہ ادہا روز تہا یا سارا
روز چنانچہ دوسری جائے پر انہین کی زبان سے نقل فرمائی ہے کہ لبثنا یوما او بعض یوم فاسال العادین واللہ اعلم

سُوْرَۃُ عَبَسَ

تمہید

یہہ سورہ مکی ہے اسمین بیالیس آیتین اور ایک سو تینتیس کلمے اور پانسو ترپن حرف ہین اور اس سورہ کا ربط سورہ والنازعات سے کئی طور سے ظاہر ہے اول تو
یہہ کہ آخر مین سورہ والنازعات کے انما انت منذر من یخشہا فرمایا ہے اور اس سورہ مین عتاب و خطاب ہے ترک کرنے پر اس منصب کے
لوازمات کے کہ اما من جاءک یسعی وھو یخشی فانت عنہ تلہی دوسرے یہہ کہ اس سورہ کا قصہ اس سورہ کے قصے سے تقابل رکہتا ہے
وہان پر ایک پیغمبر جلیل القدر کو کہ حضرت موسی علیہ السلام تہے روبرو ایک بادشاہ صاحب اقتدار کے بہیجا اور اسکی خوشامد کا حکم فرمایا فقل ھل لک الی ان
تزکی اور یہان پر ایک فقیر اندہے خاکسار کو آگے خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لائے اور اسکی خاطرداری کا حکم ہوا اور اغنیا اور ثروت والون
توجہ کرنے پر عتاب فرمایا وہان حضرت موسی علیہ السلام بطور آرزو کے کہتے تہے ہل لک الی ان تزکی اور یہان حق جل علا امیدوار کرتا ہے کہ لعلہ یزکی
اور اس بادشاہ کو طغیان و سرکشی سے وصف فرمایا اور اس فقیر کا خوف و خشیت سے وہ بادشاہ جبار اپنے مکان پر تہا اور پیغمبر کو اسکے پاس جانیکا حکم ہوا کہ
اذھب الی فرعون اور یہان پر وہ فقیر خود دوڑا چلا آتا ہے کہ اما من جاءک یسعی تا معلوم ہو کہ دربار انبیا کا تمام تابعداری اور فرمانبرداری ہے
جسطرح سے ارشاد ہوتا ہے اسیطرح سے بجا لاتے ہین اگر اغنیا اور سرکشون کی ملاقات کا حکم ہوتا ہے تو بسر و چشم اور اگر فقیرون خاکسارون کی تعظیم و توقیر کا ارشاد ہوتا ہے تو
علی الراس والعین تابعداری و فرمانبرداری سے فقیرون کی خوشدل ہوتے ہین ورنہ سرکشی و جباری سے متکبرون کی تنگدل فرعون کو دیکہا چاہیے کہ کس صفت سے موصوف ہوکر
ثم ادبر یسعی پہر پیٹہہ پہیر کر راہ حق سے بہاگتا تہا اور اس مسکین اندہے کو غور کیجیے کہ کس طور سے آتا ہے جاءک یسعی یعنے حق کی طرف منہ
کرکے دوڑتا ہے تیسرے یہہ کہ ان دونون سورتون مین ذکر قیامت کے دن کے اور تکلیفین اس روز کی ایک ہی طور سے مذکور ہین جیسے اس سورہ مین فاذا
جاءت الطامۃ الکبری یوم یتذکر الانسان ما سعی الی آخرہا فرمایا ہے اور اس سورہ مین فاذا جاءت الصاخۃ یوم یفر المرء
من اخیہ الی آخرہ ارشاد ہوا چوتہے یہہ کہ تعداد اللہ تعالی کی نعمتونکا درست کرنیمین آدمی کی معاش و خلقت کے اور اسکے اصول کے بہی ان دونون سورتون مین

مناسبہ

مناسبت قریب تھا دیکھ کہتے ہیں کہ ان دونوں میں ایک یہ ہی ہے کہ اُس سورہ میں اخرج منہا ماءہا ومرعٰہا متاعا لکم ولانعامکم مذکور ہے اور اس
سورہ میں وفاکہۃ وابا متاعا لکم ولانعامکم اور اُس سورہ میں خلقت آسمان کی اور رات و دن اور زمین اور پہاڑ کی یاد فرمائی ہے اور اس
سورہ میں خلقت آدمی کی نطفے کی حالت کے وقت سے تا دم مرگ ارشاد ہوئی اور پہلے اسبات کے کہ سبب اس سورہ کے نازل ہونیکا مذکور
ہو تمہید ایک مقدمے کی ضرور ہے اول یہ سمجھ لیا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے محبوبوں میں کہ انکو ہدایت اور ارشاد کے کام کیواسطے چن لیا ہے اور درمیان میں
سب لوگوں کے جنسیت میں اور صفات بشریت کے اور صفات نفس کے کچھ فرق نہیں ہوتا بلکہ فرق اس جہت سے ہے کہ محبوبوں کو خود تربیت فرماتے
ہیں اور جب کبھی کوئی صفت نفس کی صفاتوں میں سے انسے موافق مقتضا جبلت بشریہ کے کچھ ظاہر ہوتی ہے اور اپنی خودی سے کوئی حرکت کہ شایستہ
نہیں کہ موجب نور حق کے حجاب کا ہو تو بطریق تادیب و عتاب کے آگاہ کر دیتے ہیں اور اسکا تدارک فرماتے ہیں چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
اسبات کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ ادبنی ربی فاحسن تادیبی وعلمنی فاحسن تعلیمی تو یہانتک کہ اول تخلق باخلاق الٰہیہ انکو حاصل
ہو کہ مرتبے وصول کو اور فنائے نفس کو لازم ہے اور بعد اسکے تحقق ساتھ ان اخلاق کے میسر ہو کہ مرتبہ بقا کے تابع ہے اور اسکو حالت استقلال و تمکین کی
کہتے ہیں بس چاہیے کہ اس قسم کی حرکتوں کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ آپ جناب کے مرتبے اور منصب کے منافی نہیں بلکہ تادیب و عتاب الٰہی ان حرکات پر عین دلیل ہے
اس منصب اور اس رتبہ عظیم کی اور جو یہ مقدمہ تمہید کیا گیا ہوا تو سمجھ لیا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز مسجد الحرام میں تشریف رکھتے تھے اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عتبہ اور سردار قریش کے جیسے عتبہ اور ربیعہ شیبہ کے بیٹے اور ابوجہل ہشام کا بیٹا اور حضرت عباس عبد المطلب کے بیٹے اور دوسرے رئیس
بیٹھے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انکو دین اسلام کی خوبی اور بت پرستی کی برائی سمجھاتے تھے اور کمال توجہ سے انکے ساتھ باتوں میں مشغول تھے کہ اتنے میں
ایک اندھا یعنی عبداللہ بن شریح بن مالک بن ربیعہ زہری کہ انکو ابن ام مکتوم بھی کہتے تھے اسواسطے کہ مکتوم اندھے کو کہتے ہیں اور انکی ماکو ام مکتوم کہا کرتے
تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسوقت کے آنیسے انکے ناخوش ہوے اور جانا کہ یہہ شخص نابینا ہے مجلس کے رنگ ڈھنگ تو جانیگا
نہیں بے محل اور بے موقع کلام کریگا اور بات میں بات کر بیٹھے گا اور یہہ جو میں ان سرداروں سے باتیں کر رہا ہوں اور دعوت اسلام کی کرتا ہوں نا تمام رہجاویگی
آخر اُس نابینا نے کچھ مجلس کے پیش و پیش کا خیال نکیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک آکر بیٹھا اور کہنے لگا کہ مجھکو کلام اللہ کی فلانی فلانی سورت سکھا دو
اور میری طرف کو توجہ فرماؤ کہ میں بہت دور سے بڑی محنت اور مشقت سے پوچھتا پوچھتا آپ تک آیا ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سرداروں کی خاطرداری کے
واسطے کچھ جواب نہ دیا اور فرمایا کہ ٹھیرو وہ نابینا تھوڑی دیر تو ٹھیرا پھر اُسی طرح سے کہنے لگا یہانتک کہ کئی بار یہہ مقدمہ اسی طور سے ہوا آخر اُسکی اس حرکت
بیجا کے سبب سے کہ ان سرداروں کی تنگدلی اور رنجش کے باعث تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چین بجبین ہوے اور چہرۂ مبارک پر آثار خفگی کے
نظر آنے لگے اور اپنا منہ اُس نابینا کی طرف سے پھیر کر اُن سرداروں کی طرف متوجہ ہوے بس اُسی حال میں یہہ سورت نازل ہوئی اور اس عتاب سے
سخت خفگی اتری اور روایت کیا گیا ہے کہ جوں جوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان آیتوں کو جبرئیل علیہ السلام کی زبان سے سنتے تھے وہ رنگ مبارک
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خوف سے زرد ہو ہو جاتا تھا یہانتک کہ جب کلا انہا تذکرۃ کو زبان سے جبرئیل علیہ السلام کی سنا تو خوش ہوئے اور
وہ خوف دل سے کم ہوا اور رنگ ٹھکانے آیا اور سمجھے کہ یہہ خفگی فقط نصیحت کے واسطے ہے مہربانی اور عتاب کی راہ سے کچھ غضب کی راہ سے
نہیں ہے بعد اسکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُس نابینا کے گھر کو جو مایوس ہو کر چلا گیا تھا تشریف فرما ہوئے اور عذر کیا اور اسکو ہمراہ اپنے
دولتخانے کو تشریف لائے اور اپنی چادر مبارک بچھا کر اُسکو اُسپر بٹھایا پھر جب کبھی وہ نابینا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں آتا
تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُسکی نہایت تعظیم و تکریم کرتے تھے اور ارشاد فرماتے کہ مرحبا بمن عاتبنی فیہ ربی یعنی خوش آیا وہ شخص کہ
جسکے واسطے میرے پروردگار نے مجھکو عتاب فرمایا اور جسوقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُس نابینا کو دیکھتے تو فرماتے تھے کہ اگر تیری کچھ حاجت
یا کام ہو تو کہہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُس نابینا کو دو بار مدینہ منورہ میں اپنے قایم مقام امام نماز کا مقرر کر کے سفر کو تشریف فرما ہوئے ہیں

اور انس بن مالک نے ایک عجیب احوال اُس نابینا کا روایت کیا ہی کہ مینے اُسکو قادسیہ کی لڑائی مین دیکہا زرہ پہنے اور ایک تازی گہوڑے پر سوار اور
آگے اسکے ایک سیاہ نشان تہا اور باوجود اس نابینائی کے کافرون کی صفون پر حملے کرتا تہا اور یہ بہی روایت کیا گیا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم اس قصے کے بعد کسی فقیر سے چین بہ جبین نہین ہوئے اور کسی دولتمند سے تملق اور بناوٹ نہین کی اور اس مقام پر مفسرونکو اس خفگی اور
عتاب ہونیکے مقدمے مین بڑا اشکال ہی کیون کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس معاملے مین کوئی ایسی بات کہ خلاف قواعد شرعیہ کے ہو عمل مین
نہین آئی پہر اسقدر خفگی آن پر کس واسطے فرمائی کیون کہ شرع کا قاعدہ ہی کہ عام نفع مقدم ہی خاص نفع پر پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت
اسلام کو جو آن سردارونکو کرتے تہے قرآن سکہانے پر اُس نابینا کے اسواسطے مقدم رکہا کہ انکے اسلام لانے مین سارے شہر کے اسلام لانیکی
توقع تہی کہ الناس علی دین ملوکہم اور تعلیم کرنے مین قرآن کی سورتون کے اُس نابینا کو خاص اس نابینا ہی کے واسطے فائدہ تہا اور پس دوسرے
یہ کہ اسلام کی دعوت مقدم ہی قرآن سکہانے سے کیونکہ وہ اصل ہی اور یہ فرع اور فقہا کے نزدیک یہ بات ٹہر چکی ہی کہ اگر کوئی شخص کسی کے پاس
آوے اور کہے کہ مجہکو اسلام کی تعلیم کر اور دوسرا شخص اُسیوقت کہے کہ مجہکو قرآن پڑہا یا کچہ ارشاد اور نصیحت کی خواہش کرے تو اسوقت اسلام کی
تلقین کو مقدم کرنا چاہیے کہ اُسکے دیر کرنے مین بڑا نقصان ہی اور باتون مین دیر کرنیکی نسبت سے کیونکہ کافر کی حالت اپنے مرض روحانی کے مبتلا
ہونے مین کہ کفر ہی سرسام والے کی مانند ہی کہ ذراسی غفلت اور سستی مین علاج کے درجے سے گذر جاتا ہی اور اُس شخص کی حالت جو مسائل شرعیہ یا قرآن نہ
نہین جانتا مانند اُس مریض کے ہی کہ مرض اُسکا چندان سخت نہین آہستہ آہستہ تدارک اُسکا ہو سکتا ہی اور ترش روئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کہ اُس
نابینا کی حرکات نا ملائم کے سبب سے ظاہر ہوئی تہی دو جہت سے خفگی کے قابل نہین تہے اول تو یہ کہ یہ تغیر بے اختیاری ہی اختیاری نہین پس اس قسم کے
کامون کی تکلیف دینا تکلیف مالا یطاق کی قسم سے ہی دوسرے یہ کہ نابینا کے سامنے ترش رو ہونا اور مُنہ پہیر لینا یا کشادہ پیشانی ہونا اور اسکی طرف
رخ کرنا برابر ہی کیون کہ وہ کچہ دیکہتا نہین ہی کہ اُسکو ترش روئی کا رنج ہو اور ان سب سے علاوہ یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اُس وقت
تک جناب الٰہی مین اس فعل کا ناپسند ہونا بہی معلوم نہ تہا اس واسطے کہ ممانعت اُس وقت تک اس فعل کی نازل نہین ہوئی تہی تب ابتدا نہی مین اسقدر
خفگی کا کیا محل تہا جواب اس اشکال کا یہ ہی کہ شعر کار پاکان را قیاس از خود مگیر ۔ گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر ۔ ہر چند کہ وہ نابینا چہرہ مبارک کے
تغیر کو نہ دیکہتا تہا لیکن دوسرے لوگ تو دیکہتے تہے اور اغنیا کی خاطرداری اور فقرا کی طرف سے بے پروائی دریافت کرتے تہے حق تعالی نے اپنے محبوب کے
حق مین اتنے توہم کو بہی پسند نہ رکہا اور چاہا کہ ظاہر و باطن میرے محبوب کا میری رضامندی ڈہونڈہنے مین مصروف رہے اور ہرگز کسیکو میرے محبوب
کیطرف ریا کی تہمت کا گمان بہی نہ رہے اور یہ بہی ہی کہ نفوس قدسیہ کو چاہیے کہ سیکہنے والیکی استعداد کے موافق فیض و فائدہ پہنچانا منظور رکہین اور کام
کے انجام پر نظر کرین کہ بہت سے حقیر خاکسار اپنی استعداد عالی کے سبب سے شمع اور چراغ عالم کا ہوئے ہین پس قوت استعداد سے شاگرد کی امیدوار عام
نفع کا چاہیے رہنا اور کثرت پر تابعدارون کی کہ بالفعل اغنیا کو حاصل ہی فریب کہانا ظاہر بینون اور ناواقفونکا کام ہی جو استعداد نفوس کے مراتب کو
نہین جانتے ہین اور یہ بہی ہی کہ اس نابینا کو فائدہ ہونا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض صحبت سے یقینی امر تہا اور ان سردارونکا فائدہ اٹہانا
دعوت اسلام سے پہر فائدہ اٹہانا شہر والونکا انکی پیروی سے ایک خیالی بات تہی اور موہوم بات کو معلوم پر ترجیح دینا خوب نہین اور
کنہ بات کی یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حرکت گناہ اور خلاف شرع ہونے کا لگاؤ بہی نہین رکہتی تہی لیکن محبوبون کے فقط
گناہ سے بچنے پر اکتفا نہین کرتے ہین بلکہ اُن سے تخلق باخلاق الٰہی چاہتے ہین جیسے شفیق باپ اگر کوئی بات اپنے فرزند سے خلاف اپنی
وضع اور آئین کے دیکہتا ہی گو کہ وہ مشروع اور اچہی ہو غصہ کرتا ہی چنانچہ بادشاہ اپنے فرزند کے واسطے نہین چاہتے کہ صلحا اور مشائخون کیطرح
مسجدون مین معتکف ہون یا گوشہ گیری اختیار کرین اور مشائخ اور صلحا نہین چاہتے کہ ہماری اولاد سپاہیون اور نوکری پیشون کی
تلاش معاش مین مشغول ہون گو کہ وجہ حلال سے ہو وعلی ہذا القیاس پس یہ عتاب و خطاب کچہ گناہ اور تقصیر پر نہین ہی کہ وجہ اُسکی

سبب گناہی کی صورت مین متشکل ہو جاوے بلکہ یہ تو اس قسم سے ہی جیسے والدین کی تربیت اپنے فرزندون کے واسطے ہوتی ہی سو وجہ اسکی ظاہر ہوئی
اور وجہ اسکی نام ہونیکے ساتھہ عبس کے یہ ہی کہ خفا ہونیکا اس ذات پاک کے ایسے نبی عظیم القدر پر اس بات پر کہ ادنی سے ادنی شاگرد سے منہ پھیرا
اور امیرون کیطرف متوجہ ہوئے نام ایک سورۃ کا قرآن مجید کے سورون سے ہوا اور مدتون اور قرنون تک عنایت اور مہربانی اللہ تعالے کی شاگردون اور طالب
علمون پر پیش نظر ہر مسلمان کے خصوصا مرشدون اور معلمون کے ہو کر فقط اس سورۃ کا نام سنتے ہی وہ قصہ انکو یاد آوے اور عبرت پکڑین اور یہ بھی ہی کہ کمال
محبوبیت اس پیغمبر کی حضور خدا مین ثابت ہو کہ اسقدر تغیر چہرے کو انکی اتنا شاق جانا کہ بار بار قاریون اور پڑہنے والون کی زبان سے یاد فرماتے ہین
اور اسکی خبر دیتے ہین اور اس کلام کو کہ جہین یہ قصہ مذکور ہی اسی طور سے شروع کیا جیسے کہ عاشق شیدا اپنے محبوب کے معاملہ نا مرغوب کو
شاق جان کر اس معاملے کے وقت اور مکان کا بھی پتا اس معاملے کے ساتھہ بتاتا ہی

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

عَبَسَ تیوری چڑہائی پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور اسقدر پر بھی اکتفا نہ کی بلکہ **وَتَوَلّٰٓى** اور منہ موڑا **اَنۡ جَآءَهُ الۡاَعۡمٰى** ١
اس سبب کہ آیا اسکے پاس اندہا اور مفسرین کا اختلاف ہی اس بات مین کہ نابینا کا آنا کس واسطے اس جگہ ذکر فرمایا بعضے کہتے ہین کہ محض بیان واقع کا ہی
اور بعضے کہتے ہین کہ کثرت عتاب کے واسطے ہی کہ ہمنے اس پیغمبر کو رحمۃ للعالمین کیا اور مخلوق کی ہدایت کیواسطے بہیجا اور زیادہ تر لائق رحمت کے ضعیف اور
نادار اور اندہے ہین اور مستحق رہنمائی کے اندہے شاگرد ہین پس اس قسم کے لوگون سے منہ پھیرنا پیغمبری کے مرتبے سے نہایت بعید ہی مثال اسکی ایسی ہی جیسے
کوئی شخص اپنے خادم کو فرماوے کہ جو راہ بہولے اسکو بتاویا کر اور وہ خادم دیکہنے بہالنے والونکو راہ بتاوے اور اندہے دستبستہ کیطرف التفات نکرے اور بعضون نے
کہا ہی کہ کمال خفگی کے سبب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کلام مین مخاطب بہی نفرمایا کیونکہ آنحضرت اللہ تعالی کی مرضی سے خارج ہو گئے تہے اگرچہ اسکی بندون کو
اسکی طرف بلاتے تہے لیکن حضور حق سے غائب کے حکم مین قرار دیا ہی سو اسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسوقت حضور حق کے طالبون کے مطالب سے غفلت کی تہی اور جواب کے
خطاب تو نہین ہی پہر جو شکوہ کرنا شروع کیا تو اچہی طرح سے دہمکانیکے واسطے خطاب فرمایا جیسے کوئی شخص کہ اول اپنے گنہگار بندے کی شکایت لوگون کے سامنے کرتا ہی اور
کمال خفگی کے سبب سے مخاطب نہین کرتا پہر جب شکایت کے وقت جوش مین آجاتا ہی تو خطاب اس بندے کی طرف شروع کرتا ہی اور جو یہان پر دوسرا کوئی مخاطب تہا کہ انکی شکایت
انکے سامنے بیان فرماتے تو اول شکایت انکی انہین کے سامنے بطور غیبت کے بیان فرما کے پہر خطاب عتاب آمیز شروع کیا تاکہ اشارہ اس طور کیطرف ہو اور شدت خفگی کی
معلوم ہو اور محققین نے کہا ہی کہ اس قصے کا لانا تمہید عذر کیواسطے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف سے اس معاملے مین کہ اس نابینا کے ساتھہ کیا اور یہ نہایت
رحمت اور محبت کا مقتضا ہی کہ عین عتاب مین انکا عذر بہی بیان فرماتے ہین جیسے کوئی شفیق باپ شکایت نامناسب اپنے بیٹے کی لوگون کے سامنے کرتا ہی
اور عین شکایت مین اپنے بیٹے کا عذر بہی بیان کئے جاتا ہی تاکہ لوگ جانین کہ یہ لڑکا قابل خفگی کے نہین ہی اور اس کام کے کرنے مین معذور ہی لیکن شفقت
پدری کا کمال ہی کہ اسکے حق مین اسقدر پر بہی راضی نہین ہی اور چاہتا ہی کہ تربیت اسکی کمال کے درجے کو پہنچاوے اور وجہ عذر کی یہ ہی کہ گویا یون ارشاد ہوتا ہی کہ جس خلق
اس پیغمبر کا صلا اس بات کو نہین چاہتا تہا کہ فقیرون محتاجون سے کہ طلب حق کی کرتے ہین اور دین کی راہ ڈہونڈہتے ہین اس طور سے پیش آوے لیکن اس
پیغمبر نے جانا کہ یہ شخص نابینا ہی منہ پہیرنے مین اور توجہ کرنے مین کہ ترش روئی اور خندہ روئی مین امتیاز نہین کر سکتا ہی تو اسکی بیجا حرکتون کے سبب سے
تیوری چڑہائی اور منہ موڑا اور اپنی جان کو رونے سے اس عمل سے نہ روکا اور بسبب کمال رحمت اور رعایت کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر اس مقام مین حذف کر کے فعل
غائب کو فاعل سے خالی لائے ہین تاکہ صریح نسبت اس فعل کی اس محبوب کیطرف نکرین گویا اس طور سے ارشاد ہوتا ہی کہ تیوری چڑہائی اور منہ موڑا ایک تیوری چڑہانے
والے اور منہ موڑنیوالے نے اور اگر خطاب کا لفظ فرماتے تو اس فعل کی نسبت صریح اس محبوب کیطرف سمجہی جاتی اور وہ کمال حمیت اور شفقت کے خلاف
ہو پس مین شکایت اور عتاب مین لطف اور محبت کے مراتب کی رعایت کئے چلے جاتے ہین اور بعضون نے کہا ہی کہ اندہے کی تعلیم مشغول ہی کیونکہ وہ

اور اُسکے حال کیطرف مشغول نہین ہوتا گویا فائدہ کلّی اسی بات مین دیکہتا ہے تو کہ بے پرواؤن اور بہاگنے والونکو تابعدار کرے اور راہ پر لاوے اور مشتاقون اور سچے طالبونکو
تاخیر اور دیرنگی سے کمال شوق مین مضطرب کرے **کَلَّا** بعد اُسکے ایسا نکر کیونکہ **اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ** تحقیق یہہ آیات قرآنی خدا کے اور
اُسکے نامونکے اور اُسکی صفتون اور فعال اور احکام اور اُسکی جزاؤن کے یاد کرنیکے واسطے ہین تاکہ لوگ اُنکو راہ معرفت اور عبادت اور محبت اور خوف و رجا کی
سہل جاوے اور اللہ کی راہ پر چلنا اختیار کرین اور اسباتمین چاپلوسی اور التجا اور زاری مفید نہین بلکہ اختیار دل کا اور رغبت طبیعت کی درکار ہے **فَمَنْ**
شَاءَ ذَكَرَهُ پہر جو شخص کہ خواہش صادق رکہتا ہے پڑہے اس قرآن کو کہ حقیقت مین ذکر اللہ ہے اور ذکر الہی بغیر دل کی رغبت کے اور صدق ارادت کے
مفید نہین اور وجہ تانیث کی ضمیر ہیکی **اِنَّهَا** مین اور تذکیر کی **ذَكَرَهُ** مین باوجود اسبات کے کہ مرجع واحد ہے یعنے قرآن یہہ ہے کہ تذکرہ ہونا قرآن کا باعتبار
آیتون کے اور اُسکی سورتون کے ہے کہ ہر ایک علیحدہ علیحدہ مضمون رکہتی ہین بعضیو مین بیان اسما اور صفات کا ہے اور بعضیو مین بیان احکام اور شریعتون کا
اور بعضیو مین وعدہ وعید اور ذکر ہونا قرآن کا باعتبار اُسکی وحدانیت کے ہے کہ تمام قرآن اُسمین برابر ہے اور مضامین کے اختلاف کو ذکر ہونے مین اُسکے کچہہ
دخل نہین اس واسطے کہ کسی مضمون کا ہو کلام الہی ہے اور متصل ہونا کلام کا متکلم سے اقوی اور اشد ہے متصل ہونے سے نام کے نام والے سے اور جو التفات کہ کسی کا
نام لینے کے وقت اُسکی طرف حاصل ہوتا ہے اُس سے بہت کم ہوتا ہے جو اُسکے کلام پڑہنے کے وقت اُس سے حاصل ہوتا ہے چنانچہ یہہ بات تجربہ کارون کو خوب
معلوم ہے اور یہہ بہی ہے کہ کلام شخص کا ایک عمدہ نشان ہے اُسکی ذات کے نشانون سے کہ اُس کلام کے پڑہنے کے وقت پڑہنے والیکے دلپر روشنی ہوتی ہے اسیواسطے
بزرگون کا کلام دلون مین زیادہ تاثیر کرتا ہے اُنکے نام سے اور اسی سبب سے حدیث شریف مین وارد ہے کہ قرآن کے حق مین فرمایا ہے **هو حبل الله المتين**
اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا ہے کہ **تجلى الله لعباده في كلامه ولكنهم لا يبصرون** اور اگر کسی کے یہہ بات کے
سننے سے یہہ خطرہ خاطر مین گذرے کہ عمدہ اور سردار اور غنی اور دولتمند شوق کسی کتاب یا کلام کا یا شعر کا کرتے ہین تو قدر اور عزت اُس کلام
اور کتاب کی بڑہ جاتی ہے اور اُسکو خوشنویسون زرین قلم کے ہاتہ سے حریری طلاکاری کاغذون پر لکہاتے ہین اور مطلّا اور مذہّب و مجدول
کرکے زرین غلافون مین رکہتے ہین اور اچہے اچہے رحلون پر دہرے ہوتے ہین اور پرتکلف صندوقون مین احتیاط سے دہرے ہوتے ہین اس سبب
سے عزت اور مرتبہ اُس کلام کا زیادہ ہوتا ہے اور لوگون کے دلون مین عظمت اور بڑائی اُسکی سماتی ہے جیسے کوئی دلچسپ شعر خوش آوازی
سے پڑہا جاتا ہے تو اُس سے زیادہ تاثیر کرتا ہے کہ سرسری پڑہا جاوے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بہی اسبات مین کہ امیرون سردارون کی
دعوت مین مشغول تہے اور فقیرون محتاجون سے منہ پہرا لیتے تہے یہی غرض ہوگی ہم کہتے ہین کہ یہہ قرآن اُس قسم کا نہین ہے کہ ان چیزون سے عزت
اور بزرگی اُسکی زیادہ ہو بلکہ عزت اور قدر اُسکی اُس عالم مین کہ وہان سے زمین والونکے پاس آتا ہے دیکہا چاہیے **فِي صُحُفٍ مُكَرَّمَةٍ**
یعنے آیتین قرآن کی لکہی گئی ہین عزت کے ورقون مین کہ حق تعالی نے خود اُنکی عزت بڑی کی ہے **مَرْفُوعَةٍ** یعنے وہ صحیفے اونچے دہرے
ہین بیت العزت مین کہ ایک عمدہ جاے ہے آسمان دنیا مین اور قرآن کو اول لوح محفوظ سے نقل کرا کے اُس مقام مین پہنچایا وہان سے تہوڑا تہوڑا نازل ہوتا
تہا **مُطَهَّرَةٍ** وہ صحیفے پاک کیئے گئے ہین تمام آلودگیون اور پلیدیون سے اور اگر دنیا کے سردار اور امیر اس قرآن کی آیتونکو حریری طلائی کاغذ پر
لکہا دین ہرگز اُس کی عزت اور بزرگی کو نہ پہنچیگا اور اگر رحلون پر اور صندوقچون مین رکہین لیکن ہرگز اُس بلندی اور اُس رتبے کو نہ پاسکیگا اور
اگر عطر ملین گے اور نجاستون سے پاک رکہین گے تو بہی اُس پاکیزگی کو نہ پہنچیگا کہ ہرگز ہاتہہ کسی گنہگار کا اُنکو نہین پہنچا بلکہ وہ ورق **بِأَيْدِي**
سَفَرَةٍ سونپے گئے ہین ہاتہون مین ایسے لکہنے والون کے **كِرَامٍ بَرَرَةٍ** کہ بڑی قدر والے اور نیکوکار ہین کہ کبہی سوا کرم اور نیکی کے
اُنسے ظہور مین نہین آتا اور دنیا کے لکہنے والے گناہون اور خباثت ذاتی مین آلودہ ہین اگرچہ ظاہر اپنا آراستہ کرین اُس سے کیا حاصل پس قرآن کے
حق مین دنیادارون کی رغبت اور اہل دول کی عزت اور قدر کی توقع رکہنا محض بیجا ہے بلکہ اہل دول قدر کو اُسکی جانین تو غنیمت ہے کیونکہ آدمی بالطبع
کفران نعمت پر مجبول ہے **قُتِلَ الْإِنْسَانُ مَا أَكْفَرَهُ** مارا جاوے آدمی کیسا ناشکرا ہے کہ جسنے اس کلام عظیم القدر سے اُسکو نوازا ہے اور طرح طرح کے ارشاد اور

ہو تو ہمین زندگی مین نامین جانتا اور اُسکے تصرفونکو ہاوجود کرتا اور یاد نرکہ یا پیدا پیشتر نہ تہا وہ شی پیدا ہوتا ہی علاوہ اپنی اصل کی خبر نہین کو بہلا کر گیا تہا
مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ کس حقیر چیز سے پیدا کیا ہی اُسکو اور اگر انسان حیا کے سبب سے اس سوال کا جواب نہ دے تو ہم کہے دیتے ہین
مِنْ نُّطْفَةٍ خَلَقَهٗ نطفے کے بوند سے پیدا کیا ہی اُسکو کہ ایک پیشاب کی راہ سے نکلا اور دوسرے پیشاب کی راہ مین گیا اور لہو اور نجاستون کے
ساتھہ ملکر ایک گوشت کا ٹکڑا ہو گیا **فَقَدَّرَهٗ** پہر اندازہ کیا اُسکو یعنے اعضا مین بہی یعنے ہاتہہ اور پانون اور آنکہہ اور کان اور قد و قامت اور روزی
رزق اور موت اور زیست اور نیک و بد عمل اُسکے معین کئے اور ماکے پیٹ مین رہنے کی مدت اُسکی نو مہینے یا کم و زیادہ معین فرمائی **ثُمَّ السَّبِيْلَ**
يَسَّرَهٗ پہر نکلنے کی راہ آسان کر دی اُسکو کیونکہ لڑکا جب ماکے پیٹ مین ہوتا ہی تو اُسکا سر ماکے سر کی طرف ہوتا ہی اور پانون ماکے پانون کی
طرف پہر جب پیدا ہونیکا وقت قریب آتا ہی تو اُسکو الہام ہوتا ہی پس وہ بچہ خود بخود پہر جاتا ہی سر نیچے اور پانون اوپر کیطرف کر لیتا ہی کہ نکلنا اُسکو آسان ہو جاوے
پہر جب ماکے پیٹ سے باہر آتا ہی تو معاش کی تلاش کی راہ اُسکو آسان کر دی جاتی ہی اور اگرچہ بہونک کیوقت پستان اُسکے ہاتہہ مین آجاتی ہی تو لپکے
ہاتہہ سے پستان کو مضبوط پکڑکے پینا شروع کرتا ہی اور رونے دہونے سے اپنے بہوکے پن کو ظاہر کرتا ہی اور اسی طرح سے سال بسال طرح طرح کی
راہین اُسکو آسان کر دیتا ہی یہانتک کہ کمال کے درجے کو پہنچ جاتا ہی اور راہ بری بہلی حق باطل کی پہچنے سے پیغمبر حق کی اور نازل ہونیسے کتابونکی
اور مرشدون محقق کی صحبت سے اور علما ربانی تحقیق کی شاگردی سے آسان ہو جاتی ہی پہر بعضون کو بہشت اور نجات کی راہ آسان ہو جاتی ہی اور اس راہ پر
چلنے کی توفیق پاتے ہین اور بعضونکو ہلاکت اور دوزخ کی راہ سہل و آسان نظر آتی ہی اور اُس راہ مین جا پڑتے ہین حاصل کلام کا یہہ ہی کہ حاصل
کرنا کمالات کا آخر عمر تک آسان ہوتا چلا جاتا ہی **ثُمَّ اَمَاتَهٗ** پہر مار ڈالتا ہی اُسکو تاکہ اپنی محنتون کا کمالات حاصل کرنیکو اس دنیا مین کی تہین
سہل پاوے اور عالم برزخ مین نشانیان اپنے اعمالونکی دیکہے پس موت بہی ایک بڑی نعمت ہی کہ تجارت کا فائدہ اسی موت کے سبب سے حاصل ہوتا ہی اگر موت
نہوتی تو آدمی ہمیشہ کشمکش مین اعمال شاقہ کی گرفتار رہتا اور پہل اُس مشقت کا ہرگز نہ پاتا اسی سبب سے موت کو بہی نعمتونکی گنتی کے مقام پر یاد فرمایا ہی
اور بزرگون سے منقول ہی **اَلْمَوْتُ جِسْرٌ يُوْصِلُ الْحَبِيْبَ اِلَى الْحَبِيْبِ** اور بعضے ظاہر بین مفسر اس مقام پر موت کے نعمت ہونیکی جہت سے غافل ہو کر یہہ
سوال کے لاتے ہین کہ نعمتونکی گنتی مین موت کو کسواسطے گنا ہی جواب اس سوال کا اس طور سے دیا گیا ہی کہ بلغا کے نزدیک اس کلام کا فائدہ حاصل ہونیکی جگہہ
انجام اُس کلام کا ہوتا ہی اور بعد موت کے حکم گور کرنیکا جو فرمایا ہی یہہ بہی ایک بڑی نعمت ہی کہ آدمی کو ساتہہ اُسکے معزز و مکرم کیا ہی گو کوئی نعمت نہوت
نعمت نہو جیسے کوئی شفیق باپ اپنی نعمتین بیان کرنیکی وقت اپنے بیٹے سے کہے کہ مین نے تجہسے اسطرحکا سلوک کیا پہر تو بیمار ہوا تو تیری دوا دارو کی
اس حقیقت مین نعمت مقصود علاج ہی لیکن جو نعمت ہونا علاج کا لاحق ہونے پر مرض کے موقوف ہی تو کلام مین مرض کا ذکر کرنا بہی ضرور ہوا اور اسی بات
کے اشارے کے واسطے اماتت اور اقبار کے درمیان مین ثم کے لفظ کو نہ لائے اور فے کے حرف کو ارشاد فرمایا **فَاَقْبَرَهٗ** پہر گور کرایا اُسکو پس گویا اشارہ
فرماتے ہین کہ مجموع اماتت اور اقبار کا نعمتون مین داخل ہی نہ فرد فرد اور یہان پہچاننا چاہیے کہ گاڑنے والے کو اقبار کہتے ہین اور گاڑنیکو قبر یقال **اَقْبَرَ الرَّجُلُ**
عَبْدَهٗ اِذَا حَكَمَ بِاَنْ يُّقْبَرَ و **قَبَرَ الرَّجُلُ عَبْدَهٗ اِذَا دَفَنَهٗ** یعنی کہا جاتا ہی **اَقْبَرَ الرَّجُلُ عَبْدَهٗ** جب اپنے غلام مرے ہوئے کو گاڑنیکا حکم کرتا ہی اور بولا جاتا ہی
قَبَرَ الرَّجُلُ عَبْدَهٗ جب گاڑ دیتا ہی اُسکو اور اللہ تعالیٰ کے حکم کرنیکی صورت مردونکے گڑوانے کے واسطے اول بار اسطور سے واقع ہوئی ہی کہ جب
قابیل کو ہابیل نے مار ڈالا اور آدمی کا مرنا دنیا مین پہلی بار یہی ہوا تہا تو قابیل کو یہہ معلوم نہ تہا کہ مردے کو کیا کرے تو لاچار اُس لاش کو ایک چادر مین باندہکے اپنے
ساتہہ لیے پہرتا تہا آخر کو جب اُس لاش کے لیے پہرنے سے تہک گیا تو ایک جنگل مین غمگین ہو کر بیٹہہ گیا کہ ناگاہ دو کوے آموجود ہوے اور آپس مین لڑنے لگے نہایت
ایک کوے نے دوسرے کو مار ڈالا پہر اپنے پنجون اور چونچ سے ریت کو ادہر اُدہر ہٹا کر اُس مرے کوے کی لاش کو اُس گڑہے مین ڈال دیا پہر وہ ریت اُسپر
ڈالکر خوب ایک تودہ بنا دیا قابیل نے معلوم کیا کہ مردے کو اسی طور سے دفن کرنا چاہیے پس اپنے بہائی کی لاش کو بہی اُسی طور سے دفن کر دیا اور
قبر بنا دی پہر حضرت آدم علیہ السلام نے وفات پائی تو فرشتے آسمان سے نازل ہوے اور اُنکی اولاد کے سامنے اُنکو تجہیز و تکفین کر کے قبر مین دفن کیا

اُس وقت سے یہی طریقہ معمول ہو گیا اور یہ تعلیم الٰہی پہلے بار قابیل کی اولاد کو اُسکی استعداد کی قصور کے سبب سے کوّے کے واسطے سے واقع ہوئی اور
حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کو فرشتون کے واسطے سے تعلیم فرمائی ہے ایک نہایت بڑی نعمت ہے کہ اپنے بندون پر رحمت کی ہے ورنہ آدمی
لاش کو دوسرے جانورون کی طرح سے گھسیٹ وا کے پھینک دیا کرتے اور وہ لاش ادھر اُدھر ماری ماری پھرتی اور جب سڑنی لگتی تو لوگ اُسکی بدبو سے
تنگ آتے اور بدگوئیان کرتے پھر درندے اور پرندے اُسکے اعضا اور بند بند کو گلی کوچے مین لیئے پھرتے اور ناپاک جانور اُن مُردار خوارون کی خوراک ہو جاتی
اور ہر خاص و عام کے سامنے اُسکے عیب ظاہر ہوتے اور عزت اور توقیر اُسکی لوگون کی نظر وں مین کم ہو جاتی پس اُسکی عزت اور تکریم کیواسطے یہ بات غیب سے
تعلیم فرمائی اب آئے ہم اس بات پر کہ ہندو اپنے مُردون کو جلاتے ہین گاڑتے نہین اور کہتے ہین کہ آگ ہر ناپاک کو پاک کرنیوالی اور ہر بدبو کو مٹانیوالی ہے
سو جن لوگون کو سڑانا بدبو کرانا منظور ہے وے دفن کرتے ہین اور آگ مین جلا دینا بہتر ہے جواب سکا یہ ہے کہ آگ خائن ہے جو چیز اُسکو سونپو وہ کھا جاتی
اور زمین امانت دار ہے جو چیز اُسمین دفن کرو وہ باقی رہتی ہے پس مُردے کو زمین مین رکھنا بہتر ہے اس بات سے کہ خائن کو سونپین اسواسطے آدمی کی بلکہ دوسرے
جانورون کی بھی عادت ہے کہ جس چیز کو چاہتے ہین کہ محفوظ رہے جیسے مال خزانے تو زمین مین دفن کرتے ہین اور جب چاہتے ہین کہ اسکو نیست و نابود
کر ڈالین تو آگ مین جھونک دیتے ہین اور آدمی کو آتشنے کا انتظار اور روا ہونا داخل ہو سکا اپنے چھوڑے ہوئے جسمون مین درپیش ہے پس مُردے کو آگ مین جلا دینا
اس انتظار کے خلاف ہے اور دوسرے یہ کہ مُردے کی کمال بیقدری ہے کہ اُسکو اپنے ہاتھون سے آگ مین جلا دین اور اُسکی خاک کو ہوا مین اڑا دین کیونکہ ایسا معاملہ
ناکاری ناپاک چیزون سے کرتے ہین اور جب کسی عمدہ پاکیزہ چیزون کا باقی رکھنا منظور ہوتا ہے تو زمین مین دفن کرنیکے سوا معمول نہین اور جو کہتے ہین کہ آگ
بدبو کو دفع کرتی ہے اور زمین اُسکے برخلاف سڑاتی ہے اور بدبو کرتی ہے پس یہ بات اُسوقت ہو کہ اُس چیز کا پھر نکالنا منظور ہو اور جب اُسکو زمین ہی مین چھوڑنا
مقصود ہو تو پھر سڑنے گلنے سے کیا علاقہ کیونکہ اسکا کچھ اثر زمین کے لوگون پر ظاہر نہین ہوتا اور باوجود اسبات کے بھی کہتی رطوبتین بدن کی گل سڑکر خشک
ہو جاتی ہین اور ہاتھ پیر جوڑ بند سب اپنی شکل وصورت پر رہتے ہین بس ایسا ہوتا ہے جیسے آدمی اپنی زندگانی مین سوتا تھا ویسا ہی اب بھی سوتا ہے
برخلاف جلانیکے کہ آگ اُسکے اندامون کی شکل وصورت بور ہیئت مجموعی کا کچھ اثر باقی نہین رکھتی اور یہ بھی ہے کہ خلقت آدمی کی خاک سے ہے تو موافق
کُلُّ شَیْءٍ یَرْجِعُ اِلٰی اَصْلِہٖ کے اُسکو اپنی اصل کی طرف پہنچا دینا چاہیئے برخلاف آگ کے کہ جن وشیاطین کی خلقت کا مادہ ہے پھر جب آدمی کے
بدن کو موت کے بعد اُسمین جلاتے ہین تو اُسکی روح لطیف آگ کے دھوئین سے ملکر شیاطین اور جنات کے ساتھہ کمال مشابہت پیدا کرتی ہے اور اسی سبب سے اکثر
روحین اُن لوگون کی کہ جلائے جاتے ہین بعد موت کے شیاطین کا حکم پیدا کرتی ہین اور آدمیون سے چمٹتی ہین اور ایذا دیتی ہین پس دفن کر دینے مین آدمی کے
کا رجوع کر دینا ہے اُسکی حقیقت کی طرف اور جلانے مین اُسکے برخلاف ہے نقل کرتے ہین کہ اسلام کے زمانے کی ابتدا مین ایک لشکر اسلام کے لشکرون مین سے
سیستان کے ضلع مین وارد ہوا تھا تو ایک عاقل ہند کے عاقلون مین سے اسلام کی چال ڈھال دیکھنے کو کہ اُسوقت نیا مذہب تھا وہان گیا
پھر اہل اسلام کی وضع اور آئین دریافت کرنیکے بعد کہنے لگا کہ تمہاری سب چیزین اچھی ہین مگر ایک بات کہ مُردے کو دفن کرتے ہو اور آگ مین نہین جلاتے حالانکہ دفن کرنا
بدبو اور ناپاکی کا موجب ہے اور جلانا بدبو اور تعفن کو مٹا دیتا ہے اتفاقاً ایک فقیہ فقہائے اسلام سے اُسوقت حاضر تھا اُس ہندو سے کہا کہ مین تجھسے ایک
بات پوچھتا ہون پہلے تو اُس بات کا جواب دے پھر مین تیرے اعتراض کا جواب دونگا اُس ہندو نے کہا پوچھ تب عالم نے کہا بھلا اگر
کوئی شخص کسی ملک مین وارد ہوا اور وہان کسی عورت سے نکاح کرے اور ایک عورت کو پکانے کے واسطے رکھے اور اُس شکوجہ سے
اُسکو ایک لڑکا ہو پھر اگر اُس شخص کو سفر کا اتفاق پڑے تو اس لڑکے کو کسکے سپرد کرے اُس پکانے والی کے یا اُس لڑکے کی ماکے ہندو نے
کہا کہ ماکے ہوتے پکانے والی کو ہرگز نہ سونپنا چاہیئے کیونکہ وہ لڑکا اپنی ماکا جنا ہے کچھ پکانیوالی کا بیٹا نہین ہے فقیہ نے کہا تو نے خوب بات کہی اب
اپنے اعتراض کا جواب سن لے کہ روح انسانی جب دنیا کے گھر مین آئی تو ایک بدن زمین سے بنا کر اُسکو عنایت کیا اور ہمیشہ غذا اور دوا اور
لباس اور رہنے بسنے کی جائے اور طرح طرح کے فائدے اُسکو زمین سے پہنچائے اور آگ سوائے پخت وپز کے آدمی کے اور کچھ

کلام تھے ان کی کمان خام مادہ آگ کا یہہ ہے کہ جو کچھ چیزین کہ زمین سے اُگی ہین اُنکو بگاڑ دیتا ہے پس آدمی کی ماں زمین ہے اور یہ دو چیزین اُسکی آگ ہے تیسرے روح کہ بدن کا باپ کے مانند
ہے چاہا کہ عالم برزخ کو جاوے ناچار اپنے بیٹے کو کہ بدن ہے اُسکی ماں کے حوالے کیا چاہیے نہ اُس جلانے والی کو ہندو نے سنا اور قبول کیا اور قائل ہوا اور یہ نہ سمجھا
کہ آگ سے جلانا میت کے بدن کو پراگندہ کر دیتا ہے کہ اُسکے سبب سے روح کا علاقہ بدن سے بالکل چھوٹ جاتا ہے اور آثار اس عالم کے اُس روح کو کم پہنچتے ہین اور
کیفیتین اُس روح کی بھی اس عالم مین بہت کم سرایت کرتی ہین اور جو دفن کرتے ہین اجزا بدن کے اس اپنے مقام پر یکجے سبب اپنے حال پر برقرار ہو جاتے ہین تو روح
کا علاقہ بدن سے ازراہ نظر و عنایت کے بحال رہتا ہے اور زیارت کرنیوالون اور دوستون اور فائدہ لینے والونکی طرف توجہ روح کی آسانی سے ہوتی ہے
کہ بدن کے مکان معین ہونے سے گویا روح کا مکان بھی معین ہے اور آثار اس عالم کے جیسے صدقہ اور فاتحہ اور تلاوت قرآن مجید کی جو اُس مقام پر کہ اُسکے بدن
کا مدفن ہے واقع ہوتی ہے تو آسانی سے فائدہ بخشتی ہے بس جلا دینا گویا روح کو بے مکان کر دینا ہے اور دفن کرنا گویا روح کا ٹھکانا بنا دینا ہے اور اسیواسطے
اُن اولیاء اللہ اور صلحاے مومنین سے کہ دفن کیئے گئے ہین نفع اور فائدہ لیا جاری ہے اور مدد اور فائدہ بھی اُنسے متصور ہے بخلاف جلائے ہوئے مردون کے
کہ یہہ چیزین انکے مذہب والونکے نزدیک بھی اصلا اُن سے وقوع مین نہین آتی ہین حاصل کلام کا یہہ ہے کہ دفن کرنیکا طریقہ آدمی کے حق مین ایک
بڑی نعمت ہے پھر اگر بعضے اُنمین سے اس نعمت کا بھی کفران کرین جیسے اور نعمتون کا کرتے ہین تو اُنسے کچھ شکوہ نہین کیونکہ آدمی کی جبلت مین
کفران نعمت ہے اور فقط اسی نعمت پر اُسکے حق مین اکتفا نہین فرمایا بلکہ **ثُمَّ إِذَا شَاءَ أَنْشَرَهُ** پھر جب چاہیگا زندہ کرکے اُسکو قبر سے باہر نکالیگا کہ ابدالا
اپنے کامونکا آخرت کے عالم مین ابدالآباد تک سب چکھے اور ہمیشہ کی زندگانی پاوے ہر چند کہ یہہ نعمت ابتک وقوع مین نہین آئی ہے کہ نعمتون معلومہ مذکورہ
کی تعداد مین گنی جاوے لیکن عاقل کو تھوڑے سے خیال کر نہین معلوم ہو جاتا ہے کہ جو اُس حالتین کسی چیز نے اللہ تعالی کی مشیت سے مخالفت نہین کی ہے تو
اُس حالتین اُٹھنا اور جینا اُسکی مشیت سے مخالفت نکریگا اسیواسطے اس نعمت کو مشیت کے وقت پر متعلق فرمایا ہے اور آدمی کی ابتدا کی خلقت دلیل صحیح
اور برہان واضح ہے اُسکی دوسری بار کی خلقت پر اور اس نعمت کا بھی اگر آدمی نادانی اور جہل سے انکار کرے تو اُسکی حماقت اور نادانی سے خالی نہین ہے
اور جو یہان یہ گمان اس شبہے کا تہا کہ مبادا آدمی کے خیال مین گذرے اور جو ہمکو پیدایش کی شروع سے بزرگی اور کرامت کے ساتھ سرفراز فرمایا ہے اور
جینے اور مرنے مین دوسری مخلوقات سے معزز و ممتاز کیا ہے تو آخرت مین بھی میسر ساتھ اسیطرح سے بخوبی پیش آوینگے کہ نواختہ را نباید انداخت و عزیز کردہ خود را
ذلیل نباید ساخت اور یہہ بھی جانا ہے کہ ہمین دوسری بار روح بدن مین ڈالنے کے بعد بھی انسان ہی ہونگا اور انسانیت البتہ موجب اکرام و تعظیم کا ہے تو اس گمان کے
دفع کرنیکے واسطے فرماتے ہین **كَلَّا** یعنے نہین ہر گز یہہ گمان کرنا نچاہیئے اسواسطے کہ اول کا اکرام اس حیثیت سے تہا کہ ابھی وہ مصدر گناہ ہونیکا نہین ہوا تہا
اور بعد گناہ کرنیکے پہر لانیکے وقت ہر چند کہ اُسکو پہر بھی انسان ہی کرینگے لیکن گنہگار انسان کہ مصدر گناہ ہونیکا ہوا ہے بس حال کے اعادہ کی حالت کو پہلی
حالت پر قیاس کرنا نچاہیئے اور کرم سابق کے پانے سے کرم لاحق کا امیدوار نہ ہوا چاہیئے کہ کسطرح سے آدمی کرم لاحق کی امید سے اپنی طرح
کریگا اور کرم پر پہونچیگا اور اسکا یہہ حال ہے **لَمَّا يَقْضِ مَا أَمَرَهُ** ہنوز تمام نہین کیا اور سرانجام کو نہین پہنچایا ہے اُس چیز کو کہ اُسکو فرمائی ہے
اُسکے خالق اور عزت بخشنے والے نے اور اگر اُسکے فرمان کو سرانجام کو پہنچاتا اور عہدے سے بندگی کے برآتا تو البتہ توقع عزت اور اکرام کی اُسکو سجا تہی اور
اب تقصیر اور نافرمانبرداری کی صورت مین خوف کرنا اور ڈرنا چاہیئے اور امیدوار ذلت اور خواری کا رہنا چاہیئے اور وہ جو کہتے ہین کہ نواختہ را نباید انداخت
و عزیز کردہ خود را ذلیل نباید ساخت واقع کے خلاف ہے بلکہ بہت سی چیزین ہین کہ بعد اکرام کے سزاوار تذلیل اور تحقیر کے ہو جاتی ہین اور اگر اسبات
مین کچھ شک ہو تو **فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ إِلَىٰ طَعَامِهِ** پھر چاہیئے کہ آدمی اپنی خوراک کی طرف دیکھے کہ کسطرح کا ناپاک فضلہ ہو جاتی ہے
بعد اسبات کے کہ نہایت عزت اور ستھرائی اور احتیاط سے پالی جاتی ہے اور وہی عنایتین اللہ تعالی کی اُسکے پیدا کرنے مین مصروف ہوتی ہین جو آدمی کے
پیدا کرنے مین مصروف ہوتی ہین چنانچہ اسبات مین بخوبی غور کرے کہ **أَنَّا صَبَبْنَا الْمَاءَ صَبًّا** تحقیق ہمنے بہایا پانی آسمان سے جیسا کہ
خوب ٹپکنے کا ہے کہ آدمی کے نطفے کے ٹپکنے سے کہین زیادہ اور بہت ہے **ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا** پھر پھاڑا

زمین میں کو جب اس پر پانی برستا ہی تو دانہ پہوٹ نکلتا ہی اور پودا نکلتا ہی بہت زیادہ ہی اور یہ نہایت ضعیف ہوتا ہی کہ سخت زمین سے
باہر نکلنے کی قدرت نہیں رکھتی ہی **فَأَنبَتْنَا فِيهَا حَبًّا** پہر اگائے ہمنے اُس مین مین دانے کہ توشے قابل ہین جیسے گیہوں اور
چنے **وَعِنَبًا** اور انگور کہ قوت بہی ہی اور میوہ بہی اور دوا بہی اور شراب بہی **وَقَضْبًا** اور چیزین جو قابل کہانیکے ہین جیسے شلجم اور گاجر
اور چقندر اور شکرقند کہ کہانے مین نہایت قوت بخشتی ہی پہر اگر انکو کچی کہاؤ تو حرارت اور تشنگی کو دفع کرتی ہین اور اگر پکاؤ تو معقول سالن ہی اور اگر مربا
یا اچار بناؤ تو میوہ کا حکم پیدا کرتے ہین **وَزَيْتُونًا** اور زیتون کہ تیل بہی ہی اور سالن بہی ہو سکتا ہی **وَنَخْلًا** اور کہجور کہ قوت بہی ہی
اور میوہ بہی اور سالن بہی اور اُس سے نبیذ اور دوشاب بناتے ہین اور پینے کے کام مین لاتے ہین اور سرکہ بہی بناتے ہین **وَحَدَائِقَ** اور
چار دیواریون کے کہ اُنمین طرح طرح کے میوے اور دوا اونچے درخت بوتے ہین اور جمتے ہین **غُلْبًا** گھنے درختوں والے کہ اُنکی ٹہنیاں موٹی موٹی
ہین اور عرب کی لغت مین اُس اونٹنی کو کہ جسکی گردن پر بہت بال ہون غلبا کہتے ہین اور جس اونٹ کی گردن پر جو بہت بال ہوتے ہین تو اُسکو بہی
اسد اغلب کہتے ہین اور یہان پر اُس باغ کو کہ جسکے درخت گنجان اور ڈالے موٹے موٹے ہون بطور استعارہ کے اُسکو غلبا فرمایا ہی **وَفَاكِهَةً**
اور دوسری قسم کے میوے کہ باغون مین نہین ہوتے بلکہ صحرائی اور کوہستانی ہوتے ہین **وَأَبًّا** اور سب طرح کی گھاس کہ خود بخود
اُگتی ہے اور کوئی اُسکو بوتا نہین **مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ** کام چلانے کو تمہارا اور تمہارے چارپایون کا کہ بعضی قسمین اُن چیزون
مین سے جو ذکر ہوئی ہین خاص ہین جانورون کے واسطے جیسے گھاس بہوس اور بعضی مشترک ہین آدمیون اور جانورون مین جیسے اناج کے دانے اور بعضی
اس قسم کی ہین کہ اچھی اچھی اُنمین سے آدمی کہاتے ہین اور بہوسی اور چہلکے اور گٹھلیاں اور پتے اُنکے جانور کہاتے ہین پہر کہانیکے بعد کسقدر ذلیل و حقیر
ہین کہ نجاست اور گوبر ہوجاتا ہی اور اُسکو گھرون سے دور پہینک دیتے ہین اور اُسکی بدبو کے سبب سے اُس سے نفرت کرتے ہین اب سیانے آدمی کو چاہیے کہ اُسکو اور اس
پہلی حالت کو قیاس کرے اور مغرور نہو کہ یہ بڑا فرق ہی سا بات مین کہ آدمی کی خوراک کو عزت اور بزرگی دیکے جہٹ پٹ ذلیل و خوار کر ڈالتے ہین کہ غلیظ ناپاک ہو کے
باہر نکلتا ہی اور آدمی خوب اُسکو جانتا ہی اور بزرگی آدمی کی بعد مدت دراز کے ذلت سے بدل جائیگی اور اُس مدت کی تعیین ہو چکی ہے وہ یہ ہے **فَإِذَا جَاءَتِ
الصَّاخَّةُ** پہر جب آوے وہ غل کہ بہرے کردے جہان والون کے کان اور یہ اشارہ صور پہونکنے کیطرف ہے **يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ** جسدن کہ بہاگیگا
آدمی اپنے بہائی سے باوجود اسبات کے کہ اُسکو سب غیرون سے زیادہ دوست رکہتا ہی اور بچپن سے اُسکے ساتھ تربیت پاتا تہا اور مددگار اور تائید اور تقویت کا باعث
دوسرے کی ہوتا ہین ہی **وَأُمِّهِ** ... کہ اُسکو بہائی سے بہی زیادہ دوست رکہتا ہی اور اسکے دودھ پینے کے حق بہی بہت ہین **وَأَبِيهِ** اور اپنے باپ سے کہ اُسکی تعظیم
بہی زیادہ ہی اور حق بہی اسکا بہت ہی اور پالنا اسیکا ہی **وَصَاحِبَتِهِ** اور اپنی جورو سے کہ آدمی کو ماں باپ سے بہی زیادہ عزیز ہوتی ہی کیونکہ اسکے ساتھ دم مرگ تک
صحبت منظور ہوتی ہی اور ماں باپ کے حق کو جانتا ہی کہ خواہ خیال تہا کہ گذر گیا اب اُن سے کچھ واسطہ نہ تہا **وَبَنِيهِ** اور اپنے بیٹون سے کہ بیٹے آدمی کو عورت سے بہی زیادہ
پیارے ہین اسواسطے کہ انکو اپنے مرنیکے بعد اپنا قائم مقام جانتا ہی اور ذکر کرنے مین ان قرابتون کے ترقی ادنی سے اعلی کیطرف ہے چنانچہ ظاہر ہی کہ جو آدمی باوجود ان
قرابتون کے اپنے اقربا سے بہاگیگا تو غیرون سے بطریق اولی بہاگیگا اور کہتے ہین کہ اول جو شخص کہ اپنے بہائی سے بہاگیگا وہ قابیل ہوگا کہ ہابیل سے بہاگیگا کہ دنیا کے
خون کی عوض مین اُسکو پکڑے نہین اور اول جو شخص کہ اپنی ماں اور باپ سے بہاگیگا حضرت ابراہیم علیہ السلام ہونگے کہ مبادا شفاعت کے واسطے الحاح و زاری کرین اور کافر کے
حق مین شفاعت مقبول نہین ہے اور اول جو شخص کہ اپنی عورت سے بہاگیگا حضرت نوح اور لوط علیہما السلام ہونگے کہ اُن دونون کی عورتین منافق
تہین اور منافق کے حق مین بہی شفاعت قبول نہین اور اول جو شخص کہ اپنے بیٹے سے بہاگیگا حضرت نوح علیہ السلام ہونگے کہ انکا بیٹا کنعان کافر تہا اور علما نے
اختلاف کیا ہے اسبات مین کہ اُسدن اپنے اقربا سے بہاگنے کی کیا وجہ ہوگی بعضے کہتے ہین کہ حق کے طلب کرنیکے خوف سے کہ مجھ سے جو کچھ اُنکی حق تلفی
ہوئی ہے مبادا کہ مجھے دیکھکر طلب کرنے لگے جیسے مفلس آدمی قرض خواہ سے بہاگتا ہے اسیواسطے حدیث شریف مین وارد ہوا ہے
کہ قیامت کے دن آدمی اپنے آشناؤن دوستون سے زیادہ بہاگیگا غیرون نا آشناؤن کی بہ نسبت کیونکہ دنیا مین اُن سے

کچھ معاملہ رکھتا تھا کہ مطالبہ کا خوف ہوا اور بعضون نے کہا ہی کہ مدد او شفاعت کے خوف سے بھاگیگا کہ ایسا نہو کہ اُس تمنا تے والے کو یا اُسکو دوزخ کے بے چلین اور مجھکو
اُسکے چہڑانیکے واسطے اپنی نیکیون مین سے کچھہ دینا پڑے یا اُسکے کچھہ گناہ اپنے ذمے پر لینا پڑین چنانچہ قحط سالی کے دنون مین بہی اسی قسم کے خوف سے اپنے
اقربا سے کم التفاتی کرتا ہی اور بعضے کہتے ہین کہ اس سبب سے کہ تکلیف عذاب اُنکا دیکھا نجاویگا اور قدرت شفاعت کی اور طاقت نیکیان دینے کی بہی
نہ رکہتا ہوگا ناچار اُنکی نگاہون سے چہپ جاویگا اور صحیح یہ بات ہی کہ ان سب جہتون کے سبب سے بھاگیگا کوئی تو ایک جہت سے اور کوئی دو جہت سے اور
کوئی تینون جہتون سے بلکہ اس سے بڑہکر یہ کہ اُس دن ہر شخص اپنے حالمین گرفتار ہوگا اور دوسرے کیطرف کچھہ التفات نکریگا چنانچہ فرماتے ہین **لِكُلِّ
امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُّغْنِيهِ** ہر شخص کے واسطے نزدیک لوگون کے مذکور ہوئے ایک حالت ہوگی کہ کفایت کریگی اُسکو غم اور تشویش پہنچنے مین اور تجز
فرصت نپاویگا کہ دوسرے کے حال کیطرف متوجہ ہو اور خبر لے پہر جب ایسا حادثہ ہوگا تو لوگ عزت اور ذلت مین مختلف ہوجاوینگے **وُجُوهٌ يَّوْمَئِذٍ
مُّسْفِرَةٌ** کتنے منہ اُسدن روشن ہونگے اسواسطے کہ ایمان کا نور اُنکے باطن سے ظاہر کیطرف جلوہ فرماویگا اور اُنکے چہرونکو روشن کریگا
ضَاحِكَةٌ ہنستے ہونگے انعام واکرام کی توقع پر کہ آثار اُسکے اپنے مین دیکھینگے **مُّسْتَبْشِرَةٌ** خوشیان کرتے اسواسطے کہ دم بدم انعام
واکرام مین زیادتی پاوینگے اور اسباب خوشی اور خرمی کا روز بروز بڑہتا جاویگا **وَوُجُوهٌ يَّوْمَئِذٍ** اور کتنے منہ اُسدن **عَلَيْهَا
غَبَرَةٌ** اُسپر سیاہی اور گرد وغبار ہوگا بسبب ظاہر ہونے گناہون کی تاریکی کے کہ باطن مین اُنکے گہر کر گئی تہی اور تہ نشین ہوگئی تہی اُسوقت ظہور کریگی
تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ چڑہی آتی ہی اُسپر سیاہی اور یہ سیاہی ہر چند کہ کفر کا اثر ہی اور کفر دلکی تہہ مین ہوتا ہی کہ گناہونکی سیاہی سے بہی زیادہ پوشیدہ
ہی لیکن کفر کے غلبے کے سبب سے غالب ہوکر ظہور مین گناہون کی تاریکی کے اوپر آجاویگی جیسے تیل کہ ہر چند اُسکو پانی کے نیچے کرین اوپر آجاتا ہی —
أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ یہہ لوگ منہ کالے یہی ہین کافر بدکار کہ کفر بہی کرتے تہے اور گناہ بہی اور کمال ذلت اور خواری کے سزاوار
ہوئے اور اُنکی انسانیت کچہہ کام نہ آئی اور اکرام کے لائق نہوئے باوجود اسبات کے کہ پہلی بار دنیا کی پیدائش مین وہ لوگ معزز ومکرم تہے اور عنایات الٰہی
اُنکی پرورش کے واسطے مصروف ہوئی تہی اور جمع ہونا اس قسم کے دو رنگون کا خاصہ اُن لوگون کا ہی کہ کفر اور گناہ دونون کرتے تہے اور جو لوگ کہ
فقط کفر یا فقط گناہ کرتے تہے اُنکے واسطے ایک ہی رنگ پر اکتفا کیجاویگی اور گناہونکا رنگ سیاہ میٹیلا ہوگا اور کفر کا رنگ کالا بہنورا اب باقی رہا یہہ
ایک سوال اور وہ یہ ہی کہ اول مین اس سورت کے جناب باری کا عتاب ایسے پیغمبر جلیل القدر پر مذکور ہی پس نازل کرنے مین اس قصے کے قرآن مجید
مین کیا حکمت ہی ظاہر تو عقل سے یون مناسب معلوم ہوتا ہی کہ اس عتاب خطاب کو پوشیدہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کی زبانی ارشاد فرماتے اور وہ
پیغمبر علیہ السلام کو خبردار کر دیتے اور حال یہ ہی کہ یہ قصہ قرآن مجید مین نازل ہوا اور مدتون قرنون تک زبان پر تلاوت کرنیوالون اور قاریونکی جاری
رہیگا اور بار بار یہ قصہ لوگون کو یاد آویگا جواب اسکا یہ ہی کہ اس قصے اور خفگی مین بہت سے فائدے آداب اور تعلیم اور ارشاد کے اور قاعدے حسن
اخلاق کے تہے تو چاہا کہ اس قصے کو تمام فائدون کے ساتھہ قرآن مجید کا جز کر دین تا کہ لوگ دمبدم اُس سے فیضیاب ہون اور محروم نرہین اور ان سب
فائدون مین سے کہ اس قصے مین ہین کتنے آنہین سے بیان کیے جاتے ہین اور باقی کو سننے والے کی عقل کامل اور فہم صائب کو سونپتے ہین
اول فائدہ یہ کہ کبہی کبہی پیغمبر بہی اجتہاد کرتے ہین اور اپنی عقل کے زور سے شرع کے قواعد سے ایک حکم دریافت کرتے ہین اور وہ حکم خطا ہوجاتا ہی تو
حضور خداوندی سے پیغمبرونکو اُس خطا پر جلد آگاہ کر دیتے ہین چنانچہ اس قصے مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یون سمجھے کہ عام نفع کو خاص کے نفع پر
مقدم رکہنا چاہیے اور اسلام کی دعوت کو قرآن کی تعلیم پر ترجیح دینا چاہیے اور اسکے سوا اسی سے بدلے ہوئے لوگونکو تابعدار کرنا چاہیے اور جو شخص کہ خود بخود
طالب شوقین ہی فی الفور اُسکیطرف اسقدر التفات نہ چاہیے کرنا کہ ارادت اور شوق اسکا اُسکو بہکانے لگادیگا اور اسی وجہہ مین یہی خطا واقع ہوئی
کہ اس صورت مین عام کا نفع موہوم تہا اور خاص کا نفع ظاہر اور عام کے نفع کو خاص کے نفع پر اُسوقت مقدم کرتے ہین کہ دونون معلوم ہون یا دونون
موہوم پس موہوم کو معلوم پر ترجیح دینا شرع کے قاعدے کے خلاف ہی اور اسلام کی دعوت کو قرآن کی تعلیم پر اسوقت ترجیح دینا چاہیے جسوقت

دعوتِ اسلام قبول ہونا یقینی ہو اور جو یقین قبول ہونیکا نہو تو الزام حجت کا ایک بار سے بھی ہوجاتا ہے حاجت خوشامد اور چاپلوسی کرنیکی نہین دوسرے ہوا
دین کو اسوقت چھوڑ دینا کچھ ضرور نہین ہے اور اسیطرح سے تابعدار کرنا بدلوگونکا اسوقت ضرور ہے کہ انکی تابعداری کی توقع ہو اور نا امیدی کی صورتین کو ڈ
ہونڈنے رہے کو پیٹتا ہے اور اسپر بھی جو غرض صالح ظاہر مین غرض فاسد سے مشتبہ ہو جاوے تو اس غرض صالح کو بھی موافق حکم شرع کے چھوڑ دینا
چاہیئے اور اسلئے ہے پر خاطرداری کرنا اغنیا کی اور اندہے ضعیف محتاج فقیرون سے اونسے منہ پھیرا ناقل ریائی تہمت کا اور دنیا داروں کی پاس خاطر کا
ہوا جاتا تہا تو ایسے وقت مین اس غرض صالح کو بھی چھوڑ دینا چاہیئے تہا کہ اتقوا من مواضع التّہم یعنے بچو تم تہمت کے مکانون سے دوسرا فائدہ یہ کہ کبھی
ایسی چیز پر کہ گناہ ہونا اسکا ابہی معلوم نہین ہوا ہے لیکن باعتبار اس گناہ کرنیوالیکے حال کے اور اسکی استعداد کی قوت اور عالی منصبی کے سبب سے گو کہ
نامعلوم ہو تو بھی خفگی اور شکوہ متوجہ ہوسکتا ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو منع ہونا اس فعل کا معلوم نہ تہا اسپر بھی خفگی ہوئی تیسرا فائدہ یہ کہ ارباب حاجت
کے واسطے رعایت تعظیم کی ضرور ہے گو کہ وہ اس تعظیم پر مطلع نہو کیونکہ وہ اندہا اندہاپے کے سبب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک کی کیفیت
سے کہ ترش ہے یا خندان ہے اور میری طرف متوجہ ہین یا نہ میرے ہین کچھ خبر نہ رکہتا تہا کہ رنجیدہ ہو لیکن از بسکہ ایماندار تہا اور خدا کی راہ کا طالب
تہا تو تعظیم اسکی ضرور تہی پس اسکی تعظیم ترک کرنے پر خفگی ہوئی اسیواسطے حدیث مین وارد ہے کہ **ترک السلام علی الضریر خیانۃ**
یعنے سلام علیک ترک کرنا اندہے سے اسلام کے حق مین خیانت ہے کیونکہ اگر وہ سلام علیک کے ترک کرنے سے رنجیدہ نہوا لیکن اسلام کا
حق تو تلف ہوا چوتہا فائدہ یہ کہ کفار کی طرف میل کرنا اگرچہ باعتبار ایک غرض شرعی نیک کے رخصت ہے لیکن ضرر سے خالی نہین ہے پانچوان
فائدہ یہ کہ اہانت اور پیٹہ پہرانا مسلمان سے اگرچہ بے قصد واقع ہو تو بھی قباحت سے خالی نہین چہٹا فائدہ یہہ کہ دوستون کو خفگی اور تنبیہ انکی
تقصیرات پر کرنا چاہیئے کہ دوستی کے باقی رہنے کی نشانی ہے **و یبقی الود ما بقی العتاب** یعنے جب تک غصہ اور شکوہ باقی ہے
دوستی بھی باقی ہے غصہ کرنا اسوقت موقوف کرتے ہین کہ دوستی موقوف کرنا منظور ہوتا ہے ساتوان فائدہ یہہ کہ اگر کسی کو ایک عہدے پر
مقرر فرماوین ہرچند کہ وہ سرکار کا مقرب ہو اور عالی مرتبت ہرگز باز پرس سے احوال کے اور پوچھنے سے انکے کامون کے
غافل ہونا نہ چاہیئے کہ یہ پوچھ پاچھ بادشاہی کی شرط ہے اور ملک داری کو لازم مطلق العنان کرنا عہدہ دارون کا اور کارپردارون کا
مملکت مین رخنہ ڈالنا ہے آٹھوان فائدہ یہہ کہ کسیکو اگرچہ ظاہر مین حقیر نظر آتا ہو حقیر نہ جاننا چاہیئے کیا معلوم ہے کہ اللہ تعالے کے نزدیک کیا مرتبہ ہے
بیت خاکساران جہان را بحقارت منگر ۞ تو چہ دانی کہ درین گرد سوارے باشد ۞ وہ نابینا ظاہر مین فقیر وحقیر معلوم ہوتا تہا اور اسکے سبب سب
مخلوقات کے سردار پر عتاب ہوا نوان فائدہ یہہ کہ طالب علم کو اگرچہ موانع پیش آوین لیکن علم کی طلب نہ چھوڑے کیونکہ وہ اندہا فقیر بھی تہا اور اسکا
ہاتہہ پکڑنیوالا بھی کوئی نہ تہا اسپر بھی علم کے طلب کے واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آتا تہا اور اگر علم کی طلب مین [illegible]
کی راہ ڈہونڈنے مین موانعات کا بہانہ کرے تو ہرگز مطلب کو نہ پہنچیگا کیونکہ کوئی شخص اپنے حال موافق موانع سے خالی نہین دسوان فائدہ یہ کہ
استاد اور مرشد کو لازم ہے کہ طالب علم کو اور اللہ کی راہ کے طالب پر جسقدر ہوسکے شفقت اور عنایت کرے اور جو طلب اسکا مطلوب ہے اسکو پہنچاوے
گیارہوان فائدہ یہہ کہ معلم اور مرشد کو چاہیئے کہ طالب علمون اور مریدون مین دنیا کے مال وجاہ کے شرف کے سبب سے فرق نہ کرے بلکہ شوق کی
کثرت اور استعداد کی قوت پر امتیاز کرے بارہوان فائدہ یہ کہ اگر کسی ضعیف کو کسی بزرگ سے کوئی سبب سے کچھ رنج پہنچ جاوے تو اس بزرگ کو
لازم ہے کہ اسیوقت اسکا تدارک کرے کہ یہ بات کچھ اسکے مرتبے کو مضر نہین بلکہ اسکے علو مرتبے کی زیادتی کا موجب ہے اسواسطے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم ان آیتون کے نازل ہونے کے ساتھ ہی اس نابینا کے پیچھے دوڑے گئے اور ان امیرون اور سردارون سے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی مجلس مین بیٹھے تھے کچھہ حیا نکی اور کیا خوب کہا ہے **بیت** تواضع زگردن فرازان نکوست ۞ گدا گر تواضع کند خوی
اوست ۞ تیرہوان فائدہ یہہ کہ جب روٹھے کو منا دین تو چاہیئے کہ اسکے مرتبے کو زیادہ کرین اور قدیم معمول سے اسکی تعظیم اور تکریم بڑہا دین

ان آیات کے ترجمہ کا مرجع ہو اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے امتی بہت سے پیغمبر ہیں یا اور فرمایا کہ انت فی عیال محمد ما بقیت یعنے تو میرے عیال کے حکم میں آیا جبتک کہ تو زندہ ہی تیرا بوجھ میں اٹھایا وغیرہ. دیکھ ان آیتوں کے باقی رہنے سے قرآن مجید میں معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالی کی وحی پہنچانے میں نہایت امانت دار تھے والا اس خطاب شکایت کو کہ آپکی ذات مبارک پر نہایت گران تھا اور آپکی کسر شان کا موجب ہرگز لوگوں کے کان میں نہ ڈالتے چنانچہ ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا نے اسی قسم کی بات میں فرمایا ہی کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کچھ وحی میں سے چھپا رکھتے تو حضرت زینب کے قصے کو پوشیدہ رکھتے ... پندرہوان فائدہ یہہ کہ طالب علم کو چاہیے کہ خدا ترس ہو کیونکہ حق سبحانہ تعالی نے اس طالب علم کی تعریف میں مدح کے طور سے فرمایا ہی کہ اما من جاءک یسعی وھو یخشی سولہوان فائدہ یہہ کہ اس مجلس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس بن عبدالمطلب وغیرہ نزدیک کے ناتے والے جیسے ابوجہل وغیرہ حاضر تھے اختلاط اور صحبت انکی سے باوجود قرابت کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عتاب فرمایا ... سے رو گردان ہو جاوین تو انسے اختلاط اور صحبت کرنا چاہیے اور غیروں سے کہ حق کے طالب ہون صحبت اور اختلاط کرنا چاہیے کہ دوستی کے دشمنونکو دوست رکھنا خطا ہی اور دوستی کے دوستی سے منہ پھیرنا بخشش کا مقام ہی اسیواسطے قرآن مجید میں وہی جائے پر فرمایا ہی کہ لا تجد قوما یومنون باللہ والیوم الاخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ ولو کانوا اباءھم او ابناءھم او اخوانھم او عشیرتھم ۱۸ پاج ۳ع اور یہہ بھی معلوم ہوا کہ تعلیم اور ارشاد میں بھی مستعد اور شوق والوں کو قرابت والونپر مقدم رکھنا چاہیے سترھوان فائدہ یہہ کہ اس شخص کو کہ اسکے سبب عتاب آلہی سے یا پیغمبر کے حضور سے یا استاد و مرشد کیطرف سے اس شخص پر خفگی کیجاوے تو اس شخص سے بغض کرنا نچاہیے بلکہ اس سے زیادہ دوستی کرنا چاہیے کہ اسکے سبب سے ایک عمدہ غرض کہ ادب ہی حاصل ہوا چنانچہ اس خفگی کے وارد ہونیکے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابن ام مکتوم نابینا کو دوست رکھتے تھے اور تعظیم کرتے تھے اور مرحبا کہتے تھے اور آنکی حاجتیں روا کیا کرتے تھے واللہ الموفق والمعین وبہ نستعین۔

سورۃ اذا الشمس کورت

مکی ہی آیتیں انتیس اور ایک سو چار کلمے اور پانسو چھتیس حرف ہیں اور حدیث صحیح میں وارد ہی عبداللہ بن عمر کی روایت سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہی کہ جو شخص چاہے کہ قیامت کے دن کو دنیا میں ان آنکھون سے دیکھ لے تو اسکو چاہیے کہ سورۂ اذا الشمس کورت کو پڑھے اور یہہ بھی حدیث میں ہے کہ حضرت امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک روز جناب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عرض کی کہ یا رسول اللہ بڑھاپے نے آپ پر شتابی کی ایسے آپکے مزاج مبارک کی قوت سے یہہ توقع نہ تھی کہ اتنی عمر میں کہ قریب ساٹھ کے ہی آثار بڑھاپے کے آپ پر ظاہر ہونگے لیکن یہ بات ہمارے قیاس کے خلاف وقوع میں آئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھکو ان پانچ سورتوں نے بوڑھا کر دیا سورۂ ہود اور سورۂ واقعہ اور سورۂ والمرسلات اور سورۂ عم یتساءلون اور سورۂ اذا الشمس کورت نے بسبب ان سورتوں میں عذاب آلہی دنیا اور آخرت میں کہ امتیوں پر بسبب مخالفت کرنے پیغمبر کے جو گذرا ہے اور گذریگا مذکور ہی مجھکو انکے سننے سے اپنی امت کا غم نہایت غلبہ کرتا ہی اور غم کا خاصہ ہی کہ آدمی کو بوڑھا کر دیتا ہی چنانچہ نقل کرتے ہیں ؎

شالت من الاطباء ذات یوم + اخبر لی مما تشیب قال بالغم + فقلت لہ علی عیبا اختتام + لقد اخطات فیما قلت بل ...

مراد بوڑھے ہونے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ضعف قوی کا اور بدن کی سستی مراد ہی نہ سفید ہونا بالونکا کیونکہ موئے مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایسے سفید نہیں ہوئے تھے کہ دیکھنے والے پر ظاہر ہوں چنانچہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص خادم ہیں فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف کے قریب سر مبارک و ریش مبارک میں سفید بال بیس تک نہیں پہنچے تھے اور ظاہر ہی کہ اسقدر بال دیکھنے والے کو بھی معلوم نہیں ہوتے اور عرف میں بھی اسقدر سفیدی کو بڑھاپا نہیں کہتے ہیں اور سورتوں کے ربط کی وجہ سورۂ عبس سے یہہ ہی کہ اول میں آپکے صحف قرآن مجید کے اس طرح رتبے مذکور ہیں کہ کلا انھا تذکرۃ فمن شاء ذکرہ فی صحف مکرمۃ مرفوعۃ مطھرۃ بایدی سفرۃ

کرام بررة اور آخر مین اس سورۃ کے بھی یہی مضمون ساتھ ترتیب معکوس کے مذکور ہے کہ انه لقول رسول کریم اور ان هو الا ذکر للعالمین اور آخر مین اس سورۃ کے
قیامت کا اور اسکے اوصاف اور ہول اور سختیونکا مذکور ہے کہ یوم یفر المرء من اخیه وامه وابیه وصاحبته وبنیه اور اس سورۃ مین اول اسی مضمون کو
خوب شرح وبسط کے ساتھ بیان فرمایا ہے اور اسکے نام کی وجہ ساتھ تکویر کے یہہ ہے کہ اس سورۃ مین اول اسی حادثے کو مذکور کیا ہے کہ آفتاب کا نور زائل ہوجاویگا اور
اس سورۃ مین قیامت کے بارہ حادثے یاد فرمائے ہین لیکن ان سب حادثون سے یہہ حادثہ نہایت سخت ہے اور تفصیل اس اجمال کی یہہ ہے کہ حادثہ مقصود بالذات پر واقع ہوتا ہے
وہ بہت سخت ہوتا ہے اس حادثے سے کہ مقصود بالذات کے غیر پر واقع ہو مثلاً ضایع ہونا جان کا کہ آدمی کا مقصود بالذات ہے زیادہ سخت ہے ضایع ہونے سے
مال کے کیونکہ مال جان کے نفع کے واسطے مطلوب ہے نہ بالذات اور دوسرے یہہ کہ جب حادثے کو دوسرا حادثہ معارض نہو تو بہت سخت ہوجاتا ہے اس
حادثے سے جسکو دوسرا حادثہ معارضہ کرے کیونکہ معارضہ کی صورت مین شدت حادثے کی کم ہوجاتی ہے مثلاً ایک طرف سے آدمی کو خوف جان کا ہو اور
دوسری طرف توقع مال وجاہ کی دامنگیر ہو تو اس وقت مین جانے حادثے کو بھی چندان سخت نہین جانتا بلکہ اس حادثے سے جی نہین چراتا اور یہہ حادثے ان
بارہ حادثون مین سے قیامت کے کہ اس سورۃ مین یاد فرمایا ہے یا تو غیر مقصود بالذات کو صدمہ پہنچاتا ہے جیسے پوست اتارنا آسمان کا کہ آسمان کو خراب کرڈالیگا
اور آسمان بہ نسبت اہل دنیا کے مطلوب بالذات نہین ہے کیونکہ فائدہ لینا اہل دنیا کا محض ستارون سے ہے اور آسمان کی مثال مانند ایک صندوق کی ہے
کہ اسمین جواہر اور عمدہ لباس رکھے ہین اگر وہ صندوق ٹوٹ گیا اور جواہر اور اسباب سلامت رہا تو کچھ ٹوٹنا اسکا چندان گران نہین گذرتا اور یا معارض دوسرے
ساتھ ہے کہ موجب فرحت اور خوشی کا ہے جیسے قریب پہنچنا بہشت کی کہ مقابلہ مین اسکے ازلاف یعنے پاس لانا جنت کا بھی ہوگا سواے اس حادثے کے کہ ایک تو مقصود
بالذات کو کہ آفتاب کی شعاع ہے صدمہ پہنچاویگا دوسرے یہہ کہ مقابلے مین اسکے کوئی اور حادثہ فرحت افزا بھی موجود نہوگا اور بے نور کرنا آفتاب کا کہ نہایت عمدہ بنا
یہی حالات وجدانی نفس انسانی کے کہلنے کا کہ چمک سے آفتاب کے شعاع کی آنکھون کے دیکھنے کی چیزین تو نظر آتی ہین مگر معقولات و وجدانیات کے
ادراک کیواسطے حجاب ہوتی ہین اور اسی سبب سے یہہ بات ہے کہ عقلی چیزون مین فکر کرنیکے واسطے رات کا وقت مقرر کیا ہے اور خواب دیکھنے کا بھی وہی وقت ہے
اور زیادہ کیفیات نفسانیہ کا ان چیزون سے کہ عاشقونکو یا مریضونکو اور دردمندونکو یا مصیبت زدونکو جو پیش آتی ہین تو وہ بھی وہی وقت ہے اور اہل مراقبہ
اور توجہ بھی اسیوقت نسبت باطنیہ کو اپنی بڑہاتے ہین اور ساحر اور تاثیرات نفسانی والے بھی اسیوقت کام مین مشغول ہوتے ہین اور سیاہ ہوجانا ستارونکا
بہنکانے سے دریا شور کے اور جنبش سے پہاڑونکے بھی مقابلے مین اس حادثے کے کچھ بزرگی نہین رکھتا کیونکہ ستارے اکثر تیرہ اور بے نور ہوجاتے ہین
اور دریاے شور چندان حوائج مین بنی آدم کے نافع نہین ہے کہ انکو مقصود بالذات تصور کیجئے اور علی ہذا القیاس پہاڑ اور سنگینی دوسرے حادثون کی خود ظاہر ہے
اب بیان کرتے ہین ہم اس بات کو کہ ان بارہ حادثون کو کس واسطے اس مقام پر خاص کرکے مذکور فرمایا ہے وجہ اسکی یہہ ہے کہ منظور بیان کرنا انقطاع
نفس انسانی کا توجہ سے طرف مالوفات اور مبصرات کے ہے اور کشادہ ہونا اسکے شعور اور فہم کا ارواح سماویہ کی مدد سے اور ظاہر ہونا اعمالون کی صورتونکا
اور کہلنا مقدار ہر نیک اور بدکام کی جزا کا کہ مضمون علمت نفس ما احضرت کا ہے اور ہر حادثہ ان بارہ حادثون سے اس مطلب مین
دخل رکھتا ہے پس بسبب آفتاب کی تکویر کے اور سیاہ ہونے ستارون کے تعلق نفس انسانی کا کہ اپنے حوائج مین آسمان کے ساتھہ تھا منقطع
ہوجاویگا کیونکہ نفع لینا اسکا دیکھنے کی چیزون مین اور بدلنے مین فصلون اور موسمون کے اور نئے ہوتے مین مہینون اور چاندون کے
اور پہلے سے معلوم کرلینا آنیوالے حادثون کا محض چمک اور حرکتون سے ان اجرام کے تھا اور سقف اسکے عالم مالوف کی اس انقلاب سے خراب
ہوجائیگی اور بسبب تسییر جبال اور تزلزل زمین یعنے بسبب چلنے پہاڑون اور تہرتہرانے زمین کے امید اسکی سکونت سے زمین
کی اور استخراج معادن اور اگنے سے کھیتی اور میوونکے اور بہنے سے چشمون کے اور نہرون کے ٹوٹ جاویگی اور
صحن اسکے گھر کا خراب ہونا شروع ہوگا اور بسبب تعطیل عشار کے توجہ اسکی خبرگیری سے گہر کے جانورون کی اور حاصل کرنے سے دودہ
اور گھی اور صوف اور پشم اور نسل کے سست ہوجاویگی اور یہہ انقلاب ہے گویا مطبخ اور خزانہ اسکا خراب ہوجاویگا اور بسبب جمع ہونے وحوش کے

بہت انکی شکار اور تسخیر سے جنگل کے جانورونکی اور جو نفع کہ پوست اور پشم اور مشک نافہ یا اور اجزا سے انکے حاصل کرتا تہا بالکل منتقل ہو جاتیگی اور بسبب روشن ہونے دریاؤنکے سفر کشتی کا اور تجارتین بحری اور صید کرنے سے جانورون بحری کے اور نکالنے سے موتی مونگے اور عقیق اور عنبر کے مایوس ہونگے اور یہ چہہ حادثے متعلق عالم دنیا سے اور انسان کے جسم سے ہین اور بعد اسکے ملنے سے نیک نفسونکے اپنے ہم جنسون سے اور شریر نفسونکے اپنے ہم جنسون سے اور ایک کی کیفیات نفسانیہ کے منعکس ہونیسے دوسرے کے قلب پر ہر شخص کو وجدانیات اپنے کماحقہ ظاہر ہوجاوینگے اور اپنے کو بالاجمال اہل خیر و شر سے معلوم کرلیگا اور سوال کرنیسے موؤدہ کے کہ نفس اسکا اس جہان سے نہایت سادہ گیا تہا معلوم کرلیگا کہ فہم شعور انسانی نے ایک وسعت عظیم پیدا کی ہے کہ اس قسم کی الواح سادہ بہی نقش پذیر سوال و جواب کی ہوئی ہین اور یہہ بہی معلوم کرلیگا کہ اس عالم مین بہر پانے سے حقوق کے ہر ادنی اعلی چہوٹا بڑا باوجود اسبابات کے کہ تلف کرنیوالیکو حقوق کے اشد علاقے درمیان ہین ہین جیسے پدری اور مادری ہرگز خالی نچہوڑینگے اور بسبب کہلے جانے صحیفون اعمال کے تفصیل اپنے افعال و اقوال کی دریافت کرلیگا اور بسبب پوست اترتے آسمان کے کہ کنایت ہے عالم مثال کی تجلی سے کہ معدن اور اصل اسکی افلاک کی قوت خیالیہ ہے اپنے اعمال کے صور مثالیہ کو دیکہہ لیگا اور حقیقت کو حال کے معلوم کرجاویگا ع کربا کہ باختتام عشق و شب و بہجوۂ اور ہجر کا جیسے دوزخ کی آگ کے اور نزدیک لانے سے بہشت کے اور آرائیش اور سجاوٹ سے موافق جزاؤن عملونکے کہ خواہش انکی صور مثالیہ کی ہے نہایت روشنی پیدا کریگا اور اسوقت مضمون **علمت نفس ما احضرت** کا جلوہ گر ہوگا اور یہہ چہہ انقلاب تعلق آخرت کے عالم سے اور قوائے عقلیہ اور خیالیہ سے انسان کی رکہتے ہین اور اسی تقریر سے وجہ اس ترتیب کی رعایت کی بہی ظاہر ہوئی اور یہہ بہی ثابت ہوا کہ عالم برزخ مین نفس انسانی کو باوجود بدن کی مفارقت کے یا اطلاع احوال پر اپنے اعمالونکے ممکن نہین ہے کیونکہ ہنوز آسمان و زمین قائم ہین اور تعلق اسکا اسکا مکانات اور اپنی رغبت کی چیزون کی طرف اور توجہ حال پر اقربا اور اپنے بنی نوع کے اور یاد کرنا اپنے گذرے حالات کا ہنوز منقضی نہین ہوا اور دنیا عالم غیب سے بطور خلوص و کمال کے انکو حاصل نہین ہوا اسیواسطے اس عالم کو برزخ کہتے ہین کہ منوجہ احکام دنیا کے رکہتا ہے اور منوجہ احکام آخرت کے جیسے کسی شخص نے ایک شہر مین یا ملک مین بہت مدت گذران کی پہر کسی اور شہر یا اور ملک کو چلا گیا اور ہنوز گہر اسکا اس پہلے شہر مین موجود ہے اور اقارب بہی اسکے وہان رہتے ہین اور خط کتابت کی بہی آمدورفت ابہی جاری ہے ایسی حالت مین انقطاع کلی اسکو اس شہر سے ممکن نہین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اذا الشمس کورت جسوقت کہ آفتاب لپیٹا جاویگا اور معنے تکویر کے عرب کی لغت مین کسی چیز کو گرد لپیٹنے کے ہین جیسے رسی یا پگڑی اسکو حلقہ کرکے لپیٹتے ہین و **کور العمامۃ** معنے مین پگڑی کے پیچ کے اسی لفظ سے ہے اور چونکہ آفتاب کی شعاعین دراز رہتا ہے موقوف کرنیکو اس شعاع کے ذہن مین تشبیہ لپیٹنے سے پگڑی کے دی ہے اور اس لفظ کو بطور استعارہ کے استعمال فرمایا ہے گویا کہ جبتک شعاع اسکی پہیلی ہوئی ہے تو مانند اس تہان یا پارچہ کے ہے کہ اسکو کہولکر پہیلایا ہے اور جب شعاع زائل ہوگئی اور جرم اسکا منیر کے چلتے کے مانند بے نور رہ گیا تو گویا اس تہان کو تہہ کرلیا اور حدیث شریف مین وارد ہے کہ **الشمس والقمر ثوران مکوران یوم القیٰمۃ** یعنے آفتاب و ماہتاب منیر کے دو چکتیون کی مانند بے نور پڑے ہونگے قیامت کے دن اور بعضی روایتون مین **ثوران عقیران** بہی واقع ہوا ہے یعنے مانند دو بیلون کونچین کٹے ہوئے پڑے ہونگے اور دوسرے انکا منقطع ہوجاویگا اور ثور عرب کی لغت مین بیل کو بہی کہتے ہین اور منیر کے چلتے کو بہی اور جب تعلق ستارونکی رواح کا جرم سے انکے منقطع ہوجاویگا تو شعاع اور نور بہی زائل ہوجاویگا اور دورہ سیر بہی موقوف تو کبہی خیال نور پر خیال کرکے منیر کے چلتے سے نسبت دی ہے اور کبہی حرکت کے موقوف ہونے پر نظر کرکے کونچین کٹے بیل سے تشبیہ دی ہے اور ہرچند کہ آفتاب و ماہتاب موافق حدیث کے اس حادثے مین شریک ہونگے لیکن یہان پر اکتفا فقط آفتاب ہی کی تکویر پر کرفرمائی کیونکہ شعاع آفتاب کی جرم سیاہ کو ماہتاب کے نور اور روشنی بخشتی ہے پس تکویر آفتاب کی مستلزم ہے ماہتاب کی تکویر کو حاجت علیحدہ بیان کی نہین **واذا النجوم انکدرت** اور جسوقت کہ ستارے میلے ہوجاوینگے اور نور بہی انکا زائل ہوجائیگا حضرت

س

ع

ح

ابن عباس

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہی کہ اُنہون نے فرمایا ہی کہ ستارے قندیلونمین نور کی زنجیرون سے لٹکتے ہین اور وہ زنجیرین فرشتون کے ہاتھونمین
ہین جب فرشتے مرجاوینگے تو وہ قندیلین اُنکے ہاتھون سے گرجاوینگی اور ستارے گرکے بکھرجائینگے اور نور اُنکا زائل ہوجائیگا بس سمجھنا چاہئے کہ اس تغیر
بیان اس انقلاب کی انتہا کا ہی کہ ستارون پر ظاہر ہوگا اور اگلی سورتمین بیان ہی اس انقلاب کی ابتدا کا اور اختلاف لفظ مین نجوم اور
کواکب کے تعین کلام کے اسلوب کے واسطے ہی اور اسواسطے بہی ہی کہ نجم کے لفظ سے ظہور اشراق کا سمجھا جاتا ہی تو انکدار اُسکو مناسب ہی اور
کوکب کے لفظ مین استقرار اور استحکام پوچھا جاتا ہی تو انتشار اُسکے ساتھہ مناسب ہی **وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ** اور جب پہاڑ چلائے
جائینگے اور بادلون کی طرح سے ہوا مین اُڑائے جائینگے اور پہاڑ زمین کے لنگر اور سنگ فرش کے مانند تہے جب اُنکی یہ حالت ہوگی تو زمین
کی حالت کو بہی اسی پر قیاس کرلیا چاہیئے کہ کیا کچہہ اُسکی خرابی ہوگی **وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ** اور جب گابہن اونٹنیان جنکا حمل
دس مہینے کا ہو چہوٹی پہرین اور اُن کے مالک اُن کی طرف کچہہ التفات نکرینگے اور وجہ ایسی اونٹنی کی تخصیص کرنیکی یہ ہی کہ منظور تعلق
انسانی کے انقطاع کا بیان ہی اپنے مالون سے اور سب مال مین سے جو زیادہ محتاج خبرداری کا ہی سو جانور ہین کیونکہ زر و جواہر اور دوسرا اسباب
وسبدم محتاج محافظت کے نہین ہوتے اور زراعت اور درخت اور عمارات اور مکانات بہی محتاج محافظت اور خبرگیری کے ہوتے ہین لیکن نہ ہر لحظہ اور
ہر ساعت برخلاف جانورون کے کہ ہمیشہ دہوپ سے چہانون مین اور چہانون سے دہوپ مین باندہنے کے محتاج ہوتے ہین اور ہر دم دانے پانی
گہاس کی خبرگیری چاہتے ہین اسیواسطے تجربہ والون نے کہا ہی کہ غم نداری بز بخر اور اون سب جانورونمین اعلی اور عمدہ عرب کے نزدیک جننے کے
قریب والی اونٹنی ہی کہ اُسمین دو طرحکی خوشی ہی ایک تو بچکی دوسرے دودہ کی اور بسبب بڑے پن کے دودہ اُسکا اور جانورون کے دودہ سے دوچند
سہ چند زیادہ ہوتا ہی اور چونکہ مخاطب اس کلام ہدایت فرجام مین اول فرقہ عرب کا ہی تو رعایت اُسچیز کی کہ اُنکے ذہن مین جلد آجاوے
یا وہ چیز اُنکے خیال مین بسی ہی ضرور پڑی کیونکہ مقتضا بلاغت کا یہی ہی اور یہانپر ایک اشکال ہی کہ بعضے اذکیا اُسکو مشکل جانتے ہین حاصل
اُسکا یہ ہی کہ بعد اُسکے کہ حضرت اسرافیل نفخ صور فرماوینگے تو سب جانور مرجاوینگے اونٹنیان کہان ہونگی جو چہوٹی پہرینگی اور صور پہونکنے سے
پہلے قیامت کہان ہی کہ اونٹنیان معطل پہرین پہر یہ بات کسنے وقت کی ہی اکثر دانشمندون نے کہا ہی کہ یہ کلام فرضی اور خیالی ہی یعنے بالفرض اگر اسوقت
اونٹنیان اس صفت کے ساتھہ موجود ہون تو شدت ہول سے اُس عرصے کے کوئی اُنکیطرف متوجہ نہو گا جیسے **يَوْمًا يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبًا** مین فرمایا ہی لیکن بعد
تامل کے معلوم ہوا ہی کہ یہان پر حاجت اس تکلیف کی نہین ہی اسواسطے کہ جسوقت حضرت اسرافیل پہلی صور پہونکینگے تو آدمی و جانور اونٹنیان اکٹہی مرجائینگے اور جب
دوسری بار صور پہونکینگے تو سب اکٹہے جی اُٹہینگے تو وہ اونٹنیان کہ جنکے حمل پر دس مہینے گذر گئے تہے وہ بہی اُسیطور سے زندہ ہونگی چنانچہ حدیث صحیح مین آیا ہی
يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى مَا مَاتُوْا عَلَيْهِ اور مالک اُنکے اُسوقت اُنکی طرف متوجہ نہونگے اور معطل چہوڑ دینگے اور بعضے اہل تفسیر نے کہا ہی
کہ مراد عشار سے ابر ہین کیونکہ عرب ابر کو حمل والے جانور سے نسبت دیتے ہین اور اُنکے خیالمین ابر کیصورت مادہ کی سی ہی اور ہوا کی صورت نر کی ایسی جیسے
نر مادہ سے ملکے حاملہ کردیتا ہی اسیطرح ہوا سے ابر مین پانی بہرجاتا ہی بس غرض یہ ہی کہ اسوقت ابر پانی سے خالی ہونگے اور کچہہ کام نہ آوینگے اور اس تفسیر
جو کچہہ کہ بعد ہی سو ظاہر ہی اور عشار جمع عشرا کی ہی جیسے نفاس جمع نفسا کے اور عشرا دس مہینے کی حاملہ اونٹنی کو کہتے ہین تمام سال تک اور تمام ہونا سال کا اونٹنی
کے حمل کے تمام ہونیکی پوری مدت ہی تو اس نام سے اُسکو مذکور فرمایا **وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ** اور جسوقت کہ وحشی جانور کہین ویرانون
جمع کئے جاوینگے اور وجہ اُنکے جمع کرنیکی یہ ہی کہ رہنے کی جاگہہ اُنکی کہ پہاڑ اور جنگل تہے خراب ہوجاوینگے اور آگ اور دہوان ہر طرف سے اُنکے پیچہے پڑیگا
ناچار آدمیون کے مجمع مین مکان امن کا سمجہہ کر بہاگ آوینگے جیسے سردی کے ملک مین برف پڑنے کے وقت وحشی
جانور طبیعت اصلی کو اپنی کہ نفرت اور وحشت ہی چہوڑ کر بستیون اور گہرون مین گہستے ہین اور اس واقعے مین دلیل صریح ہی اس
بات پر کہ ہول اُس روز کا اس مرتبے کو پہنچیگا کہ وحشیونکو انسان سے نفرت نہ رہیگی اور بعضے جو بعضے سے عداوت طبعی رکہتے تہے

اُس دن کچھ خوف ڈر ایک دوسرے کا باقی نہ رہیگا اور قتادہ اور دوسرے مفسروں نے کہا ہی کہ مراد حشر سے وحوش کے اُنکا زندہ کرنا ہی بعد مرنیکے کہ قصاص کے واسطے اُنکو پھر
زندہ کرینگے اور حدیث شریف مین ہے کہ جانوروں مین بھی قصاص جاری ہوگا یہان تک کہ مُنڈی بکری سینگون والی بکری سے اپنا بدلا لیگی لیکن قصاص چکنے
کے بعد سب کو خاک کر دینگے اور جو خدا کے نام پر ذبح ہوئی ہین وہ بہشت کی خاک ہونگے مگر وہ جانور جو بہشتیون کی خوشی کا باعث ہونگے یا سبب اُنکی لذت کا ہو
وہ جانور بہشت مین باقی رہینگے جیسے طاؤس یا گھوڑا یا اور کوئی جانور خوبصورت خوش آواز یا وہ جانور کہ جنکا گوشت بہشتیونکو مرغوب ہوگا وہ اُنکی غذا کیواسطے
چھوڑدئے جاوینگے چنانچہ قرآن مجید مین سورۂ واقعہ مین مذکور ہی **ولحم طیر مما یشتھون** اور وہ چیزین باقی رہینگی جو دوزخیون کے عذاب زیادہ ہونیکا
سبب ہوں سو دوزخ مین جاوینگی جیسے سانپ و بچھو اور مکھی کہ اُنکے جلے بھُنے بدن پر بیٹھینگی اور اُنکو رنج و دُکھ دینگے بغیر اسباب کے کہ اُن جانورون
کو اُس دوزخ کی آگ سے کچھ رنج و کلفت ہو اسیواسطے حدیث شریف مین وارد ہے کہ **الذباب کلہ فی النار** اور یہہ بھی حدیث صحیح مین وارد
ہے کہ ان فی الجنۃ طیرا ناعمۃ واکلھا انعم منھا **وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ** اور جس وقت کہ دریا بھڑکائے جاوینگے اور پانی اُنکا دھواں
اور آگ ہو جاویگا اور پھر اُس آگ اور دھوین کے ملنے سے حدت اور حرارت پیدا کرینگی اور اہل محشر کی تکلیف اور رنج کا سبب ہوگی لیکن باایمان
لوگ شر سے اس دھوین کے محفوظ رہینگے چنانچہ حدیث صحیح مین وارد ہی کہ اُس روز کے دھوین سے باایمان لوگونکو اسیقدر تکلیف پہنچیگی کہ زکام
ہو جاویگا **وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ** اور جس وقت کہ نفوس انسانی نفوس سماوی اور ارضی سے ملائے جاوینگے تاکہ
قوت خیر و شر کے ادراک کی زیادہ ہو جاوے اور پوری جزا ہر عمل کی بنا پر کے درجے مین چکھین اور بعضون نے کہا ہی کہ مراد تزویج نفوس سے ارواح کا
ملانا ہی جسمون کے ساتھہ اور بعضون نے کہا ہے کہ مراد یہہ ہی کہ لوگون کو ازواج ثلثہ کر دینگے یعنے تین قسم کر دینگے کہ تفصیل اُنکی سورۂ واقعہ کی آیت
وکنتم ازواجا ثلثۃ مین مذکور ہی اور بعضون نے کہا ہی کہ ہر شخص کو اپنے ہم مشرب اور ہم مذہب کے ساتھہ جمع کرکے جُدے جُدے
غول بنا دینگے اور خیر و شر کے طبقون کو اس ترتیب مین رعایت رکھینگے اور بعضون نے کہا ہے کہ ہر شخص کا اوس شخص کے ساتھہ
حشر کرینگے جسکے ساتھہ دنیا مین نہایت محبت رکھتا تھا پھر وہ خواہ نیک ہو خواہ بد جیسے پیر اور استاد اور بادشاہ اور امیر اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے
فرمایا ہی کہ نفوس کو مومنین کے حور عین کے ساتھہ جوڑ لگا دینگے اور کافرون کے نفوس کو شیطانون کے ساتھہ ملا دینگے اور زجاج نے کہا ہی کہ
ہر نفس کو اُسکے عملون کی صورت مثالی سے خواہ نیکی ہو خواہ بدی جوڑا لگا دینگے **وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ** اور جب موؤدہ
پوچھی جاویگی اور موؤدہ عرب کی لغت مین جیتی گاڑی ہوئی لڑکی کو کہتے ہین مشتق ہی **وَاَدَ یَئِدُ** سے اور عرب مین رسم تھا کہ لڑکیون کو پیدا
ہوتے ہی گاڑ دیتے تھے بعضے تو تنگدستی اور شادی بیاہ کے اخراجات کے خوف سے یہہ کام کرتے تھے اور بعضون کو یہہ عار تھی کہ ہم اپنی بیٹی کسی کو
دینگے اور وہ ہمارا داماد کہلاویگا اس خیال فاسد مین گرفتار ہو کر اس امر شنیع مین مبتلا تھے اور اس امر قبیح نے اُس زمانہ مین اُس ملک مین ایسا
رواج پایا تھا کہ اسکو فخر اور غیرت جانتے تھے اور ہرگز اُس گناہ کے عذاب کا خوف نہین رکھتے تھے اس گمان پر کہ ہماری اولاد ہماری ملک ہے
اس مین اختیار ہے جو چاہین سو کرین حق تعالی نے اُنکے اُس فعل شنیع پر جابجا قرآن مجید مین مذمت فرمائی اور وجہین اُسکی برائی
کی کھول کر بیان کر دین کہ ضمن مین اس فعل قبیح کے سوائے قطع رحم اقرب کے کہ وہ بھی اور بہت سی قباحتین موجود ہین اُنمین سے ایک تو
ظلم و ستم ہے بے گناہ معصوم پر کہ وبال اُسکا معلوم ہی اور مکروہ جاننا اللہ تعالی کی پیدایش کو بلاوجہ اور ناخوش ہونا اللہ تعالی کی خواہش سے
اور مقابلہ کرنا اُسکے فعل کا ضد کے ساتھہ کہ اُس خالق نے نو مہینے مین اُسکو بنا کر تیار کیا اور اُسنے پیدا ہونے کے ساتھہ ہی
ارادہ اُسکی ہلاکت کا کیا اور دوسرے بے اعتمادی ہے اللہ تعالی کی رزاقی اور کارسازی پر اور یہہ کہ مال کا بخل اس درجے
کو ہے کہ اپنی اولاد پر مال خرچ کرنا روا نہین رکھتا بس اسیطرح کی اور بہت سی باتین ہین اور اسیواسطے جو عرب مین سمجھہ والے
لوگ تھے اُسکی قباحت کو دریافت کرکے اپنے کو اس کام سے روکتے تھے لیکن قوم کے رسم سے ناچار رہتے تھے یہان تک زید بن عمرو

بن نفیل چچا زاد بہنے حضرت امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے تھے مین پیدا ہوئے اور جہان سنتے کہ فلانیکے گھر مین لڑکی پیدا ہوئی ہی اور وہ جیتی گاڑی جاویگی
تو جھپٹ کے وہان جاتے اور کہتے کہ اسکو مجھے دو مین اپنی بیٹی کیا جو کچھ کہ اسکے کہانے پہننے کا اور بیاہ شادی کا خرچ ہی وہ سب میرے سر تمکو کچھ کام نہین اسیطرح
سے بہت سی لڑکیان بچالین اسیواسطے انکو محی الاموات کہتے تھے اور انکے اس رسم صالح کی اور قبیلون کے بھی بعضے بعضے عرب اتباع کرتے تھے
چنانچہ صعصعہ فرزدق شاعر کا دادا بھی یہی کام کرتا تھا اسیواسطے فرزدق نے اپنے دادا کے اس فعل کی بڑائی اکثر اپنے شعرونمین کی ہی اور اب اس
امت مین اس فعل شنیع نے دوسری صورت سے نمود پکڑی ہی اور شیطان کا قاعدہ ہی کہ جو کسی برے کام کو لوگ ممانعت شرعیہ یا دلائل عقلیہ
کے سببسے قبیح جان کر چھوڑ دیتے ہین تو وہ لعین اسی کام کو دوسری صورتمین انکی نظرون مین بہلا دکہاتا ہی تاکہ اسکا اصل مطلب فوت نہو
اور وہ صورت جو اس امت مین رکھتی ہی یہہ ہی کہ اگر کسی لونڈی باندی یا کسی اور کم اصل عورت کو کسی سے حمل رہگیا تو مارے غیرت کے کہ شاید لڑکی پیدا ہو
تو کسی کم اصل سے رشتہ کرنا پڑیگا بس اس بات کو ننگ و غیرت شرافت کی جان کر بعد جان پڑنے کے کہ مدت اسکی اکثر چار مہینے گذرنے کے بعد ہی
گرا دیتے ہین اور اس امر شنیع کے مرتکب ہوتے ہین اور بطور فخر اور بڑائی کے اسکو بیان کرتے ہین حالانکہ خون ناحق مین یا دوسری قباحتون
مین سر مو موؤدہ سے یہہ فعل کم نہین ہی لیکن اگر روح پڑنے سے پہلے ہو تو صحابہ کو گرا دینے مین عذر شرعی سے جیسے جننے کی سختی یا کثرت عیال کی
یا قلت مال کی یا مسافرت کے سببسے یا جانے کہ اگر یہہ لونڈی جننے گی تو خدمت نکر سکیگی اختلاف واقع ہوا تہا اور حضور مین حضرت امیر المومنین عمر بن الخطاب
رضی اللہ تعالی عنہ کے اس امر مین بہت گفتگو ہوئی یہان تک کہ حضرت امیر المومنین مرتضی علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ **واللہ لا تکون موؤدۃ حتی
تاتی علیہ التارات السبع** اس کلام کو حضرت امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے پسند فرمایا ہی اور یہی بات ٹھہر گئی اور بعضے صحابہ
اسکو بھی احتیاط کے واسطے حرام جانتے تھے اور اسکو موؤدہ صغری کہتے تھے کیونکہ اگرچہ قتل نفس کا اس عمل مین نہین ہی لیکن اسکی رغبت عدم پر
توکل اور معارضہ اسکے فعل کا ساتھ قصد کے بلاوجہ اور سوا اسکے دوسری قباحتین بھی موجود ہین لیکن صحیح یہہ بات ہے کہ جائز ہی عزل کے قیاس کے اعتبار سے
اور وہ جو حدیث شریف مین عزل کے حق مین وارد ہی کہ **ذلک الواد الخفی** وہ عزل کی حرمت پر دلالت نہین کرتا بلکہ کراہت اور اولاد کے ترک ہونے پر دلالت
کرتا ہی کیونکہ خفی ہر امر کا اسکے جلی کا حکم نہین رکھتا جیسے ریا کہ شرک خفی ہی حکم شرک جلی کا نہین رکھتی اور جائز ہونا عزل کا روایات صحیحہ مشہورہ سے ثابت ہے
لا شبہۃ فیہ اور استعمال کرنا دوا کا قبل جماع کے یا بعد جماع کے کہ حمل نہ رہنے پاوے مانند عزل کے جائز اور روا ہے اور یہان پر ایک شبہ ہی کہ اکثر
خیال مین گذرتا ہی وہ یہہ ہی کہ موؤدہ بیچاری مظلوم ماری گئی ہی اس سے سوال کرنا کوئی وجہ نہین رکھتا چاہیئے تھا کہ سوال اسکے قاتل سے کیا جاتا تا
اسکو سرزنش ہوتی پس جواب اس شبہہ کا یہہ ہی کہ سوال موؤدہ سے اس طرح پر نہوگا کہ تو کیون ماری گئی تا کہ خلاف قاعدہ کے ہو بلکہ اس طرح سے
ہوگا کہ **بِاَیِّ ذَنۡبٍ قُتِلَتۡ** کس گناہ پر ماری گئی ہی وہ موؤدہ اور لایق اس سوال کے مظلوم ہی نہ ظالم کیونکہ غرض اس سوال سے تلقین دعوی کی
اور ظاہر ہونا ظلم کی وجہ کا منظور ہوتا ہی کہ مظلوم کہدے کہ مجھپر فلانے نے بے وجہ یہہ ظلم کیا ہی اور موؤدہ سے سوال کرنے مین اس طور سے یہہ بھید ہی کہ نفس صغیر
ہر چند کہ اس جہان مین شعور اور فہم اور ادراک پیدا کریگا لیکن تو بھی ادراک اسکا ادراک سے دار القضا کے مشاقون کے اور دنیا کے جھگڑنیوالون سے کہ انہین
کا مومنین تمام عمر اپنی صرف کی البتہ کم ہوا چاہیئے اور جو کچھ کہ دکھ درد اسکو جان جانے کا گذرا تھا سو چندان اسکو گران نہین گذرا تھا کیونکہ وہ زندگی
اسکی ایک خواب و خیال تھی کہ دیکھی اور گذر گئی اور یہہ بھی ہی کہ پہلے ہی دعوے ماباپ پر کرنے مین حیا کے سببسے پیش قدمی نکر سکیگی تو ضرور ہوا کہ
اس طرف سے اس طرح سے اسکو تلقین اور یاد دلانا دعوی کا ہوگا جیسے کوئی مظلوم بے سمجھ کو کہ بیان کرنے مین اپنی حجت کے اور پورا کرنے مین
اپنے دعوی کے قصور کرتا ہے تو حکام باانصاف اسکو اس قسم کی تلقین و تذکیر کرتے ہین کہ حقوق اسکے برباد نجاوین اور اسی طور سے اگر
کوئی مظلوم بسبب کسی علاقہ کے کہ ظالم رکھتا ہے صاف صاف بیان کرنے سے اسکے ظلم کے شرماتا ہے یا خوف کہاتا ہے اسکے
حق مین بھی ارباب عدالت کا یہی شیوہ معمول ہے اور فقہا نے بھی لکھا ہی کہ قاضی کو تلقین مدعی اور شاہد کی اس قسم کی صورتون مین درست ہے

کیونکہ مظلوم کا حق کو پہنچانا بدون اُسکے ہو نہین سکتا اور باوجود اسکے اس سوال مین بہی مراتب اُسکے ادب کے والدین کے ساتہہ موجود ہین کیونکہ اول تو اُسکے قاتل کا نفرمایا گویا قاتل سے سوال منظور ہی نہین ہی تاکہ فضیحت نہو اسیواسطے مجہول کے صیغے سے لاتے ہین کہ قتلت یا سوال اُس گناہ کا فرمایا کہ موجب اُسکے قتل کا ہوا گویا کہ اشارہ فرماتے ہین کہ والدین کو تو اپنی اولاد سے کمال شفقت اور محبت ہوتی ہی بغیر کسی گناہ عظیم کے تجہسے یہ معاملہ کیا ہوگا اسواسطے تجہسے پوچہتے ہین کہ وہ کیا گناہ تہا لیکن عایت اس ادب کی ماباپکے حق مین موودہ کیطرفسے موجب ماباپ کی کمال رسوائی اور فضیحتی کا ہوگا خصوصًا موودہ کے گناہ کے سوال کر نہین کہ وہ ہرگز محل گناہ کا نہین ہوسکتی تہی تعریض الزام صریح سے اُنکے ہوگی اور اگر پہلے ہی سوال والدین سے واقع ہوتا کہ تمنے بے گناہ اپنی بیٹی کو کیون مار ڈالا تو یہ فضیحتی اور رسوائی اور آشنا زیادتی خوف اور دہشت حاصل نہوتا اور یہی ہی کہ ترک کرنا سوال کے اُنسے اور متوجہ کرنا سوال و خطاب کا موودہ سے اُنکی کمال شقاوت اور بدبختی کی نشانی ہی کہ ان سے بسبب کمال قہر و بغض کے اس حرکت بے برکت سے سوال خفگی اور عتاب کا بہی نہین فرماتے ہین کیونکہ کلفت عذاب و عتاب کی لذت سے کلام و خطاب کی شکست معلوم ہوگی اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ چنانچہ کسی کا قول ہی **شعر** پرسش اگر نیست بگو نا سزا ؛ کز دہنت یک سخنم آرزوست ؛ اور یہان پر سمجہلیا چاہیے کہ حدیث صحیح مین وارد ہی کہ اَلْوَائِدَۃُ وَالْمَوْءُوْدَۃُ فِی النَّارِ یعنے جس عورت نے کہ اپنی بیٹی جیتی گاڑدی ہی وہ اور اُسکی بیٹی دونو دوزخ مین جاوینگی معتزلہ اس حدیث کے سُننے سے متحیر ہوتے ہین اور مقابل مین اس حدیث صحیح کے اس آیت کو سند پکڑتے ہین اور کہتے ہین کہ جو حق تعالے بسبب موودہ کے کافرونکو زجر و توبیخ فرمائیگا تو ممکن نہین کہ موودہ عذاب کی جاوے اور اس دلیل پکڑنے سے اُنکی کمال جہل و نادانی ثابت ہوتی ہی کیونکہ ماباپ پر عذاب اسواسطے ہی کہ خون ناحق کیا ہی اور موودہ پر عذاب اس جہت سے ہی کہ کفر مین ماباپکے تابع ہی جیسے ظالم و مظلوم کہ دونو لشکر فرعون تو ایک دوسرے کے واسطے عذاب کرینگے اور اصل عذاب مین دونون شریک ہین بسبب کفر کے اسیواسطے اہل سنت کے نزدیک کافرونکے لڑکون کو معذب ہونا باعتبار شریعت کے قاعدے کے ظاہر ہی کیونکہ نفس طفل کا خصوصًا وہ طفل کہ ایسی چہوٹی عمر مین اس جہان سے گیا ہو تو گویا ماباپکے وجود کا ایک ٹکڑا ہی ابہی استقلال و تکمیل حاصل نہین کی ہی جب والدین عذاب کیے جائینگے تو یہ نفس سادہ بہی اُنکی تبعیت سے عذاب مین ہوگا جیسے کہ وہ مین کہ ساتہی ہنستے ہین اور ساتہی روتے ہین اور بہوکے پیاسے بہی ایکساتہہ ہی وقت مین ہوتے ہین کیونکہ اتصال نفسانی اُنکا مفارقت استقلال سے ہنوز مبدل نہین ہوا واللہ اعلم اور یہان ایک نکتہ ہی کہ قابل بیان کے ہی وہ یہ ہی کہ قتلت کو غایب کے صیغے سے کس واسطے لائے خطاب کی مناسبت کو چاہتا تہا کہ قتلت مونث مجہول مخاطب کے صیغہ سے فرماتے جواب اُسکا یہ ہی کہ منظور تو واقعات قیامت کا بیان ہی اور موودہ کا حال غایب کے صیغے سے بیان فرماتے ہین بس خبر دینا ہی موودہ کے سوال سے کہ واقع ہوگا حکایت خطابی کہ اُسکے ساتہہ درمیان مین آویگی و حکم فقہ کا یہ ہی کہ اگر کسی شخص کے ہاتہہ سے اُسکی اولاد خطا سے تلف ہوجاوے جیسے چار مہینے کا حمل گرادینا یا اندازے سے زیادہ افیون کہلادینا یا محافظت مین قصور واقع ہونا مثلا کوئی عورت چہجے پر بیٹہی اپنے لڑکے کو کہلاتی تہی اور وہ لڑکا اُسکے ہاتہہ سے چہوٹ کے زمین پر گر پڑا اور مر گیا اور علیٰ ہذا القیاس تو اُن پر کفارہ لازم ہوتا ہی اور قتادہ سے روایت ہی کہ قیس عاصم تمیمی کا بیٹا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ مجہسے ایک بڑا سخت گناہ ہوا ہی کہ کفر کی حالتمین آٹہہ بیٹیان مینے جیتی گاڑدین ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عوض مین ہر لڑکی کے ایک ایک غلام آزاد کر اُسنے عرض کی کہ یا رسول اللہ مین تو اونٹون والا ہون غلام تو میرے پاس نہین ارشاد ہوا کہ ہر لڑکی کے عوض ایک ایک اونٹ اللہ کی راہ مین دے **وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ** اور جسوقت کہ صحیفے اعمالونکے کہ لپٹے ہوئے سجین و علیین مین رکہے تہے کہولے جاوینگے اور ہر شخص جو کچہہ کہ اُسکے صحیفون مین ہی معلوم کرلیگا اور قتادہ سے مروی ہی کہ آدمی کے اعمال کے صحیفون کو اُسکے مرنیکے بعد لپیٹ کے دفتر مین نگاہ رکہتے ہین اور بعضے مفسرونے نشر کو پراگندہ کے معنو مین لیا ہی یعنے اعمالنامونکو بکہیرینگے اور جس دفتر مین کہ اکٹہے جمع تہے وہانسے نکالکے بانٹ دینگے کسیکو بائین ہاتہہ مین پیٹہہ کے پیچہے سے اور کسیکو داہنے ہاتہہ مین منہہ کے سامنے سے دینگے اور مرثد بن وداعہ سے مروی ہی کہ قیامت کے دن صحیفونکو عرش کے نیچے سے اُڑادینگے بس جو صحیفہ کہ ایماندار کے ہاتہہ آویگا اُسمین یہ لکہا ہوگا کہ فِیْ جَنَّۃٍ عَالِیَۃٍ اور جو کافر کے ہاتہہ مین آویگا اُسمین یہ لفظ لکہا ہوگا

کر فی سموم وحمیم اور یہہ صحیفے فال کے فرعون کی مانند ہونگے اعمال کے صحیفے نہونگے چنانچہ کشاف مین مذکور ہی وَاِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ اور جب
آسمان کا پوست اُتارا جائیگا جیسے جانور کا کہ بعد ذبح کے پوست اُتار لیتے ہین اور تمام اجزا اور عضا اور رگ اور ریشے اُسکے ظاہر ہوجاتے ہین اسیطرح سے اوخیالات
فلک کے مکنونات کرشہا کی صورتین الیہ ہین ظاہر اور منکشف ہوجاوینگے اور فرشتے حاملان صحف اور دوسری قسمونکے فرشتے نازل ہونگے
وَاِذَا الْجَحِيْمُ سُعِّرَتْ اور جسوقت کہ دوزخ بہڑکائی جائیگی اور شدت اسکی سوزش کی زیادتی پکڑیگی وَاِذَا الْجَنَّةُ
اُزْلِفَتْ اور جسوقت کہ بہشت محشر کے نزدیک لائی جائیگی پس مسلمانونکو خوشی پر خوشی زیادہ ہوگی اور کافرونکو حسرت پر حسرت اور جو بارہ حادثے
تحقیق ہونگے کہ چھہ اُنمین سے دنیا مین قبل صور پہونکنے کے ہونگے اور چھہ اُنمین سے بعد صور پہونکنے کے ہونگے عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّآ
اَحْضَرَتْ جان لیگا ہر جی جو لیکر آیا ہی نیکی سے اور بدی سے اور بعضے اہل تاویل نے کہا ہی کہ ان بارہ حالتونکو موت کیوقت کہ قیامت کا نمونہ
ہی معلوم کرینگے اسیواسطے اُسکو قیامت صغری کہتے ہین اور حدیث شریف مین بہی وارد ہی کہ مَنْ مَاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِيَامَتُهٗ یہی اعتبار کہ
گویا بسر آفتاب آدمی کی روح کے مانند ہی کہ شعاع سے اُسکی بدن زندہ ہوتا ہی اور جو علاقہ اُسکا تدبیر سے بدن کی منقطع ہوگیا تو گویا انسان
کے بدن کا آفتاب مکور اور بے نور ہوگیا اور انکدار نجوم کا نمونہ ہی حواس وقوائے انسانی کی بیکاریکا کہ موت کے وقت نمودار ہوتا ہی اور جنبش ہاے رگو
باطل ہوجانا اعضاء رئیسہ کا اور اُسکی بدن کی ہڈیون کا ہی کہ اپنے کام سے معزول ہوکر برباد جاتے ہین اور تعطیل عشار کی نمونہ ہی دودہ اور چربی کے
خشک ہوجانیکا اور افعال طبعی کے باطل ہونے کا کہ کارپرداز اُسکا جگر اور دوسرے آلات غذا کے ہین اور حشر وحوش نمونہ افعال بہیمیہ اور سبعیہ کے
نتائج کا ہی اور بہڑکانا دریاؤنکا خشک ہونا خون کا اور بدن کی دوسری رطوبتون کا یا باطل ہونا اوہام اور خیالات اور امیدون اور آرزؤن کا
کہ ہر ایک ایک دریائے بے پایان ہی کہ بغیر موت اختیاری یا اضطراری کے انقطاع اُنکا متصور نہین اور تزویج نفوس جمع ہونا ملکات مکتسبہ کا ہی آپسمین ظلمانی کا
ظلمانی سے اور نورانی کا نورانی سے اور موودہ ایک قوت ہی کہ آدمی نے اُسکو اُسکے غیر مقرر مصرف مین صرف کرکے برباد کیا اور بعضے دانشمندون سے منقول ہی
کہ جو کوئی نکتہ نفیس مقدمات علمیہ کا خاطر اوکیا مین گذرے اور اسکو قید کتابت مین مقید نکرین یہانتک کہ وہ بہول جاوے تو وہ بہی موودہ مین داخل ہی اور آسمان کا
کشط کنایت ہی روح کے احکام ظاہر ہونے سے اور تسعیر جحیم دیکھنا ہی سختیون اور دہشتون کا کہ بعد موت کے ظاہر ہونگی اور نزدیک لانا بہشت
کا عبارت فرحت اور خوشی سے ہے کہ نیکون کی ارواح کو اس وقت پہنچاوینگے اور بدونکو اُس سے محروم کرینگے اور بعضے اہل تصوف نے
ان سب حالتونکو طی ہونے پر سلوک کے مرتبون کے انتہائے فنا تک کہ انکے نزدیک اول منزل وصول کی ہی تطبیق دی ہی اور تفصیل اس تطبیق کی نہایت
طولانی چاہتی ہی کہ اس تفسیر کی وضع سے خارج ہی حاصل کلام کا یہ ہی کہ جو اسباب کہ لئے خیر وشر کی حقیقت کے نفس انسانی پر بیان کئے گئے اور تحقیق اسباب کی جو
مخبر صادق سے کہ اصدق الصادقین ہی یعنے حق تعالی کی ذات پاک متیقن ہوئی تو حاجت قسم کی نرہی اسیواسطے یون فرمایا ہی فَلَآ اُقْسِمُ پس قسم
نہین کہاتا ہون مین کیونکہ باوجود میرے خبر دینے کے حاجت قسم کی نہین ہی اور اگر ان سب باتون کے ساتھہ بہی تم قسم کے محتاج ہو تو میری قسم بِالْخُنَّسِ
الْجَوَارِ الْكُنَّسِ کی ستارون پیچہے ہٹ جاتے سیدہے چلتے دبک جانے والون کے ہی اور حضرت امیر المؤمنین مرتضی علی کرم اللہ وجہہ اور اکثر
مفسرین سے صحابہ کے منقول ہی کہ وہ ستارہ خمسہ متحیرہ ہین یعنے زحل اور مشتری اور مریخ اور زہرہ اور عطارد کہ انکو اپنی حرکت مین ایک حیثیت نمودار ہوتی
ہی اول تو مغرب سے مشرق کو ترتیب سے برجون کے حمل سے ثور مین اور ثور سے جوزا مین جاتے ہین اور بعد اسکے تہوڑے دنون حرکت انکی نمودار نہین ہوتی ایک جا ٹہرے
رہتے ہین پہر رجعت قہقری کرتے ہین یعنے الٹے پہرتے ہین اور مشرق سے مغرب کو آتے ہین پہلی حالت کو علم ہیئت کی اصطلاح مین استقامت کہتے ہین اور دوسری حالت کو توقف
اور اقامت کہتے ہین اور تیسری حالت کو رجعت اور رجوع اور یہہ تین حالتین اور کسی ستارے مین نہین ہین جیسے ماہتاب تہوڑا سا وقوف رکہتا ہی لیکن
رجعت نہین رکہتا اور دوسرے ستارے نہ وقوف رکہتے ہین نہ رجعت پس حیرت ان پانچ ستارون کی صریح دلیل ہی اس بات پر کہ آسمانی چیزون
کا بدلنا ایک حال سے دوسرے حال پر ممکن ہی تو پس انقلاب جائز ہونے مین آسمان کے تمام اجزا مین اور زائل ہونمین ستارون کے کچہہ تعجب نہ

اورخاص معنا اِن پانچ ستارون کا رجعت اور استقامت اور وقوف کے ساتھ ہر چندکہ نزدیک تلاش کرنیوالون ہیئت آسمانی کے ایک وجہ رکھتا ہی کہ وہ خلاف اُنکے حاملون
کی حرکت اور اُنکے دائرون کی حرکت ہی اسواسطے کہ اُنکے حوامل یعنے اُٹھانیوالے مغرب سے مشرق کو جاتے ہین اور دائرے اُنکے زمین کے شامل
نہین ہین لہذا اوپر والے اُنکے مغرب سے طرف مشرق کے جاتے ہین اور نیچے والے اُنکے مشرق سے طرف مغرب کے اور جو یہ ستارے دائرون مین گڑے ہوے
ہین اور یہہ دائرے حامل کی گدازگی مین گڑے ہوئے ہین تو بالضرور اِن ستارونکو دونون حرکتین بالتبع ہوتی ہین تو جب اُنکے حامل کی حرکت اور دائرونکی حرکت
موافق ہوتی ہی سرایع السیر (جلد چلنے والے) استقامت سے معلوم ہوتے ہین اور جب دونون حرکتین مخالف ہوتی ہین تو بطی السیر معلوم ہوتے ہین اور جب دونون حرکتین
آپسمین مخالفت کرتی ہین اور ایک دوسرے کی معارض ہوتی ہی یعنے جسقدر ستارہ ایک حرکت کے سبب سے آگے بڑہا اسیقدر دوسری حرکت کے سبب سے
پیچھے ہٹا تو واقف اور ساکن معلوم ہوتے ہین گویا جنبش نہین رکھتے اور جب دوسری حرکت غلبہ کرتی ہی تو انکی حرکت اُلٹی معلوم ہوتی ہی اور ستارہ
راجع یعنے اُلٹا پہرا معلوم ہوتا ہی لیکن مطلب اِس سبب کے معلوم کرنیسے زیادہ تر کُھل جاتا ہی اور ظاہر ہوجاتا ہی اسواسطے کہ جب آسمان کے ستارے
تغیر اور انقلاب کے قبول کرنیوالے ہوئے اور اُنکی حرکتون اور وضعون کے اسباب مختلف ہوئے اور تخالف اور تجاذب طبعی اور ارادی اُنمین ثابت ہوا
تو البتہ صدمون کے قبول کرنیکے آمادہ ہوئے یعنے خراب ہو سکتے ہین جو چیز کہ خلاف اور تغیر سے بچی ہو اُسکے خراب ہونے مین اور صدمے کے قبول
کو نہین اگر تعجب کیا جاوے تو البتہ کچھ جگہہ تعجب کی نہین ہی اسواسطے کہ کبھی اُسمین صدمے نے راہ نہین پائی ہی اور اِن پانچ ستارون کا ذکر اِس
مقام پر لانا اسواسطے ہے کہ آسمان کے ستارے دو قسم کے ہین ایک قسم کو سیارہ کہتے ہین یعنے چلنے والے وہ سات ہین اور دوسری قسم
کو ثوابت کہتے ہین یعنے ایک جگہہ پر ثابت رہنے والے قسم اول کو یعنے سیارون کو تعدد افلاک کے سبب سے حرکتین مختلف لاحق ہوتی ہین اور ثوابت کو
حرکت مختلف نہین ہے بلکہ اُنکے آسمان کی حرکت بھی بہت سست ہے اور کم دکھلائی دیتی ہے اور ثوابت کو رجوع اور استقامت اور
وقوف اور انتقال سرعت سے بطوء کی طرف اور بطوء سے سرعت کی طرف لاحق نہین ہوتا ہے اور سیارون کو یہہ سب لاحق
ہوتا ہے اور سب سیارون مین سے آفتاب اور ماہتاب کو بارہا قرآن مجید مین تغیر اور انقلاب کے مقام پر ذکر فرمایا ہے اور اکثر دونون کے تغیرات سب
خاص عام مین مشہور ہین علی الخصوص تغیر چاند کا کہ ہر مہینے مین گھٹنا بڑہنا اُسکا سب دیکھتے ہین اور سورج گہن اور چاند گہن بھی سب پر ظاہر ہے تو
اس مقام پر کہ اجرام آسمانی کے تغیر کا بیان کرنا منظور ہی اِن پانچون ستارون کا ذکر کرنا کہ یہہ بھی تغیر اور اختلاف رکھتے ہین ضرور ہوا اور تامل کرنے سے
معلوم ہوتا ہی کہ ثوابت کو آپسمین ربط اور میل نہین ہی اسیواسطے ہر ایک کا اُنمین سے ایک ہی حال ہی اور ان پانچون ستارون کو سورج اور چاند سے اور
آپسمین بھی انکے ربط اور میل مختلف اور متعدد ہوتا ہی اور مصدر قوتون متعددہ کے ہوتے ہین اور ارتباطات عجیبہ آفتاب سے رکہتے ہین اور ہر ارتباط مین ایک نئی
تاثیر ظاہر ہوتی ہی تو یہہ پانچ ستارے عالم آسمانی مین مرکبات عنصریہ کی مانند ہین جیسے معادن اور نباتات اور حیوان اور انسان اور اِن چارون کی پرچھائین
اور سورج اور چاند مرکبات ناقصہ کی مانند ہین جیسے بخار اور غبار اور دہوان اور ثوابت عنصریہ بسائط کے مانند ہین اور تاثیرین اور فعل اِن
پانچون ستارون کے بہت مشابہت رکہتے ہین ارادے اور اختیار والون کے فعل سے اور حرکتین انکی گویا حرکت اختیاری ہین کہ مرکب ہین
صعود اور ہبوط اور توجہ اور رجوع اور ہرب اور طلب سے بس ذکر ان پانچ ستارون کے انقلاب اور تغیر کا قریب ہے مطلب سے کیونکہ انکا
انقلاب ارادی ہی نہ طبعی حاصل کلام کا یہہ کہ احوال اِن پانچ ستارون کا اول دلیل ہی اجرام آسمانی کے حالات بدلنے پر اور جو اجرام آسمانی
قابل تغیر اور انقلاب کے ہوئے تو انقلاب مین اجسام سفلی کے کونسا اشکال باقی رہا کہ رات دن انقلاب اور تغیر انکا آنکھون
سے دیکھتے ہین اور اگر امر انقلاب کذائی مین کہ موجب ایسے تغیر عظیم کا ہوگا کسی کو تردد اور شک ہو تو دوسری قسم کہائی
جاتی ہے **وَاللَّيْلِ إِذَا عَسْعَسَ** + اور قسم ہے رات کی جب اُسکی اٹھان ہوتی ہے اور جہان کو اندہیرا
کردیتی ہی اور ایک طرح کا انقلاب نمودار ہوتا ہی یا بار اُجڑ جاتے ہین چور چکارون کی ڈر اور درندون کا خوف پیدا ہوتا ہی رستے بند ہوجاتے ہین

اور تلاش روزی کی یکقلم موقوف و تمام لوگ چوپایون کی مانند بیحس و حرکت پڑے ہوتے ہین اور جن و شیاطین پھیل پڑتے ہین بس یہہ ایک انقلاب ہے کہ پھر
رات دن کے دورہ مین زمین اور زمین والونکو الٹ پلٹ کرڈالتا ہے اگر بالفرض کوئی شخص دن ہی مین ہوشیار ہوا ہو اور اسنے رات نہ دیکھی ہو اگر اسکے
سامنے یہہ انقلاب بیان کیا جاوے تو ایسا ہی تعجب کرے کہ کافر قیامت کا احوال سنکر عشر عشیر بھی اسکا نہین کرتے اور رات کے عجائبات سے ایک یہہ بات ہے
کہ جو چیزین کہ دور ہین جیسے آسمان کے تارے اور ماہتاب اسمین ظاہر ہوتے ہین اور وہ جو نزدیک کی چیزین ہین جیسے زمین و آسمان کے درمیان یا زمین مین
چھپجاتی ہین اور دن کو اسکے برخلاف معلوم ہوتا ہے پس تفاوت دنیا اور آخرت کا ظاہر ہوتے مین پوشیدہ چیزونکے اور چھپجانے مین ظاہر چیزونکے اسی نمونہ سے
ظاہر ہوتا ہے اسیواسطے بطور پورا بیان کرنیکے فرماتے ہین **وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ** اور قسم کھاتا ہون مین صبح کی جبوقت کہ دم بھرے
کہ اسوقت بھی ایک انقلاب عظیم ظاہر ہوتا ہے اور لوگ خواب سے بیدار ہوتے ہین اور بازار اور مجالس آباد ہوجاتے ہین اور مسافر بھی چل نکلتے ہین اور ہر مخلوق
تلاش معاش کے درپے ہوتی ہے اور قوائے حیوانیہ مین ایک فرحت عظیم پیدا ہوتی ہے اور ہر چیز روشن ہوکر ظاہر ہوجاتی ہے اور روشن ستارے بے نور اور پوشیدہ اور
ہر طرف سے لشکر اور قافلے پہاڑون کی مانند چلنا شروع ہوتے ہین اور دم صبح کنایت اسکے ظاہر کرنے سے ہے آفتاب کو کہ صبح اسکی علامت ہے مچھلی سے کہ
دریا مین تیرتی ہے ذہن مین تشبیہہ دی ہے اور اسکے انتشار نور کو قبل طلوع کے دم ماہی سے نسبت کی ہے جیسے مچھلی دریا مین آنکھون سے پوشیدہ گذرتی ہے اور اسکی سانس
لینے سے پانی اٹہتا ہے اور منتشر ہوجاتا ہے اسیطرح سے آفتاب کی حالت ہے قبل طلوع کے اور قبل روشنی پھیلنے کے اور بعضون نے کہا ہے کہ دم صبح کنایت
نسیم سے ہے کہ طلوع صبح کے قریب بہار کے دنونمین چلتی ہے اور اس نسیم کو تشبیہہ دم سے دی ہے کہ لوگون کی فرحت اور راحت کا سبب ہوتی ہے گویا کہ صبح مانند ایک
مریض یا دردمند کے ہے کہ اب فرصت دم بھرنے کی پائی اور راحت حاصل کی غرض کہ ثابت ہونا دم کا صبح کے واسطے فارسی و عربی شعر مین رائج اور مشہور ہے
اور عسعس کا لفظ مشترک بین الضدین ہے آنیکو بھی کہتے ہین اور جانے کو بھی پھر اگر صبح کے مقابلہ اور تنفس کی رعایت کرین تو جانے پر قیاس کیا چاہیئے اور
اگر مناسبت اور تلازم اسکا منظور رکہین تو قیاس جانے پر چاہیئے کرنا اور یہہ کمال اعجاز ہے کلام اللہ کا کہ اس مقام مین جہان لفظ بھی مشترک بین الضدین
ارشاد ہو لیکن تقدیر ثانی پر محض ایک انقلاب مذکور ہوگا کیونکہ جانا رات کا ابتدا ہے اس انقلاب کی اور دم لینا صبح کا اسکی انتہا اور جو یہہ انقلاب آخرت
کے انقلاب سے کمال مشابہت رکھتا ہے کہ نمونہ حیات کا ہے بعد موت کے اور جو ظہور چھپی چیزونکا اسمین بہت ہوتا ہے تو اکتفا اس پر کمال مناسب ہے
پس غرض بیان سے یہہ ہے کہ حقیقت کہلنے مین خیر و شر کی نفس انسانی پر بعد واقع ہونے بارہ انقلابونکے ہے کہ ان انقلابون کی مانند دنیا مین بھی واقع
ہوتے ہین تو حاجت قسم کی واسطے تاکید کلام کی نہی کیونکہ امکان ان انقلابونکا دلیل عقلی سے ثابت ہے اور ہونا ان انقلابونکا سبب خیر و شر کی حقیقت کہلنیکا
نفس انسانی پر نظر مین عقل کی بعد تامل کے ظاہر ہے اور جو مخبر صادق سات واقع ہونے ایک شئ ممکن کے کہ سبب ایک خبر کا ہو خبر دیوے تو واقع ہونے پر بس
خبر کے یقین حاصل ہوتا ہے اور یہین سے ہے کہ قسم کی حاجت نہونیکے واسطے بطور تعلیل کے فرماتی ہین **اِنَّهٗ** تحقیق یہہ قرآن کہ متضمن قیامت کی خبرونکا ہے
لَقَوْلُ رَسُوْلٍ البتہ یہہ بات لائی ہوئی اسے کے ایلچی کی ہے کہ اللہ کی طرف سے پہنچائی ہے پس کذب و افترا کے احتمال کو یہان گنجایش
نہین کیونکہ کلام الٰہی قطعی الصدق ہے یعنے بیشک سچا ہے اور اگر کسی کے یہہ شبہہ دل مین کہٹکے کہ یہہ کلام بیواسطہ حضرت حق سے ہمکو نہین
پہنچا تا ہمکو اسکے مضمون پر یقین حاصل ہو بلکہ ہمارے اور حق تعالے کے درمیان مین واسطے واقع ہوئے ہین اور سند ثابت ہے ہم کہتے ہین کہ تم
جو بیواسطہ یہہ کلام اپنے پیغمبر سے سنتے ہو تو درمیان مین دو واسطون سے زیادہ نہین اول تو وہ شخص ہے کہ بطور ایلچی گری کے اللہ تعالی کیطرف
سے اسکے پیغمبر پاس کلام لاتا ہے دوسرا پیغمبر اب ان دونون واسطون کے نقصان اور عدل مین خود فکر کرلو اول وسطہ جو ایلچی ہے وہ آٹھ
صفتون سے موصوف ہے **كَرِيْمٍ** بڑے مرتبے والا اور عالی قدر ہے کہ عدالت اور تقوی اسکا نہایت کو پہنچا ہے کیونکہ بزرگی اسکے مرتبے کی
بغیر تقوی کے ہو نہین سکتی چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہے الکرم التقوی والحسب المال اور قرآن مجید مین بھی اشارہ ہے
اسی بات کی طرف کہ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰکُمْ پس عدالت اور تقوی تو اس ایلچی مین موجود ہے اب اسکے حافظے کی قوت کو

معلوم کیا چاہیے تو دوسری صفت اسکی یہہ ہے کہ **ذِي قُوَّةٍ** بڑی قوت والا کہ اسکے حفظ مین ہرگز خلل نہین جو کچھہ کہ سنتا ہے بے گھٹتی بڑھتی کے یاد رکھتا ہے اور بسبب کامل ہونے ہر وقت کے وہ یاد رکھی ہوئی گواہی بے کم و زیادہ کے ادا کرتا ہے اور ہرچند منظور اس مقام پر بیان اس ایلچی کی قوت حافظہ اور قوت بیانیہ کا ہے لیکن کمال ان دونون قوتون کا علی الاطلاق نہین ہوتا اسیواسطے مطلق قوت کے ساتھہ اسکو موصوف فرمایا ہے اور حدیث شریف مین وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز جبرئیل علیہ السلام سے کہ مراد وہی ایلچی ہین کہ ذات عالی صفات انکی موصوف ان صفتون کے ساتھہ ہے فرمایا کہ حق تعالی نے تمہاری قوت اور امانت کا وصف فرمایا ہے اور ثنا و صفت کی ہے کچھہ اپنی قوت اور امانت کا ہمارے سامنے بیان کرو انہون نے فرمایا کہ قوت تو مجھہ مین اتنی ہے کہ حق تعالی نے مجھکو خراب کرنیکو قوم لوط کے شہرونکے کہ چار شہر تھے بھیجا اور ایک شہر ان شہرون مین سے کہ اسکا نام سدوم تھا اسمین عورتون اور بچون کے سوائے چار لاکھہ آدمی سلح پوش تھے مین نے ان شہرون کو ساتوین زمین کے تہہ سے ایک پر پر اٹھا کر اسقدر آسمان کے نزدیک لے گیا کہ آسمان کے رہنے والے ان شہرون کے مرغون اور کتون کی آواز سنتے تھے پہر ان سب شہرونکو اسی غار مین اوندھا ڈال دیا اور مجھکو کچھہ تکلیف اور بوجھہ معلوم نہوا اور امانت داری میری اس درجے کو ہے کہ مجھکو کبھی کسی کام کو نہین فرمایا کہ بے گھٹتی بڑھتی کے اسکو بجا نہین لایا اور کوئی بھید مجھسے نہین فرمایا کہ مین نے اپنے سینے مین اسکو پوشیدہ نہین رکھا بس ذکر کرنے سے ان دو صفتونکے دو شرطین روایت کی کہ عدالت اور قوت حفظ ہی ثابت ہو چکین اب بطور علاوے کے کئی صفتین دوسری بھی ذکر فرماتے ہین کہ پیغام کہنے والے سند اور روایت کے علم کے ان صفتون کو بھی مقام ترجیح اور کمال تصحیح کے اعتبار کرتے ہین انمین سے ایک یہہ بھی ہے کہ **عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ** یعنے وہ ایلچی تخت والے کے نزدیک رتبہ دار عالی مکان ہے اور ظاہر ہے کہ جو روشناسون کو حضور کے کہ ہمیشہ دربار مین حاضر رہتے ہین ایلچی گیری پر بھیجتے ہین تو اعتماد اس چیز پر زیادہ تر متحقق ہوتا ہے اس سبب سے کہ زبانی ہرکارے یا کسی عہدیکی معرفت وہ پیغام بھیجا جاوے دو سبب سے اول تو یہہ کہ وہ رو دار بلا واسطہ بادشاہ کا کلام سنتا ہے اور احتمال اسبات کا کہ اس کلام مین کسی طرح کی کمتی زیادتی کی ہوگی نہین رہتا دوسرے یہہ کہ وہ رو دار عالی مرتبہ اپنے منصب اور مرتبے کی محافظت کے واسطے سرکاری پیغام پہنچانے مین کمال احتیاط کرتا ہے اسیواسطے بخاری اور مسلم شاگردون سے امام مالک اور دوسرے حدیث کے اماموں کے ان لوگون کو کہ کہ استاد کے پاس بیٹھتے تھے اور صحبت دائمی سے ان استادون کی مشہور و معروف تھے اور استادونکے نزدیک قدر اور منزلت پیدا کی تھی روایتین مرجح اور مقدم کرتے ہین اور روایتکے اضطراب و اختلاف کے وقت انکی روایتونکو سند پکڑتے ہین اور دنیا دارونکے عرف مین بھی جو پیغام حضور بادشاہی سے امیر یا وزیر کے واسطے سے پہنچتا ہے وہ زیادہ معتبر ہوتا ہے اس سے کہ کسی خواص یا دربان یا چوبدار کیواسطے سے پہنچے اور انہین مین سے ایک یہہ بھی ہے **مُطَاعٍ ثَمَّ أَمِينٍ** وہ ایلچی سب کا مانا اس عالم مین کہ ملکوت الہی کے دربار کی کسوٹی ہے اور امانت دار بوجھا گیا ہے اس دربار کے ارکانون مین کہ بے پوچھے اور دریافت کیے فقط اسکے کہنے پر عمل کرتے ہین اور ہیبت اسکی اسقدر ذہنون مین اس دربار والونکے اور اس سرکار کے متوسلونکے جم گئی ہے کہ اسکے حکم کو بے پوچھے اور تحقیق کیے حکم الہی جانکر فرمانبرداری مین دوڑتے ہین چنانچہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کی رات اپنے ساتھہ لیکر گئے تو آسمانون کے دربانون نے اور بہشت اور دوزخ کے خازنون نے انکے حکم سے دروازے کہولدئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جہان چاہتے تھے سیر کرتے تھے چنانچہ معراج کی حدیثون مین اسکا مفصل بیان ہے اور ہمیشہ احکام الہی ساتون آسمان والونکو پہنچانا انہین کا کام ہے گویا حضرت جبرئیل سب فرشتون سے اس صفت مین کہ اللہ تعالی کا پیغام پہنچانا ہے ممتاز اور مشہور ہین اور تمام قسمون مین فرشتون کی انکا آنا علامت ہے اللہ تعالی کی طرف سے پیغام لانے کی پہر جس وقت کہ راوی اس درجے کو ثقہ ہو کہ تمام ثقات پیغام کو اسکے قبول کرتے ہین اور اس سے سند نہین مانگتے پہر احتمال کذب اور افترا کا اسکی خبر مین سوائے مالیخولیا کے کچھہ اور نہین اور دوسرا واسطہ کہ تمہارا پیغمبر ہے وہ بھی ایک شخص ہے کہ چالیس برس سے زیادہ ہوئے کہ تمہارا ہم صحبت ہے اور کبھی دروغ اور کذب پر اسکے کیا خلوت اور کیا جلوت کیا غرض کیا بغرض مطلع نہین ہوئے ہو پہر ایسے شخص کو خبر اور روایت مین معتبر نہ جاننا خلاف عقل کے ہے مگر یہہ کہ وہ شخص خفقانی یا سودائی ہو کہ بسبب فاسد ہونے حواس اندرونی کے صورتین عجیب بے اصل اسکے خیال مین

گذرتی ہین اور آواز عجیب غریب سنتا ہی اور جو اُسکے خیال مین آتا ہی اُسکو ہونے والا سمجہتا ہی **وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُونٍ**
اور نہین ہی یہہ ہمنشین تمہارا سودائی اور خیالی کہ اس احتمال کو اسکی خبر مین روا رکہو کیونکہ اتنی صحبت دراز مین کمال اُسکی عقل اور دانائی کا دم بدم
اور ساعت بساعت تجربہ کرچکے ہو اور صحت اُسکے خیال و مدرکے کی معلوم کرچکے ہو کہ تمام عقلا سے بالاتر ہی اور اگر باوجود ان سب باتون کے تمہارے
دلمین شبہہ گذرے کہ یہہ پیغمبر ایک صورت کو دیکہتا ہی اور اس صورت کی زبان سے کلام الٰہی سنتا ہی مگر ہمکو کیونکر معلوم ہو کہ یہہ صورت حضرت
جبرئیل ہی کی ہی شاید کہ اُنکو کسی جن یا شیطان نے یہہ صورت بناکر فریب دیا ہو یا آواز کیا ہو کہ پیغمبر نے اُسکو جبرئیل کی آواز سمجہی ہو تم کہتے ہو کہ
یہہ سبب شبہے تمہارے اُس وقت پیش جاتے کہ اس پیغمبر نے کبہی حضرت جبرئیل کو اپنی صورت اصلی پر نہ دیکہا ہوتا **وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ
الْمُبِيْنِ** اور بتحقیق دیکہا ہی اس پیغمبر نے اُس ایلچی کو اپنی اصلی صورت پر کہلے کنارے آسمان کے یعنے افق شرقی مین اور بسبب ہونے قاب کے
اسطرف اصلا احتمال شک اور شبہے کا نہین رہا تہا اور جو حقیقت چیز کی ایک بار دیکہہ لی اور پہچان لی پہر پہچاننا اس حقیقت کا ہر صورت اور ہر لباس مین
آسان ہوتا ہی جیسے کوئی لڑکا پانی کو دریا مین دیکہے پہر اگر اُس پانی کو پیالے یا آبخورے مین اُسکے سامنے لاوین تو وہ فی الفور پہچان لیگا کہ یہہ وہی پانی
ہی اور اسیطرح سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دیکہنا حضرت جبرئیل علیہ السلام کو صورت اصلیہ پر موجب کہلنے حقیقت جبرئیلیہ کا ہوا تہا کہ بعد اُسکے ہر صورت
اور لباس مین اُنکو پہچان لیتے تہے **شعر** تو خواہی جامہ و خواہی قبا پوش ٭ بہر رنگی ترا من میشناسم ٭ آلا ایکبار کہ اعرابی کی صورت پر سوال کرنیکو
دین کے مسائل کے آئے تہے اور بہید اس بار کے نہ پہچاننے مین یہہ تہا کہ اُسوقت وہ اپنی حقیقت سے کہ رسالت اللہ تعالی کی لازم ہی اس حقیقت کو تنزل
فرماکے اپنے کو سائل کی صورت سے نمودار کیا تہا اور مقدمہ وحی اور احکام الٰہی کا نتہا کہ پہچان جبرئیلیہ ضرور ہوتی اور حدیث شریف مین وارد ہی کہ
مین نے جبرئیل کو کبہی اُنکی اصلی صورت پر نہین دیکہا مگر دو بار زمانے مین شروع وحی کے کہ بیتاب ہوکر چاہتا تہا مین کہ اپنے کو پہاڑ پر سے گرا دون
اس ارادے سے موضع اجیاد مین کہ ایک مکان ہی مکہ معظمہ مین گذرا مین اُسوقت جبرئیل کو دیکہا مین نے کہ ایک سونیکی جہلکی ہوئی کرسی پر زمین و آسمان کے
درمیان مین مشرق کیطرف بیٹہے ہین اور جسم نے اُنکے تمام کنارون کو آسمان کے گہیر لیا ہی اور اُنکے چہہ سو پر ہین اور اُنکے پر سب یاقوت اور موتیون سے
بنتے ہوئے ہین بسا ایک عجیب نورانی شکل دیکہی مین نے اور دوسری بار شب معراج مین سدرۃ المنتہی کے پاس ہی اسی صورت سے دیکہا اور قرآن مجید مین
اول مین سورۂ والنجم کے ان دونون بار کا مذکور فرمایا ہی مگر یہہ کہ وہان پر ذکر مین پہلی بار کے دیکہنے کو **بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى** مذکور فرمایا ہی اور یہان **بِالْاُفُقِ
الْمُبِيْنِ** اور نکتہ تغیر مین اس عبارت کے اسلوب کے یہہ ہی کہ اس سورے مین بیان صدق پیغمبر صلعم کی خبر کا اور واضح ہونا اُسکے مضمون کا منظور ہی بس مبین کا
لفظ مناسب پڑا اور اُس سورے مین بیان پیغمبر کے علو مرتبت کا اور چڑہنا اُنکا آسمانونکے طبقون پر منظور ہی تو اعلی کا لفظ نہایت چسپان ہوا اور یہہ بات بہی
ہی کہ ابتدا اُنکی ہستواکا کہ کنایت حقیقت جبرئیل کی تجلی سے ایک صورت مین ہی بمقتضا اُس حقیقت کا اُفق اعلی مین تہا اور انتہا اُس صورت کی قریب نزدیکی
کا افق مبین مین ہی اور بعضے ارباب شہود نے کہا ہی کہ عالم مثال کے دو کنارے مین اُفق اعلی اُسکا متصل عالم تجرد اور تقدس کے ہی اور افق ادنی اُسکا ملا ہوا عالم
شہادت سے بس حقیقت جبرئیلی نے جو چاہا کہ اپنی صورت کو مناسب کمال اس حقیقت کے جلوہ دے تو اول اُفق اعلی مین لباس شکل و جسم مثالی کا پہنا اور
آہستہ آہستہ نزدیک ہوئے یہان تک کہ اتصال تام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا اور مراد افق مبین سے کہ ظاہر کرنیوالی اس حقیقت اور معنی کی تہی
وہی نیچے کی جانب عالم مثال کی ہی نہ افق آسمان کا بس فقط واسطے تشبیہ کے اسکو افق سے تعبیر فرمائی ہی کیونکہ غیب کے عالم اکثر نظر مین اہل کشف و
شہود کے دائرون کی صورت پر نمودار ہوتے ہین اور نظم قرآنی بہی سورۂ نجم مین مددگار اسی تقریر کا ہی پہر جب تمام وجہین قرآن نازل ہونیکے
اشتباہ کی سب صورت سے زائل ہوگئین تو بس اُسکے خبر دینے مین احتمال کذب کا نرہا مگر یہہ کہ بعضے کافر بطور شبہہ کے اس کلام کو بطور کاہنونکی
باتون کے جانتے تہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کاہن کہتے تہے اور حقیقت کاہن کی یہہ ہی کہ بعضے انسانونکو بعضے شیطانون سے مناسبت
حاصل ہوجاتی ہی اور وہ نفوس شیطانی مجلسون سے ملائکہ کی کہ تدبیرین آئندہ کے کامون کی اُن مجلسونمین مذکور ہوتی ہین چوری سے

کچھہ انمین سے سنکر اسکو اپنے دوستون سے بیان کردیتے ہین پہر وہ شخص اس بات کو لوگون مین کہتا ہی اور کبہی کبہی وہ بات بہی پیش جاتی ہی اور یہہ معاملہ شیطانی انسانون کیساتہہ قبل پیدا ہونے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت مروج تہا اور کئی آدمی ایسا انمین مشہور گذرے ہین جیسے شق اور سطیح کہ عجائب عجائب قصّے انکے اخبار بالغیب مین مشہور ہوئے ہین اور دوسری روایتون مین بہی اسی شبہے کو دفع فرمایا ہی اور تقریر اس شبہے کے دفع ہونیکی یہہ ہے کہ علم کاہن کا کافی اور گہیرنے والا غیب کے اقسامون کو نہین ہوتا ہی اتنک کہ اگر اسسے نام اور صفتین اللہ تعالی کی یا احکام شرعیہ کو کہ عالم غیب مین مقرر ہین یا حقیقت اور بطلان اہل مذاہب اور ملتون کا یا احوال بہشت اور دوزخ کا یا وہ جو ارواح کو بعد موت کے پیش آتا ہے اور مانند ان علمون کے پوچہین تو گونگے اور لاجواب ہوجاوین بلکہ تواریخ اور اپنے اور اگلے لوگون کی بہی نہین جانتے کیونکہ انکے علم کی جڑ تو ملائکہ کی باتون مین سے کچہہ چوری سے سن آنا ہی کہ تدبیرین آگے ہونیوالے کامون کی کرتے ہین اور بس سو علم انکا فقط بیان کرنا قریب ہونیوالی باتونکا کہ ملایکہ کو ان پر اطلاع دی ہی اور اسکی تدبیر اور جاری کرنے کا حکم فرمایا ہی اور جو حاصل کرنا اس علم کا چوری سے ہی اسواسطے انکی خبر مین پورا پورا بیان اس واقعے کا نہین ہوتا بلکہ بطور رمز و اشارے کے ایک دو کلمے کہ دلالت اصل اوس واقعے کی کرین بطور اجمال کے کچہہ انکے ہاتہہ لگ جاتے ہین پہر اپنی طرف سے بہی کچہہ کچہہ اسبات مین مشاقی اور قیاس عقلی سے بڑہا دیتے ہین تو کبہی وہ بات خارج مین موافق انکے قیاس کے ہوجاتی ہی اور کبہی دوسری طرح سے ظہور مین آتی ہی بس کاہن کا علم غیب کی باتون مین رمز و اشارے سے زیادہ نہین ہوتا سو وہ بہی مخصوص جزئیات عالم کے احوال مین سے جو قریب ہونے والے ہوتے ہین اور یہہ قرآن گہیر لینے والا ہی تمام فنون کو غیب کے اور بیان بہی وسیع رکہتا ہی کہ ہدایت اور ارشاد دین کا فی ہی **وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ** اور نہین ہی یہہ قرآن علم غیب بیان کرنے مین بخیل اور قصور کرنیوالا جو کچہہ کہ آدمی کو واسطے معاش و معاد کے علم و عمل سے چاہیے انمین موجود ہی بس حق مین ایسے کلام کے کہ سراسر ارشاد ہی گمان کہانت کا لیجانا وہی زرباف اور بوریاباف کا قصہ ہی اور یہہ بہی ہی کہ جو کچہہ کہ کاہن کی زبان سے نکلتا ہی وہ سخن شیطان کا ہوتا ہی کہ فرشتونکی مجلس سے چرا لاتا ہے **وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطَانٍ رَّجِيمٍ** اور نہین ہی یہہ قرآن بات شیطان کہدیڑے گئے کی کیونکہ شیطان بے تعظیمی کرنے سے آدم علیہ السلام کی راندہ گیا تو اسکو آدم علیہ السلام سے کمال عداوت پیدا ہوئی اور جناب الٰہی سے بہی بتقاضائے دشمنی پیدا کی بس ہر بات مین اسکی ایک تہہ آدمیونکی دشمنی کی پوشیدہ ہوتی ہی اسکو ہدایت اور ارشاد اور نصیحت سے انکی کیا مناسبت اسکا کام تو بہکانا اور گمراہ کرنا ہی اسکو توحید سے اور ذکر کرنے ناموں اور صفتون سے باریتعالی کے اور ذکر سے بہشت اور دوزخ کے اور ثابت کرنے سے آخرت کے عالم کے اور بدگوئی سے بتون کی اور کفار کی اور قباحت بیان کرنے سے شہوت اور غضب کے کامون کی اور خوبی بیان کرنے سے ریاضت اور مشقت کے عملون کی اور تعریف سے انبیا اور صلحا کی اور بدانجامی سے فرعونون اور بدکارون کی کیا غرض ایسے کلام تو اسکی آنکہون کے خاشاک چشم اور جگر کا کانٹا ہین اور اسکے مکر و فریب کے بازار کو درہم برہم کرنیوالے ہین خصوصاً ڈرانا شیطان کے مکر کے فریب کہانے سے اور اسکی دشمنی کا بیان آدم کی اولاد سے اور ہجو اور مذمت اسکے تابعدارون کی اور برائی ان کامون کی جو اسکو پسند ہین کیا امکان کہ اسکی زبان سے نکلین بلکہ شیطان ایسی باتون سے کانونمین انگلیان دیکے بہاگتا ہی مصرع دیو بگریزد ازان قوم کہ قرآن خوانند پس ایسی کلام ہدایت نظام کو شیطان کا کلام سمجہنا کمال حماقت اور بیوقوفی ہے چنانچہ کافرون کو انکے اس گمان فاسد پر بطور خفگی اور گہرکی کے فرماتے ہین **فَأَيْنَ تَذْهَبُونَ** پہر کدہر کو جاتے ہو اور کن خیالون مین سرگردان ہوتے ہو امر حقیقی کو چہوڑکر ایسے احتمالون پر کہ جنکا ہونا ہرگز ممکن نہین اور انکے بہی آسیر ہنستے ہین فریب کہاتے ہو گویا کہ گہر کی راہ بہولکر کوئے مین گرتے ہو اور یہان پر سمجہہ لینا چاہیے کہ اکثر قرا معتبر نے وماهو على الغيب بضنين کو بدلے ضاد نقطہ دار کے کہ ہم شکل صاد کا ہی ظا نقطہ دار سے کہ ہم صورت طا کی ہی پڑہا ہی اور معنے ظنین کے جو ظا کے ساتہہ ہی متہم کے ہین اور اس صورت مین ضمیر ہو کی صاحب کی طرف راجع ہوگی کہ مراد پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے ہی یعنے نہین ہے تمہارا پیغمبر غیب کی بات پر متہم کہ بن دیکہے کہدے کہ مین نے دیکہی ہی کیونکہ چہوٹی چہوٹی اور آسان آسان باتونمین تو اسکو جہوٹا نہین جانتے ہو پہر ایسے امر عظیم مین

کیسے اُسکو جہوٹا جانتے ہو اور تہمت لگاتے ہو بس یہہ شبہہ بہی زایل ہوا کہ شاید کہ پیغمبر جبرئیل کی صورت اصلی دیکہنے کے دعوے مین دروغ گو ہو اور فرق مخرج
مین ضاد اور ظا کے بہت مشکل ہے اکثر اس مُلک کے پڑہنے والی دونون کو یکسان نکالتے ہین نہ مقام پر ضاد کے ضاد ہوتا ہے نہ مقام پر ظا کے
ظا ان دونون کا مخرج پہچاننا قرآن پڑہنے والے کو بہت ضرور ہے بس مخرج ضاد کا زبان کے کنارے کی جڑ ہے امداد سے دانتون کے کہ اُسکو
اضراس کہتے ہین خواہ سیدہی طرف سے لین خواہ اُلٹی طرف سے اور نکالنا اس حرف کا اکثر لوگون پر بائین طرف سے آسان ہوتا ہے اسیواسطے اکثر اسی طرف
سے نکالتے ہین اور مخرج ظا کا کنارے سے زبان کے ہے مدد سے اگلے دانتونکی جڑون کے اوپر کی جانب سے کہ اُنکو ثنایای عُلیا کہتے ہین مانند دال اور تا کے
اور یہہ بہی سمجہہ لیا چاہئے کہ اکثر مفسرون نے ان قسمون کو مضمون پر اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ کے قرار دیا ہے اور مقسم علیہ اسی مضمون کو ٹہیرایا ہے لیکن
تعقیب بین ان قسمون کے کہ مدلول حرف فا کے ہین فَلَآ اُقْسِمُ مین ایک پوشیدگی ہے اپنے ماسبق پر اور سکتے کہنا کہ جو انکشاف خزانے اعمال کا قیامت کے
دن بارہ اسباب پر متعلق رکہا ہے تو معلوم ہوا کہ قبل واقع ہونے واقعہ کے تدبیر اُسکی کیا چاہئے اور یہہ تدبیر بغیر ظاہر کرنے جناب آلہی کے ممکن نہین کہ دریافت ہو اور
ظاہر کرنا حق تعالی کا نہین ہے مگر وحی سے اور قرآن بہیجنے سے تبن صحت پر قرآن کے مضامین کے قسم کہانا ضرور ہوا تاکہ مکلفین موافق اُسکے عمل کرین اور قیامت کے
دن ندامت اور حسرت نہ کہینچین اب آئے ہم اسبات پر کہ ان قسمون کو اس مضمون سے کیا مناسبت اور کونسی دلالت ہے وجہ اُسکی یہہ ہے کہ رجوع اور
استقامت اور اقامت ان پانچون ستارون کی نمونہ ہے وحی کے باربار آنے کا اگلے انبیاؤن پر اور باقی رہنا اُس وحی کی نشانیون کا اُنکے امتون
پر ایک مُدت دراز تک پہر منقطع ہوجانا اُن نشانیون کا بعد ایک مُدت کے اور رجوع ہونا اس علم کا طرف پوشیدگی کے اور آثار انکا نمونہ اسوقت
کا ہے کہ قبل پیدا ہونے خاتم المرسلین علیہ الصلوۃ والسلام کے جہان مین تہا کہ کسی شخص کو تمیز حق وباطل کی نرہی تہی اور نشانیان وحی کی بالکل
مٹ گئی تہین اور دم بہرنا صبح کا مانند نزول قرآن کے اور پیدا ہونے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سے ہے کہ ہر چیز کو دن کی مانند روشن کردیا کہ کسی
طرح کا شک وشبہ باقی نرہا گویا کہ اگلے انبیاؤنکا نور ستارون کا سا تہا اور یہہ نور جیسے آفتاب درخشان ولنعم ما قیل شعر فانہ شمس فضل
ھم کواکبھا + یظھرن انوارھا للناس فی الظلم + حتی اذا طلعت فی الکون عم ھداہا العالمین واحیت سائر الامم
اور جو بیان سے اس کلام معجز نظام کے صدق کے اور باطل کرنے سے مخالفون کے بہتانون کے فارغ ہوئے تو اب بطور حصر کے تہوڑی سی خوبیان اس
کلام کی بیان فرماتے ہین کہ اُسکے حق مین اس قسم کے احتمالونکی گنجایش نہین اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ نہین ہے یہ قرآن مگر ایک نصیحت کہ بسبب
شامل ہونیکے اسما اور صفات آلہی کو حکم ذکر اور ورد کا پیدا کیا ہے اور وسیلہ تقرب اور وصول الی اللہ کا ہوسکتا ہے لِّلْعٰلَمِيْنَ جہان کے لوگون
کو مراد انسان اور جن اور فرشتے ہین کیونکہ پند وذکر کو سوائے ان تین فرقون کے کوئی نہین جانتا آدمی اور جن اس کلام سے نصیحت بہی پکڑتے ہین
اور گناہون سے بہی بچتے ہین اور طاعت پر رغبت کرتے ہین اور اُسکی تلاوت سے قرب معنوی اپنے خاوند حقیقی سے پیدا کرتے ہین اور فرشتے بہی اُسکی
تلاوت سے اُنس رکہتے ہین اور دُور دُور سے اُسکے سُننے کو آتے ہین اور اُسکے حروف وکلمون کی خدمت کرتے ہین اور آسمان پر لیجاتے ہین اور
مقبولیت کے مقام پر پہنچاتے ہین اور یہہ سب باتین عند اللہ موجب اُنکی قرب کی زیادتی کا ہوتی ہین لیکن حاصل ہونا ان فائدون کا قرآن سے خاص
ہے لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ اُس شخص کے واسطے کہ تم مین سے جو سیدہا چلنا چاہے کیونکہ کجروی قرآن کے معنے سمجہنے مین زیادہ تر
موجب سخت ہونے دل کا اور دور ہونے کا نصیحت سے اور بُعد اور حجاب اور سرکشی کا خاوند حقیقی سے ہوتی ہے بس قرآن کی مثال غذاے لطیف کی مانند
ہے کہ بدن صالح مین موجب زیادہ ہونے قوت کا اور کمال صحت کا ہوتی ہے اور نقصان والے بدن مین سبب مرض بڑہنے اور ضعف کا ہوتی ہے چنانچہ
دوسری جاہی پر فرمایا ہے فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا اور یہہ بہی فرمایا ہے وَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ اور
اسیواسطے محققون نے کہا ہے کہ قرآن مجید اور نور پیغمبر کا اور صحبت اولیا کی اور وعظ ونصیحت علما کی یہہ سب مانند غذا کے ہے حقیقتاً مذاہب کے تکمیل کے واسطے اور دوا جو
جہل وگمراہی کے مرض کی دوا کی مانند ہے وہ اور چیز ہے ان چیزون کے سوا اور اگر یہہ چیزین دوا کی مانند ہوتین کوئی شخص عالم مین گمراہی کے مرض مین گرفتار

سدہتا اور سب اچھے ہوجاتے اب ارشاد اُس چیز کی طرف فرماتے ہین کہ وہ چیز اللہ تعالی کے ہاتہ مین ہے کسی کو اُسمین دخل نہین **وَمَا تَشَاۤءُوْنَ** اور نہین چاہتے ہو تم سیدہے چلنے کو علم اور عمل مین **اِلَّاۤ اَنْ یَّشَاۤءَ اللّٰهُ** مگر جب اللہ چاہے کیونکہ تم اُسکے قبضۂ قدرت مین مجبور ہو اور تمہارا ارادہ اُسکے ارادہ کے تابع ہے جیسے بازیگر کے پُتلے کہ بازیگر کے ہاتہ مین ہوتے ہین لیکن اتنا فرق ہے کہ اللہ تعالے اپنے ارادے سے تمہارے اندر ارادہ اور اختیار پیدا کرتا ہے اور تم موافق اُس ارادے اور اختیار کے نیک و بد کام عمل مین لاتے ہو اور مستحق ثواب و عقاب کے ہوتے ہو اور بازیگر کو قدرت پیدا کرنے ارادے اور اختیار کی پتلیون مین ممکن نہین فقط حرکت دے سکتا ہے اسیواسطے پتلیون کے کام بازیگر کیطرف منسوب ہوتے ہین اور خوبی اور بُرائی کی نسبت پتلیون کو کوئی نہین کرتا بلکہ بازیگر کیطرف کرتے ہین برخلاف آدمیون کے کہ جو اپنے ارادے اور اختیار سے کام کرتے ہین تو مورد بُرائی اور تعریف اور ثواب اور عقاب کے ہوتے ہین اسیواسطے عقلا نے کہا ہے کہ واسطہ ہونا مختار کا درمیانین فعل اور سبب کے علاقے کو اُس فعل کے اس سبب سے قطع کردیتا ہے چنانچہ تدبیرات دنیوی مین خطا اور صواب کو مشورت کرنے والون کی طرف منسوب نہین کرتے بلکہ خطا اور صواب کے کرنیوالے کی طرف بہلائی اور بُرائی کی نسبت کرتے ہین اور اسیطرح سے سب کامون مین یہ قاعدہ جاری ہے اور باوجود تخصیص مشیت کے ہدایت ساتہ بعض افراد کے اور عام ربوبیت اُس ذات پاک کی سب جہان والون پے بحال اور برقرار ہے کیونکہ وصف اُسکا **رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ** ہے یعنے پالنے والا سارے عالمونکا ہے پس رضامندی اُسکی اُسکی تابعداری مین اور غضب اُسکا اُسکی نافرمانی مین تاکہ ربط عالمون کا آپسمین برہم نہو جائے اور اگر گنہگارون سے بہی عابدون کی طرح سے راضی ہوتا اور اُن پر غصہ نفرماتا تو عالم قہر و سیاست اور حکمت اور عدالت کا کہ دوزخ اور اُسکے طبقے کہ نشانیان اُسی قہر اور سیاست کی ہین بیکار رہجاتے اور اگر اہل طاعت کو نوازش اور کرم سے تخصیص نکرتا اور نعمتین بہشت کی اُنکو عنایت نفرماتا تو عالم اُسکے لطف و قدردانی کا کہ بہشت اور اُسکے درجات اور حور و غلمان کہ آثار سے اس عالم کے ہین بیکار و معطل ہوجاتا

سُوْرَةُ الْاِنْفِطَارِ

یہ سورت مکی ہے اسمین اُنیس آیتین اور تین سو انتیس حرف ہین اور ربط اس سورے کا سورۂ اِذَا الشَّمْسُ کُوِّرَتْ سے اس قدر ظاہر اور کہلا ہے کہ بیان کی کچہ حاجت نہین ہے بلاتشبیہ اس سورے کو دوسرا مصرعہ اس سورے کا کہا چاہیئے اور ایک جان دو قالب بلکہ اِن دونون سورتونمین جدائی کی وجہ کا بیان کرنا ضرور ہے کہ باوجود ایک ہونے ایک مضمون اِن دونون سورتون کے علیحدہ علیحدہ کیون نازل کیا سو اُسکی وجہ یہ ہے کہ اِن دونو سورتون مین قیامت کے شروع حادثون کا بیان کرنا منظور ہے کہ کس طرح سے یہ دنیا کا عالم خراب ہوکر دوسرا عالم بنیگا اور اُس عالم مین بسبب توجہ انسان کی مرتبۂ کمال کو پہنچیگی اور قوت عملیہ اُسکی قوت خیالیہ کے اور اجتماع اسباب کے زور سے حکم قدرت رب العالمین کا پیدا کریگی کہ ایک آن کن فیکون مین سارے تمام کامون کی کردیتا ہے اور خلافت اِنسان کے معنے اُسمین بالکل کہل جاوینگے لیکن اتنا فرق ہے کہ اس سورت مین مجمل اصول عالم کی خرابی کا بیان فرمایا ہے اور اُس سورت مین تفصیل سے خرابی اصول اور فروع اس عالم کی اور بنانا اس عالم کے دونون مکانون کا کہ بہشت اور دوزخ ہین ارشاد فرمایا ہے اور اس سورت مین انسان کے احاطۂ علمی کے بیان پر کفایت کی ہے کہ کیا کیا کام دنیا مین اس سے ہوا ہے اور کیا کیا کام نہین ہوا اور اُس سورت مین اُس چیز کے احاطۂ علمی کا بیان ہے جو اُسکے وقت پر کام آوے جیسے زندگانی جو وطن مین ملی ہوئی ہے اور کرنا کام کا اور چہوڑنا اُسکا کہ اُسکے جو ہر نفس کو لازم ہوگا منظور رکہا ہے اور اس سورت مین اسی اس بیان سے مجازات ثابت کرنیکی طرف اور اُسکے منکرون کے اعتقاد کو رد کرنے کی طرف انتقال فرمایا ہے اور اس سورت مین اسی بیان سے طرف ثابت کرنے رسالت اور نازل کرنے قرآن کے اور اُسکے منکرون کے رد کرنے کی طرف انتقال فرمایا ہے انہین اختلافون کے سبب اِن دونون سورتون کو جُدا جُدا نازل فرمایا اور اِس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ جب چاہتے ہین کہ ایک عالم کو خراب کرین اور اُسکے اسباب سے اسی قسم کا دوسرا عالم بناوین تو بالضرور پہلے اُس عالم کی جڑ بنیاد کو کہودتے ہین اور اُسکے اسباب کو کمی زیادتی کرکے دوسری جگہہ پر لیجاتے

میں اور اُسکی شکل وصورت میں بھی تصرف کرتے ہیں تاکہ وہ اسباب اول جس شکل پر تھا دوسرے اسباب سے بلکہ ایک شکل دوسری جو اِس عالم کے مناسب ہو پیدا کرے اور جو جو کام کہ اُس عالم میں کرنا منظور ہیں اِس نئی صورت سے سرانجام پاویں جیسے کہ جب کسی حویلی کو باغ بناتے ہیں یا باغ کو مقبرہ یا خالی زمین پر حویلی یا پڑی زمین پر کھیتی کیا چاہتے ہیں تو اسی قسم کا معاملہ کرتے ہیں اور دنیا کا عالم نوع انسانی کی نسبت سے ہمیشہ رہنے کی جگہہ نہیں ہے بلکہ صرف اُسکے کمال کے حاصل کرنے کو اِس جگہہ میں اُسکو لائے ہیں تاکہ اپنے تئین کامل کرکے حق تعالے کی خلافت کی لیاقت پیدا کرے اور دوسرے عالم کو نہایت کشادگی علم وعمل سے آباد کرے اور وہاں ہمیشہ رہا کرے تو دنیا میں آدمی کو پہلے دو چیز سے ملا ہوا پیدا کیا ہے ایک تو روح آسمانی ہے اور دوسرے جسم کہ زمینی ہے اسیواسطے اُسکے جسم کی غذا ہمیشہ زمین سے پہنچتی ہے اور اُسکی روح کی غذا ہمیشہ آسمان سے اُترتی ہے اور واسطے خوگر ہونے کاروبار خلافت کے وہ دونوں آسمان وزمین کی چیزوں میں اُسکو تصرف دیا ہے تاکہ جمع اور تالیف کا سلیقہ پیدا کرے اور لایق خلافت کہنے کے ہو اور یہی وجہ ہے کہ آدمی تمام مخلوقات کو کہاں کی چیز ہو یا پتھر گہاس کی قسم سے ہو یا درخت چشمہ ہو یا نہر جانور چلنے والا ہو یا اُڑنے والا سب کو اپنے کام میں لاتا ہے اور ہمیشہ اُنکے جمع وتالیف میں مشغول رہتا ہے اور عجیب وغریب صنائع اور کاریگریاں نئے نئے قسم کے کہانے اور پوشاک اور سواری اور گہر میں ایجاد کیا کرتا ہے اور جناب خالق الاصول والفروع کے ساتھ بناتے میں صورت کے مادہ سے اور ایجاد کرنے میں نئی نئی طرح کی چیزوں کے جو کئی کئی طرح کے حکم اور خواص رکھتی ہیں مشابہت پیدا کرتا ہے اور اسیطرح آسمانی مخلوقات سے کہ ستارے ہیں ثوابت ہوں یا سیارہ اور فرشتے جو بڑے بڑے مرتبے رکھتے ہیں اکثر کو اُن میں سے اپنے کام میں لاتا ہے اور اِس عالم آسمانی کے تسخیر کے طریقے کو باوجود اِس بلندی اور دوری کے جانتا ہے لیکن بعضے آدمی کو اِس کام میں بڑا نقصان لاحق ہوتا ہے کہ بسبب اس تصرف بیجا کے خلافت کے مرتبے سے بلکہ بندگی کے رتبے سے بھی گرجاتا ہے اور جو کرنا چاہیے نہیں کرتا ہے اور جو نچاہیے وہ کرتا ہے اور مستحق سزا اور عذاب کا ہوتا ہے اسیواسطے دار الجزا آخرت کو مقرر فرمایا ہے کہ وہاں فرق اور امتیاز دونوں فرقوں نیک اور بد میں کیا جاوے اور خلافت کرنے کی لیاقت جو نیکوں نے حاصل کی ہے کشادگی اور ہمیشگی سے ظہور کرے اور سرکشی اور نافرمانی اور دوری مرضیات خاوند حقیقی سے جو بدوں کو نصیب ہوئی ہے وہ بھی موافق اپنے اپنے عملوں کے رنج وعذاب میں ہمیشگی کے گرفتار ہوویں پس اِس کام کے واسطے دار الآخرت میں ضرور ہوا کہ تمام جسموں اور ارواحوں کو اِس مخلوق کا یعنے انسان کا خادم اور تابعدار کردیں اسواسطے کہ بنیاد اِس مخلوق کی نہایت ضعیف ہے طاقت دوام اور ہمیشگی کی نہیں رکھتی اور روح بھی اسکی ضعیف ہے بڑے کام ہمیشگی کے اس سے ہونا ممکن نہیں اسواسطے ایسا قرار پایا ہے کہ آسمانی ارواح میں سب اسکی روحکی مددگاری کریں اور عقلی اور خیالی قوتیں اسکی عقلی اور خیالی اُس مخلوق کی قوتوں میں در آکے ملجاویں اور تمام اسباب زمین کے اس مخلوق کے جسم میں اور اُسکے متعلقات میں کہ اُسکی صناعت کے موضوع اور موقوف علیہ ہیں کہانے سے ہو یا پہننے سے گہر سے ہو یا آگ کی چیزوں سے مثلاً زنجیریں اور طوق اور سانپ اور بچہو اور آگ اور شعلے سب کے سب اِس مخلوق کی مدد کریں اور اسی کام میں مصروف ہوں تاکہ نیکوں کی خلافت کے معنے اور بدوں کی سرکشی ورہا گی اچھی طرح ظاہر ہوجاوے پس اِس صورت میں چار انقلاب بیان فرمائے ہیں کہ وہ چاروں اِس عالم کے اصول سے متعلق ہیں ٭

اول آسمانکا پھٹنا کہ اِس سبب سے عقلوں اور نفسوں سماوی کا تعلق اُنکے اجرام سے باطل ہوجائیگا اور اُنکی عقلوں اور نفسوں کا تعلق انسان کے نفوس سے ظاہر ہوگا اور اہل شرع نے اِس مطلب کو اِس مضمون سے بیان کیا ہے کہ ساتوں آسمان کے فرشتے اُسدن اُترینگے اور آدمیوں کے گرد ہوینگے اور آدمیوں کی روحوں سے نزدیکی پیدا کرینگے اور اُنکی نزدیکی کے سبب سے توجہ اور فکر ہر ایک آدمی کی زیادہ ہوگی کلیات اور جزئیات بھلائی اور برائی کے جو اُسنے دنیا میں ہوئے ہونگے خوب طرح سے اُن پر کہل جاینگے دوسرا یہ کہ سب آسمان کے ستارے بے نور ہوکر گر پڑینگے اور نورانی روحیں کہ اُن ستاروں سے علاقہ رکہتی تہیں انسان کے بدن سے متعلق ہوجائینگی لیکن اس اندازے کی مناسبت سے جو ہر ایک ارواح انسانی کو دنیا میں حاصل ہوا تہا اور جناب الٰہی سے دیا گیا تہا اور اِس سلئے ارواح کو کبیہ سے روحیں انسان کی بڑی قوت پکڑینگے اور اِس

مطلب کو قرآن مجید مین نزول روح اور قیام روح سے اِس عالم مین بیان فرمایا ہے اور یہ دونو انقلاب آسمانی ہین کہ روح انسانی کو انکے سبب سے خوشی
اور خورمی حاصل ہوگی تیسرا انقلاب دریائے شور کا ہے کہ معہ کہاریون کے جوش کہاکے اور اونٹ کے ویران ہو جائیگا اُسمین سے کچھہ پانی زمین مین
خشک اور جذب ہو جائیگا کہ اِس سبب سے زمین مین رطوبت اور نرمی پیدا ہووے اور منقش ہونا صورتون کا اور شکلون کا اُسپر آسان ہوجاوے اور
باقی رہا پانی آگ ہوکے بہڑک اُٹھیگا اور دوزخ کی آگ بہڑکانیکا سبب پڑیگا اِسی مطلب کو کبھی تفجیر بحار سے اور کبھی تسجیر بحار سے بیان فرمایا ہے
اور حدیث شریف مین بھی آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے دریائے شور کے حق مین فرمایا ہے کہ ان تحته نارًا یعنے مقرر نیچے
اُسکے آگ ہے اور بعضون نے روایت کی ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما جب دریائے شور کو دیکھتے تھے تو فرماتے تھے یا بحر
متی تعود نارًا یعنے اے دریا کب پھر ہوجاویگا تو آگ چوتھا انقلاب پہاڑ زمین کا ہے کہ جابجا قرآن مجید مین زلزلة الساعة کرکے اُسی سے
تعبیر فرمایا ہے اور اُسکی نشانیون سے بہت سی چیزین ارشاد فرمائی ہین اُنہین مین سے بعثرة القبور یعنے جمع ہونا اجزائے بدنیہ کا جیسے گوشت
ہڈیان چمڑے وغیرہ اور ظاہر ہونا اُنکا یعنے زمین کے نیچے سے اوپر آنا کہ اِس سورے مین بھی مذکور ہے اور انہی مین سے ہے تسئیر جبال یعنے پہاڑ کا
چلنا اور اپنے اندر کی چھپی چیزون کا نکالنا جیسے مُردہ اور خزانہ اور جواہر وغیرہ اور زمین کا برابر ہونا اور کسی نشان اور علامت کا باقی نرہنا اور
قوت نامیہ کا زمین سے باطل ہوجانا اور انہی نشانیون مین سے ہے جو صحیح حدیث مین آیا ہے کہ اُسدن زمین سفید میدہ کی روٹی کے مانند
ہوجائیگی کہ محشر والون کی اُس میدان مین غذا ہوگی اور اُسکے سوا بہت نشانیان ہین کہ اگر سب تفصیل سے اِس مقام پر بیان کیجاوین تو کلام
بڑہ جاوے اور یہے دونون زمین کے انقلاب ہین کہ جسم انسانی کے مواد کی وسعت اور کشادگی اسی کے سبب سے حاصل ہوگی تاکہ اُس نفس
وسیعہ اور روح کاملہ کی صناعت کا موضوع ہوسکے اور اِن چارون انقلاب کے بعد نئے عالم کی بُنیاد رکہی جائیگی جسکا نام آخرت ہے اور
اِس عالم کی بنیاد کا اصل الاصول نیک وبد کے عملونکا کہل جانا ہے کہ انسان کے نفس پر ظاہر کرینگے اِسی واسطے اِس سورے مین اِن چارون
انقلابون کے ذکر کے بعد اسی مطلب کو بیان فرمایا ہے اور انہی چار انقلابون پر کفایت کرنے کی وجہ یہہ ہے کہ تحقیق کرنے سے عالم کے اصول
یہی چار چیزین معلوم ہوتی ہین آسمان اور ستارے پانی اور زمین اور جتنی چیزین پائی جاتی ہین سب انہی چار چیزون کے اجزا جمع ہونے کے
سبب سے پیدا ہوئی ہین جیسے معدنی چیزین اور بڑہنے والی اور جاندار اور آسمان اور زمین کے بیچ کی مخلوقات یہہ سب عاقلون کے نزدیک بیشک
انہی چارون سے پیدا ہوتی ہین لیکن ہوا اور آگ کے عنصر کو کارخانۂ عقل کے ظاہر بینون نے ارکان مستقلہ گمان کیا ہے مگر تحقیق بات یہہ ہے
کہ ہوا ایک جسم ہے کہ پانی کی لطافت سے یا بعضے ستارون کی تاثیر سے کم اور زیادہ پیدا ہوتی ہے کوئی جگہہ پیدائش کے بالاستقلال اپنے
واسطے نہین رکہتی ہے اور کوئی صورت بہی قبول نہین کرتی ہے اِسکا کام صرف سیر کرنا اور پہرنا ہے اور عالم کی مخلوقات کی کیفیت کو ایک
جگہہ سے دوسری جگہہ پہنچا دینا جیسے بو کو ناک مین اور آواز کو کان مین اور سردی اور گرمی اور خشکی اور تری کو قوت لامسہ مین یعنے جاندار کی
جلد تک پہنچا دیتا ہے اور اسی پر اور چیزون کو قیاس کیا چاہئے اور آگ تو وہی ہوا ہے کہ سخت حرکت کے سبب سے یا آفتاب کی تاثیر سے
سُلگ گئی ہے اور یہہ صورت اُسکی ہوگئی ہے اور اِسکا کام کچی چیزون کا پکا دینا اور بیکار چیزونکا جلا دینا ہے جیسے کہانے کا مصالح کہ آپ
اپنی ذات سے کسی کام کا نہین بلکہ غذا پائی جاوے تو یہہ بہی کام آوے اور نہین تو بیکار محض ہے اسیواسطے کوئی جگہہ معین آگ کے واسطے
نہین ہے جیسا حکمانے خیال کیا ہے کہ آگ اور ہوا کے کُرے پانی اور زمین کے کُرون کو گہیرے ہوے ہین یہہ اُنکی ایک بات ہے بے دلیل
جسکی کچھہ اصل نہین جیسا کہ خرق اور التیام آسمان اور ستارون کا اُنکے خیال مین محال ہے سو یہہ بہی اُنکا خیال خام ہے اور دعوی بے دلیل
ہے اور اِس سورے کا نام اسواسطے انفطار رکہا ہے کہ اِسمین آسمان کے پہٹنے کا بیان ہے جو نفوس اور عقول آسمانی کے نفوس اور عقول انسانی
ملجانیکے واسطے بڑے عمدہ اسباب سے ہے اور حقیقت مین بہی علم ما قدمت واخرت کے حاصل ہونیکا سبب ہے کہ اِس سورت مین اسی کا بیان کرنا منظور ہے واللہ اعلم

ح

ح

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

س
ع

اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ جب آسمان چر جاوے اور آسمان کے چرنے کی کیفیت دوسری جگہہ اسطرح پر بیان فرمائی ہے کہ ایک چیز بدلی کی
مانند عرش کے نیچے سے نازل ہوگی اور سب آسمان اُسکے صدمے سے ٹکڑے ٹکڑے ہوجاوینگے اور وہ بدلی حقیقت مین تجلی ہی قہر آلہی کی کہ اس عالم
کے خراب کرنے کو اس شکل سے متوجہ ہوگی اس جگہہ پر بعضے طالب علم تیز ذہن سوال کرتے ہین اُسکا جواب دینا ضرور ہے وُہ سوال یہ ہے کہ اس عالم کی ابتدا
پہلے زمین سے شروع ہوئی خرابی اُسکی آسمان سے کسواسطے شروع ہوگی اُسکا جواب یہہ ہے کہ جب کسی عمارت کا بنانا منظور ہوتا ہے تو پہلے نیچے سے
بناتے ہین اور جب کہودنا اور ڈہانا منظور ہوتا ہے تو اوپر سے شروع کرتے ہین وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ اور جب تارے جہڑ پڑین
چہٹک کر اور آسمانی نفسونکا تعلق جو تارون اور آسمانون سے ہے ان دو انقلاب کے سبب سے باطل ہوجاوے اور اس علاقے کے ٹوٹنے کے سبب سے
عقلونکا تعلق جو نفوس آسمانی کے ساتہ ہے وہ بہی بیکار ہوجائیگا اور نفسون کی پیروی سے افلاک کی خیالی قوتین اُنکے جرمون سے جُدا ہوجاوینگی
اور وہ نفوس وہان سے جُدا ہوکے نفس انسانی سے ربط اور میل پیدا کرینگے اور عقلون کے فیضان اور آسمان کے خیال کی کارپردازیان سب نفس
انسانی سے متعلق ہوجائینگی پس انسان کے نفس کو ان سببون سے بڑی وسعت اور کشادگی حاصل ہوگی اور مَا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ کے معنون پر
کلیتہً اور جزئیتہً جیسا چاہیئے قرار واقعی اطلاع حاصل ہوگی وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ اور جب دریا بہائے جاوین اور ٹہراؤ اور رُکاؤ پانی
کا جو اسوقت مین ہے وہ نرہے شیخ ابو المنصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ پہلے سب دریا ایک جگہہ اکٹھے کئے جاوینگے اور اس جمع ہونیکے
سبب سے [illegible] ہوگا اُسمین سے شعلہ اُٹھیگا کہ سب دریا جل کے کچہہ پانی اُسمین سے دُہوان ہوکے قیامت کے میدان کو پُر کردیگا اور کچہہ پانی
دوزخ کی آگ ہوجائیگا سو اس سورے مین پہلے دریا کے انقلاب کا ذکر ہے کہ اپنے ٹہراؤ اور رُکاؤ سے متغیر ہوکے بہ نکلینگے اور سب کے سب مل کے ایک
[illegible] بیان کیا ہے اور اس سورے مین بعثرۃ القبور کی مناسبت سے بہانی کو اختیار فرمایا ہے
[illegible] پہنچتا ہے تو اُسکو خراب کردیتا ہے اور اس سورے مین تسعیر جحیم کی مناسبت کے واسطے جلانے اور دہکانے کو اختیار
[illegible] اور عرب کے لغت مین بحر خاص نام ہے دریائے شور کا اور جتنی ندیان میٹہی ہین کتنی ہی لمبی چوڑی گہری ہوین اُنکو نہر کہتے ہین بحر نہین کہتے اور
دریائے شور جسکو سمندر کہتے ہین وُہ ایک ہے لیکن اُسکے ٹکڑون اور کہاڑیونکی رعایت سے جمع لائے ہین جیسا کہ تاریخ والون نے لکہا ہے کہ سمندر کے ایک
ٹکڑے کا نام بحر چین ہے اور ایک ٹکڑے کا نام بحر ہند اور ایک ٹکڑے کا نام بحر فارس اور ایک ٹکڑے کا نام بحر قلزم جو درمیان حبش اور عرب کے جاری ہے اور ایک ٹکڑے کا نام بحر
روم ہے جسمین فرنگیونکے جزیرے واقع ہین اور ایک ٹکڑے کا نام بحر خزر والان ہے اسطرح اور بہی نام ہین اور دریاؤنکے بہنے کے سبب سے انسانکے بدنونکے مادے
اور اُنکے بدنونکے عذاب اور عقوبت کے اسباب زیادتی قبول کرینگے اور سماوی نفسونکا تعلق ان بدنونسے صحیح ہوجاویگا وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ
اور جب قبرین اُٹہائی جاوین یعنے قبر والی اور جو کچہہ زمین کی تہ مین ہے سب زمین کے اوپر آجاوے اور بدنونکے اجزا اُسمین ملجاوین اسوقت ایک پانی عرش کے
نیچے سے برسیگا اُسمین زندگانی کی قوت سپرد کی گئی ہوگی اور مرد کی منی کا حکم رکہیگا اُسکے بعد حضرت اسرافیل علیہ السلام صُور پہونکینگے اور انسانکی روحین اپنے بدنونسے
ملجاوینگی اور آسمانی روحین اُنکی خادم اور مددگار ہووینگی اور حشر قایم ہوگا اُسوقت عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ جان لیویگا ہر جی جو آگے
بہیجا ہے حق تعالی کیطرف نیکی اور بدی سے اور آگے بہیجنے سے مُراد اُسکا کرنا ہے اسواسطے کہ جو کچہہ نیکی اور بدی کی گئی ہے سب نامۂ اعمال مین لکہی ہے اور وہ نامہ لکہنے
والونکے ہاتہہ سے حقتعالی کے دربار مین پہنچا ہے وَاَخَّرَتْ اور پیچہے چہوڑا ہے نیکی اور بدی سے اور پیچہے چہوڑنے سے نکرنا مُراد ہے یعنے اُس
کام کو نہ کیا اس واسطے جو نہین کیا ہے وہ نامۂ اعمال مین لکہا بہی نہین گیا اور جو حق تعالی کے دربار مین بہی نہین پہنچا اور بعضے مفسرون نے

ف دریا کے ٹکڑونکا بیان

کہا ہے کہ تقدیم سے خرچ کرنا مال اور اسباب کا مراد ہے اللہ تعالی کی رضامندی مین کہ وہ سب آخرت کا ذخیرہ ہے اور تاخیر سے چھوڑ جانا مال اور اسباب
کا مراد ہے وارثون کے واسطے اور بعضون نے کہا ہے کہ ماقدّمت سے وہ اولاد مراد ہے جو باپ کے سامنے مرگئی ہے اور مااخّرت سے پیچھے چھوڑی
اولاد مراد ہے اور بعضون نے تقدیم سے اول عمر کے کام اچھے ہون یا بُرے مراد لیئے ہین اور تاخیر سے آخر عمر کے کام اور بعضون نے کہا ہے کہ نیکی
اور بدی کرنا کسی چیز کا ہو یا چھوڑنا سب ماقدّمت مین داخل ہے اور رسم نیک ہو یا بد یا مذہب یا طریقہ جو کسی شخص نے نیا نکالا اور اُسکے بعد لوگون نے اُسکو
اختیار کیا اور اسی راہ پر چلے یہ سب مااخّرت مین داخل ہے اور حدیث شریف مین حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے آیا ہے کہ ما قدّمت
من خیر او شر و ما اخرت من سنّة حسنة استن بہا بعدہ فلہ اجرہ واجر من اتبعہ من غیر ان ینقص من اجورہم شیٔ
او سنة سیئة عمل بہا بعدہ فعلیہ وزرہ ووزر من عمل بہا بعدہ لا ینقص من اوزارہم شیٔ یعنے جو آگے بہیجا نیکی اور بدی سے اور جو پیچھے
چھوڑا طریقہ نیک سے جسکو لوگون نے اختیار کر لیا بعد اسکے پس اسکو اجر ہے اپنے کیئے کا اور اجر ہے اُن لوگون کا جنہون نے پیروی کی اسکی بغیر اسکے
کہ کم ہو اُنکے اجر سے کچھہ اور جسنے رسم بُری ڈالی اور اُسکو لوگون نے اختیار کیا بعد اُسکے تو اُس شخص پر ہے گناہ اُسکے کیئے کا اور گناہ اُن لوگونکا جو
اس رسم بد پر چلین اُسکے بعد بدون اس بات کے کہ کم کیا جاوے گناہ اُن لوگون سے کچھہ اور دوسری حدیث مین آیا ہے کہ ایک سوال کرنے والا آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے آکر کھڑا ہوا اور سوال کیا جتنے شخص آپکی خدمت مین اُسوقت حاضر تھے سب چُپ رہے ایک شخص حاضرانِ مجلس سے اُٹھا
اور اُسکو کچھہ دیا پھر اورون نے بہی اُسکو دیکھہ کے اِس سایل کو دینا شروع کیا تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص نیک رسم نکالتا ہے اور
اور آدمی اُس رسم پر عمل کرتے ہین تو اِس رسم نکالنے والے کو ایک ثواب اپنا ملتا ہے اور ثواب دوسرے عمل کرنیوالونکا بہی بے اُسکے کہ اُنکے ثوابون مین کچھہ
کمتی ہو اور اسیطرح جو شخص رسم بد نکالتا ہے اور لوگ اُسپر عمل کرتے ہین تو اُسکا وبال اُس رسم کے نکالنے والے پر ہے اور لوگونکا وبال بہی اُسکے گردن پر ہے
جو اُسپر عمل کرتے ہین بے اِسکے کہ اُنکے وبال سے کچھہ کمی کیجاوے راوی اِس حدیث کا کہتا ہے کہ اِس قصّے کے نقل کرنیکے بعد حضرت حذیفہ بن الیمان نے
یہ آیت پڑہی کہ علمت نفس ماقدمت واخّرت حاصل کلام کا یہ ہے کہ نفس انسانی کو اپنی نیکی اور بدی پر آگاہی بخوبی حاصل ہوگی اور جب دیکھیگا کہ جو مین نے
کیا وہ سب بُرا تھا اور جو چھوڑ دیا وہ اچھا تھا اور نیکی کی جزا یہان یہ ہے اور بُرائی کی سزا یہ ہے تب اُسکو بڑی ندامت ہوگی اور اپنی اُلٹی بوجھہ پر شرمندہ ہوگا
اُسوقت اُسکو کہا جائیگا **یَا اَیُّهَا الْاِنْسَانُ** اے آدمی تیرا نام تو اُنست سے نکالا گیا تھا کہ واسطے تو نے حق کی یاد سے اُنست نہ پکڑی اور نیکیان
نکلین تو نے اور حق کے سوائے کہ سب تیرے حق مین سانپ اور بچھو تھے اُنکو جواہر اور سونیکے نگینے خیال کرکے اُنسے مانوس ہوا تو اور صحبت کی تو **مَا غَرَّكَ**
کس چیز نے فریب دیا تجھکو نفس نے یا شیطان لنے خلق نے یا دنیا نے **بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ** اپنے پروردگار پر جسنے طرح طرح سے تجھکو پرورش اور تربیت
فرمایا اور تیرے ساتھہ وہ معاملہ کیا جو اُسکے کرم کی صفت کا مقتضا تھا پہر تو نے اُسکے عوض مین معصیت اور مخالفت کا داغ اپنے پر لگایا اور اپنی فضیلت اور
بزرگی جو سب مخلوقات پر تجھکو ملی تھی سب برباد کی تو نے اور کریم کے معنون مین اختلاف ہے بعضے کہتے ہین کہ کریم وہ ہے کہ جسکے ہر کام مین انعام واحسان
ہووے اور اُسکی ہر حرکت اور سکون مین چہپی خیر منظور ہو اور بعضون نے کہا ہے جو احسان اور انعام کرنے مین اپنا نفع یا اپنے نقصان کا دفع منظور
نرکہے وہ کریم ہے اور بعضون نے کہا کہ کریم وہ ہے کہ دوسرونکا حق اپنے اوپر رکہے بلکہ جو اُنکو چاہے دیوے اور جو اُسکا حق دوسرون پر ہو اُسکو
طلب نکرے اور بعضون نے کہا ہے کہ کریم وہ ہے کہ جو دوسرے سے تہوڑی خیر قبول کرے اور اُسپر عوض بہت دیوے اور یہہ اللہ تعالے کے کرم کا
مقتضا ہے کہ گنہگارون کے گناہون کو بہی بخشتا ہے اور اُسی پر کفایت نہین کرتا بلکہ باوجود اِس تمام نافرمانی بندونکے دمبدم احسان اور تربیت اور پردہ
پوشی اپنے بندے گناہگارون پر کیئے جاتا ہے اور یہان ایک سوال ہے جواب طلب جسکا حاصل یہہ ہے کہ مغرور ہونے پر منکر کے اور سرزنش
کرنے پر اِس غرور کے قہر کی صفت کا ذکر کرنا زیادہ مناسب تہا اسواسطے کہ قہار سے مغرور ہونا البتہ انکار اور توبیخ کی جگہہ ہے بخلاف اسکے
کہ کوئی اللہ کے کرم پر مغرور ہوے کہ وہ غصّے اور انکار کی جگہہ نہین ہے اسواسطے کہ کریم کا کرم خود غرور کا سبب پڑتا ہے جیسا کہ تاریخ کی

کتابون مین مذکور ہے کہ ایک دن نوشیروان بادشاہ کے سامنے اُسکے خدمتگار اور خواص آپس مین پیش پڑے ایک وزیر نے جو وہان حاضر تہا عرض کیا کہ ان خدمتگارونکو آپکا کچھہ خوف و رعب نہین ہے کہ آپکے سامنے ایسی حرکتین کرتے ہین نوشیروان نے کہا کہ ہمکو چاہیے دشمنونکو خوف دلاوین نہ اپنے خدمتگارونکو اور حضرت امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے کہ ایک دن آپنے اپنے غلام کو کسی کام کے واسطے دو تین بار پکارا اُسنے باوجود سُننے کے جواب نہ دیا آپ باہر تشریف لائے اور جانا کہ غلام کہین گیا ہوگا دیکہا تو غلام حجرے کے دروازے پر کہڑا ہے آپنے فرمایا کہ تجہکو کیا ہوا تہا کہ جواب مجہکو نہ دیا غلام نے عرض کی کہ آپکے کرم کے اعتماد پر علاوہ اسکے یہہ بہی مجہے خاطر جمع ہے کہ آپ مجہکو مارینگے بہی نہین حضرت علی نے اُسکے جواب کو پسند کیا اور اُسکو اُسیوقت آزاد کر دیا تو معلوم ہوا کہ اُس چیز کا ذکر جو آپہی غرور کا سبب ہووے غرور کے انکار کی جگہہ پر مناسب نہین ہے جواب اس سوال کا یہ ہے کہ کرم کی صفت کا ذکر اس جگہہ پر غرور کی وجہ کے بیان کرنے کے واسطے ہے یعنے اُسکے کریم ہونے کے سبب سے تو مغرور ہو گیا جیسا کہ حضرت امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ فرماتے تہے الٰهی غرنی حلمك لو اخذتنی بالاولی ما اجرأت علی الثانیه یعنے اے اللہ مغرور کیا مجہکو تیرے حلم نے اگر پہلے گناہ پر تو مجہکو پکڑتا تو دوسرے گناہ پر جرأت نکرتا مین اور حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے منقول ہے کہ اُنسے پوچہا لوگون نے کہ اگر تمکو حق تعالےٰ قیامت کے دن اپنے سامنے کہڑا کرکے پوچہے کہ ما غرك بربك الكريم تو کیا جواب دوگے اُنہون نے کہا کہ مین کہونگا غرنی ستورك المرخاة فریب دیا مجہکو تیرے چہوٹے ہوے پردون نے یعنے کتنا ہی مینے گناہ کیا مگر تونے مجہکو فضیحت اور رسوا نکیا تو جان لیا مینے کہ کبہی تو فضیحت نکریگا اور اسی قسم کا مطلب حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے بہی منقول ہے کہ کم من مغرور بالستر علیه وكم من مستدرج بالاحسان الیه یعنے بہت سے مغرور ہورہے ہین بسبب تیری پردہ پوشی کے اُنپر اور بہت سے استدراج مین گرفتار ہین بسبب تیرے احسان کے اُنپر اور جب استفہام انکاری مجموع کلام پر وارد ہوا تو موافق قاعدے عربی کے اُس کلام کے معنے توبیخ اور سرزنش کے ہوئے اُس غرور پر جو کریم کے کرم کے ملاحظہ سے پیدا ہوتا ہے اور جب غرور کا انکار کرم پر کہ غرور کے بڑے عمدہ اسباب سے ہے متوجہ ہوا غرور کی نفی مین بہت مفید پڑا اسواسطے کہ جب کرم پر غرور کرنا نچاہیے تو قہر پر غرور کرنا کس طرح چاہیے اور اللہ تعالےٰ کی صفت جسطرح کرم ہے تو اُسی طرح قہر بہی تو وہ کریم بہی ہے اور قہار بہی اور منتقم بہی ہے اور باوجود ان سب صفتون کے حکیم بہی ہے اور جب اُسکی حکمت قہر اور انتقام کی خواہش کرنیوالی ہوئی اُسوقت کرم کے آثار ظاہر نہین ہوتے اسواسطے کہ احسان اور کرم بدکارون کے حق مین خلاف قاعدے حکمت کے ہے اسی جگہہ سے ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کو تلاوت کرنیکے وقت فرمایا کہ غره بالله جهله یعنے آدمی کو مغرور کیا ہے اُسکی نادانی نے اسواسطے کہ وہ ایک صفت پر اپنے پروردگار کے تکیہ کر کے بیٹہا ہے اور دوسری صفتین اُسکی کہ حکمت اور عدالت ہین بہول گیا دوسرا جواب اور بہی ہے وہ یہہ ہے کہ توبیخ کسی کام پر اُس جگہہ کرتے ہین کہ اُس کام کے ہونے کا گمان ہووے اور کریم کے کرم پر غرور کا مظنہ ہو سکتا ہے اسواسطے کہ یہہ ہو سکتا ہے کہ کسی کے کرم پر کوئی مغرور ہووے لیکن قہر اور انتقام پر مغرور ہونا ہرگز نہین ہو سکتا اسپر انکار اور توبیخ کیا نسبت رکہتی ہے مثلاً عرف مین کہتے ہین کہ فلانے کے حلم پر اعتماد مت کرو اسواسطے کہ محل اعتماد کا حلم ہو سکتا ہے اور یہ ہرگز نہین کہتے مین کہ فلانے کے غصے پر مغرور مت ہو اور اعتماد نکرو اسواسطے کہ غصہ اور غضب محل اعتماد اور غرور کا ہرگز نہین ہوتا بلکہ پرہیز اور بچنے کا محل ہے اور بعضے بزرگون نے کہا ہے کہ اس صفت کا لانا جواب کی تلقین کے واسطے ہے تاکہ بندہ خود کہے کہ غرنی کرمك لیکن یہہ جواب بن نہین سکتا اسواسطے کہ اُسکا کرم بہی حکمت سے خالی نہین اور اُسکی حکمت ہرگز یہہ بات کو نہین چاہتی ہے کہ اپنے بندونکو بے جزا اور سزا مہمل چہوڑ دے اور ظالم سے مظلوم کا بدلا نہ لے اور مخلوقات کے حق کو ضایع کرے اور نیک کو بد سے اور پرہیزگار کو بدکار سے جُدا نکرے تو معلوم ہوا کہ اس جواب مین نفے الفور اِلزام کہا ما ہے کہ کرم کے ثابت کرنے مین میری حکمت کا انکار کیون کیا تونے اور یہہ بہی ہے کہ اللہ تعالےٰ کا کرم آدمی کی خواہش سے پہلے ہے سبب بے عوض اور غرض کے اُسکو پہلے پیدا کیا اور طرح طرح نعمتون سے نوازا اور پہلا کرم پچہلے کرم کا سبب نہین ہو سکتا کہ اُسکے گناہون کو بالکل چہوڑ دین اور اوسکی بدیون پر اُسکو

تنبیہ نکرین بلکہ اللہ تعالےٰ کا پہلا کرم زیادہ تر دہشت اور خوف کا باعث ہے اسواسطے کہ اگر آدمی ایسے شخص کی مخالفت کرے جسکا حق اور احسان کچھہ اسپر نہو تو ہو سکتا ہے کچھہ تعجب کی جگھہ نہین ہے لیکن اپنے محسن اور منعم کی مخالفت اور ولی نعمت کی نافرمانی بڑا کفران ہے اور بڑے خوف کی جگھہ اور اُسکا پہلا کرم اِس بات کو نہین چاہتا کہ ایسے ناشکر سے درگذر کرے بلکہ عرف مین ایسی جگھہ چشم پوشی کرنے کو بیحیائی اور ذلت کہتے ہین علےٰ الخصوص اُسوقت مین کہ خود اپنے ولی نعمت کو نہ مانے اور اُسکی نعمتین دی ہوئین دوسرون کی طرف نسبت کرے یا اُسکی غیر مرضی مین خرچ کرے اعاذنا اللہ من ذٰلک اب جاننا چاہیئے کہ اِس جگھہ پر تین چیزین ہین غرور اور تمنّے اور رجا سو جا بجا قرآن شریف مین غرور تمنّے کو بُرا فرمایا ہے جیسا کہ اِن آیتون مین ہے وَلَا يَغُرَّنَّكُم بِاللَّهِ الْغَرُورُ ۝ لَيْسَ بِأَمَانِيِّكُمْ وَلَا أَمَانِيِّ أَهْلِ الْكِتَابِ ۝ تِلْكَ أَمَانِيُّهُمْ ۝ اور سوائے اِسکے اور بہی آیتین ہین اور رجا جو اُمید کے معنون مین ہے وہ قرآن اور حدیث دونون مین پسند ہے جیسا کہ جابجا مومنون اور نیکون کی مدح مین مذکور ہے جیسے يَرْجُونَ رَحْمَةَ اللَّهِ اور سوا اِسکے بہی ہے تو اِن تینون چیزون مین تفرقہ اور جدائی کہلی کہلی بیان کرنا چاہیئے تاکہ کام ممدوح اور مذموم آپس مین ملتبس نہووین اور مِل نجاوین اب جاننا چاہیئے کہ امید کی حقیقت یہہ ہی کہ کسی چیز کے انتظار مین آدمی کا دل خوش ہے اور ہر مرغوب کے حاصل ہونے کے واسطے ایک سبب درکار ہے والّا انتظار ثابت نہ ہووے پہر اگر ایک چیز کے اسباب بہت جمع ہوے ہون اور اُسکا انتظار کہینچے اور اِس انتظار مین خوش رہے جیسا ایک کسان نے اچّہا بیج اچہی زمین مین بویا اور پانی بہی وقت پر پایا ہے اور غلہ کا منتظر ہے اُسکو رجا اور امید کہتے ہین اور اگر ایک چیز کے بہت سے اسباب جاتے رہین اور اُسکے انتظار کہینچے تو وہ غرور اور حماقت مین گرفتار ہے جیسا کہ ایک کسان نے اُوسر زمین مین بیج بویا اور وقت پر سینچا بہی نہین پہر اُس سے غلہ کی انتظاری کرے اُسکو غرور اور حماقت کہتے ہین اور اگر اسباب کے حاصل ہونے مین شک واقع ہو پہر اُس چیز کا انتظار کرے جیسا کہ ایک کسان نے اچہی زمین مین بیج بویا لیکن سینچا نہین یا اُوسر زمین مین بیج بویا اور سینچا پہر اُس سے غلہ کا منتظر ہے اِسکو تمنا اور آرزو کہتے ہین پہر جب یہہ مثالین خوب سمجہہ مین آگئین تو ایماندار کو چاہیئے اپنی نجات اور فلاح کی حتی المقدور فکر کرے اور اُسکے اسباب کو اپنے مین جمع کرے جیسا کہ فرمانبرداری امر کی اور احتراز نہی سے پہر رحمت الٰہی کا امیدوار رہے اور اِس انتظاری مین خوشی اور خرّمی سے گُذران کرے اور جس شخص نے اپنی نجات اور فلاح کے اسباب کو کہو دیا اور اپنی عمر کو نامرضیات الٰہی مین صرف کیا پہر منتظر نجات اور فلاح کا ہے وہ احمق ہے اور غرور مین گرفتار ہے اور شک کی صورت مین جیسے نماز روزہ کیا لیکن اسکی شرطون کو خوب بجا نہ لایا تو وہ آرزومند ہے یعنے شاید کہ اُسکو نجات ہو لیکن یہہ دونون اللہ تعالےٰ کے نزدیک بُری اور نامقبول ہین نقل کرتے ہین کہ سلیمان بن عبد الملک حج کے واسطے ملک شام سے آتا تہا مدینہ منوّرہ مین حضرت ابو حازم سے ملاقات ہوئی اُسنے پوچہا کہ قیامت کے دِن بندون کی ملاقات پروردگار سے کس طرح پر ہوگی ابو حازم نے کہا اگر بندہ نیک ہے کہ دنیا مین نیکی کرکے گیا ہے اُسکی ملاقات اِسطرح پر ہوگی جیسا کہ کوئی شخص بہت دِنون مین سفر سے پہر کر اپنے گہر مین آوے اور بہت سا مال اور اسباب کما کے اپنے ساتہہ لاوے اسوقت خیال کیا چاہیئے کہ اُسکے گہر والے اُس سے کس طرح سے خوش ہونگے اور کس کس طرح سے خاطرداری کرینگے اور اگر بندہ بدکار ہے کہ دنیا مین بہت بُرائیان کرکے گیا ہے اُسکا سامنا ویسا ہوگا جیسا کہ کسیکا غلام چوری کرکے چہپ کے بہاگا ہوا اور اُسکے خاوند نے اُسکے پیچہے پیادے اُسکو پکڑنے کو دوڑائے ہون اور وہ پیادے اُسکو پکڑ کے ہاتہون مین ہتکڑیان اور پیرون مین بیڑیان اور گلے مین طوق ڈال کے اُسکے خاوند کے حضور مین لاوین اس وقت کی حالت کو خیال کیا چاہیئے کہ کیا اپنے دل مین شرمندہ ہوگا اور اپنے خاوند کے نزدیک کس طرح سے لایق لعنت اور نفرین کے ہوگا سلیمان کو اِس بات کے سُننے سے رقّت غالب ہوئی بہت رویا اور کہا کہ کیا اچہی بات ہوتی کہ مین اپنا حال جانتا کہ مجہکو اِن دونون صورتون مین سے کون سے

[illegible]

ف حکایت سلیمان بن عبد الملک اور ابو حازم کی

کون سی طرح پر اس مالک مطلق کے سامنے لیجا ئینگے ابو حازم نے کہا کہ اس بات کا معلوم کرنا بہت آسان ہے اور قرآن شریف مین خوب کہول کے بیان فرمایا
سلیمان نے پوچہا کس آیت مین ابو حازم نے کہا حق تعالی فرماتا ہے ان الابرار لفی نعیم وان الفجار لفی جحیم اپنے عملون کا جائزہ دیکہو کہ ابرار مین
ہو یا فجار مین سلیمان نے کہا کہ اگر ہمارے عمل بر انجام کام کا ٹہیرا تو رحمت الہی کہان ہے ابو حازم نے کہا کہ یہہ بہی بتا قرآن مجید مین بتا دیا ہے سلیمان نے کہا کس آیت
مین ابو حازم نے کہا ان رحمۃ اللہ قریب من المحسنین مین سلیمان کو یہہ بات کے سنتے ہی خوف غالب ہوا اور روتے روتے حالت متغیر ہو گئی اور انکے
پاس سے چلا گیا اور کہا کہ اس قسم کی تمہاری باتین سننے کی مجہکو طاقت نہین ہے کہ میرا تپا پہٹا جاتا ہے اور جب اس آیت مین آدمی پر توبیخ اور سرزنش متوجہ
فرمائی اسپر کہ تیرے اللہ تعالے کے کرم پر مغرور ہوا چاہئے تو اب کئی نعمتین جو اسپر انعام کی ہین اور وے غرور اور فریب کو مانع ہین بیان فرماتے ہین کہ غنی ہے ایک
یہہ ہے **اَلَّذِیْ خَلَقَكَ** وہ کریم کہ اپنے محض کرم سے تجہکو پیدا کیا اور ہرگز خواہش اور سوال اور دعا اس نیستی کی حالتین تجہسے متصور نتہی اور کسی منفعت
کی تجہسے توقع نہ تہی **فَسَوّٰىكَ** پہر تیرے بدن کو ٹہیک بنایا اور سب جوڑ بند برابر پیدا کئے انداز ایسے ہاتہہ برابر ہاتہہ کے اور پانون
برابر پانون کے اور کان برابر کان کے اور آنکہہ برابر آنکہہ کے کسیکو انمین سے کم زیادہ نہین کیا جیسے اگر ایک پانون چہوٹا ہوتا اور دوسرا بڑا تو چلنے
مین بہی رنج ہوتا اور دیکہنے مین بہی عیب دار اور ناقص ہوتا یہہ اسیکا کرم ہے کہ ایک قطرۂ ناپاک سے تجہکو ایسا خوبصورت اور سڈول پیدا کیا
فَعَدَلَكَ پہر معتدل مزاج بنایا تجہکو اور تیرے بدن کے مزاج کے خلط کے رکنون کو یعنی گرمی اور سردی اور تری خشکی کو طبیعت مین ایک
اور برابر کیا تاکہ جو احوال کہ اعتدال سے خارج ہین انکو پہچانے اور پہچے کہ ظاہری اعتدال سے خارج ہونا شدید رنج اور الم ہوتا ہے پہر معنوی اعتدال سے
خارج ہونیکو اسی پر قیاس کیا چاہئے **فِیْۤ اَیِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ** جس صورت مین چاہا تیرے پروردگار نے تجہکو
بنایا اسوقت مین تو حاضر تہا جو عرض کرتا کہ فلانی صورت اچہی ہے اور فلانی صورت بری مجہکو اچہی صورت چاہئے بری نچاہئے یہہ اسیکا کرم ہے
کہ حسن اور اچہی صورت پر تجہکو بنایا ہاتہہ دئے تکبیر مین اٹہانیکو مصحف کے پکڑنیکو اور ہتیار کے اٹہانیکو جہاد مین اور سوائے اسکے بہت چیزین بندگی کی ہیں جو
کہ ہاتہہ سے تعلق رکہتی ہین اور زبان دی ثنا اور صفت اور تسبیح اور ذکر اور تلاوت قرآن کرنیکو اور اچہی بات کے حکم کرنیکو اور بری بات سے منع کرنیکو اور ذات
اور صفات الہی کی حقیقتین بیان کرنیکو اور پانون دئے نماز مین کہڑے ہونیکو جہاد مین دوڑنیکو بیت اللہ کے طواف کرنیکو مریضون کی عیادت کو اور اولیا
کی زیارت کو اور سوائے اسکے جو اچہی چیزین اس سے متعلق ہین اسیطرح ہر ایک عضو کو طاعت اور بندگی کے واسطے پیدا کر دیا اور تو نے ان
نعمتون کو اسکے عکس مین خرچ کیا اور گناہ کا واسطہ بنایا سو جس نے ایسی نافرمانی اپنے مالک کی کی ہو وہ ہرگز بصفت کریمی کے سزاوار نہین ہوتا اور
ایسے شخص کو فریب کہانا اور مغرور ہونا کریم کے کرم پر زیب نہین دیتا ہے اور اس مقام پر کہ اللہ تعالی کی نعمتون کا بیان اور شمار کرنا منظور ہے خاص پیدائش
کی نعمت کو بیان کرنیکی وجہہ یہہ ہے کہ اس نعمت مین کسیطرح کی خواہش اور سوال بندیکی طرف سے پایا نہین گیا تہا اور اسکی پیدائش مین اللہ تعالے
کی بہی کسی منفعت کی توقع یا کسی ضرر کا دفع متصور نہین تہا بخلاف اور نعمتون کے کہ بعد پیدا ہونیکے اور بعد سوال حالی یا قالی کے عنایت ہوئی ہین کہ
وہ نعمتین چندان کرم پر دلالت نہین کرتی ہین اور یہہ بہی ہے کہ انسان کی پیدائش کی نعمت ایسی بہتر اور معقول طبیعت کے اعتدال اور عضا
کے تناسب کے ساتہہ صریح دلیل ہے اس بات کی کہ ایسے مخلوق کو مہمل اور بیفائدہ نہین پیدا کیا ہے بلکہ اعتقاد اور عمل کی سیدہی راہ پہچاننے کو اور
بری راہ سے اعتقاد اور عمل کے احتراز کرنیکو پیدا کیا ہے اسواسطے کہ غیر معتدل کو سوائے معتدل کے کوئی پہچان نہین سکتا اور طب کی کتابون مین
قاعدہ ٹہرا ہوا ہے کہ غیر معتدل اس کیفیت سے جو اعتدال سے خارج ہے چندان تاثیر نہین قبول کرتا ہے اسواسطے کہ وہ کیفیت ہمجنس اس غیر
معتدل کے نہین ہے بخلاف اپنے ہمجنس کے کہ اس سے زیادہ تاثیر قبول کرتا ہے اور تہوڑے کو بہت جانتا ہے بس انسان نے جو ہر کام مین قصور کیا
اور اپنے مالک کی نافرمانی کی تو زیادہ تر لائق غصے اور غضب کے ہوا پہر اسکو پہلے کرم پر فریفتہ اور مغرور ہونا ہرگز مناسب نہین ہے اور اس مقام
پر ایک سوال ہے جواب طلب اسکا حاصل یہہ ہے کہ ان نعمتون کے بیان کرنے مین حرف عطف کا کہ ف ہی ہر جگہہ پر مذکور فرمایا ہے

مگر فِيٓ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ مین کہ حرف عطف کو نہین لائے ہین اُسکی وجہ کیا ہے اُسکا جواب یہہ ہے کہ پیدایش اور اعضا کا برابر ہونا اور
کیفیت کا معتدل ہونا یہ تینون فعل ترتیب سے بیان ہوئے ہین اُنکے درمیان مین مدلول فَ کے کلمہ کا کہ تعقیب ہے گنجایش رکہتا ہے اور بعد
اِن تینون فعل کے صورت کی ترکیب لازم ہے اسواسطے کہ جب تسویہ اور تعدیل سے فراغت پائی تو تصویر حاصل بلکہ وہی تسویہ اور تعدیل عین
تصویر ہے پس گنجایش حرف عطف کی نرہی آور جب یہہ نعمت یعنے پیدایش کی تسویہ اور تعدیل دونو نسے ملکر پیدا ہوئی تو اسواسطے اِسکو بطور
اِن دونون نعمتونکے بیان کے بے حرف عطف کے بیان فرمایا اور مفسرونکی ایک جماعت نے فِيٓ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ کی تفسیر مین کہا ہے کہ یہان
مراد یہہ ہے کہ لڑکا کبہی باپکے مُشابہ ہوتا ہے اور کبہی ماکے اور کبہی چچاکے اور کبہی ماموکے اور کبہی اِنمین سے کسیکے مشابہہ نہین ہوتا جیساکہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے منقول ہے کہ ایک شخص سے آپنے پوچہا کہ مَا وُلِدَ لَكَ یعنے کیا ہے اولاد تیری اُسنے عرض کی کہ یارسول اللہ وَمَا عَسٰى
اَنْ يُّوْلَدَ لِيْ اِمَّا غُلَامٌ اَوْ جَارِيَةٌ یعنے ابہی تک تو کچہہ بہی نہین ہے مگر قریب ہے کہ پیدا ہوگا لڑکا یا لڑکی پہر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پوچہا کہ مَنْ
تُشْبِهُ یعنے کسکے مُشابہ ہوتا ہے اُسنے عرض کیا کہ تُشْبِهُ اُمَّهٗ اَوْ اَبَاهُ یعنے مشابہ ہوگا ماکے یا باپکے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَا
تقل هكذا ان النطفة اذا استقرت في الرحم احضر الله كل نسب بينها وبين ادم اما قرأت هذه الاٰية فِيٓ اَيِّ صُوْرَةٍ
مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ یعنے ایسا مت کہہ مقرر نطفہ جب ٹہیرتا ہے رحم مین حاضر کرتا ہے اللہ تعالے سب نسب کو جو اُسکے اور آدمؑ کے درمیان مین کیا نہین
پڑہی تو نے یہہ آیت فِيٓ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ آور بعضون نے کہا ہے کہ اِس سے خوبصورتی اور بدصورتی مُراد ہے یعنے ہر ایک انسان
اچہی صورت ہونے مین اور بُری صورت ہونے مین متفاوت ہے آور بعضونے کہا کہ اِس سے مُراد انسانکی صورتونکی زیادتی ہے یعنے اللہ تعالےٰ کی
قدرت کے عجائبات مین سے ایک یہ ہے اور حقیقت مین یہی ہے کہ اسقدر لاکہون کروڑون آدمیونکے چہرے حضرت آدم علیہ السلام سے اِسدم تک باوجود
یکسان ہونیکی صورت اور شکل مین اور بدنکے جوڑ بند مین جیسے آنکہہ ناک کان مُنہہ چہرہ پہر ہر شخص کی صورت اور مشابہت دوسرے سے جُدا اور علیحدہ ہے
اِس جگہہ سے حق تعالے کے خزانونکی وسعت اور کثرت دریافت کیا چاہیئے کہ کسقدر نقشے بے انتہا اُسکے خزانے مین موجود ہین آور بعضون نے کہا ہے
کہ مختلف ہونا صورت نر اور مادہ کا مُراد ہے اور اِس صورت مین اِس آیت کا ربط پہلی آیتون سے اسطرح پر ہوگا کہ تسویہ اور تعدیل نرکی مخالف مادہ کے
تسویہ اور تعدیل سے ہے لیکن یہہ مخالفت صنفی ہے یعنے نرکی قسم اور ہے اور مادہ کی قسم اور ہے اسیواسطے مادہ کے مزاج کو رطب وارد
اور طب جانتے ہین یعنے بہت تر اور نرکے مزاج کو یابس یعنے بہت خشک بوجہتے ہین اور نرکے بدنکی صحت کو مادہ کے بدنکی صحت سے جدا جانتے ہین لیکن
اصل تسویہ اور تعدیل مین کہ نوع انسانی کا مقتضا ہے دونون قسم آپسمین شریک ہین آور بعضون نے اس آیت کو انسانکے رنگونکے مختلف ہونے پر
حمل کیا ہے جیسے کہ پہلے اور دوسری اقلیم کے رہنے والے سیاہ ہوتے ہین اسواسطے کہ ہمیشہ آفتاب اُنکے سر کے مقابل مین رہتا ہے یا مقابل سے
کچہہ ہٹا ہوا اور آفتابکی سوزش اور گرمی کی ہمیشگی رنگ کو سیاہ کرتی ہے جیساکہ دہوبی ہوتے ہین اور اُن گنوار وہین جو ہمیشہ ننگے بدن دہوپ مین کام
کیا کرتے ہین یہ بات ظاہر ہے اور سب دیکہتے ہین آور تیسری اقلیم کے رہنے والے اکثر گندم گون ہوتے ہین آور چوتہی اقلیم کے رہنے والے گورے
ہوتے ہین مگر سرخی کے ساتہ اور پانچوین اقلیم کے رہنے والے سُرخ رنگ ہوتے ہین آور چہٹی اور ساتوین اقلیم کے رہنے والے زرد رنگ ہوتے ہین پہلے
آور حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ سے منقول ہے کہ بعضونکو ایسی صورت پر پیدا کیا ہے کہ اپنی بندگی کے واسطے اُنکو چن لیا ہے جیساکہ حضرت موسٰی علیہ السلام
کے حق مین ارشاد فرمایا ہے وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِيْ یعنے اور بنایا مینے تجہکو اپنے واسطے اور دوسری جگہہ انکے اور دوسرے انبیاؑ کے حق مین فرمایا ہے
اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا بیشک تہا وہ چنا ہوا وَاِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ اور بیشک تہا وہ ہمارے چنے ہوئے بندونسے اور یہ گروہ بادشاہی خاص بندونکی مانند
ہین کہ حضور کے خاص خدمتونکے واسطے مقرر ہوتے ہین اور بعضونکو ایسی صورت پر پیدا کیا ہے کہ اُسکے غیر کیطرف مشغول ہین جیساکہ بعضے مالکی تجارت مین
اور بعضے کہیتی مین اور بعضے کسی اور کسب اور پیشہ مین مشغول ہین کہ دنیا کا کام چلے اور جو اِس کلام مین گمان ہوسکتا تہا کہ کرم کی صفت سُننے سے جو اس توبیخ اور

سوال

سوال مین مذکور ہے شاید کافر کہنے لگین کہ ہمارا غرور اور اعتماد سب اُسکے کرم پر تہا اسواسطے دوسری تنبیہ اور توبیخ پہلے سے بہی زیادہ ...

کَلَّا یعنے ایسا نہین ہے کہ اُسکے کرم پر اعتماد کرکے تم یہ گناہ کرتے ہو اسواسطے کہ یہ اعتماد تو آخرت کی جزا کے اقرار کرنے پر اور اُسکے اعتقاد پر موقوف ہے اور تُم آخرت کا اقرار اور اعتماد نہین کرتے ہو بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ بلکہ تم انکار کرتے ہو جزا کا اور حال یہ ہے کہ جزا کا وعدہ بہی اُسیکے کرم کا مقتضا ہے تاکہ اچہی جزا کے امید پر طاعت اور بندگی کرو اور دین دنیا کے تمہارے کام اچہے بنجاوین اور عذاب کے خوف سے گناہ اور نافرمانی سے بچتے رہو تاکہ کام دونو جہان کے تمہارے بگڑنہ جاوین اور جزا کا انکار تمسے کسطرح بن پڑیگا وَإِنَّ عَلَيْكُمْ اور حال یہ کہ اللہ تعالی کی طرف سے تم پر لَحٰفِظِيْنَ چوکیدار مقرر ہین تاکہ نیک اور بد کامون پر تمہارے خبردار رہین اور کوئی اچہا کام تمہارا ضایع نجاوے اور کوئی بُرا کام بہی رائگان نہووے كِرَامًا یعنے وے چوکیدار بہی حق تعالی کی صفت کے موافق تمسے کرم کا معاملہ کرتے ہین سوا اُنکے کرمون سے جو تمسے کرتے ہین ایک یہ ہے کہ تمسے چہپے رہتے ہین اور اپنے تئین تمپر ظاہر نہین کرتے تاکہ تم کہین شرمندہ ہوکے عورتون کی صحبت اور جا ضرور اور پیشاب اور اپنی مزداریان اور لذتین چہوڑ مدو اور اُنکے کرمون سے یہ ہے کہ باوجود تمہارے سب کام جاننے کے تمکو فضیحت اور رسوا نہین کرتے ہین اور کسی آدمی کے سامنے تمہارے بہید اُنکو نہین کہولتے اور اُنکے کرمون سے یہ ہے کہ جب کوئی نیکی تمسے ہوتی ہے اُسکو دس گنی کرکے لکہتے ہین جیسا کہ اگر ایک روپیہ اللہ کی راہ مین تمنے دیا ہو اُسکو دس روپئے لکہتے ہین اسی پر اور چیز کو بہی قیاس کر لو اور اگر کسی نیکی کا تمنے قصد کیا اور کسی سبب سے وہ نیکی تمسے ہونے نپائی تو تمہارے اِس نیک ارادے کو بہی نیکیون مین گنتے ہین اور ایک نیکی اُسکے عوض مین لکہہ لیتے ہین اور اگر کسی گناہ کا تمنے ارادہ کیا اور پہر اُسے چہوڑ دیا یعنے کیا تو اُس چہوڑ دینے کو بہی نیکیون مین گنتے ہین اور ایک نیکی لکہہ لیتے ہین اور اگر کوئی گناہ تمسے ہوتا ہے تو چہہ ساعت تک تمکو مُہلت دیتے ہین ا... نی دیر تک اُس گناہ کو نہین لکہتے کہ شاید اِس عرصے مین تم توبہ یا استغفار کرو یا اِس اپنے کرنے پر شرمندہ ہو یا اُسکے بعد اتنے عرصے مین کوئی ایسی نیکی تمسے ہو کہ اُسکے سبب سے بُرائی تمہاری معاف ہو جاوے اور اگر اتنی دیر مین اِن باتون مین سے تمسے کچہہ نہوا تو ایک گناہ لکہتے ہین اور پہر جب توبہ اور استغفار تم کرتے ہو یا کوئی اور نیکی تو اُس لکہے ہوئے کو مٹا ڈالتے ہین اور وہ چوکیدار تمہارے کامونکے یاد رکہنے مین بہت احتیاط کرتے ہین اور باوجود فرشتے ہونے کے کہ اُنمین نسیان اور فراموشی ہرگز نہین ہوتی اپنی یاد پر اعتماد نہین کرتے بلکہ كَاتِبِيْنَ یعنے لکہہ رکہتے ہین اور اِس کام کے واسطے دفتر تیار رکہتے ہین اور صحیح روایتون کے موافق یہہ ہے کہ ہر آدمی کے واسطے یہہ لکہنے والے چار نفر ہین دو دنکو آتے ہین اور دو راتکو اور ہر دن اور رات کے دونون دفتر علیحدہ علیحدہ رکہہ چہوڑتے ہین اور بعضی روایتون مین وارد ہوا ہے کہ اُنکے بیٹہنے کی جگہہ آدمی کے دونون کندہے ہین اور بعضون نے کہا ہے کہ ہر آدمی کے اوپر کے دونون بڑے دانت اُنکے بیٹہنے کی جگہہ ہے اور آدمی کی زبان اُنکا قلم ہے اور تہوک آدمی کا اُنکی سیاہی ہے اور جب یہہ دفترات اور دن کا حق تعالے کے حضور مین لے جاتے ہین باوجود اسبات کے کہ حق تعالے اپنے بندے سے جانکی رگ سے بہی زیادہ نزدیک ہے لیکن احتیاط کے واسطے حکم ہوتا ہے کہ اِس دفتر لکہے ہوئیکا لوح محفوظ سے مقابلہ کرو اسواسطے کہ اُسمین جو کچہہ بندہ کریگا بے کمی اور بیشی کے لکہا ہے بعد مقابلہ کے حکم ہوتا ہے کہ بندگی اور گناہ کے سوائے جو کچہہ ہے اُسکو مٹا ڈالو اور صرف بندگی اور گناہ رہنے دو کہ اُسپر ثواب اور عذاب ہوگا اور اُن چوکیدارونکو کسیطرح پر تمہارے احوال سے پردہ اور پوشیدگی نہین ہے اور یہ بہی گمان مت کرو کہ جسطرح دنیا کے اخبار نویسون اور خفیہ نویسونسے کسی حیلہ اور مکر سے اپنے کام چہپا رکہتے ہو اُن سے بہی چہپا رکہوگے اسواسطے کہ وے چوکیدار يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ جانتے ہین جو کچہہ تم کرتے ہو اگرچہ ہزار پردے مین کرو اب یہان پر جاننا چاہئے کہ لکہنے والے فرشتونکا آدمی کے سب کامون پر خبردار ہونا اِس آیت سے ثابت ہوتا ہے اور آدمی کی سب باتون پر خبردار ہونا اُنکا دوسری آیت سے جو سورۂ قاف مین ہے بوجہا جاتا ہے وہ آیت یہ ہے مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ یعنے نہین بولتا آدمی کوئی بات مگر اُسکے پاس ایک راہ دیکہتا تیار رہے لکہنے کو

ف بیان اس کا کہ کاتبین کے لکھنے کے دفتر ہیں ہر آدمی کے

اور کسی کام چھوڑ دینے پر خبردار ہونا جیسے روزہ اور اعتکاف اور جو احرام کے اندر منع ہین اُنسے بچنا اور جو اُسکے مانند ہین یہ سب دلیل عقلی سے ظاہر ہین اسواسطے کہ جب کوئی شخص ایک کام کی حاجت کے وقت بدون کسی عذر اور مانع کے اس کام کو نکیا صریح معلوم ہوتا ہے کہ اس کام کو اُسنے چھوڑا لیکن آدمی کی نیت کا حال دریافت کرنا اور اُسکے دل کی چھپی بات پر خبردار ہونا اسمین علما کا اختلاف ہے اکثر عالمون نے اسکا انکار کیا ہے یعنے دلکی بات کی اُنکو خبر نہین ہوتی اور صحیح حدیث مین وارد ہے کہ یہہ لکھنے والے نیکی کے ارادیکو نیکی لکھتے ہین اور اس بدی کے ارادیکو جسکو چھوڑ دیا ہے اُسکو بھی نیکی لکھتے ہین اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان فرشتونکو دل کے احوال پر بھی خبر ہوتی ہے لیکن اسکے منکر کہتے ہین کہ یہہ خبر انکو اللہ تعالی کیطرف سے ہوتی ہے الہام کے طور پر یعنے فلانے شخص نے اسوقت فلانی نیکی کا ارادہ کیا ہے یا فلانی بدی کا ارادہ کرکے پھر اُسے چھوڑ دیا ہے وھو الاظھر یعنے یہی ظاہر ہے معلوم ہوتا ہے اور جب کلام جزا کے ثابت کرنے تک پہنچا تو اب تھوڑی نیکیون کی جزا اور بدونکی سزا کی تفصیل اس مقام پر بیان کرنا ضرور ہوا اسواسطے ارشاد ہوتا ہے **اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ** مقرر نیک لوگ بڑی نعمت مین ہونگے **وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ** اور مقرر برے لوگ دوزخ مین ہونگے **یَّصْلَوْنَهَا یَوْمَ الدِّیْنِ** پیٹھینگے اُسی دوزخ مین انصاف کے دن یعنے قیامت کو **وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَآئِبِیْنَ** اور نہونگے وہ سب اس دوزخ سے غائب ہونیوالے حاصل اسکا یہہ ہے کہ جسطرح دنیا کی آفت اور مصیبت سے بھاگ کر یا چھپ کر بچ جا سکتے ہین اُسدن یہہ حیلے اور مکر اُنکے پیش نجاوین گے اور اس بلا سے کسیطرح انکو خلاصی نہوگی اسواسطے کہ اُس آگ کی لپیٹ بدکارون کو دور دور سے اپنے اندر کھینچ لاویگی اور وہ فرشتے جو دوزخ کے دروازون پر مقرر ہین زنجیرون اور طوقون مین انکو باندھکے دوزخ مین ڈال دینگے نہ وہان بھاگنے کی جگہہ ہوگی اور نہ طاقت مقابلہ کی اور بعضے مفسرون نے غائب ہونیکو دوزخ سے نکلنے پر حمل کیا ہے تو اس صورت مین تخصیص کفار کی فجار سے ضرور ہوئی اسواسطے کہ فاسق ایماندار دوزخ سے ضرور نکلینگے اور بہشت مین داخل ہونگے اور علم بدیع کے عالمون نے کہا ہے کہ اس کلام مین جمع اور تقسیم کی صنعت ہے یعنے پہلے ان علیکم لحافظین فرمایا اسمین دونون نیک ہون یا بد ایک حکم مین جمع کیا ہے پھر بعد اُسکے جزا اور سزا کے بیان کرنے مین دونون کو جدا جدا بیان فرمایا ہے یعنے ان الابرار لفی نعیم وان الفجار لفی جحیم اور اس کلام مین ترصیع کی بھی صنعت ہے اور علم بدیع کی اصطلاح مین جس کلام مین یہہ صنعت پائی جاتی ہے اُس کلام کو مرصع کہتے ہین اسواسطے کہ اسمین دونون فقرون کی لفظین سجع مین یعنے آخر کے حرف مین اور وزن مین برابر ہوتی ہین جیسا کہ اس کلام مین جو دو لفظ ہین یعنے ابرار فجار سے اور نعیم جحیم سے وزن اور سجع مین برابر ہے اور اسی صنعت مین کسی شاعر نے کہا ہے شعر ای منور بتو نجوم جلال ؛ وی مقرر بتو رسوم کمال ؛ اسمین بھی منور مقرر سے اور نجوم رسوم سے اور جلال کمال سے وزن اور سجع مین برابر ہین اور تضاد کی صنعت بھی اسمین پائی جاتی ہے اور اسکو طباق اور تطبیق بھی کہتے ہین حاصل اس صنعت یہہ ہے کہ کئی چیزین جو اسمین ایک دوسرے کی ضد ہوتے ہین انکو جمع کر دیتے ہین جسطرح اس مصرع مین ہے مصرع ہشیار درون فرت بیرون آمدست ؛ اور اس آیت مین بھی نعیم جحیم کی ضد ہے اور ابرار فجار کی اور جو بدکارون کی جزا کے درمیان مین بیچ روز کا بھی ذکر آگیا تھا اور اُسدن کی سختیان اور مصیبتین خاطر خواہ بیان نہین ہوئی تھین تو سننے والونکو خبردار کر دینے کے واسطے تھوڑی سختیان اس دن کی استفہام تہویل کے طور پر مجملاً بیان فرماتے ہین کہ **وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا یَوْمُ الدِّیْنِ** اور کیا جانا تونے کہ کیا ہے دن انصاف کا حاصل اس کلام کا یہہ ہے کہ اپنی عقل سے سختیان اور مصیبتین اُسدن کی آدمی دریافت نہین کر سکتا ہے اسواسطے کہ جو جو دکھہ درد کی سختیان اور آفتین مصیبت کے دنونمین اُسپر گذری ہین یا کسی اپنے ہم جنس سے سنی ہین وہ سب اُسدن کی مصیبتون اور سختیون کی نسبت سے کچھہ حقیقت نہین رکھتین تا کہ انکو ان پر قیاس کر لے اور عقل کا کام تو یہی ہے کہ ان دیکھی چیز کو دیکھی چیز پر قیاس کر لے اور ان سنی کو سنی پر **ثُمَّ مَآ اَدْرٰىكَ مَا یَوْمُ الدِّیْنِ** پھر بعد مہلت کے ہم کہتے ہین کہ تونے کیا جانا کہ کیا ہے انصاف کا دن اس مقام پر ثم کی لفظ کا حاصل یہہ ہے کہ بہت سی چیزین ایسی ہین کہ انکو سنتے ہی آدمی دریافت نہین کر سکتا ہے اور انکی فکر مین نہین آتا لیکن بعد تھوڑی دیر کے اور تامل کرنیکے اسکی حقیقت

معلوم ہوتی

معلوم ہوتی ہے لیکن جو چیز ایسی ہو کہ وہم اور خیال کی اُسمین گنجایش نہو ایسی چیز مین مدتون تک فکر اور تامل کرنا اور سُنتے ہی اُسکے دریافت سے مایوس ہونا دونون برابر ہین اِسی سبب سے فرمایا ہے کہ بعد مُہلت اور فرصت دراز کے بہی اُسکی حقیقت حال کو دریافت نکر سکو گے مگر تہوڑی سی شدت اور سختی اُسدن کی تجہہ سے بیان کرتے ہین ہم کہ وہ دن **یَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْـًٔا** جس دن نہ مالک ہو کوئی جان کسی جان کے واسطے کچہہ اب اِس مقام سے شدت اُس دِن کی بوجہا چاہئے اسواسطے کہ دُنیا مین اگر کوئی شخص کسی بلا مین گرفتار ہو ہے تو پہلے عوام الناس سے اُس شہر کے اُس بلا کے دفعیہ کی تدبیر پوچہتا ہے اور اپنی خلاصی ڈہونڈہتا ہے اور جب دیکہتا ہے کہ عوام الناس سے کچہہ کاربرآری نہین ہوتی تب خواص کی طرف جو اُس بلا کا دفعیہ جانتے ہین التجا لیجاتا ہے جیسے طبیب حاذق کی طرف رجوع کرتے ہین بیماریون کے دفع کرنے کے واسطے اور چابکدست جراحون کی طرف پہوڑے اور ورمون مین اور تیز نظر کحالون کی طرف آنکہون کی مصیبتون مین اور عادل حاکمونکی طرف ظلم اور زبردستے کے مقدمے مین اور ہر کام کے تجربہ کارون کی طرف دوسرے کامون مین اور جب دیکہتا ہے کہ اِن آدمیون سے کوئی میرے حال پر متوجہ نہین ہوتا ہے تب لاچار ہو کے اُنکے یار دوستون سے سفارش کراتا ہے اور اُن سے مدد چاہتا ہے اور اپنی کاربرآری کرتا ہے لیکن اُسدن جتنے ناتے رشتے خویشی آشنائی کے ہین سب نیست و نابود ہو جاوینگے اور سوائے نفسی نفسی کے کسی کو دوسرے کے حال پر شفقت اور مہربانی نہوگی یہان تک کہ ماباپ کو اپنی اولاد پر رحم نہوگا اور نہ اولاد کو ماباپ کا کچہہ غم سب اپنے اپنے حال مین مُبتلا ہون گے اور وہان کے مقدمات مین کسی کو ادنی ہو یا اعلےٰ کچہہ دخل نہ ہوگا خاص بندے عوام کی طرح حیران اور پریشان ہونگے اور بڑے بڑے سردار رعایا کی مانند سرگشتہ اور حیران ہون گے اُس دِن بدون حکم اُس مالک الملک کے کوئی کسی کی سفارش نکر سکیگا اور عاجزی اور چاپلوسی اور صبر اور اِستقلال دونون بے فائدہ اور بیکار ہون گے اُس دِن وہی ارحم الراحمین جسپر رحم کرے اُسکی نجات اور رہائی ہے اور جسپر قہر اور غضب ہو اُسکی خرابی اور رسوائی اور اِس آیت مین تین عموم واقع ہوے ہین پہلا عموم مالک کی ذات مین اور دوسرا مملوک کی ذات مین اور تیسرا چیز مملوک مین اور اِن تینون عموم سے پرلے درجے کی مایوسی اور نا امیدی حاصل ہوئی اپنی مصیبت کے دفع کرنے مین کسی دوسرے کی طرف التجا کرنے سے اِس دِن کے معاملے مین چنانچہ یہ بات ظاہر ہے **وَالْأَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلَّهِ** اور حکم اُسدن اللہ ہی کے واسطے ہے اور دنیا مین جسطرح بادشاہ کا حکم رعیت پر اور ماباپ کا حکم اولاد پر اور آقا کا حکم نوکر پر اور خاوند کا حکم جورو پر اور میان کا حکم لونڈی غلام پر جاری ہوتا ہے اُسدن یہہ سب حکم منقطع ہو جاوینگے اور سوائے اُس مالک علی الاطلاق کے حکم کے کسیکو قدرت دم مارنے کی نہوگی جسکو اُس مالک نے سب طرح سے پسند کیا اُسکی نجات ہے اور جسکو سب طرح سے ناپسند کیا اُسکی ہلاکت اور خرابی ہے اور جسکو بعضی وجہ سے پسند کیا اور بعضی وجہ سے ناپسند کیا اُنکے واسطے پیغمبرون یا اولیاؤن یا عالمون یا حافظون یا شہیدون یا فرشتون کو حکم ہوگا کہ فلانے شخص کی شفاعت کرو تاکہ تمہاری بہی عزت و آبرو بڑہے اور اسطرح کی شفاعت جو حاکم کے حکم پر موقوف ہو اُسمین کسیکو دخل نہین ہوتا اور اعتماد کرنا بہی بیجا ہے اور اِسی مضمون سے معلوم ہوا کہ اس آیت مین شفاعت کی نفی نہین ہے جو معتزلہ نے سمجہا ہے بلکہ شفاعت کا ہونا حاکم کے حکم پر موقوف رکہا ہے اور یہی ہے اہل سُنت و جماعت کا صحیح مذہب اور اعتقاد واللہ اعلم بالصواب +

سُوْرَۃُ مُطَفِّفِیْن

اس سورت مین اختلاف ہے کہ مکی ہے یا مدنی اکثر معتبر تفسیرون مین مذکور ہے کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مدینے مین تشریف لے گئے اور اس وقت مین وہان کے لوگ ماپ اور تول مین دغابازی بہت کرتے تہے تو یہ سورت نازل ہوئی اور اول سورت جو مدینے مین نازل ہوئی سو یہی ہے اور روایت ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینے کے لوگونکو یہہ سورت تعلیم فرمائی اور وہ لوگ ہدایت سے قرآن اور رسول کے

سنور گئے اور وہ دغا بازی چھوڑ دی چنانچہ اُس روز سے آجتک وہ تمام دنیا مین کوئی پورا ماپنے تولنے والا مدینے منورہ کے لوگونکے برابر نہین اور جو لوگ اِس سورے کو مکی کہتے ہین سو اُنکا قول یہہ ہے کہ یہہ سورت مکۂ معظمہ مین نازل ہوئی تہی جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینے کو تشریف فرما ہوئے اور وہانکے لوگونکو اس بلا مین مبتلا دیکہا تو یہہ سورت اُنکے سامنے پڑہی پس اس سبب سے لوگون نے یہہ جانا کہ یہہ سورت اسیوقت نازل ہوئی ہے اور عطائے مکی نے کہا ہے کہ نزول اِس سورت کا مکے اور مدینے کے درمیان ہوا ہے ہجرت کے سفر مین اور اُسکے ربط کی وجہ سورۂ انفطار سے یہہ ہے کہ اُس سورت مین نیکوکار اور بدکارونکے نامۂ اعمال کی ابتدا کا مذکور ہے کہ دنیا مین لکہے جاتے ہین اور اِس سورت مین اُن اعمالونکے درمیانکا بیان ہے کہ ہر شخص کی موت کے بعد خواہ نیک ہو خواہ بد اِن دونون دفترون مین سے کہ سجین اور علیین ہین ایک دفتر کے متصدیون کے حوالہ کئے جاتے ہین چنانچہ سورۂ انشقت مین اُن نامونکے انتہا کا بیان ہے کہ حشر کے روز ہر شخص کے ہاتہہ مین دیئے جاینگے اور اِس سورے کا نام سورۂ مطففین اسواسطے رکہا ہے کہ اُسکے شروع مین بدحالی مطففین کی مذکور ہے اور وہ دلالت کرتی ہے اسبات پر کہ جو شخص اتنا تہوڑا سا حق بہی مخلوق کا تلف کریگا اُسکا بہی برا حال ہوگا پہر جو شخص کہ حق عظیم اپنے پروردگار کا کہ ایمان لانا اُسکی آیتون اور اُسکے رسولون پر ہے تلف کریگا تو انجام اُسکا کیا کچہہ ہونیوالا ہے اور مناسبت اِن دونون سورتونمین کلام کے نظم ونسق کے اعتبار سے بہی ظاہر ہے کہ اُس سورے مین کلا بل تکذبون بالدین وان علیکم لحافظین مذکور ہے اور اِس سورے مین ویل یومئذ للمکذبین الذین یکذبون بیوم الدین وما ارسلوا علیہم حافظین واقع ہے اور اِس سورے مین ان الابرار لفی نعیم اور اِس سورے مین بہی بعینہ یہی لفظ مذکور ہے اور اِس سورے مین ان الفجار لفی جحیم یصلونہا یوم الدین آیا ہے اور اس سورے مین ثم انہم لصالوا الجحیم ہے اور اِس سورے کا ختم اس کلمے پر ہے کہ والامر یومئذ للہ اور اوائل مین اس سورے کے یوم یقوم الناس لرب العالمین مذکور ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ خرابی ہے گہٹانیوالونکی کہ لوگونکے حق ماپنے اور تولنے مین گہٹاتے ہین ہرچند کہ تطفیف کا لفظ عرب کے لغت مین ماپ اور تول مین خیانت کرنیکے معنو نمین آتا ہے لیکن شیخ ابو القاسم قشیری قدس سرہ العزیز نے اور دوسرے بزرگون نے فرمایا ہے کہ ظاہر کرنا لوگونکے عیب کا اور وہ عیب اپنے اندر ہو اُسکو چہپانا اور لوگونسے انصاف چاہنا اور خود انصاف نکرنا اور دوسرونکے عیبونکو دیکہنا اور اپنے عیبونکو نہ دیکہنا اور لوگونسے تعظیم چاہنا اور آپ واجب التعظیمونکی تعظیم نکرنا اور جو اپنے واسطے چاہنا وہ دوسرونکے واسطے نہ چاہنا اور نوکرون مزدورونسے کام پورا لینا اور اُنکی مزدوری اور ماہوار دینے مین قصور کرنا اور رزق مقدر کو جناب الٰہی سے پورا چاہنا اور آپ اُسکی طاعتو نمین نقصان کرنا یہہ سب تطفیف مین داخل ہین چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہے کہ الصلوۃ مکیال فمن وفی وفی لہ ومن طفف فقد علمتم فیہ ما قال اللہ تعالیٰ اور یہہ بہی حدیث قدسی مین آیا ہے اوف یا ابن آدم کما تحب ان یوفی لک واعدل کما تحب ان یعدل لک اور دوسری حدیث مین واقع ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس سورے کی تلاوت کے بعد ہینے کے لوگونسے ارشاد فرمایا کہ خمس بخمس یعنے پانچ چیزین بدلے مین پانچ چیزونکے ہوتی ہین کوئی قوم سب ملکر عہد شکنی نہین کرتے مگر دشمن اُنکے اُنپر مسلط کئے جاتے ہین اور کوئی فرقہ خلاف شریعت کے حکم نہین کرتا اور شرع کو پہیر کر حکم شریعت کا تبدیل نہین کرتا مگر کہ فقر وافلاس اُنمین سرایت کرتا ہے اور کسی فرقے مین زنا اور لواطت رائج نہین ہوتی مگر کہ موت اُنپر مسلط ہوتی ہے اور کوئی فرقہ ماپ اور تول مین نقصان نہین کرتا مگر کہ زراعت اُنکی برباد ہو جاتی ہے اور قحط مین مبتلا ہوتا ہے اور کوئی فرقہ زکوۃ کا منع نہین ہوتا مگر کہ بارش اُنپر بند کی جاتی ہے حاصل کلام کا یہہ ہے کہ مقدمہ ماپ اور تول کا نہایت عمدہ ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم پر جو عذاب نازل ہوا تہا سو اِسی گناہ کی شامت سے تہا اور علماکو اِسکے کبیرہ ہونے مین اختلاف ہے بعضون نے از راہ مبالغہ کے کہا ہے کہ قصد اِس فعل شنیع کا بہی گناہ کبیرہ سے ہے اور بعضون نے فرق کیا ہے قلیل اور کثیر مین کہتے ہین کہ اگر نقصان ماپ اور تول کا چوری کے نصاب کی حد کو پہنچے کہ اُسمین ہاتہ کٹے

تین روپے رایج ہوتے ہین تو کبیرہ ہے اور اگر اس سے کم ہے تو صغیرہ ہے اور اکثر ظاہر بین اس مقام پر گھبرا کر کہتے ہین کہ تھوڑا سا حق دبا رکھنا کسیکا
اسقدر وبال نہین رکھتا اور بالاجماع صغیرہ ہے تطفیف کو کیون کبیرہ مین گنا ہے اور اسپر سخت وعید فرمایا ہے جواب اسکا یہ ہے کہ غصب ایک گناہ ہے
شریعت کی ٹھیرائی ہوئی صورتکا بدلنے والا نہین ہے اور یہ تطفیف ایک ظلم ہے عدل کی صورت مین تفصیل اسکی یہ ہے کہ تول اور ماپ کی چیزونکو
اللہ تعالی نے انصاف اور عدل کے قایم کرنیکے واسطے مقرر فرمایا ہے اور مخلوق کے معاملات کا مدار انہین دونون چیزون پر رکھا ہے پس ان دونون
کو وسیلہ ظلم کا قرار دینا ایسا ہے جیسے عبادتکو وسیلہ گناہ کا ٹھیرانا اور یہہ بھی ہے کہ تطفیف مین خیانت اور دغا اور مکر ہے کہ نفس کی خیانت پر دلالت کرتا
ہے برخلاف غصب کے دوسرے نہایت خسّت اور اوچھاپن مزاج کا ہے کہ ایک پیسا بہر دانونکے واسطے اپنے ایمانکو بیچتا ہے اور اللہ تعالے کے عدل
کو ظلم کی صورت مین نمودار کرتا ہے پس اس قسم کی باتون نے اس گناہ نے ایسی عظمت پیدا کی ہے کہ دوسرے صغیرہ گناہون مین نہین پائی جاتی ہرچند
کہ بعضے بزرگون سے منقول ہے کہ اپنے زمانے کے بادشاہون سے وعظ اور نصیحت کے وقت فرمایا ہے کہ تمکو کچھہ معلوم ہے کہ مطفف کے
حق مین کیا وعید وارد ہوا ہے تم جو لوگون کا مال بے تول کہاتے ہو تمہارا کیا حال ہونے والا ہے لیکن مراد ان بزرگون کی یہ ہے بادشا
کا ظلم بھی تطفیف کی مانند شریعت کے حکم کے برخلاف اور الٹا ہے کیونکہ قدرت سلطنت کی اسکو اسواسطے دی ہے کہ قایم ہونا عدل کا
اور رفع ہونا ظلم کا ظہور پاوے پہر جو اس قدرت کو عدل کے میٹنے مین اور ظلم کے قایم کرنے مین خرچ کرین تو قلب موضوع کا اور خلاف مقصود
کا لازم آتا ہے غرضکہ بہر صورت اس قسم کے گناہون مین سوائے خلق اللہ کی حق تلفی کے تلبیس اور مکر اور رخنہ حکمت الہی مین کرنا ہے اور
ظلم کو عدل کی صورت مین نمودار کرنا ایسا ہے جیسے قرآن درمیان مین دیکر دغا کرے پس ایسی ایسی خباثتین جمع ہونے کے سبب سے کبیرہ ہوا
ہے اور اسیطرح مسجد کو نجاستگاہ بنانا حرام ہے نہ غیر مسجد کو اور دین کے کام دنیا کی غرض کے واسطے اور اپنے کو صلحا کی صورت سے نمودار
کرکے داد ابلیسی کی دینا نہایت بد ہے کھلے بندون دنیا طلب کرنے اور ظاہر فسق و فجور کرنے سے اور جو تطفیف یعنے گھٹانا ماپ اور
تول مین کبھی بے پروائی کی راہ سے بھی ہوتا ہے چنانچہ بعضا شخص وارستہ مزاج ہوتا ہے لین دین مین چندان احتیاط نہین کرتا اور اپنا
تطفیف اپنا حق لینے مین مضائقہ نہین رکھتی لیکن دوسرے کے حق مین کرنا حرام اور ممنوع ہے مگر اسقدر شدت اور عذاب اسکے واسطے نہین ہے کہ
اسکے کرنیوالے پروائے کا لفظ کہا جاوے سو اس قسم کی تطفیف کے احتراز کے واسطے مطففونکو ایک دوسری علامت اور صفت سے موصوف فرمایا ہے
تاکہ معلوم ہو جاوے کہ کم کرنا انکا ماپ اور تول مین فراخ کی بے پروائی اور وارستگی کی راہ سے نہین ہے بلکہ کمال زیرکی اور ہوشیاری سے جان بوجھہ کر یہ
کام کرتے ہین اور کمال حرص رکھتے ہین کیونکہ انکی صفت یہ ہے کہ **الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ** وہ گھٹانیوالے ماپ
اور تول کے جب ماپ کر لیتے ہین لوگون سے اپنا حق کہ انکے ذمے پر رکھتے ہین تو **يَسْتَوْفُوْنَ** پورا بہر لیتے ہین اور چاہتے ہین کہ ہمارے حق
مین سے ایک دانہ کم نہو بلکہ پورا کرنیکے بہانے سے تہوڑا سا اپنے حق سے زیادہ لے لیتے ہین اور تقریر کرتے ہین کہ ہمکو اپنا حق پورا آنا یقینی معلوم نہین
ہوتا جب تک کہ تہوڑا سا زیادہ نہ لین اور جبکہ ماپ مین یہ حیلہ کرتے ہین اور اپنے حق سے زیادہ چاہتے ہین تو تول مین بطریق اولے پورا کرنے
کے بہانے سے زیادہ چاہتے ہین کیونکہ ماپ مین مسامحہ اور مساہلہ رائج ہے اور تول مین کھینچ اور تنگی تشدید مین یہہ ہے کہ ماپ چیزونکی طول اور
عرض سے علاقہ رکھتا ہے اور تول چیزونکی ثقل اور اعتماد سے سو جو چیزین کہ آدمی کا تعلق انکے ساتھ پوشاک اور سکونت کے سبب سے ہے جیسے
کپڑا اور زمین تو انمین پیمایش اور ماپ رائج ہے اور جو چیزین کہ آدمی کی باطنیہ قوتون سے علاقہ رکھتی ہین جیسے غذا یا دوا یا ایسے رکھتی ہین مثل سبعہ متطرقہ کے
یعنے وہ سات چیزین کہ بغیر انکے دنیا کا کام نہین چلتا جیسے سونا چاندی تانبہ لوہا وغیرہ کہ بہاری ہین کے سبب سے اکتناز اجزا کا کیونکہ اور اکتناز اجزا کے سبب
انمین ثقل کا طول پایا گیا اور طول ثقل کے سبب سے انکی مالیت زیادہ ہوئی یعنے ہر شخص اسکا خواہان ہوا اس سبب سے ان چیزون مین وزن
رایج ہوا سو یہی سبب ہے کہ جو چیزین پائی جاتی ہین اکثر خسیس ہوتی ہین اور جو تولی جاتی ہین وہ اکثر نفیس ہوتی ہین الا ما شاء اللہ الا نادرا

لینے کبھی بعضی چیزون مین اس قاعدے کا عکس جاری ہوتا ہے اور خسیس چیزون مین تول اور نفیس مین ماپ جاری ہوتا ہے جیسے شلغم اور گاجر تولی جاتی ہے
اور کمخواب اور کناری ماپی جاتی ہین حاصل کلام کا یہ ہے اس جگہہ پر فقط ماپ کے ذکر پر اکتفا کرنا اور دونو نکا ذکر نکرنا اسکا یہی بھید ہے اور بعضے اذکیا نے کہا
ہے کہ اپنا حق لیتے وقت تول کی چیزون کی قسم سے ترازو بیچنے والے کے ہاتہ مین ہوتی ہے تول سے زیادہ لینا خریدار کا ممکن نہین کیونکہ ترازو کا
پلہ اگر دو دانے زیادہ پڑین تو جہک جاوے اور زیادتی ظاہر ہو جاوے اور ماپ کے لینے مین خریدار کو بہی البتہ کچہہ تہوڑا سا دخل ہوتا ہے کہ پیمانے
کو ذرا ہلاوے کہ چار دانے زیادہ سما جاوین یا کپڑے کو ذرا جہول دیدے کہ کچہہ زیادہ آجاوے تو ہو سکتا ہے برخلاف پرایا حق دینے کے وقت کہ ترازو
اور ماپ دونون اسی کے ہاتہہ مین ہین اسیواسطے اس مقام پر دونون کو مذکور فرمایا ہے چنانچہ آگے آجاویگا انشاء اللہ تعالے اور لفظ علی کا اس مقام
پر اس واسطے لائے ہین کہ ماپ کر لینا انکا لوگون سے اُنکے ضرر پہنچانے کے ارادے سے ہے نہ اُن سے فقط اپنا حق لینے کے ارادے سے
نہین تو اصل لغت مین اکتیال متعدی ہمن کے ساتہ آتا ہے چنانچہ بولتے ہین اکتلت منک یعنے ماپ کر لیا مین نے تجہسے **وَإِذَا**
كَالُوهُمْ أَوْ وَزَنُوهُمْ اور جب ماپ کر دیتے ہین لوگون کو اُنکا حق یا تول کر اور لفظ کیل اور وزن کا عرب کے لغت مین جیسے
کہ ماپ اور تول کے معنون مین آیا ہے اُسیطرح سے ماپ لینے اور تول دینے کے معنون مین بہی آیا ہے پس حاجت اضمار کرنے لام کی لفظ مین ہُم
کے نہین جیسے کہ اکثر مفسرین نے کہا ہے کہ مراد کالوا لہم او وزنوا لہم ہے کیونکہ ماپنے اور تولنے سے لوگونکا مال مُراد ہے نہ اُنکی ذات لیکن لام کو لفظ
مین سے حذف کر دیا ہے اسواسطے کہ لام اکثر نفع کے واسطے آتا ہے اور اس مقام پر توہم نفع کا موجب تناقض کے توہم کا کلام مین ہوا جاتا ہے کیونکہ
منظور یہ بات ہے کہ وہ لوگ دینے کے وقت بہی ارادہ مخلوق کے ضرر کا کرتے ہین اور دونون کا موجب کیا ماپ بعد کیا تول **يُخْسِرُونَ** ۝
گہٹاتے ہین لوگون کا حق اور اُن کو نقصان پہنچاتے ہین تہوڑا تہوڑا نکال نکال کر یہان پر سمجہہ لیا چاہیے کہ دین لین کے پورا بہر دینے
اور گہٹانے مین چار صورتین خیال مین آتی ہین اول تو یہ کہ دونون صورتون مین پورا بہر دے دوسرے یہ کہ دونون صورتون مین گہٹا دے
تیسرے یہہ کہ دینے مین گہٹاوے اور لینے مین پورا بہر لے پس یہی صورت اس آیت مین مذکور ہے چوتہے یہ کہ دے پورا اور لے کم یہہ مرتبہ اعلی ہے
اور بڑے حوصلے والون کا کام ہے اور اُن پہلی دونو صورتون کو اس جہت سے یہان مذکور نہین فرمایا کہ اُن دونون صورتون مین بہی اگرچہ قبیح اور
حسرت موجود ہے لیکن پرلے درجے کی بُرائی نہین رکہتے ہین کہ اُن کے حال پر وائے کہا جاوے کیونکہ دینے کا نقصان لینے کے نقصان
کا بدلا ہو جاتا ہے اسیطرح سے زیادہ لینا زیادہ دینے کا معاوضہ ہے پس ایک صورت سے نیکی اور ایک صورت سے بدی پائی گئی اور یہہ اُس
قیاس پر ہے کہ حدیث شریف مین وارد ہوا ہے کہ لوگ قرض کے معاملہ مین چار قسم کے ہین ایک وہ شخص کہ اپنا قرض بہی لوگون سے سہولت
سے وصول کرتا ہے اور جو لوگون کا قرض اُسکے ذمے پر ہے اُسکو بہی بخوبی ادا کرتا ہے سو یہہ شخص سب سے بہتر ہے دوسرا وہ شخص ہے کہ
لوگون کا قرض بہی کمال شدت اور ایذا سے ادا کرتا ہے اور اپنا قرض بہی لوگون سے کمال شدت اور بے مُروتی سے وصول کرتا ہے
پس یہہ سب سے بدتر ہے تیسرا وہ شخص ہے کہ لوگون کا قرض تو بخوبی ادا کرتا ہے اور اپنا قرض شدت سے طلب کرتا ہے چوتہا وہ کہ لوگون کا
قرض خرابی سے ادا کرتا ہے اور اپنا قرض وصول کرنے مین نہایت نرمی اور آسانی کرتا ہے پس یہہ دونون قسمین میانہ ہین کہ ایک طرف کی
خوبی دوسری طرف کی بدی سے مقابل ہے تو صرف بدی سے بہتر ہے اور اسیطرح سے غصے کے مقدمے مین بہی لوگون کو چار
قسم فرمایا ہے اول قسم تو وہ ہے کہ جلد غصے ہو اور جلد راضی ہو دوسری قسم وہ ہے کہ دیر سے غصے ہو اور دیر سے راضی ہو یہ دونون قسمین میانہ
ہین تیسری قسم وہ ہے کہ جلد غصے ہو اور دیر سے راضی ہو یہہ سب قسم سے بدتر ہے چوتہی قسم وہ ہے کہ دیر سے غصے ہو اور جلد راضی ہو یہہ قسم سب سے بہتر ہے
اور جو مطففین کو اُنکے حال پر وائے کرکے ڈانٹ فرمائی تو اب ارشاد کرتے ہین کہ گویا یہہ لوگ اس کام کے اختیار کرنے سے قیامت کے منکر ہین کیونکہ جو شخص
اعتقاد اس روز کا رکہتا ہے اسقدر تلف کرنے مین خلق اللہ کے حق کے خصوصًا ٹہگی اور مکر اور حیلے سے جرأت نہین کرتا اسیواسطے بطور استفہام

انکاری کے فرمایا اَلَا یَظُنُّ اُولٰٓئِکَ کیا گمان نہین کرتے ہین یہ لوگ کہ عقل وشعور بہی دو مرتبہ ہین اور ظن کے لفظ مین کہ گمان کے معنون مین ہے ایما
انکاری اس بات کی طرف ہے کہ ہر عاقل اس عقیدے کو یقین صادق سے جانتا ہے بلکہ ہر گہڑی اپنی آنکھون کے سامنے رکہتا ہے اور یہ لوگ گمان بہی
اسکا نہین کرتے ہین اعتقاد تو کہان دوسرے اشارہ اسطرف کو بہی ہے کہ اگر کسیکو اعتقاد کامل اُس دنکا نہو تو فقط گمان بہی اس قسم کی برائیون سے
بچنے کو کفایت کرتا ہے جیسے کہ مسافر راہ کے خطرے کے گمان پر بلکہ محض وہم پر بائی توشہ ساتھہ لے لیتے ہین اور بدرقہ طلب کرتے ہین اور یہہ احمق اس
مضمونکا گمان بہی نہین رکہتے ہین کہ اَنَّھُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ لِیَوْمٍ عَظِیْمٍ مقرر وہ زندہ کئے جاوینگے ایک بڑے دنمین اور
بزرگی اُس دنکی اس سبب سے ہے کہ وہ دن عدل قایم ہونے کا دن ہے اور اللہ جل شانہ کے حق اور بندون کے حق اُس روز مخلوق سے طلب کئے
جاوینگے اور کمال سختی حق ڈبوتے والونپر کیجاویگی اور اُس روز کی بزرگی کے اسبابون سے ایک یہہ ہے کہ وہ دن رسوائی کا ہے کیونکہ صفت اُسکی یہہ ہے
یَوْمَ یَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ جسدن کہڑے ہونگے لوگ لگے اور پچھلے حضور مین حضرت رب العالمین کے اور لفظ رب
العالمین کی یہانپر اسم ذات کے مقام پر لائے ہین تا کہ اشارہ ہو اس بات کی طرف کہ عموم ربوبیت اُس ذات پاک کی چاہتی ہے کہ اپنے بندون کا حق پورا انکو پہنچاوے
پس لوگون کے حق برباد کرنے والونکا کہڑا ہونا اُسکے حضور مین کمال ذلت اور رسوائی ہے اور اس کہڑے ہونے کو بعضے مفسرون نے مُردون کے زندہ ہونے
پر قیاس کیا ہے جیسے کہتے ہین کہ فلانا سوتے سے اُٹہا یعنے بیدار ہوا اور اصح یہہ ہے کہ حقیقی کہڑا ہونا مُراد ہے چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا ہے
کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ لوگ قیامت کے دن دنیا کے تین سو برس کے اندازے کے موافق حشر کے میدان مین کہڑے رہینگے اور اُنکے واسطے
کچھہ حکم ظہور مین نہ آویگا لیکن یہ اتنی بڑی مدت مسلمانونکو ایسی تہوڑی معلوم ہوگی کہ گویا نماز سے فارغ ہوا اور صحیح مسلم مین روایت ہے مقداد بن الاسود کی
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تفسیر مین اس آیت کے وارد ہے کہ یَقُوْمُ النَّاسُ فِیْ رَشْحِھِمْ اِلٰی اَنْصَافِ اٰذَانِھِمْ یعنے لوگ پسینے مین کہڑے
ہونگے اور اُنکا پسینا اُنکے کانونکی لو تک پہنچیگا اور یہہ بہی صحیح مسلم اور دوسری صحاحون مین مروی ہے کہ قیامت کے روز آفتاب آدمیون کے سر سے
ایک کوس یا دو کوس کے فاصلے پر کہڑا ہوگا تو اُسکی گرمی سے لوگونکے بدن پگہلنے لگینگے اور پسینا بہنا شروع ہوگا لیکن ہر شخص کے بُرے عملون کے موافق
بعضے کے پسینا گردن تک پہنچیگا اور بعضے کے کان کی لو تک پہنچ کے لگام کی مانند منہہ مین رہیگا اور کسیکو گردن تک کسیکو سینے تک کسیکو کمر تک کسیکو زانو
تک کسیکو ٹخنون تک اور علی ہذا القیاس آور منقول ہے کہ ایک دن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس سورت کو نماز مین شروع کیا جب اس آیت پر پہنچے
تو کمال خوف سے رونے لگے یہانتک کہ بیتاب ہوکر گر پڑے اور اُسوقت کی نماز ادا نکر سکے کَلَّا یعنے ناپ اور تول کے کم کرنیوالونکو چاہئے کہ یہہ کام نکرین اور قیامت
کے دن سے اور حضور مین کہڑے ہونے سے غافل زور آور کے بیخبر اور غافل نرہین کیونکہ ہر نیک و بد عمل اُنکا اُنکے اعمالنامون مین لکہا ہوا اُسکے دفتر کے متصدیون
کے سپرد ہے پہر جو کچھہ کہ مخلوق کے حق تلف کئے ہین ہو جب اسی دفتر کے اس روز اُنسے بازپرس ہوگی اور اگر پوچہین کہ اعمالنامہ بعد موت کے کس علامت سے معلوم
ہونگے اور کہان محفوظ رہینگے تو اُنکو جواب دیا جاتا ہے کہ اِنَّ کِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِیْ سِجِّیْنٍ مقرر اعمالنامے بدکارون کے اور اُنکی اسم نویسی
سجین کے دفتر مین ہے آور سجین مبالغہ کا صیغہ ہے سجن سے کہ زندان کے معنون مین ہے پس جو وہ مقام کہ اس دفتر کے اسم نویسی والے وہان رہتے ہین وہ ایک
مکان ہے نہایت تنگ اور تاریک اور دوزخیونکی ارواح کا قیدخانہ تو اسی واسطے اس دفتر کو اس نام سے مسمّٰی کیا چنانچہ بیان اُسکا فرماتے ہین وَمَآ
اَدْرٰکَ مَا سِجِّیْنٌ اور کیا بوجہا تو کہ کیا ہے سجین کِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ایک دفتر ہے لکہا ہوا اور علامت کیا ہوا حاصل اسکا یہہ
ہے کہ ایک دفتر ہے اُسمین نام ہر ایک دوزخی کا لکہا ہے جو بندون کے عمل کے لکہنے والے بعد اُن بدکارون کے مرنے اور عمل منقطع ہونے کے ہر شخص
کے عمل علیحدہ علیحدہ فردون مین لکہہ کر اُس دفتر خانے مین جسکا نام سجین ہے داخل کرتے ہین اور اس دفتر پر ہر ایک دوزخی کے نام پر ایک علامت اور رقم بنا
دیتے ہین کہ اُسکے دیکھتے ہی معلوم ہو جاوے کہ یہہ شخص دوزخی ہے آور لغت مین رقم علامت کے معنون مین ہے کہ سوداگر لوگ تہانون
پر قیمت دریافت کرنے کے واسطے لکہہ دیتے ہین کہ اُسکو ہندی لغت مین آنک کہتے ہین آور بیان سجین کا احادیث

ضعیف سے روایت مین کعب الاحبار کے یون آیا ہے کہ وہ دفتر ساتون زمینون کے تلے ہے اور وہان ایک سیاہ پتہر پڑا ہے کہ اُس سے بدبو اور دہوان نکلتا
ہے اور جو ابلیس اور دوسرے شیطان اذکار اور انوار سے بہاگتے ہین تو وہان جاکر ٹہرتے ہین بدکارون کی روح کو بعد قبض کرنے کے اول
آسمان کی طرف لیجاتے ہین تو آسمان کے دربان اُسکے واسطے دروازہ نہین کہولتے اور آنے نہین دیتے پہر زمین پر لاتے ہین تو کوئی
مکان اُسکو قبول نہین کرتا کہ اُس روح کو وہان رکہین آخر کو اُسکو ساتون زمینون کے تلے اُس پتہر کے نیچے رکہتے ہین اور جو فرشتے
کہ اُس دفتر کے متصدی ہین اُسکا نام دفتر مین لکہہ لیتے ہین کہ فلانا فلانے کا بیٹا اِس تاریخ مین دنیا سے برزخ مین پہنچا اور یہہ عمل لایا
اور فردین اُسکے اعمال کی روزنامچے کی کراماً کاتبین کے ہاتہہ سے لیکر اُس دفتر مین داخل کرتے ہین تاکہ قیامت کے دن وہ سب اُسکے
آگے لائے ہاتہہ مین دین اور بدکارونکی ارواح بہی اُسی مکان مین رہتی ہین اور طرح طرح سے عذاب کیجاتی ہین اور یہان پر علم معانی کے قاعدے
کے موافق دو سوال وارد ہوتے ہین کہ جواب طلب ہین اول یہہ کہ ذکر فجار کے دفتر کا جملہ ابتدائی ہے کہ سُننے والے سمجھنے سے اس خبر کے
ناواقف تہے اور ہرگز سُنا نہ تہا اور علم معانی کا قاعدہ یہ ہے کہ کلام ابتدائی مین کہ سُننے والا اُس سے بیخبر ہو تو تاکید نہین لاتے پہر اس کلام مین دو
تاکیدین کسواسطے لائے ہین ایک تو اِنَّ دوسرا لام جواب اُسکا یہ ہے کہ اگرچہ سُننے والے فُجّار کے اعمال نامے کا دفتر ہونے سے سجّین مین
بیخبر تہے لیکن ثابت کرنے سے اِس اثبات کے اصل دفتر اعمال کی لازم آتی ہے اور کافر کہ مجازات اور قیامت کے منکر ہین اُس دفتر سے کمال
انکار رکہتے ہین تو موافق اُنکے انکار کے تاکید قوی لائے ہین چنانچہ کسی شخص کے روبرو کہ بالکل زید کے وجود سے منکر ہو کہین کہ اِنَّ زیدًا
لفی دار فلان اگرچہ سُننے والا اِس فلانے کا گہر نہ جانتا ہو اور اُسکا نام نہ سُنا ہو دوسرے یہ کہ جو ذکر سجّین کا اول گزر چکا تو مقام عہد کا ہوا پہر یون
کہنا چاہیے تہا کہ وما ادرٰک ما السجّین چنانچہ کَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰی فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا فَعَصٰی فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ مین کہا ہے جواب اُسکا یہ ہے کہ جو
سُننے والے معنون سے سجّین کے غافل تہے تو ذکر اُسکا ایسا ہے جیسے کہ ذکر نہوا پس مقام اعادہ کی تنکیر بہی مناسب معلوم ہوئی اگرکہ یون فرمایا کہ کیا تُنے تو
سجّین مجہول کہ اب تک اُسکے معنے دریافت نہین کئے ہین برخلاف رسول کے لفظ کے کہ اُسکے معنے سُننے کے ساتہہ ہی عربی زبانکے واقفکارون پر ظاہر ہوجاتے
ہین پس اعادہ کے مقام پر تعریف اُسکی مناسب پڑی اور اہل نظم بہی اس مقام پر شبہہ کرتے ہین کہ ہر مقام پر نیکونکا ذکر بدونکے ذکر پر مقدم ہے اور نیکونکی شرافت
اور بزرگی کے مناسب بہی یہی بات ہے کہ نیکونکا ذکر اول بیان کیا جاوے پہر یہان پر کسواسطے بدونکے دفتر کا ذکر مقدم فرمایا ہے جواب اسکا یہ ہے کہ طرز
کلام کا اِس سورہ کی ابتدا سے مطففین کے واسطے ہے کہ ایک قسم ہے بدکارونکی پس یہی مناسب ہے کہ اول بلا فصل اُنکے ذکر کے واسطے بدکارونکے دفتر کا ذکر
کیا جاوے نہین تو یہ مدعا بخوبی حاصل نہوتا اور فصل ساتہ اجنبی کے اِس مقام پر لازم آتی ہے اور رعایت مقام کی اُس شرافت کی رعایت سے ضرورتر اور جیسا زیادہ
ہے اور جو اِس آیت مین حال بدمآل بدکارونکا مطلقاً مذکور ہوا اور پہلے گزر چکا ہے کہ کم کرنیوالے مخلوق کے حق کے گمان قیامت کے دنکا نہین رکہتے اب بطور
ترقی کے مذکور اُن لوگونکا کہ اعتقاد مین آخرت کے قصور کرتے ہین اور اُس سے انکار مطلق رکہتے ہین بیان فرماتے ہین تاکہ اِس مطففین کے گروہ کو بالخصوص سرزنش
حاصل ہو وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ وائے اُس دن کہ اُس دفتر کو کہولکر ہر ایک کو اُسکے برے اعمالون پر مطلع کرینگے لِّلْمُکَذِّبِیْنَ منکرونکے حال پر
کہ ہرگز اعتقاد اُس روز کا نہین رکہتے اور گمان کرتے ہین کہ لوگونکے حق اُنسے لئے نجاوینگے کیونکہ اُنکی صفت یہ ہے الَّذِیْنَ یُکَذِّبُوْنَ بِیَوْمِ
الدِّیْنِ یعنے منکر وہ لوگ ہین کہ انکار کرتے ہین جزا کے دنکا حاصل یہہ ہے کہ انکار اُنکا فقط مخلوق کا حق پہیر دینے کے واسطے نہین ہے بلکہ جزا کے تمام
کاروبار کے منکر ہین اور جزا کے دنکا انکار کرنا علامت بڑی قباحت کی ہے کیونکہ اعتقاد جزا کے دنکا ایمانکے تمام کامون مین خواہ عبادت ہون خواہ معاملات
دخل رکہتا ہے وَمَا یُکَذِّبُ بِهٖٓ اور انکار نہین کرتا اُس روز کا اِلَّا کُلُّ مُعْتَدٍ اَثِیْمٍ مگر جس شخص نے کہ تجاوز حد سے
کیا ہوگا کفر مین اور تجاوز حد سے گیا ہوگا فسق مین لیکن تجاوز حد سے کفر مین اِس جہت سے ہے کہ جو شخص کہ اُس روز کا منکر ہے گویا ربوبیت
الٰہی کی ہمیشگی کا اور اُسکی قدرت کا منکر ہے اپنی ذات پر اور یہ جانتا ہے کہ مرنے کے ساتہہ ہی مین اُسکی بندگی سے نکل جاؤنگا اور وہ میری

الٰہی سے معزول ہوجاویگا جیسے دنیا کے مالک اور اُسکے دوسری بار زندہ کرنیکی قدرت کا بہی منکر ہے اور اُسکے عدل کا بہی منکر ہے کیونکہ دنیا مین حق مظلوم
کا ظالم سے نہین لیا اگر اس روز بہی نہ لے تو راضی ظلم پر ہوا بس ان عقیدونکے سبب سے مرتبے کفر کے تہ بتہ ہوکر حد سے صرف کفر کے زیادہ ہوجاتے
ہین اور فسق مین تجاوز اس جہت سے کہ جب خوف اسکا اُٹھ گیا تو گناہ پر دلیری کی اور یہ سمجھ لیا کہ نقد مزداریون کو موہوم جزا کے خوف سے چھوڑنا
کمال نادانی اور بیوقوفی ہے بس نفس امارہ کی خواہش کے موافق فسق و فجور مین پہنس جاتا ہے چنانچہ اثیم کا لفظ کہ مبالغہ ہے آثم کا اسبات کی گواہی
دیتا ہے اور ایک جماعت نے مفسرون کے معتدی کو ظالم اور غاصب اور خلق اللہ کے حق تلف کرنیوالے پر حمل کیا ہے اور اثیم کو اس فاسق اور
گنہگار کے واسطے مقرر کیا ہے کہ اُسکے گناہ حق اللہ سے تعلق رکہتے ہین جیسے زنا اور لواطت اور شراب پینا یا نماز روزہ ترک کرنا کیونکہ پہلا شر متعدی
ہے اور دوسرا گناہ محض اُسی کی جانکا وبال ہے غرضکہ منظور یہ ہے کہ تکذیب اور انکار جزا کا اُس شخص کا کام ہے کہ کسی مذہب اور مشرب پر مقید نہو
اور کسی طرح سے کسی ملت اور دین کے کچھ علاقہ نرکہتا ہو اور عقلی دلیلون کو کہ اس مقصد پر قایم ہین بسبب ذہن جانے کے گناہون مین اور
دوست نرکہنے سے بے قیدی اور الحاد کے اسنے آنکھہ چرا دے بلکہ قرآن کی آیتین اور اخبار انبیا کے کہ معجزون قطعیہ سے تائید کئے گئے اور مضبوط
کئے گئے ہین وہ بہی اُسکے ذہن مین تنبیہ اور عبرت پیدا نہین کرتے کیونکہ **اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيَاتُنَا** جب پڑہی جاتی ہین
اُسپر آیتین ہماری کہ ہونے پر جزا کے دن کے اور بازخواست پر خلق اللہ کے حق کے اُس روز کے دلالت کرتی ہین تو از راہ عناد کے **قَالَ**
کہتا ہے **اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ** ہوجاویگا یہ بیان ہین اگلون کی کہ لوگون کے خوف دلانے اور ڈرانے کو بُرے کامون سے بنائی گئی ہین
کہ ظلم اور غصب سے ملک خراب ہوتا اور دوسرا اسکا طور ذکر سے ہوا کچھ اصل نہین کہ اُن پر یقین کیا جاہیے **كَلَّا** یون نسمجہا چاہیے اور یون کہا چاہیے
کہ یہ واقعہ ہونا جزا کا اور پہیر دینا اعضا کی طول و قصر مین اُسکی نقلیہ جلیہ اور شواہد نقلیہ صادقہ متواترہ سے ثابت ہے پہر اگر وہ شواہد تشفی انکے خاطر کی نکرین
اور آنکے ذہن نشین نہ ہون تو اُن شواہد اور دلائل کے قصور سے نہین **بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ** بلکہ زنگ چہا گیا ہے اُنکے دلون
پر یہانتک کہ دلکا مونہہ سب سیاہ ہوگیا ہے **مَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ** وہ جو کسب کیا تہا دنیا مین اور کیفیت اسکے اس زنگ کے
پیدا ہونے کی دلون پر وہ جو روایت ہے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اور دوسرے اصحابون سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مروی
ہے یہ ہے کہ جب بندہ ایک گناہ کرتا ہے تو ایک سیاہ داغ اُسکے دل پر پیدا ہوتا ہے اگر اُسنے توبہ کی تو آئینہ اُسکے دلکا صاف
اور روشن ہوجاتا ہے ورنہ وہ خال سیاہ اُسمین رہ جاتا ہے پہر جب دوسرا گناہ کیا تو ایک اور نقطہ پیدا ہوا اسیطرح سے ہر گناہ سبب پیدا
ہونے سیاہی کا ہوتا ہے یہانتک کہ تمام دل سیاہ ہوجاتا ہے اور اندہیری چہاجاتی ہے اور دل مانند آئینے کے ہے جتنا صاف ہوگا
اُتنی اُسمین صورت نمود کریگی اور جب زنگ آلودہ ہوگیا تو کوئی صورت اُسمین نقش پذیر نہین ہوتی پس پیدا ہونا رین کا دل پر سچ بات سمجھنے
کی استعداد کے باطل ہونے کا سبب ہوتا ہے دلیل اور کشف سے اور ذکر دلیلونکا اور پیغمبرونکی صحبت کا نور اُسمین تاثیر نہین کرتا اور حق کو باطل اور
باطل کو حق جانتا ہے اور بُرے کو اچہا اور اچہے کو بُرا سمجہتا ہے اور خال سیاہ پیدا ہونیکے معنی کہ حدیث شریف مین وارد ہین سو یہ ہین کہ ہر فعل بد ایک ہیئت
ظلمانی لطیفے پر قلب کے پیدا کرتا ہے نہ یہ کہ اس گوشت کے لوتہڑے پر جو کلی کی صورت ہے زنگ آجاتا ہے کیونکہ یہ گوشت کا لوتہڑا قلب حقیقی نہین ہے
کہ نیک و بدکاموںکو اُسمین تاثیر ہو بس قلب حقیقی عبارت اُس لطیفے سے ہے کہ جسم مجمی سے تعلق رکہتا ہے جیسے بینائی اور شنوائی ایک نور جزء ہے
کہ آنکھہ اور کان سے تعلق رکہتی ہے اور یہان سمجہ لیا چاہیے کہ حفص اور دوسرے قاری معتبر لام پر بل کے سکتہ کرتے ہین اور لام کو رے کے حرف
مین موافق قاعدے کے برملون کے صاف ادغام نہین کرتے اور ظاہر ہے کہ یہ طریقہ اداکرنیکا مروی اور منقول جناب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوگا اور نزول وحی کا
اسیکے موافق ہوا ہوگا پس یہ امر ایک نکتے کو چاہتا ہے اور وہ نکتہ نہایت باریک ہے بغیر تمہید ایک مقدمے کے ذہن مین جمتا نہین اول سمجہ لیا چاہیے کہ ہر
لغت کے بلغا کا قاعدہ ہے کہ تعدیل یا مبالغہ کے نقطے کے یا دوسرے کلمات اضراب کے علاوہ اختلاف اللغات اگر کسی چیز کو منظور کرتی ہین اسکا ذکر منظور ہے تو وقفہ اور سکتہ

ح

ف

انسان کے دل کی کیفیت

نہین کرتے بلکہ بَل کے لفظ کو اُسکے مابعد کے ساتھہ متصل لاتے ہین اور اگر کراہت یا حقارت یا کسی اور مصلحت کے واسطے جو کچھہ کہ منظور ہو مذکور نہین کرتے
اور ایک دوسری چیز کہ اُس سے کمتر ہو اور آگاہ کرنے پر مطلب کے کافی ہو اُسکے عوض مذکور کرتے ہین اور وقفہ قلیلہ درمیان بَل اور اُسکے
مابعد کے لازم سمجھتے ہین اور رعایت اُس وقفہ کی نہایت بلاغت ہے چنانچہ ہر شخص کو اہل بلاغت سے اپنے لُغت مین بعد تجربہ اور قیاس کے
یہ معنے ظاہر ہوتے ہین اور جو یہہ مقدمہ بیان ہوچکا تو سمجھہ لیا چاہئے کہ جو بَل کے کلمے پر وقف لیسیر کہ عبارت ہے سکتہ سے یہان پر فرمایا تو
اِشارہ ہوا اس بات کی طرف کہ اِن کافرون کی حالت کہ آیات آلٰہی کے حق مین کلمے لوگون کی کہانیون کا گمان کرتے ہین ایک خراب قسم ہے کہ
ذکر اِس حالت کا جیسا کہ چاہئے فہم مین اُن بندون کی کہ اپنے دلون کی بہی خبر نہین رکہتے تو دوسرون کے دلون کے احوال کو کیا پہچانینگے آنے کا نہین
لیکن ذکر زنگ کے پیدا ہونے کا کہ نظر صحیح اور کشف صریح کو مانع ہے اِس مقام پر کافی ہے اور سلنے والون کی فہم سے بہی نزدیک ہے کیونکہ پیدا ہونا زنگ
کا ظاہری آئینون مین دیکہتے ہین اور بسبب اِس زنگ کے صورت کا نظر نہ آنا اُس آئینے مین جانتے ہین اَلغرض کہ اِس آیت مین نہایت ڈرانا منظور
ہے اُس شخص کا کہ گناہ پر گناہ کئے جاتا ہے اور اِسکا علاج جلد توبہ اور ندامت اور استغفار سے نہین کرتا تو اُسکی مثال ایسی ہے جیسے کہ ایک
مریض تہوڑے سے بگڑنے کو طبیعت کے خیال مین نہین لاتا اور کہانے مین پینے مین بے اعتدالی کرتا ہے اور دوا دارو کی تدبیر نہین کرتا یہانتک
کہ فساد مزاج کا مستحکم ہوجاوے اور قابل علاج کے نہ رہے اور یہہ مرض باطنی ہے کہ سوائے اطبائے [illegible] کے کہ مراد انبیا اور اولیا ہین اِسکو
اور کوئی نہین جانتا اور علاج کر نہین سکتا اور بڑی قباحت یہہ ہے کہ یہہ مرض ایسا کہ روح [illegible] ہے اور مانع نظر اور کشف کا
ہوتا ہے اسیطرح سے انبیا اولیا سے دور کرتا ہے اور ایک حجاب کثیف اطبائے روحانی [illegible] کرتا ہے پہر جب کہ طبیب کو نہ پہچانا
اور دجال کو مسیح جانا تو معالجہ محال ہوگیا اور نوبت یاس و حرمان کو پہنچی اعاذنا اللہ من ذٰلک اور کبہی زنگ آلودہ دلون والے کہین کہ ہمکو
بہت بہت ذکرون سے اور گناہون کے ترک سے تصفیہ اور صیقل کرنا دلکا کاہیکو چاہئے کیونکہ قیامت کے دن تجلی آلٰہی کی چمک سے خود بخود
یہہ زنگ دور ہوجاویگا اور صفائی کامل حاصل ہوگی جیسا کہ اُس روز کے معتقدونکا گمان ہے تو جواب مین کہنا چاہئے **کَلَّا** یون گمان کرنا
نچاہئے کہ اُنکے دلون کے زنگ نے فقط دنیا مین تاثیر کرکے اُنکو فہم حق سے اور معرفت سے آیات اللہ کے اور اعتقاد سے جزا کے دن کے روکا
رکہا ہے بلکہ تاثیر اِس زنگ کی قیامت کے دن اور زیادہ قوت پکڑیگی کیونکہ **اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوبُوْنَ**
بے شک وہ اُسدن اپنے پروردگار سے محجوب ہونگے اور حجاب سے نور قلبی کے فائدہ مند ہونگے اور دیدار اُس کا نپاوینگے کیونکہ قاعدہ عقلی ہے
کہ نور بغیر نور کے نہ دیکہہ سکے اور جس طرح سے آنکہہ اُنکی دنیا مین کمال زنگ آلودگی سے دیکہنے اور تلاوت سے آیات آلٰہی کے اندہی تہی اسیطرح
بینائی اُنکی آخرت مین بسبب ظلمات ذاتیہ اور عرضیہ کے دیدار سے اللہ تعالےٰ کے اور ظاہر ہونے سے اُس ذات پاک کی تجلیون سے اندہی
ہوگی **شعر** ہر کہ امروز نہ بیند اثر قدرت دوست ÷ غالب آنست کہ فرداش نہ بیند دیدار ÷ اور جو محجوب ہونا دیدار سے پروردگار کے جزا کے دن کافرون
اور منکرون کی برائی کے مقام پر مذکور فرمایا تو دلیل صریح ہوئی اسبات پر کہ مسلمان اُس روز دیدار سے اپنے پروردگار کے محجوب نہونگے اور اس لذت
و بہجت سے خوشوقت و شادان ہونگے اور اگر مسلمانون کو بہی یہ دولت نصیب نہو تو کافرون اور امنون (مؤمنین) اِس باتمین فرق نہوا اور ذکر کرنا اِس صفت
کا کافرون کے حق مین نہایت نامناسب اور آئین بلاغت کے خلاف ہو معاذ اللہ کہ کلام آلٰہی کو کوئی اِس نوع کا سمجہے اور حضرت موسیٰ علےٰ
نبینا و علیہ السلام کو کہ سوال رویت کا کیا تہا اُسکے جواب مین لَنْ تَرٰىنِيْ ارشاد ہوا تو منظور یہہ تہا کہ دنیا مین اللہ تعالیٰ کی دیدار کی طاقت اِن
آلات جسمیہ سے کہ فنا پذیر ہین نہ لاسکیگا نہ یہہ کہ آخرت مین بہی نہ دیکہیگا کیونکہ کلام آئندہ یعنی اِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِيْ موقوف
ہونا رویت کا اوپر استقرار کے کرتا ہے اور سورۂ فرقان مین بہشت کے حق مین وارد ہے کہ حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا و عند
حصول الشرط یجب حصول المشروط یعنے جب شرط پائے گئے تو مشروط ضرور پایا جائیگا یعنے آخرت مین اچہا

فائدہ رویت باری تعالیٰ کی بحث

ایسا استغراق پایا جائیگا تو رویت بھی باریتعالی کی ضرور ہوگی اور احادیث متواتر المعنی سے ثابت ہے کہ تمام مومنین کو یہہ دولت نصیب ہوگی لیکن موافق اپنے
اپنے اعمالون کے اس نعمت مین بھی تفاوت کے ساتھ ہونگے عام مومنین کو جمعہ کے دن کہ آخرت مین اُسکا نام یوم المزید ہوگا اس دولت سے سرفراز
فرماوینگے اور خاصون کو ہر روز دوبار صبح اور عصر کو اور اخص الخواص کو کہ جنت عدن کے رہنے والے ہین ہمیشہ قرب آنحضرات پاک کا اور انکشاف
تجلیات کا حاصل ہوگا چنانچہ حدیث صحیح مین وارد ہے کہ ما بین القوم وبین ان ینظروا الی ربہم الا رداء الکبریاء
علی وجہہ فی جنۃ عدن یعنے ہوگا درمیان قوم کے اور درمیان دیکھنے اُنکے کے پروردگار اپنے کو کوئی حجاب مگر چادر بزرگی کی اُسکے منہ پر جنت
عدن مین اور وہ جو بزرگون سے منقول ہے کہ دیدار اللہ تعالی کا بے کیف و بلا مقابلہ و مواجہہ ہوگا مخالف احادیث صحیحہ کے کہ اُنمین دیکھنا صورت
کا فرمایا ہے نہین کیونکہ حشر کے میدانمین ساتھ صورت کے ہوگا اور بہشت مین داخل ہونے کے بعد بے صورت کے یا یہہ کہ بعضے اوقات مین
کیفیت اور مقابلے کے ساتھ ہوگا اور بعضے وقت مین بلا کیفیت اور بلا مقابلے کے اور تحقیق یہہ ہے کہ اللہ تعالی کے دیدار کے وقت ماسوے
اللہ نظر سے محو ہوجاوینگے اور دنیا مین جو ہم کسی چیز کو دیکھتے ہین تو اُسکے ساتھ دوسری چیزونکو بھی دیکھتے ہین اس سبب سے مقابلہ اور جہت
اور دوسری خصوصیات نظر عقل کو ملحوظ ہوتی ہین اور جو اس ذات پاک کے ساتھ کوئی اور چیز مطلقا نظر نہ آویگی تو لحاظ جہت اور مقابلہ اور دوسری
خصوصیات کا نظر عقل سے ساقط ہوجاویگا بلکہ جسوقت دنیا کے دیکھنے کی چیزونکو جو ہم دیکھتے ہین تو جو حواس کہ بینائی کے ہین وہ تو دیکھنے
کے کام مین مصروف ہوتے ہین اور دوسرے اسباب اور قوی اپنے اپنے کامون مین مشغول ہوتے ہین اور عقل اپنے کام مین اسواسطے تشخیص صورت
اور شکل اور رنگ اور مناسبت اعضا کی طول و قصر مین یا اور خصوصیات مین ہوسکتی ہے اور جسوقت کہ تمام جوارح اور اعضا رویت مین مصروف ہوجاوین
اور استغراق کلی حاصل ہو تو اسوقت تشخیص ان چیزون کی ہرگز ممکن نہین جیسے کہ دنیا مین کبھی کبھی فی الجملہ شرکت حواس وغیرہ کی دیکھنے سے بعضی
محبوب چیزونکے حاصل ہوتی ہے تو گویا کہ نمونہ اس حالت کا نمودار ہوتا ہے حالانکہ ایسی استغراق اور اس استغراق مین زمین و آسمان کا فرق ہے اور جو بیان
فرمایا کہ قیامت کے دن دلکے زنگ کی تاثیر دیدار کی دولت سے کہ سب لذتون سے بڑی لذت ہے محروم رکھیگی تو گمان ہوسکتا تھا کہ زنگ آلودہ دلون والے کہ مشغول
لذات جسمانی اور گرفتار حرص و ہواے نفسانی کے ہین اس محرومی دیدار اور بے نصیبی کو خیال مین نہ لاوینگے اور اسطرح کے عذاب کو آسان جانینگے تو اسواسطے بیان
فرماتے ہین کہ ان مردودونکے حق مین فقط اسیقدر حرمان و ہجران پر اکتفا نہوگی بلکہ **ثُمَّ إِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيمِ** پھر بعد اسبات کے تحقیق
یہہ لوگ پیٹھنے والے ہین دہکتی آگ مین اور جلنا اُنکا اس آگ مین بسبب محروم ہونیکے دیدار کی لذت سے دونی تاثیر کریگا کیونکہ اگر دیدار کی لذت پاتے تو دوزخ کی
تکلیفونکو کہ وہ لذت آڑے آتی اور وہ تکلیفین یہان معلوم ہوتین سو منظور انپر زیادتی عذاب کی ہے اسیواسطے فقط اس داخل ہونے پر دوزخ کے بھی انکے
حق مین اکتفا نکی بلکہ **ثُمَّ يُقَالُ هَٰذَا الَّذِي كُنتُم بِهِ تُكَذِّبُونَ** پھر کہا جاویگا یہہ وہی دین ہے جسکا تم انکار
کرتے تھے اور جھوٹ جانتے تھے تاکہ عذاب عقلی اور حسی دونون جمع ہوجاوین اور جسطرح سے انکا بدن دوزخ کی آگ مین جلتا ہے انکی جان بھی اس جھڑکی
اور خجالت سے کباب ہوجاوے اور جب فجار کی بدحالی کے بیان سے فارغ ہوئے تو گمان ایسا ہوسکتا تھا کہ شاید واقع ہونیکو جزا کے اور مکافات کو قیامت کے دن بھی ایک
دفتر بدکارونکا کفایت کریگا اور امتیاز بدکارون اور نیکوکارون مین اسیقدر ہوجاویگا کہ اعمال بدکارون کے اسدن انکو دکھا کر حقوق خلق اللہ کے انسے پھروا دینگے
اور نیکوکارون سے پوچھا تاچھ درمیان مین نہ آویگی اور وہ جو انہون نے حقوق خلق اور خالق کے ادا کئے تھے ظہور مین آوینگے کیونکہ حقدار کا حق پہنچا دینے مین کچھ
احسان نہین ہوتا کہ اُسکے بدلے متوقع جزا کے ہون بس اُنکی جزا یہی بس ہے کہ سرزنش و عتاب و رنج و عقاب سے سلامت ہین سو ایسا گمان غلط ہے اسکو بطور جواب اس خیال مقدر کے
دفع کرتے ہین اور حقیقت حال کی ارشاد فرماتے ہین کہ **كَلَّا** یون سمجھنا چاہیے کہ مجازات اور مکافات سے بدکارون پر قیامت کیجاویگی اور انکے مخالفونکو انکے جلانے
کیواسطے طرح طرح کی نعمتین اور سرخروئیان عنایت فرماوینگے بلکہ انکے مخالفونکو انکے سامنے قسم قسم کی نعمتون سے سرفراز کرینگے اور ان بدکارونکو انکے
سامنے ایک ٹھٹھا بناوینگے تاکہ بدلا انکی ہنسی ٹھٹھول کا کہ نیکوکارون سے دنیا مین کرتے تھے حاصل ہو کیونکہ **إِنَّ كِتَابَ الْأَبْرَارِ**

لفی علیین تحقیق نیکوکارون کے اعمال نامے اور انکی اسم نویسی البتہ علیین کے دفتر مین ہی اور علیین جمع علی کی ہی فعیل کے
وزن پر کہ علو سے اشتقاق کیا ہے اور ہموزن سجین کے ہے اور اس جمع کو نیکون کی ارواح کے مقام کا نام کیا ہے تا کہ دلالت
کرے وسعت اور کشادگی پر اس مقام کی لیکن اعراب اسکا جمع کے اعراب کی مانند ہے کیونکہ جمع کی صورت پر ہے اگرچہ معنی اسکے
مفرد ہین اور نکتہ مفرد ہونے مین سجین کے اور جمع ہونے مین علیین کے یہ ہے کہ جو معنے مین سجین کے ضیق اور تنگی اور ازدحام
واقع ہی تو اسکے لفظ کو بھی مفرد اختیار فرمایا کیونکہ ایک مکان بہت سی مخلوق جمع ہونے کی حالت مین تنگ اور تاریک ہو جاتا ہی
اور معنے مین علیین کے فراخی اور وسعت واقع ہی تو لفظ مین بھی اسکے جمع اختیار فرمائی گویا کہ یون ارشاد ہوا کہ مکان ہر نیک کی روح کا
ایک مکان ہی بلند اور فراخ اور سمجھ لیا چاہیے کہ بلندی کو مکان کی فراخی اور وسعت اور مد نظر لازم ہی تو مقابلہ علیین کا سجین کے ساتھ
باعتبار لغوی معنون کے بھی درست ہوا کیونکہ دونون کے درمیان مقابلہ بالعرض تحقق ہوا اور مقام علیین کا ساتون آسمانون کے
اوپر ہے اور نیچا سرا اسکا سدرۃ المنتہی کے پاس ہی اور اوپر کا سرا اسکا عرش مجید کے نیچے پایے کے متصل و نیکون کی روحین
قبض ہونیکے بعد وہان پہنچتی ہین اور مقربین یعنے انبیا علیہم السلام اور اولیا اللہ وہین رہتے ہین اور عوام صلحا کو بعد اسم نویسی کے
اور اعمال نامو کے پہنچنے کے موافق مرتبے کے کسیکو آسمان دنیا مین اور کسیکو زمین و آسمان کے درمیان مین اور کسیکو چاہ زمزم مین کہتے ہین
اور ان ارواحونکو ایک علاقہ اپنی قبر سے بھی ہوتا ہے کہ آنے سے زیارت کرنیوالونکے اور اقربا اور دوستونکے مطلع ہوتے ہین
روح کو قرب و بعد مکانی اس دریافت کو مانع نہین ہوتا اور مثال اسکی انسان کے وجود مین روح بصری ہی کہ ساتون آسمان کے ستارونکو کوئی کے
اندر سے دیکھ سکتی ہی اور جو وہ مقام عقل مین نہین آ سکتا جب تک کہ جناب الٰہی سے آگاہی نہو تو بسبب اسکے تفسیر مین علیین کی بطور سوال جواب کے
ارشاد کرتے ہین **وما ادراک ما علیون** اور کیا بوجھا تو کیا ہی علیین **کتاب مرقوم** ایک دفتر ہی لکھا ہوا اور علامت کیا ہوا کہ
جو شخص اسکو دیکھے تو جانے کہ اس دفتر والے بہشتی ہین اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہی کہ وہ دفتر ایک مرد سبز کی تختی پر لکھا ہی اور وہ تختی سے
سے عرش تلے کے لٹکتی ہی اور پایین اسکا سدرۃ المنتہی تک پہنچا ہی اور وہ دفتر اللہ تعالی کے خاص مقربون کے حوالے ہی چنانچہ فرماتے ہین **یشہدہ المقربون**
حاضر رہتے ہین اور گواہ ہوتے ہین اس دفتر پر مقرب فرشتے کہ حاملان عرش اور خازنان کرسی ہین اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ مراد ہو کہ حاضر ہوتے ہین اس مقام عالیشان
مین ارواح مقربون کی اہل کمال سے جیسے انبیا علیہم السلام اور اولیاء کرام اور ابرار کے حق مین اتنا فخر بھی بس ہی کہ انکا نام اس مقام مین لکھا وین اور
اعمال حسنہ انکے اس دفتر والون کے مقبول و پسندیدہ ہون اور یہان سمجھ لیا چاہیے کہ قرآن مین اہل نجات اور فلاح کو کئی سورتون مین دو قسم سے یاد فرمایا ہی کبھی ابرار اور
مقربین ان دونون کا نام کہا ہی اور کبھی اصحاب الیمین اور سابقین فرمایا ہی اور اہل تحقیق ان دونون قسمونکی تحقیق مین اختلاف کرتے ہین بعضے کہتے ہین کہ سابقین اور مقربین
صاحب محبت ذاتیہ کے ہین کہ محبت انکی اللہ تعالی سے محض اسکی ذات واسطے تھی اور ابرار اور اصحاب الیمین وہ لوگ ہین کہ اللہ تعالی سے محبت انعام کی توقع پر
رکھتے تھے اور اسی قول کے قریب ہے وہ جو کہا ہی کہ مقربین اور سابقین فنا فی اللہ اور بقا باللہ والے ہین اور ابرار اور اصحاب الیمین وہ لوگ ہین کہ انوار اور طاعات
اور اذکار سے منور ہوئے ہین اور انشراح صدر پیدا کیا ہی لیکن ہنوز مرتبہ بقا اور فنا کا حاصل نہین ہوا اور بعضے کہتے ہین کہ ہر نیک عمل کے واسطے
دو حدین مقرر ہین ایک سفلانی یعنے تلے کی اور ایک فوقانی یعنے اوپر کی پھر جس شخص نے ایک کام نیک کیا نہایت صدق و خلوص نیت سے اور
سب اسکی شرطون و سنتون اور آدابونکی رعایت سے اور اس عمل کے ثمرات کو یعنے اسکے ثوابکو محفوظ رکھا بطلان اور حبط سے اور نقصان
اجر سے اور ان سب باتونکی رعایت پر درجے کو کہ یہانتک کہ حد فوقانی کو پہنچایا تو وہ شخص مقربین مین سے ہی اور جو اس سے کمتر ہی اور ان باتون کی
رعایت مین اوسلے درجے مین ہی پہلے کی نسبت سے تو وہ ابرارون مین ہی اور اس تقریر سے ابرار اور مقربین کا جمع ہونا ایک شخص مین
باعتبار بعض عملون کے سوائے بعض کے ہو سکتا ہے اور وہ جو لفظ سے ابرار و مقربین کے اور اصحاب الیمین و سابقین اور جو سیاق سے ارشاد

الٰہی کے

الہی کے کہ وصف ان دونوں گروہونکا کیا ہی معلوم ہوتا ہی سو یہ ہے کہ ابرار اور اصحاب الیمین ایک جماعت ہین کہ ادا کرنے مین حقوق خلق اور خالق کے اور
احسان کرنیمین لوگون سے اور اعمال نیک اور پسندیدہ مین کوشش کر کے قوت ملکیہ کو قوت بہیمیہ اور سبعیہ پر اپنی غالب کیا ہی اور مقربین و سابقین
ایک جماعت ہین کہ بطور جذب الہی کے ان صفتون اور اعمالون کے سبب سے انکے پردے باطنی اٹھہ گئے ہین اور شہود اتم یعنے حضوری پوری نصیب انکی ہی
اور سلوک انکا ساتھہ جذب کے منتہی ہو گیا ہی اور قرب حقیقی اپنے محبوب سے پیدا کیا ہی واللہ اعلم اور تحقیق حقیقت سجین اور علیین کے مقام کی جس طور سے کہ بعضے
عارفون نے فرمائی ہی وہ یہ ہی کہ کمال نوع انسانی کا موافق وسعت معرفت اور اسکی تنگی کے اور باعتبار تہذیب لطائف اور تحصیل انوار ملکیہ اور
تکدر لطائف اور لحوق ظلمات بہیمیہ و سبعیہ کے عرض عریض رکہتا ہی کہ کسی اور نوع مین اسقدر عرض عریض ممکن نہین اسیواسطے کسی شاعر نے
کہا ہی ؎ **ولم ار امثال الرجال تفاوتوا * الی الفضل حتی عد الف بواحد** * پس کمال انسانی کی شکل کو مانند دائرہ وسیع کے خیال کیا چاہیے
کہ مرکز اسکا ادنی مراتب انسانیہ کا ہی اور اعلی اسکا برابر عرش محیط کے وسعت رکہتا ہی اور جو عالم غیب مین یہ شکل تخیل مثالی تحقق پیدا کی تو اس دائرے کے
محیط کا نام علیین ہوا اور اسکے مرکز کا نام سجین اور مقرر ہی کہ جو دائرے کہ مرکز کے قریب ہوتے ہین وہ نہایت تنگ اور چہوٹے ہوتے ہین
اور دائرے جو کہ محیط کے قریب ہین پس فجار کی انسانیت کے مرتبے درجہ بدرجہ مرکز کے نزدیک ہین اور ضیق اور تنگی مین مترقی اور ابرار کی انسانیت
کے مرتبے درجے بدرجے محیط کے قریب ہین اور وسعت اور فراخی مین ایک دوسرے سے زیادہ یہان تک کہ نوبت اعلی علیین کو پہنچے کہ مقام
مقربین اور سابقین کا ہی اور ابرار کو بہی تبعیت سے مقربین کی عبور روحانی اس مقام پر حاصل ہوتا ہی لیکن رہنے کی جگہہ انکی وہ مقام نہین یہ عبور
روحانی بعد جدا ہونے روح کے جسم سے ایک تاثیر کریگا کہ روح کو انکی اس مقام پر لیجاوینگے کہ اس مقام کے رہنے والون کے پیرو ہین لیکن پہنچ
اور جو احوال بیان کرنے سے ابرار کی ارواح کے کہ بعد قبض ہونے روح کے کیا معاملہ ان سے گزریگا فارغ ہوئے تو اب انکے انجام کا حال
کہ قیامت کے دن کیا ہوگا بیان فرماتے ہین **اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ** تحقیق نیکوکار نعمتون مین ہونگے اور نعیم کا لفظ بہشت کی تمام موعود چیزون کو
شامل ہی حور اور قصور اور طعام اور شراب اور پوشاک اور سواری اور خادم خوبصورت اور مکان پاکیزہ اور دوسری جو جو نعمتین کہ وہان تیار ہین سبکو شامل
ہی اور علاوہ ان سب نعمتون کے ایک یہ ہی کہ انکو وہان پر سونے کے جڑاؤ تختون پر بٹہاوینگے اور ان تختون پر موتیون کے قبے کہڑے کیے جاوینگے
کہ جنتی اسکے اندر بیٹہے سب کچہہ دیکہین اور انکو کوئی نہ دیکہے چنانچہ فرماتے ہین **عَلَی الْاَرَآئِکِ یَنْظُرُوْنَ** نیک لوگ سایہ دار
تختون پر بیٹہے دیکہتے ہین اور حدیث شریف مین وارد ہی کہ مومن کو بہشت مین سب نعمتون سے وہان کی بہرہ مند کرینگے برخلاف دنیا کے کہ حق تعالی یہان
نعمتین بعضے لوگونکو دیتا ہی مگر لطف ان نعمتونکا انکو نصیب نہین ہوتا جیسے بادشاہ مریض اور ضعیف الباہ کہ ہرگز نفیس کہانون سے اور ستہری پاکیزہ پاکرہ
عورتون کی صحبت سے کچہہ کیفیت نہین اٹہا سکتا اور یہ بہی حدیث صحیح مین وارد ہی کہ ادنی اور کم سے کم درجے کا وہ بہشتی ہوگا کہ اسکو دنیا کی برابر مکان نعمتون
سے بہرا ہوا ملیگا اور مفعول کو ینظرون کے تعمیم کے واسطے حذف فرمایا ہی تاکہ اپنی نعمتونکے دیکہنے کو جیسے حور اور قصور اور انہار اور اشجار اور دوسرے بہشتیون کی
نعمتونکو اور عذاب اور شدت دیکہنے کو دوزخیون کے بہی شامل ہو اور منظور یہ ہی کہ تخت سایہ دار انکو سیر عالم بہشت اور دوزخ کے حاجت اور مانع نہونگے برخلاف
دنیا کے تختون کے کہ وہ بیٹہنے والیکو سیر و تماشے سے مانع ہین اور اریکہ لغت مین اس تخت کو کہتے ہین کہ اسپر قبے کی مانند سائبان بنا ہوا اور منقش پردون
اور مرصع جہالرون اور آویزون سے سجا ہو جسکو ہندی لغت مین چہپر کہٹ کہتے ہین اور عارفون نے کہا ہی کہ بہشت کے ارائک کہ نیکونکو نصیب ہونگے اور جا بجا
قرآن مجید مین کمال مدح کے ساتہہ انکا ذکر آیا ہی سو وہ نمونہ ہین نیکون کے مقامات کے اسما اور الہیہ سے کہ دنیا مین انکا ہونا ان مقامون مین انکی
اور عقل سے خلق کی پوشیدہ تہا اور وہ اس مقام پر ٹہہر کر تمام مرتبون کو وجود کے وہان سے سیر کرتے تہے **تَعْرِفُ فِیْ وُجُوْھِھِمْ**
نَضْرَۃَ النَّعِیْمِ معلوم کریگا تو اے دیکہنے والے چہرون مین انکے تازگی نعمتون کی حاصل یہ کہ دوزخیونکا حال دیکہنے سے کچہہ انکو ملال اور غبار خاطر اور تغیر
چہرے کا ظاہر نہوگا کیونکہ اپنے دشمنون کا اپنی آنکہونکے سامنے ذلیل ہونا تو اور بہی فرحت اور خوشی کی بات ہی اسیواسطے نشانیان سرور اور بہجت کی چہرون مین

انکے ہمیشہ نظر آوینگی **يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيْقٍ** پلائے جاوینگے خالص شراب کہ محبت الٰہی کا نمونہ ہے اور دنیا مین انکو اپنے دلمین ملکہ تھی اور
شراب کی مانند قوی اور اور واحون مین انکے ساریت کی تھی اور وہ محبت خالص محبت تھی کہ اسکے ساتھ ہوائے نفسانی اور معاصی کی محبت کی آمیزش نہ تھی
اور شراب بہشت کی نہرون اور چشمون مین جاری ہوگی جیسا کہ دوسری سورتون مین مذکور ہے تو اس تعریف شراب سے احتراز کیواسطے کہا ہے خاص جام بہشتی کا انکا
پینا ہے ایک دوسری قید کو اسمین بڑہاتے ہین **مَّخْتُوْمٍ** یعنے وہ شراب خالص مہر کی گئی ہے اور عام شراب سے ممتاز دیتی ہے اور یہہ بھید
مختوم ہونیمین اس شراب خالص کے کہ نمونہ محبت الٰہی کا ہے یہہ ہے کہ وہ محبت باوجود کمال غلو اور ہیجان کے کہ عشق کے مرتبے سے کوسون بڑہ گئی تھی تو بھی
شرع کی مہر سے مختوم تھی اور احکام الٰہی کی مہر کے نیچے محفوظ ہر گز بدعتین وہمیہ جہمیہ اور شہوات نفسانیہ منہیہ اور نجاسات شیطانیہ اس محبت کیساتھ کچھ
آمیزش نہین رکھتی تہین اور عجائبات سے اس شراب مختوم کی ایک یہہ بات ہے کہ دنیا کی شراب کے شیشون کو بھی جو انکی احتیاط منظور ہوتی ہے تو مہر کرتے ہین
لیکن جس چیز سے کہ مہر کرتے ہین تو وہ مٹی یا موم یا لاکھ وغیرہ ہوتی ہے اور اسیکو نکی مختوم شراب کا وصف یہہ ہے کہ **خِتٰمُهٗ مِسْكٌ**
یعنے جس چیز کی کہ اسپر مہر کی ہے وہ مشک ہے تاکہ خوشبو مشک کی شیشہ لیتے ہی دماغ مین بس جاوے اور دماغ کو خوش کردے اور جس مشک کی کہ اسپر مہر کی
جاویگی وہ نمونہ حکم شرع کا ہے ساتھ ان مباح چیزون کے کہ نیکو کے دلون کی قوت دینے والی اور انکے خاطر کو خوش کرنیوالی اور انکے ذوق و شوق
کے بڑہانیوالی دنیا مین تہین **وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ** اور اس قسم کی شراب مین کہ نمونہ اور مثال اس قسم کی
نفیس شئی کا ہے چاہیے کہ رغبت کرین رغبت کرنیوالے نہ ایک ناچیز پیسہ یا گیہون مین کہ لوگون کا حق ناپ اور تول مین گہٹا کر لین کہ اسکو کچھ نسبت نہین
اور بعضے مفسرون نے ختام کو ختم اور انتہا کے معنے مین ٹہرایا ہے اور اسیکے موافق اس حدیث شریف مین جو ابو الدرداء سے مرفوعًا ثابت ہوئی ہے وارد ہے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ پچھلی شراب بہشتیون کی مسک ہے اور مسک ایک شراب کا نام ہے کہ سفید ہے جیسے چاندی کے پتر اگر کوئی دنیا کا
شخص اسمین ہاتھ ڈبو کر باہر نکالے تو تمام جاندار دنیا کے اسکی خوشبو سے مست ہوجاوین ظاہر یہہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اس خالص شراب کو پہلا پیالہ
بہشتیون کا وہی ہوگی اسواسطے اسکا نام مشک رکھا ہے کہ مشک جوارش دوائون سے ہے کہ ہاضمے کا مددگار ہوتا ہے غذا کے ہضم کرنیمین اور منہ مین خوشبو
پیدا کرتا ہے اور بار دیگر جلد اشتہا پیدا کرتا ہے اور وہ شراب کہ بہشتیون کی شراب کی مجلس کا ختم اسپر ہوگا وہ بھی یہی کام کریگی اور جو بعضے اوقات آخر
مین کچھ ملانا بھی اہل مجلس کو منظور ہوتا ہے تو اسواسطے فرماتے ہین کہ شراب خالص کو جب چاہین گے کسی دوسری چیز سے ملا کر پئین تو بھی ہو سکیگا **وَ
مِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيْمٍ** اور ملونی اسکی تسنیم ہوگی اور تسنیم لغت مین اس چیز کو کہتے ہین کہ شربت پر خوشبو یا ذائقے کے واسطے جیسے گلاب
یا بیدمشک یا کیوڑا اور اسکے مانند ملاوین اور یہہ لفظ خود سنام سے ہے کہ اونٹ کے کوہان کے معنے مین ہے کیونکہ ایسی چیزونکے ڈالنے سے شراب کے برتن مین
بلبلے اٹھتے ہین کہ اونٹ کے کوہان کی مانند معلوم ہوتے ہین اور مراد تسنیم سے اس جگہ پر ایک چشمہ ہے بہشت مین کہ سب قسمون کی شراب سے بہتر اور لذیذ ہے
اور مقربین اور سابقین کو اس چشمے سے خالص پلاوینگے اور ابرار اور اصحاب الیمین کو بطور گلاب و بیدمشک کے ملا کر دینگے اور بعضی روایات مین مروی ہے کہ تسنیم
برخلاف دوسرے چشمون کے ہوا مین جاری ہوگا نہ بہشت کی زمین پر اور بھید اسکا یہہ ہے کہ وہ چشمہ نمونہ محبت ذاتیہ الٰہیہ کا ہے کہ بے تعین محل اور صورت کے بلکہ
تخصص حال اور صفت کے ارواح کو مقربین کی فریفتہ کردیا ہے اور کہتے ہین کہ وہ چشمہ عرش کے نیچے سے ابلتا ہے اور مقربین کے مکانون کے صحنون مین بہتا ہے
چنانچہ اسکے حال مین ارشاد فرماتے ہین **عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ** یعنے مراد ہماری تسنیم سے چشمہ ہے کہ پیتے ہین اس سے مقرب
اس جگہ حاصل کلام کا یہہ ہے کہ مقرب لوگ اس چشمے کی شراب کو خالص پیتے ہین اور ابرار کو اس شراب سے بطور گلاب کے ملا کر دیتے ہین اسواسطے کہ مقربون کا شغل طرف ماسوی اللہ کے نہین ہے
پس ماسوی حق کی محبت کو غیر کی محبت مین ملایا نہین خلاف ابرار کے کہ محبت انکی اعمال اور صفتون کے سبب سے تھی اور ابرار کی قسم کے مذکورین انکی شراب نوشی کا بھی ذکر فرمایا تو انکے کئے کو بھی
فرماتے ہین اور تفصیل اسکی یہہ ہے کہ حق تعالی کو اس موسم مین بدلا لینا کفار سے ہنسی ٹہٹہا کا کہ انکے بندون سے دنیا مین کرتے تھے منظور ہوگا اور وہ خاص بندے خدا کے
بسبب کمال تمکین اور وقار کے اس بات کا بدلا لینے مین توقف کرینگے ناچار انکو ایسی شراب کے جام پلا کر سرشار کر دینگے کہ انکی فرحت سے البتہ اس

تکلیف ورفتار مین کچھ فرق ہوجاویگا اور انتقام اپنے تمسخر اور ٹہٹول کا الٹے لینگے چنانچہ فرماتے ہین **اِنَّ الَّذِیْنَ اَجْرَمُوْا** ترجمہ جو لوگ گناہ کرتے تھے
دنیا مین جیسے انکار آیات الٰہی کا اور خلق کے حقوق کا اور کم ناپ تول مین **کَانُوْا مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یَضْحَکُوْنَ** ہنسی ٹہٹول
کرتے تھے ان لوگون سے جو ایمان لائے تھے اور کہتے تھے کہ اس گروہ کو کیا خیال فاسد اس پر غالب ہوا ہے کہ انکھون دیکھتی لذتون کو خیالی لذتون کی توقع پر
چہوڑتے ہین اور فقط اتنی ہنسی پر بہی اکتفا نہین کرتے تھے بلکہ **وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ یَتَغَامَزُوْنَ** اور جب گذرتے تھے ان
مسلمانون پر تو آپس مین سینین مارتے تھے کہ یہہ گروہ وہی بےعقل اور احمق ہین کہ اپنے کو نقد لذتون سے خیال بہشت کے جو موہوم ہے محروم رکھا ہے **وَ
اِذَا انْقَلَبُوْا اِلٰی اَهْلِهِمُ** اور جب لوٹ کر جاتے تھے یہہ کافر اپنے گہر والون مین اور وہان پر کچھ طرح طرح کی دنیاوی لذتون کا دیکھتے تھے جیسی عورتین
خوبصورت اور لڑکے مرغوب ومطبوع اور لڑکیان محبوب اور فرش نفیس اور برتن تکلف اور کھانے لذیذ اور پانی سرد خوشبودار تو جانتے تھے کہ یہ چیزین ہمکو اسی عقیدے
سے حاصل ہوئی ہین کہ ہم جزا کے روز کا اعتقاد نہین رکھتے اور کچھ خوف اور ڈر اس روز کا ہمارے دل مین نہین اور مسلمان بیچارے ان لذتون
سے اسی سبب سے محروم ہین کہ توقع پر بہشت کی موہوم نعمتون کے اور خوف سے دوزخ کے خیالی عذابون کے ان نقد لذتون سے دست بردار
ہین تو مثال انکی ایسی ہے جیسے مجنون کہ اپنے خیال فاسد کے سبب سے غذاؤن لطیف فائدہ مند سے ڈرتا ہے اور پرہیز کرتا ہے **اِنْقَلَبُوْا
فَکِهِیْنَ** پہرتے تھے باتین بناتے اور خوش طبعی کرتے **وَاِذَا رَاَوْهُمْ** اور جب دیکھتے تھے مسلمانونکو کہ اپنی جان کو مشقت مین طاعت
اور عبادت کی گلاتے ہین اور اچھی پوشاک نہین پہنتے اور کہانا خشک بے مزہ کہاتے ہین اور گرمی کے دنون مین روزہ رکھتے ہین **قَالُوْا
اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَضَآلُّوْنَ** کہتے تھے کہ تحقیق یہہ لوگ البتہ راہ بہولے ہوئے ہین کہ موہوم لذتون کو موجود لذتون پر ترجیح دیتے ہین
اور بیچارے اصل شقاوت کا کمالات حقیقی نام رکہا ہے **وَمَآ اُرْسِلُوْا عَلَیْهِمْ حٰفِظِیْنَ** اور نہین بہیجے گئے ہین وہ کافر مسلمانون پر نگہبان
کہ انکو نیک راہ سے پہیرتے رہین اور ہر مجلس اور مجمع مین انکا پیچھا کرین اور طعن وتشنیع کرتے رہین اور یہہ کافر اس درجے کو اس کام مین تعدی کرتے ہین کہ اول تو ہنستے
ہین اور بعد اسکے غمزے اور اشارے کرتے ہین بعد اسکے غائبانہ انکے اوپر پہبتیان بولتے ہین اسکے بعد منہ بمنہ گمراہ کہتے ہین اور وجہ ان چارون حالونکی اس ترتیب سے
بیان یہہ ہے کہ جب کسی شخص کو کسی شخص کی کوئی حرکت ناپسند آتی ہے تو اسپر حقارت کی راہ سے ہنستا ہے اور جب اسسے زیادہ نفرت ہوتی ہے تو اپنے ہمنشینون
کو بہی چشم وابرو سے بتاتا ہے تاکہ اہانت اور حقارت کرنے مین اس حرکت والے کی شریک ہون اور جب تنفر نہایت کو پہنچتا ہے تو غائبانہ بہی اس حرکت والے پر
لطیفے اور پہبتیان کہتا ہے اور خوش طبعیان کرتا ہے تاکہ تحقیر اور اہانت کا حق ادا کرے اور جب بات تنفر سے بہی گذر گئی تو منہ بمنہ ساتھ حماقت اور جہالت
اور گمراہی کے نسبت کرتا ہے اسواسطے اس ترتیب کی ان آیتون مین رعایت رکھی ہے اور کافرون کے اس ظلم بیان کرنیکے بعد مسلمانون کو ارشاد ہوتا ہے کہ یہہ
ظلم بہی انکا رایگان نجاویگا بلکہ جزا کے روز اس قسم کے ظلم کا بہی انتقام لینگے **فَالْیَوْمَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا** سو آج کے دن کہ جزا کا روز ہے جو لوگ
کہ ایمان لائے تھے اور کمالات حقیقی کو ساتھ قوت ایمانی کے لذات نفسانی پر ترجیح دیکر اختیار کیا تھا **مِنَ الْکُفَّارِ** کافرون سے کہ کمالات کے منکر تھے
اور کمال کے حاصل کرنے کو دنیا کی فانی لذتون مین منحصر جانتے تھے **یَضْحَکُوْنَ** ہنستے ہین کہ یہہ لوگ کیا کوتہ اندیش اور احمق تھے کہ کس فانی
خسیس چیز کو کس نفیس باقی رہنے والی چیز پر ترجیح دی تھی اب دوزخ مین کس طرح سے عذاب مین اور طوق وزنجیر دوزخ مین جکڑے گئے ہین اور حدیث شریف
مین وارد ہے کہ کافرونکو دوزخ مین ایک دروازہ بہشت کی طرف کہول دینگے اور دوزخ کے دربان کہینگے کہ ہان جلد آؤ بہشت مین وہ گرتے پڑتے طوق وزنجیر دوزخ مین جکڑے
ہوئے اس دروازے کی طرف جاوینگے جب قریب پہنچین گے تو اس دروازے کو بند کر دینگے اور دوسری طرف کا دروازہ کہولدینگے اور کہینگے اس دروازے سے جاؤ تو وہ اس دروازے کی
طرف جانیکا ارادہ کرینگے اور آگ کے پہاڑون پر گرتے پڑتے گذرینگے جب نزدیک پہنچین گے تو اسکو بہی بند کر دینگے علیٰ ہذا القیاس ان کو دوزخ مین
ان حیلون سے سرگردان اور پریشان کرینگے اور مسلمان جب بہشت مین سے یہہ حالت انکی دیکہین گے تو ہنسین گے لیکن باوجود ایسے
برے حال دیکہنے کے کہ ہنسی کے سبب مین انکو تمکین اور وقار مانع آوے گا اور حد سے ہنسی اور مسکرانیکی تجاوز نکرینگے اور کافرون کی

طرح سے کہ دنیا مین چشم و ابرو سے غمازی کرتے تھے اور غائبانہ پھبتیان کہتے تھے اور ہنستے تھے گمراہ ہو گئے تھے یہ بات آج ہرگز ظہور مین آویگی بلکہ باوجود ایسا حال دیکھنے کے
کہ موجب کمال ہنسی کا ہے اور لوٹ جانے کا ہے چنانچہ اکثر لوگ اس قسم کے تماشے دیکھنے کے واسطے دوڑتے ہین اور دور دور جاتے ہین وہ لوگ اپنے مکانون سے جنبش نکرینگے
بلکہ **عَلَى الْأَرَائِكِ يَنْظُرُونَ** اپنے سایہ دار تختون پر بیٹھے دیکھتے ہین اور اسمین کمال تکبر اور وقار سے پوچھتے ہین **هَلْ ثُوِّبَ**
الْكُفَّارُ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ کیا سزا پائی ان کافرون نے اپنے کامونکی عوض اسکے جو دنیا مین کرتے تھے جیسے غمزے اور ٹھٹھے اور لطیفہ گوئی اور گمراہ نام رکہنا

تمہید

سورۃ انشقاق

سورۃ انشقت مکی ہے اسمین پچیس آیتین اور ایک سو آٹھ کلمے اور چار سو تیس حرف ہین اور ربط اس سورۃ کا سورۃ مطففین سے ابتدا سے انتہا تک ظاہر ہے کہ دونون
سورتون کے مضمون اور معنے قریب قریب ہین جیسا کہ اُس سورۃ مین **وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ وَوَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ** واقع ہے اور اس سورۃ مین **يَدْعُوا**
ثُبُورًا اور اُس سورۃ مین **أَلَا يَظُنُّ أُولَٰئِكَ أَنَّهُم مَّبْعُوثُونَ** اور اس سورۃ مین **إِنَّهُ ظَنَّ أَن لَّن يَحُورَ** اور اس سورۃ مین **يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ**
اور اس سورۃ مین **فَمُلَاقِيهِ** اور اُس سورۃ مین مذکور ہے کہ اعمالنامے نیکون کے اور بدون کے بعد اُنکے مرنیکے دفتر مین علیین اور سجین کے داخل ہونگے اور اس سورۃ مین
بھی نیکون اور بدون کے اعمالنامے کا مذکور ہے کہ بعد حشر کے سیدھے یا اُلٹے ہاتہون مین دینگے اور اُس سورۃ مین تکذیب قرآن کی کہ کافر کرتے تھے اس عبارت
سے مذکور ہے **إِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِ آيَاتُنَا قَالَ أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ** اور اس سورۃ مین اس عبارت سے مذکور ہے **وَإِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنُ لَا يَسْجُدُونَ**
اور اُس سورۃ مین **إِنَّهُمْ لَصَالُو الْجَحِيمِ** واقع ہے اور اس سورۃ مین **وَيَصْلَىٰ سَعِيرًا** اور اُس سورۃ مین اہل نجات کے حق مین **تَعْرِفُ فِي وُجُوهِهِمْ**
نَضْرَةَ النَّعِيمِ واقع ہے اور یہ بھی ہے کہ **فَالْيَوْمَ الَّذِينَ آمَنُوا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُونَ** اور اس سورۃ مین **وَيَنقَلِبُ إِلَىٰ أَهْلِهِ مَسْرُورًا** اور اُس
سورۃ مین کافرون کے حق مین بہ نسبت مسلمانون کے مذکور ہے کہ **كَانُوا مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا يَضْحَكُونَ وَإِذَا انقَلَبُوا إِلَىٰ أَهْلِهِمُ انقَلَبُوا فَكِهِينَ**
اور اس سورۃ مین **إِنَّهُ كَانَ فِي أَهْلِهِ مَسْرُورًا** اور علی ہذا القیاس مناسبت کلی بعد تامل کے ظاہر ہوتی ہے اور اس سورۃ کا نام سورۃ انشقت اور انشقاق
اس جہت سے رکہا ہے کہ اول ہی مین اُسکے پھٹنا آسمانون کا حکم الٰہی سے قیامت کے دن مذکور ہے اور یہ واقعہ ایک بڑی حجت ہے آدمی پر کیونکہ جو آسمان کہ وجود
اس بڑے پن اور بلندی کے کہ رکہتا ہے اس مرشاق کو بحکم اپنے پروردگار کے بغیر توقع ثواب اور خوف عذاب کے بجا لایا پھر آدمی کو نہایت پستی اور ذلیل تر ہے
آسان سے کام کو اللہ تعالیٰ کے کہ کچھ اتنا سخت اور بھاری نہین ہے باوجود ثواب کی توقع اور عذاب کے خوف کے کیون قبول نکرے اور بجا نلاوے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

س
ع

إِذَا السَّمَاءُ انشَقَّتْ جس وقت آسمان پھٹ جاوے حضرت امیر المومنین مرتضیٰ علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ پھٹنا آسمان کا کہکشان کے مقام سے
واقع ہوگا اور وجہ اُسکے پھٹنے کی اسطرح ہے کہ فرشتے موکل دروازون پر آسمان کے کہ روزی رزق اوتارنیکو بندون کی اور لیجانیکو اُنکے اعمال کے مقرر ہین
اپنے کام سے فراغت کر کے اُتر ینگے اور دوسرے فرشتے کہ رہنے والے آسمانونکے ہین منفذ بند کر کے گردا گرد زمین کے کہڑے ہو جاوینگے اور تجلی قہر الٰہی کی عرش سے کرسی پر
غلبہ کر کے آسکی نیچے کی جانب حرکت کریگی تو اس تجلی کے صدمے سے اور عرش کے جلنے کے بوجہ سے آسمان کے اجزا پاش پاش ہو جاوینگے اور یہی ہے کہ منظور اس سے خراب کرنا اس عالم کا اور
تعمیر کرنا دوسرے عالم کا ہے اور نئے مکان کی تعمیر بغیر پرانے مکان کے توڑے پہوڑے ہو نہین سکتی اور یہان سمجھ لینا چاہیے کہ آدمی دو چیز سے مرکب ہے روح اور جسم
مثال اسکی روحانیت کا آسمان ہے کیونکہ نفس ناطقہ اسکا نفوس سماوی سے ماخوذ ہے اور ان سے کلی مشابہت رکہتا ہے اور روح ہوائی کہ مرکب نفس کی ساتھ ہوا ہے اور
تحتی چیزون میں اثر و سار ہے سو اُسکا جوہر بھی آسمان کے جوہر سے مشابہت کلی رکہتا ہے کہ پھٹنے چرنے ٹوٹنے پھوٹنے کے قابل نہین ہے اور ہر چند کہ مرض
اور ڈر سے بڑے صدمے اُٹہاتی ہے لیکن بالکل فنا نہین ہوتی انتہا اسکی فنا کا یہ ہے کہ بدن سے جدا ہو جاتی ہے پھر بھی ارواح کے موکلونکے

پاس محفوظ اور مامون ہیں ہی اور روح کی سعادت اور شقاوت کا سبب اُسکو عرف میں بخت کہتے ہیں اور طالع کے ساتھہ بہی منسوب کرتے ہیں تو یہ بہی اوضاع
حرکات آسمانی سے اور اُسکے ستاروں سے ماخوذ ہی اور غذا روح کی اور اُسکے مرضوں کی دوا کہ شریعت اور طریقت ہی وہ بہی آسمان سے نازل ہی پس
انشقاق آسمان کا دلیل قوی اور برہان ظاہر ہی اس بات پر کہ آدمی کی روحانیت کو اطاعت اور امر سے اپنے پروردگار کے چارہ نہیں ہی اسواسطے کہ معدن
اور کان اسکا کہ آسمان ہی باوجود اس عظمت اور بلندی کے کہ رکہتا ہی لیکن اللہ تعالی کی فرمانبرداری سے نکل نہیں سکتا اور پہٹنا آسمان کا اس وجہ سے بسبب ضعیف ہونے
اُسکی بنیاد کے نہوگا جیسا کہ ٹوٹنا دنیا کی عمارتوں کا اور اس جہان کی بنی ہوئی چیزوں کا ہوتا ہی بلکہ اسکو کمال قوت اور متانت اور عظمت کی حالت میں کہ
رکہتا ہی حکم اللہ تعالی کا اُسکے پہٹ جانیکے واسطے پہنچا **وَأَذِنَتْ لِرَبِّهَا** اور کان رکہے اس آسمان نے اور فرمانبردار ہوگیا حکم ماننے کو
اپنے پروردگار کا اور قبول کرنے سے اس حکم کے کہ نہایت شاق تہا منہ نہ پہیرا اور یہ فرمانبرداری کہ اُس سے واقع ہوئی سو اس قسم سے نہیں ہے کہ اُسکی
عظمت اور بلندی کو مانع ہو بلکہ یہ تذلیل لائق اور سزاوار اُسکی عظمت کے تہی **وَحُقَّتْ** اور وہ آسمان لائق اُسکی تابعداری اور فرمانبرداری کے
تہا **وَإِذَا الْأَرْضُ مُدَّتْ** اور جسوقت کہ زمین کہینچی جاویگی کہ لنبی اور چوڑی ہوجاوے اور اس مجمع عظیم کے واسطے کہ ساتوں آسمانوں کے
فرشتے اور حاملان عرش و طرح طرح کی مخلوقات جن و انس و جانور اولین و آخرین کے سب اسوقت جمع ہونگے اور زمین پر کہڑے ہونگے کہ سکو گنجایش
کرے اور دوسرے کہینچنا زمین کا اس سبب سے بہی ہوگا کہ بلندی اور پستی اور غار زمین اور پہاڑ سب برابر ہوجاوینگے کہ کہڑے ہونیوالوں کے واسطے نا
اونچا نیچا نہو اور کوئی چیز آپسمیں ایک دوسری کی آڑ اوٹ نہو اور ایک کا حال دوسرے پر ظاہر رہے جیسے کہ فرش اور بچہونوں میں نظر آتا ہی کہ کہینچنے تانے
کے سبب سے دو فائدے متحاصل ہوتے ہیں ایک تو وسعت اور فراخی دوسرے ہمواری اور جز زمین کہ منشا انسان کے جسم کا ہی اور اسکا جزو غالب ہی اور
غذا اور منفعتیں دوسری طرح کی بہی اُسکو زمین سے پہنچتے ہیں پس فرمانبرداری اُسکی خدا تعالی کے حکم کو دلیل قوی ہی اس بات پر کہ آدمی اپنے
تمام اعضا اور رگ و ریشہ سے اپنے مطیع اور فرمانبردار حکم الہی کا ہی **وَأَلْقَتْ مَا فِيهَا** اور اُگل دیگی زمین کہینچنے کے سبب سے جو اُسمیں ہی مُردوں کے
اجزا و خزانے اور دفینے اور کانیں تا حشر آدمیوں کا اُنکے تمام اجزا سے حاصل ہو اور منفعتیں زمین کی کہ اسپر جنگ جدال و ضرب قتال کرتے تہے اور ایک
دوسرے کی حق تلفی کرتے تہے کمال ذلیل و بیقدر اُنکی نظروں میں ظاہر ہوں **وَتَخَلَّتْ** اور خالی ہوجاویگی زمین اُن چیزوں سے جو اس سے متعلق ہیں بالکل
کے تاکہ جزا موافق اُسکے عمل کے ہو سکے اور زمین کو اس اگل دینے اور خالی ہوجانے میں کچہہ عوض یا ضرر یا نفع دینا کسیکو منظور نہیں بلکہ فرمان الہی اسکو اسی کام کرنے کو
پہنچا ہی **وَأَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ** اور کان رکہے زمین نے اپنے پروردگار کے حکم پر اور فرمانبردار ہوئی اور لائق بہی اس فرمانبرداری کے
تہی اور یہاں پر سمجہہ لیا چاہیے کہ اکثر عوام گمان کرتے ہیں کہ یہ آیت مکرر ہے اور حال یہ ہی کہ یہ بات یوں نہیں ہی بلکہ اول آسمان کے واسطے ہی اور
دوسری بار زمین کے واسطے تو ہرگز تکرار نہوئی اور جزا شرط کی محذوف ہی یعنے جو آسمان ایسا فرمانبردار ہوجاوے اور زمین ایسی تابعداری کرنے لگے تو آدمی
تجہپر الزام صریح لاحق ہوگا اور حجت قایم ہوجاویگی کہ تو نے کسواسطے حکم اپنے پروردگار کا روح اور جسم سے قبول نکیا اور امر الہی کی مخالفت میں عمر گذاری
چنانچہ الزام حجت کے بیان کرنیکے واسطے ظاہر کرکے فرماتے ہیں **يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ** اے آدمی تو کچہہ آسمان سے بڑا اور اونچا نہیں ہی
اور نہ زمین سے زیادہ سخت کہ اپنے پروردگار کے حکم کو قبول نکرے اور اُسکے حکم کی اطاعت بجا نہ لاوے حالانکہ حکم اللہ تعالی کا تیرے حق میں بہت آسان ہے
اور اُن دونوں کے حق میں شاق اور گران ہی اور اُن دونوں نے باوجود گرانی اور سختی کے فرمانبرداری کی اور منہ نہ پہیرا اور علاوہ اُسکے یہ بہی ہی جو حکم کہ آسمان و
زمین پر ہوگا سو اُسمیں کچہہ عذاب و ثواب نہیں اور جو حکم کہ تیرے حق میں آیا ہی اُسکے ساتہہ ثواب اور عذاب کی بہی توقع ہی کہ آسمان اور زمین کو
ہرگز اسکی امید نہیں کیونکہ **إِنَّكَ كَادِحٌ إِلَى رَبِّكَ** بیشک تو کوشش کرنیوالا ہی کہ قرب حاصل کرے اپنے پروردگار کے
كَدْحًا کمال مشقت سے کیونکہ تجہکو استعداد وصول کی دی ہی اور اسکی قوتیں تیرے دماغ میں رکہی ہی برخلاف آسمان و زمین کے کہ نہ اُنمیں استعداد
وصول کی ہی اور نہ اُنکو اُسکے حاصل کرنیکا خیال ہی اور یہ وصول بہ عود اور دیدار بے پردہ کہ اُسکی فکر حصول میں تو لگا ہی محض خیالی نہیں ہی کہ دنیا میں

نہ خوش ہوتا تھا کہ اکلا ہ ... خیال پیدا ہوتے ہیں **فَمُلٰقِیْهِ** پہر ملاقات کرنیوالا ہی تو اپنے پروردگار سے۔ یہہ پردہ خیال ورا وراک کہ ... ور بغیر حجاب ... اور
مثال کے بیس تجھکو تابعداری اللہ تعالی کے امر کی بقدر درکار ہی کہ کسی مخلوق کو بقدر درکار نہین کیونکہ اس شوق میں ملاقات او حضوری کے وقت شرمندگی ندامت نہاہے
اور ندامت نہ کھینچے کہ اس وقت قوت او ضعف تیرا سی مین قرب کے مرتبے کے حاصل کرنین ظاہر ہوجاویگا اس طور سے **فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ**
كِتٰبَهٗ پہر جس شخص کو دیا جاویگا نامۂ اعمال اسکا اپنے پروردگار کی ملاقات کیوقت کہ اس نامے مین سبہی جمیل نیکی اور طاعت اور فرمان برداری سکے
حکمون کی لکہی ہی تا کہ بالکل ان چیزون کا جو اسکے شوق مین بجالایا تھا موجب اسکے سرور اور لذت کا ہو اور جانے کہ سبہی میری نیکی لکہی **بِيَمِيْنِهٖ**
سیدہے ہاتہہ مین اسلیے کہ علامت نجات اور رضامندی کی ہی کیونکہ سیدہا ہاتہہ اکثر الٹے ہاتہہ سے غالب ہی اور اس شخص نے کہ احکامات اللہ تعالی کے فرمانکی
کی تو اپنے نفس کی خواہش پر غالب آیا اور ایک قوت عظیم پیدا کی او نیکیون نے اسکی بدیون پر غلبہ کیا **فَسَوْفَ يُحَاسَبُ** پس بعد دینے اعمال
نامے کے سیدہے ہاتہہ مین حساب کیا جاویگا برے کامون پر کہ مغلوب وتہوڑے سے رہگئے تہے **حِسَابًا يَّسِيْرًا** آسان جیسا حدیث شریف مین آیا ہی
کہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے پوچہا کہ یا رسول اللہ حساب یسیر کیا ہی تب رسول اللہ نے فرمایا کہ حساب یسیر وہ ہی کہ بندے کی نامۂ اعمال انکو کہاینگے
اور آواز آئیگی کہ ای میرے بندے مسلمان جو تونے بندگی کی سو مینے قبول کی اور جو تونے خطا کی سو مینے بخشدی اور کسی بات کے واسطے کہا نجاویگا
کہ جو باتین کہ نیکی نہین سو تونے کیون نکین اور جو کہ نیکی نہین سو کیون کین **فاما من نوقش الحساب عذب** یعنے پہر جس شخص کے واسطے تکرار اور پوچہہ
پاچہہ ہوئی تو وہ شخص آفت مین پڑا اسواسطے کہ اسوقت کوئی عذر گناہ کا نہین رکہتا ہے اور گناہ سے خالی نہین ہے اور یہہ بہی حدیث صحیح مین وارد ہی کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز فرماتے تہے کہ جس شخص سے حساب لیا جاویگا اسکو عذاب بہی ہوگا حضرت ام المومنین نے عرض کیا کہ خدا تعالی تو فرماتا ہی **فَسَوْفَ
يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا** اور اس آیت سے ایسا معلوم ہوتا ہی کہ بعضے آدمی حساب کے بعد نجات پاوینگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہہ حساب نہین ہی محض عملونکا دکہانا
ہی کہ تونے یہہ کچہہ کیا اور ہمنے عفو کیا اور فلانے فلانے کام نہین کئے اور ہمنے درگذر کی لیکن مراد میری یہہ ہے کہ جس شخص کے واسطے پوری پوری
پوچہہ ہوگی تو وہ ہلاک ہوگا **وَّيَنْقَلِبُ اِلٰٓى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا** اور پہریگا اپنی اہل کی طرف خوش ہو کر نہ اسکو خوف عذاب
کا رہیگا اور نہ خجالت جہڑکی اور غصے کی لاحق ہوگی بلکہ نجات کی خوشی اہل وعیال کے ملنے کی خوشی کے ساتہہ ملکر ایک عجیب راحت اسکو نصیب ہوگی
کہ کوئی کیفیت برابری اسکی کر نہین سکتی اور مراد اہل خانہ سے اسکی حورین ہین اور دنیا کی عورتین جو اسکے نکاح مین تہین اور بہشتین ملینگی اور دوسرے
ناتے رشتہ والے کہ حشر مین اسکے حساب کتاب کی اطلاع کے واسطے منتظر کہڑے ہونگے اور یہان سے معلوم ہوا کہ حق تعالی بندہ مین دو غم جمع نہین
کرتا جو کوئی کہ دنیا مین دین کا غم کریگا تو اس روز خوش ہوگا اور لفظ سوف کا کہ دلالت تراخی اور تاخیر پر کرتا ہی اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ اول اعمال
نامے نیکی کے انکو دکہا کر خوشوقت کرینگے اور بہت سی مہلت کے بعد انکو بدیون پر اطلاع دینگے تا کہ اول ہی بار بدیون پر اطلاع دینے سے شرمندہ نہو
اور پشیمانی نہ اٹہاوے **وَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ** اور جو شخص کہ دیا جاوے اعمال نامہ اپنا الٹے ہاتہہ مین اور یہہ علامت ہلاکت اور عذاب کی
ہے کیونکہ الٹا ہاتہہ بہت ضعیف ہے سیدہے ہاتہہ سے اور اس شخص نے ضعیف جانب کو اپنی کہ خواہش نفس تہی قوی جانب پر اپنی کہ
فرمانبرداری اللہ تعالی کی ہے مقدم رکہا تہا پس قوی کو ضعیف اور ضعیف کو قوی کیا تہا اور معاملے کی صورت کو الٹا کر دیا تہا اسی واسطے
اعمال نامے کو اسکے الٹے ہاتہہ مین دینگے لیکن سامنے سے نہ دینگے بلکہ الٹے ہاتہہ کو اسکے پیچہے باندہ دینگے اور اعمال نامے کو اسکے اسی ہاتہہ مین دینگے
وَرَآءَ ظَهْرِهٖ پیچہے سے اسکی پیٹہہ کے **فَسَوْفَ يَدْعُوْا ثُبُوْرًا** پہر آگے پکاریگا موت کو یعنے آرزو کریگا کہ کسی طرح
موت آجاوے اور مجہکو ہلاک کر ڈالے کہ ان اپنے برے کامونکی جزا سے خلاصی پاؤن اور لفظ سوف کا کہ دلالت تاخیر پر کرتا ہی اسیواسطے یہان لائے ہین
لائے ہین کہ اسکو اپنی موت خوب طرح سے بعد عمر کی جمع خرچ کے مطالعہ کے ظاہر ہوجاویگی اول بار مین اپنے نیک و بد اعمال کو دیکہکے خیال کریگا
کہ شاید میری نیکیان میری برائیون پر غالب آوین اور مین نجات پاؤن اور یہہ مطالعہ اور برابر کرنا حساب کا ایک مہلت چاہتا ہے

اور وہ جو سورت

اور جو سورۂ حاقہ اور دوسری سورتون مین مذکور ہے کہ بعضون کو اعمالنامے سیدہے ہاتہہ مین اور بعضون کو اُلٹے ہاتہہ مین دینگے سو اس بات کے مخالف
نہین کہ پیٹہہ کے پیچہے سے دینگے جیسے کہ یہان مذکور ہے کیونکہ اعمالنامے کا دینا اُلٹے ہاتہہ مین اسی طور سے ہوگا کہ پیٹہہ کے پیچہے سے دین گے اور
جو بعضے علماء نے تفسیر مین ذکر کیا ہے کہ آدمی اُس روز تین قسم پر ہونگے ایک نجات والے اُنکو اعمالنامے سیدہے ہاتہہ مین دینگے اور دوسرے ہلاک
ابدی والے اُنکو اُلٹے ہاتہہ مین دینگے اور تیسرے عذاب والے جنکو بعد عذاب کے نجات ہوگی سیدہے ہاتہہ مین پیٹہہ کیطرف سے دین گے یا ہلاک ابدی والون
کو اُلٹے ہاتہہ مین پیٹہہ کے پیچہے سے دین گے اور اہل نجات کو بائین ہاتہہ مین سامنے سے بس یہہ قول مطابق قرآن و حدیث کے نہین ہے
محض احتمال ہے کیونکہ اہل شمال اور اہل ظہر دونون کے حق مین جو وعیدین کہ آئی ہین ایک دوسرے کے قریب ہین نجات اور خلاص پر دلالت نہین
کرتین باوجود اسبات کے کہ بعضی حدیثون مین تصریح اعمالنامون کے دینے کی اسی طور سے روایت ہے کہ بیان کی گئی واللہ اعلم اور جو اس شخص
کا حال کہ اپنے دوزخی ہونے کی علامت اپنے اعمالنامے سے جو اُسکی پیٹہہ کیطرف سے دیا جائیگا دریافت کریگا اور واویلا مچاویگا اور واموت اور ہلاکت کی شور
کریگا بیان فرمایا اب ارشاد ہوتا ہے کہ اسقدر جزع اور فزع اور اضطراب اور بیقراری اور بیتابی پر اُسکی اکتفا نہوگا بلکہ وہ چیز جس سے وہ ڈرا ہے واقع ہوگی **وَيَصْلٰى**
سَعِيْرًا اور پیٹہیگا دہکتی آگ مین **اِنَّهٗ كَانَ فِيْٓ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا** تحقیق کہ وہ تہا اپنے گہر والون مین دنیا مین خوش اور بیغم کہ دنیا کا غم رکہتا
تہا نہ آخرت کا اور کفر اور گناہ سے بہی نہین ڈرتا تہا اور اللہ تعالی کی رضامندی کی جانب کی اصلا رعایت نہین کرتا تہا اور یہان سے معلوم ہوا کہ دنیا کی خوشی
کے پیچہے آخرت کا غم لگا ہے چنانچہ دوسری جاے پر فرمایا ہے **فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا** اور جو شخص کہ اس دنیا مین دکہہ اور غم آخرت کا رکہتا ہوگا تو
اُسکے مآل کا یہہ حال ہے کہ ہمیشہ کی خوشی اُسکو حاصل ہوگی اور یہان پر سمجہہ لیا چاہئے کہ خوشی دنیا کی وہی بُری ہے کہ غفلت اور رفاہیت اور آسودگی
سے پیدا ہو اور جو خوشی کہ بسبب راضی ہونیکے حکم الٰہی پر یا واسطے حاصل ہونے مراتب علیہ دینیہ کے ہو تو عین محمود اور سراسر نافع ہے چنانچہ سورۂ یونس مین
فرمایا ہے **قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا** اور یہان مذکور اُسی خوشی اور نعمت کا ہے کہ نہایت غفلت سے دنیا مین حاصل تہین چنانچہ صاف
فرماتے ہین **اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ يَّحُوْرَ** یہہ تمام خوشی اُس کافر کو اسواسطے تہی کہ وہ گمان کرتا تہا کہ ہرگز پہر نہ جاویگا عالم ارواح کیطرف اور
اپنے عملون کا حساب نہ دیکہیگا اسواسطے کہ جسوقت دنیا کی خوشی کے واسطے آخرت کا غم یاد آتا ہے یا اپنی روح کا جانا عالم ارواح مین اور اپنے عملونکا بدلا پانا قیامت
مین یاد آتا ہے اور اسپر یقین ہوتا ہے تو وہ خوشی بالکل نیست و نابود ہو جاتی ہے اور اسیواسطے کہا گیا ہے ؎ مرا در منزل جانان چہ امن و عیش چون ہر دم
جرس فریاد میدارد کہ بربندید محملہا ٭ اور یہی مضمون ہے اس شعر کا ؎ عشرت امروز بی اندیشۂ فردا خوش است ٭ فکر شنبہ تلخ دارد جمعۂ اطفال را ٭ اور ثابت کرنا
حشر اور نشر کے اور جزا اور حساب کے اور رد کرنیکو اُسکے گمان کے فرماتے ہین **بَلٰى** یون نہین ہے جیسا کہ اُسنے گمان کیا ہے بلکہ پہر جاویگا اُسکا عالم ارواح کیطرف پہر وہان سے
حشر و نشر کے عالم مین پہر حساب کے میدان مین پہر وزن اعمال کے مقام پر پہر مجازات کے محل مین کہ بہشت و دوزخ ہے ضرور ہے اور دلیل اُسکی یہہ ہے **اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ**
بِهٖ بَصِيْرًا تحقیق پروردگار اُسکا اُسکو دیکہتا تہا ابتدائی پیدایش سے انتہائی موت تک کہ روح اُسکی کہان سے آئی ہے اور بدن اُسکا کس کس چیز سے بنا ہے پہر کیا
اور کیا عمل کیا ہے اور دلمین کونسی چیز قایم ہے اور زبان سے اُسکی کیا نکلا اور ہاتہہ سے اُسکے کیا ہوا اور بعد موت کے روح اُسکی کہان گئی اور بدن اسکا کس کس مکانو مین بکہرا
ہے پہر جو آدمی کے حال سے اسقدر واقف ہو تو البتہ اُسکو مہمل نہین چہوڑیگا اور اُسکے کئے کا بدلا پورا دیگا اور روح کو اُسکے بدن کے اجزا سے جمع کریگا پس گمان اسکا محض
بیجا ہے کچہہ حاجت قسم کی نہین اُسکے باطل کرنے کی اور اگر کسیکو اس عجیب حالت کے سُننے سے کہ بعد موت کے موجود ہوگی اور وارد ہونے مین ان حادثون کے کہ بعد
جدا ہونے روح کے بدن سے واقع ہوتے ہین کچہہ شک اور تردد ہو تو **فَلَآ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ** پہر سوگند کہاتا ہون مین شفق کی اور شفق نام ہے ایک
سرخی کا کہ آفتاب ڈوبنے کے بعد کنارون پر مغرب کے نظر آتی ہے اور اُسکے باقی رہنے تک مغرب کی نماز کا وقت باقی ہے چنانچہ امام شافعی اور صاحبین کا مذہب
یہی ہے اور اسی پر فتوی ہے اور بعضی روایتون مین حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ شفق نام ہے ایک سفیدی کا کہ سرخی جانیکے بعد پیدا ہوتی ہے اور دیر تک
رہتی ہے لیکن صحیح یہہ ہے کہ حضرت امام اعظم نے اس مذہب سے رجوع کی ہے اور عرب کے لوگ شفق کو اپنے شعرون مین اور محاورون مین تشبیہ سُرخی کے ساتہ دیتے ہین تو یہہ دلیل

ف مسئلۂ شرعی ۱۲

صریح ہے اسبات پر کہ مراد شفق سے سُرخی ہے نہ سفیدی آور وُہ جو بعضے علمانے کہا ہے کہ اوّل رنگی سُرخی کنارے مشرق کے کسی مقدمے مین روزہ ہوا نماز معتبر نہین بلکہ معتبر سفیدی ہے کہ اُسکو صبح صادق کہتے ہین تو جاہیئے کہ مغرب کی نماز کا وقت صبح کی نماز کے وقت کے برعکس ہو کہ ابتدا اُسکی آفتاب کے غروب سے ہے اور انتہا اُسکی طلوع آفتاب ہے پس جواب اُسکا یہہ ہے کہ وُہ وقت یعنے فجر کا نور کے ظہور کا وقت ہے اندہیرے مین اور ابتدا نور کے ظہور کی صبح صادق کے طلوع سے ہے کہ سفیدی اُسکی عام وخاص کو نظر آتی ہے اور جو اوّل سے رات کے اندہیرے مین تہی اور یہ وقت یعنے مغرب کا اندہیرے کے پھیلنے کا وقت ہے نور پر کہ پہلے سے اِسمین تہا اور بعد جانے سُرخ شفق کے کچھہ امتیاز اندہیرے مین خاص عام کی نظر مین نہین رہتا ہے اور اسوقت آفتاب کا اثر بالکل جاتا رہتا ہے تو اِسوقت کا ٹہیرانا یعنے مغرب کا سُرخی کے جانے پر نہایت مُناسب ہے اور ٹہیرانا اُسوقت کا یعنے صبح کا سفیدی کے آنے پر مناسب ہے آور فرق دونون وقتون کے درمیان مین بسبب مقدم ہونے اندہیرے کے ہے نور پر بالعکس کیونکہ حکمت کا قاعدہ ہے کہ انفعال حاسہ باحد الضدین موجب سُرعت وقوّت احساس کا دوسری ضد سے ہوتا ہے اور اثر اُس ضعف کی ضد کا محسوس ہوتا ہے واللہ اعلم

وَالَّيْلِ وَمَا وَسَقَ اور قسم ہے رات کی اور اُس چیز کی جسکو جمع کرتی ہے رات آدمیو لنے ہون یا جانور و لنے کیونکہ جانداروں کی ہمیشہ یہ عادت ہے کہ دنکو تلاش معاش کے واسطے اپنے مکانون سے نکلتے ہین اور ہر شخص ایک طرف کو جاتا ہے اور منتشر ہوجاتے ہین اور جب رات ہوتی ہے تو سارے اقربا اور متعلق اُسکے ایک گہر مین جمع ہوتے ہین اور ایک مکان پر رات گزارتے ہین پس گویا رات جامع المتفرقین ہے آور اِسیواسطے نیک بدکام جو اخفا اور پوشیدگی سے تعلق رکہتے ہین جیسے حلقے ذکر اللہ کے اور جماعتین تراویح کی اور مجلس رقص کی اور شراب پینا وغیرہ سب رات مین ہونے ہین اور اُنکے واسطے جمع ہونا متحقق ہوتا ہے **وَالْقَمَرِ إِذَا اتَّسَقَ** اور قسم کہاتا ہون مین چاند کی جب نور اُسکا پورا ہہرتا ہے اور شام سے صبح تک رات کے اندہیری کو دور کرتا ہے اور بُرائی سے جہپا کو اُٹہا دیتا ہے آور یہ تینون چیزین یعنے شفق اور اندہیری رات اور روشن چاند نمونہ ہے تینون حالتونکا کہ آدمی پر بعد موت کے گویا کہ نمونہ ہے آفتاب زندگی کے غروب کا ظاہر ہوتا ہے آول جو حالت کہ بمجرد جدا ہونے روح کے بدن سے ہوگی تو اُسمین کچھہ اثر پہلی زندگی کا اور اُلفت بدنکی تعلق کی اور دوسرے اپنے جنس کے آشنا دوستونکی اُلفت باقی رہیگی اور وہ وقت گویا برزخ ہے دُنیا کی زندگانی اور استغراق قبر کے عالم میں کہ کچھہ اِسطرف سے اور کچھہ اُسطرف سے علاقہ رکہتا ہے وہ وقت بعینہ مانند شفق کے وقت کے ہے کہ ہنوز تصرفات مخلوقات کی اور آمد و شد اُنکی منقطع نہین ہوتی اور جانور سب بیدار اور دیکہتے بہالتے چلتے پہرتے ہین اور دنکے باقی رہے کاموںمین مشغول ہین اور یہ حالت حالت ہے انکشاف کی اور جزاے برزخ کی جو نیکیون سے اور بدیو لنے کیا تہا اور مدد زندونکی مُردونکو اِس حالت مین جلد پہنچتی ہے اور مُردے ایسے وقت مین اِسطرف کی مدد کے منتظر ہوتے ہین اور یُون گمان کرتے ہین کہ گویا ابہی ہم جیتے ہین اسیواسطے حدیث شریف مین قبر کے احوال مین وارد ہے کہ مسلمان آدمی وہان کہتا ہے کہ دَعُونِي اُصَلِّي چہوڑو مجہکو کہ مین نماز پڑہون اور یہ بہی وارد ہے کہ مردہ اِس حالتین غریق کی مانند ہے کہ انتظار فریاد پہنچنے والے کا رکہتا ہے اور صدقے اور دعائین اور فاتحہ اسوقت اُسکے بہت کام آتی ہین اور اسیواسطے اکثر لوگ ایکسال تک علی الخصوص ایک چہلّے تک موت کے بعد اِس قسم کے کامونمین کوشش اور سعی کرتے ہین اور مُردے کی روح بہی موت کے قریب کے دنونمین خوابمین اور عالم مثال مین زندون سے ملاقات کرتی ہے اور اپنا حال بیان کرتی ہے دوسری حالت ہے کہ بعد منقطع ہونے دنیا کی زندگانی کے علاقونکے بالکلیہ ظاہر ہوتی ہے اور استغراق عظیم دیکہنے سے اُن کیفیتونکے جو دنیا مین کمایا تہا نیکی اور بدی سے اُسکو حاصل ہوتا ہے اور قوائے مدرکہ اور متصرفہ اُسکے اِس عالم ہی سے ایک لخت ٹوٹکر اُس عالم کیطرف متوجہ ہوجاتے ہین اور حس وحرکت معنوی اُسکی اِس جہان سے مطلقاً بیکار ہوجاتی ہے اور یہ حالت مانند رات کے اندہیرے کے ہے کہ بعد زایل ہونے شفق کے ہجوم کرتی ہے اور لوگونکو خواب اور معطل ہوجانا حواس اور حرکتونکا لاحق ہوجاتا ہے اور مالوفات اور مکسوبات دن کے سے مطلقاً غافل ہوجاتا ہے لیکن وہ مالوفات اور مکسوبات ظاہر بدن سے انتقال کرکے باطن مین مدنکے جمع ہوتے ہین اور روح اُنکو رنگا رنگ صور تونمین مطالعہ کرتی ہے اور متلذذ اور متألم ہوتی ہے یعنے خوش ہوتی ہے اچہائی کو دیکہکر اور رنجیدہ ہوتی ہے بُرائی کو دیکہکر اور یہ حالت عام مُردون کی ہے آور بعضے خاص اولیاء اللہ جنکو اللہ تعالے نے محض اپنے بندونکی ہدایت اور

ف

ح

اور ارشاد کے واسطے پیدا کیا ہے انکو اِس حالت مین بہی اِس عالم کے تصرف کا حکم ہوتا ہے اور اسطرف متوجہ ہونے سے اُنکے استغراق مین کمال وسعت
مدارک کے سبب سے کچھہ خلل واقع نہین ہوتا اور وہ استغراق اسطرف کے متوجہ ہونے کو منع بہی نہین کرتا اور اُونہیں لوگ باطنی کمالون کو انہی سے حاصل
کرتے ہین اور حاجتمند اور غرض والے اپنے اڑے کامونکی کشادگی کا سبب اُنسے پوچھتے ہین اور اُنکے کہنے پر چلنے سے اپنا مطلب پاتے ہین اور انکا
حال اسوقت مین اِس مصرع کے مضمون پر گواہی دیتا ہے — من آنیم بجان گر تو آئی بتن ✦ تیسری ایک اور حالت ہے کہ بعد حشر اور نشر کے ظاہر ہوگی اور وہ
مانند چودہوین رات کے چاند کے ہے کہ پردیکو اندہیریکے دور کر کے نیک و بد کو اُنکے طرح طرح کے اظہار سے جلوہ گر کریگی اور ہر شخص اپنے نفع اور ضرر کی چیزین اور
دوست اور دشمن اور زہر اور تریاق مین امتیاز کر لیگا اور یہی حالت ہے اعمال ناموںکے دینے کی اور نیک و بد عملونکے ظہور کی رنگارنگ صورتون سے اور اعمالون کے
تولنے کی اور نیکی اور بدی کے حسابکی اور دوسرے بہت سے کامونکی اور اِس حالت کی انتہا ایک اور زندگانی ہے کہ اتم اور اکمل اِس جہانکی زندگی سے ہے لیکن جو
وہ زندگانی تغیر اور تبدیل نہین رکہتی اور یکسان ہمیشہ قایم اور برقرار ہے اسیواسطے کچھہ مثال اُسکے واسطے نہین ہے کہ مقام پر قسم کے لائی جاوے بلکہ
وہ زندگانی اِس قسم کی بہی نہین ہے کہ اُسکے احوال اور صفات متغیر ہوتے رہین یعنے کبہی کچھہ اور کبہی کچھہ تاکہ بیان کی مقام پر وہ حالتین بیان کیجاوین
اسیواسطے انہی تین قسم پر اکتفا فرماکر اِس مضمون کو کہ اثبات اِسکا منظور ہے ارشاد فرماتے ہین لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ البتہ تم سبکو
چڑہنا ہے کہنڈ پر کہنڈ یعنے پہلے جانے کے اِس دنیا سے ایک حال مین ہوگے کہ اُسکو رجوع الی اللہ سمجہوگے بعد اُسکے اِس حالت سے گذر کر ایک دوسری
حالت کو پہنچوگے تو جانوگے کہ حالت رجوع کی یہی ہے اور اگلی حالت اِس حالت کی تمہید تہی اور علی ہذا القیاس یہانتک کہ بہشت مین یا دوزخ مین جا ٹہرو
اور سفر تمہارا تمام ہوجاویگا بعد اسکے سدا رہا کروگے اور جو گزرنا اِن حالتونسے قطع منازل اور طے مراحل کے مشابہ تہا اسواسطے رکوب کا لفظ کہ معنی مین سوار
ہونیکے ہے اِس مقام پر استعمال فرمایا اور چونکہ حرکت یعنے دنیا سے آخرتکو جانا حرکت صعودی ہے یعنے اِس خاکدان پست سے عالم بالا کی رفعت کو جاتے ہین اُسکی حالت
اور منزلونکو طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ارشاد فرمایا ہے کیونکہ طبقاً عن طبق تہ بتہ چیز کو کہتے ہین چنانچہ سات طبق آسمان مشہور ہین اور عمارت کے طبقے بہی عرف مین آیے
ہین اور جو اِن انتقالونکی دلیلین ہر دن اور رات مین اور ہر مہینے اور برس مین آنکہونمین ہر خاص و عام کے جلوہ گر ہین ایمان نلانے سے کافرون کے اور انکا
یقین نکرنے سے واقع ہونے کو اِن حالتون کے بعد موت کے تعجب فرماکر ارشاد کرتے ہین فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ بس کیا ہوگیا ہے اِن
کافرون کو کہ باوجود اِس بیان واضح اور روشن مثالون کے ایمان نہین لاتے اور یقین نہین کرتے کہ ہمکو بعد موت کے بہی کسی طرف رجوع ہوتا ہے اور سفر
درپیش ہے اور اُس سفر کا غم نہین کہاتے اور توشہ اُسکے واسطے نہین اُٹھاتے اور نقصان اور نفع سے اِس عالم کے کہ منتہا اِس سفر کا ہے کچھہ خبر نہین
ہوتے اور بعضے مفسرون نے لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ کو دوسرے معنون پر حمل کیا ہے کہ اِس مقام پر چندان مناسبت نہین رکہتے اگرچہ امر
واقعی ہے اور وہ یہہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی امت کو خطاب ہے اور مراد توبیخ و تشنیع ہے یعنے تم بہی اختیار کروگے ایک ایک
طبقے کو گناہون سے بعد ایک طبقے کے اگلی اُمتون کی طرح سے مکروہات صغیرہ اور کبیرہ اور طرح طرح کے الحاد اور بدعتین کہ اگلون نے
کی تہین تم بہی کروگے چنانچہ حدیث صحیح مین وارد ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے حق مین فرمایا ہے کہ تم بہی اپنے اگلونکی
پیروی کروگے بالشت بالشت سے اور گز گز سے یعنے اگر اگلے لوگ ایک گز راہ حق سے دور رہے تہے تم مین سے بہی بعضے لوگ اسیقدر حق راہ سے
دور رہینگے اور اگلے لوگ ایک بالشت دور رہے ہونگے تو تم مین سے بہی ایک گروہ اسیقدر دور رہینگے یہانتک کہ اگر اگلی اُمتون
مین کوئی ایسا ہوا ہوگا کہ اُسنے اپنی ماسے زنا کہلے بندون کیا ہوگا تو تم مین سے بہی بعضے شخص کرینگے اور اگر کوئی اگلون مین سے گوہ کے
سوراخ مین گہسا ہوگا تو تم مین سے بہی کوئی اُس سوراخ مین گہسے گا اور یہہ بہی حدیث صحیح مین ہے کہ تمہارا حال بہی ادا کرنے
مین حق اللہ اور حق خلق کے اور جہٹلانے مین پیغمبرون کے اور کتاب اور قیامت کے اور دوسرے گناہون کے کرنے
مین بعینہٖ اگلی امتون کے مطابق اور موافق ہے جیسے کہ ایک جوتی دوسری جوتی کے برابر ہوتی ہے کہ جو بہر کا بہی دونون مین تفاوت

نہین ہے بلکہ تحرم کتنی چیزین زیادہ کرویگا کہ اگلی متوغاین وہ چیزین نہین جیسے بیٹی پا احرار کا یعنے ایسے شخص تھا کہ جسکا ...

بیچنا اور اُسکی قیمت کہانا اور اُنہین مین سے ہے سحر بازی یعنے مساحقہ عورت کا عورت کے ساتھ یعنے چپٹی لڑنا اور انہین مین سے ہے قتل کرنا اپنے پیغمبر کی اولاد کو جسپر

ایمان لائے اور باوجود ایمانداری کے دعوے کے ایسی بات کسی امت مین نہین ہوئی کا فرون نے ہرچند کہ اپنے پیغمبرونکو قتل کیا ہے اور ایذا دی ہے لیکن کفر کی حالت

مین ایسا کسی نے نہین کیا کہ دعوی ایمان کا کرین اور یہہ کام کرین اور بعضے قاریون نے لَتَرْكَبُنَّ کی بے کو زبر سے پڑہا ہے اور اس صورت مین مفسرون نے

معنے اس کے اس طور سے لکہے مین کہ خطاب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے اور مراد معراج کا وعدہ ہے کہ البتہ براق پر سوار ہوکر سات طبق

آسمانون پر ایک بعد دوسرے کے گذریگا اور یہہ معنی بہی سیاق اور سباق سے آیتون کے ہرگز مناسبت نہین رکہتے بلکہ بے کے زبر کی حالت مین بہی خطاب ہر

بنی کو عام ہے جیسے پیش کی حالت مین سب بنی آدم کو خطاب تہا غرض کہ ظاہر معنے وہی مین جو اول بیان کئے گئے اور مدعا کافرون کا دانستہ ہے کہ آخرت

کے سفر کی رفتار انکو جان اوجہہ کے اس سفر کا انکار کرتے مین اور جو جو معاملے کہ وہان ہونیوالے مین اُنپر ایمان نہین لاتے اور اگر انکی عقل خود بخود ان

حالتون کو دریافت نہین کر سکتے تہے تو انکو لازم تہا کہ قرآن سنے بیان سے فائدہ اُٹہاتے یعنے قرآن سنکر اُسپر عمل کرتے اور اُسکو سچ جانتے لیکن اس قدر

ایمان لانے سے آخرت پر انکار اور دوری ہے کہ قرآن مین بہی اُن مضمونون کو سُنکر فرمانبرداری نہین کرتے **وَإِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنُ**

اور جب پڑہا جاتا ہے اُنپر قرآن تو اُسکی عبارت کو کہ سراسر اعجاز ہے سنکر متحیر ہوجاتے ہین لیکن عاجزی اور تذلل نہین کرتے اور جس وقت کہ مسلمان اپنا عجز ظاہر

کرنے کو سجدہ کرتے مین تو یہہ لوگ **لَا يَسْجُدُونَ** سجدہ نہین کرتے حالانکہ سجدہ کرنا اللہ تعالے کو جسنے اسطرح کا قرآن فصیح اور بلیغ اُتارا کہ

کوئی ایک صورت اُسکے برابر بنا نہین سکتا ہے کسی آئین اور مذہب مین منع نہین اور فقط نافرمانی اور سجدہ نکرنے پر اکتفا نہین کرتے ہین **بَلِ الَّذِينَ**

كَفَرُوا يُكَذِّبُونَ بلکہ جو لوگ کہ کافر ہین جہٹلاتے ہین قرآن کو اور ہرچند کہ زبان سے نہین کہتے لیکن حق تعالے اونکے اس انکار کو

جو دل مین رکہتے ہین جانتا ہے **وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يُوعُونَ** اور اللہ خوب جانتا ہے جو دل کے برتن مین کرتے ہین اپنے جو کچہہ کہ

باطن مین اُنکے سوائے تکذیب اور انکار کے مخالفت اللہ کے امرون کی اور نافرمان برداری اُسکے حکمونکی اور خوشی اور شادمانی دنیا کی زندگانی پر اور اس گمان پر

کہ آخرتکا سفر ہمکو درپیش نہین اور محبت گناہون اور شہوتون کی راہ اور مکرو حیلے کرنے پیغمبرون سے دل اُنکے لبالب بہرا ہوا ہین سو اللہ تعالی سے پوشیدہ

نہین اور لفظ یوعون مین اشارہ اسبات کی طرف ہے کہ وہ نادان کوتہ اندیش ان قبیح چیزونکو کمال احتیاط سے اپنے اندر کے باسن مین نگاہ رکہتے مین لیکن احتیاج

کے وقت جب اس باسن سے یہہ موذیات نکلینگے تب یہہ جانینگے کہ ہم کیا چوکے کہ اندہیری راتین کالے ناگ کو بہولون کا گجرا سمجہہ کر گلے مین پہنا جیسا

کسی نے کہا ہے **شعر** بوقت صبح شود ہمچو روز معلومت ✤ کہ باکہ باختہ عشق درشب دیجور ✤ لیکن جو یہہ بد بال ان برائیون کو نیکی جانتے ہین اور

آیندہ کے نفع کے واسطے زر و جوہر کے مانند کمال احتیاط سے جان کے برتن مین رکہتے ہین نہ مٹی تانبے کے برتن مین پس تجہکو بہی چاہئے کہ انکے

باطل اعتقاد کے موافق ہنسی ٹہٹہے کی بات چیت کر **فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ** پس خوشخبری دے انکو دکہہ کی مار کی اُنکے فرحت

اور شادمانی پر دنیا کے اور بشارت کا لفظ اس مقام پر استعارہ ٹہٹہول کا ہے واسطے ڈرانے اور خوف دلانے کے **إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا**

وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ یعنے انکے سب لوگون کو عذاب الیم کا وعدہ دے مگر ان لوگون کو کہ ایمان لاوین اور اچہے کام کرین اور کفر اور گناہ

کو اپنے اس عمل نیک کے سبب سے محو کرین پہر جو ایسا کرین اُنپر ہرگز عذاب نہین ہے نہ الیم نہ غیر الیم بلکہ **لَهُمْ أَجْرٌ** اُنکے واسطے نیگ ہے ایمان اور اُنکے

نیک عمل پر اور باز رہنے پر کفر اور گناہ سے اور وہ نیگ **غَيْرُ مَمْنُونٍ** بے انتہا ہے ہرگز تمام ہونے والا نہین ہرچند کہ اُنکا ایمان خواب اور غفلت کے

وقت منقطع ہوجاتا تہا اور نیک عمل اُنکا بسبب مرض اور شغل اور سفر اور موت کے بہی موقوف ہوجاتا تہا لیکن رحمت آلہی نے اس غیر دایمی ایمان کو حکم

دائمی ایمان کا دیا اور اس منقطع عمل کو استمراری قرار دیا اور نعمت سدا رہنے والی عوض مین اُسکے امداد فرمائی اور یہہ سورت سجدے کی سورتون مین سے ہے

بعد لا یسجدون کی آیت کے سجدہ ہے اور حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ نے ترک کرنے پر سجدے کے مذمت اور عتاب جو اس جا ہے پروارد ہے اسی سے یہہ استدلال کیا ہے کہ سجدہ تلاوت

واجب ہے۔ اسواسطے کہ ترک سنت پر مذمت اور عتاب نہین آتا ہی اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سجدۂ تلاوت کا سنت ہے جواب اسکا یہ ہے کہ مراد سجدے
سے اس جلسے پر خضوع اور انقیاد ہے اور ارادہ فرض نماز کے سجدے کے واسطے ہے نہ سجدہ تلاوت کا لیکن اس جواب مین خدشہ ہے کیونکہ
اگر یہی مراد ہوتی تو سجدۂ تلاوت اس جا بی پر مسنون کسواسطے ہوتا حالانکہ حدیث صحیح مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ اس سورے کو عشا
کی نماز مین پڑھا ہے اور اس مقام پر سجدہ کیا ہے اور مقتدیون اور سننے والون نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سجدہ کیا ہے
چنانچہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھی اس جماعت مین داخل تھے تو ظاہر ہے کہ جب اُن کافرون کی جو سجدہ نہین کرتے اس آیت مین مذمت
فرمائی تو البتہ مسلمان کو لازم ہے کہ کافرون کی مخالفت کی جہت سے سجدہ کرے اور تمام سجدے کی آیتین جو قرآن مین ہین یا تو اُن آیتون مین
برائی کافرون کی ہے بسبب سجدہ نکرنیکے یا مدح مسلمانون کی ہے اور فرشتون کی ہے بسبب سجدہ کرنیکے لیکن ملازمت اس جانب سے ہے یعنے جو سجدہ کہ
قرآن مین ہے اس قسم کی آیتو مین ہے نہ اسکے برعکس کیونکہ قرآن مین بہت سی جاے پر اس قسم کی آیتین آئی ہین کہ اُنمین سجدہ نہین ہے اسیواسطے
کہا ہے کہ آیتین سجدے کی توقیفی ہین یعنی شارع کی مقرر کی ہوئی ہین نہ قیاسی کہ جہان اس قسم کا مضمون پائیے وہان سجدہ کیجیے واللہ اعلم بحقیقۃ الحال والیہ المرجع والمآل

سُورَۃُ البُرُوج

سورہ بروج مکی ہے اسمین بائیس آیتین اور ایک سو نو کلمے اور چار سو تیس حرف ہین اور ربط اس سورے کا سورہ انشقاق سے یہہ ہے کہ ابتدا مین اُسکے ذکر
آسمان کے پھٹنے کا ہے قیامت کے دن اور اس سورے مین ذکر ہے آسمان کے حصے کرنیکا دنیا مین بارہ جگہہ برابر کہ ہر ایک جدا جدا حکم رکھتا ہے اور
اواخیر مین اُس سورے کے بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُكَذِّبُوْنَ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُوْعُوْنَ واقع ہے اور انتہا مین اس سورے کے بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ تَكْذِيْبٍ
وَاللّٰهُ مِنْ وَّرَائِهِمْ مُّحِيْطٌ ہے اور یہہ دونون مضمون آپسمین ظاہر اتحاد رکھتے ہین اور درمیان مین اس سورے کی حال بہشتیون اور دوزخیونکا مذکور ہے جیسے کہ درمیان مین اس
سورے کے مذکور ہے پس دونون سورتونکو آپسمین کمال مناسبت حاصل ہوئی اور اس سورے کے نازل ہونیکا سبب تھا کہ مکے کے کافر مسلمانونکو بسبب اسلام لانیکے طرح طرح کے رنج
اور اذیت پہنچاتے تھے اور مسلمان یہہ قصہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرتے تھے اور جناب رسالتمآب ارشاد فرماتے تھے کہ ایک وقت ایسا آویگا کہ تمکو حق تعالی اُن
لوگون سے بدلا لینے کی طاقت بخشیگا اور جو کچھ کہ یہ تمہارے ساتھ کرتے ہین ایسا ہی تم انکے ساتھ کروگے کافرون نے جو یہہ ماجرا سنا تو طعن اور ٹھٹھول شروع
کیا کہ یہ ذلیل مفلس کیا حقیقت رکھتے ہین کہ ہمسے بدلا لے سکینگے اگر ہماری عزت اور اُنکی ذلت حق تعالی کے نزدیک ثابت نہوتی تو ہمکو کیون اُنپر غالب کرتا
پس معلوم ہوا کہ ہر وقت اور ہر آن انعام الٰہی ہمارے ہی نصیب ہے اور ذلت اور عجز اور خواری اُنکے نصیب ہے کافرون کی اسبات کے جواب مین یہہ سورت نازل
فرمائی اور مطلع مین اس سورت کے سوگند آسمان کی کہائی ہے کہ جو بارہ برج رکھتا ہے اور ہر برج سبب ہے عالم اور اہل عالم کے انقلاب کا اور بہت سی چیزین
ہین کہ ایک برج کی تاثیر کے سبب سے عزیز ہوتی ہین اور وہی دوسرے برج کی تاثیر سے ذلیل اور بیقدر ہوجاتی ہین چنانچہ پوشاکین شال اور پوستین وغیرہ
گرمی کے موسمین اور ٹھنڈا پانی اور لطیف شربت اور برف جاڑون مین یہان سے اس انقلاب کو اپنے دل مین خوب سمجھین اور بوجھین اور اپنی عزت پر
مغرور نہوان اور ذلت پر مسلمانون کے طعن اور استہزا نکرین کہ ہر سال اختلاف موسم کے وقت اس انقلاب کو دیکھتے ہین اور یہان سے معلوم ہوا
کہ اس سورے کا نام سورۃ البروج اسی مناسبت کے واسطے رکھا ہے کہ منظور اس سورت مین بیان نیکی اور بدبختی کے درپے آنیکا ہے اور سعادت اور نحوست
کے بدلنے کا تاکہ معلوم ہوجاوے کہ جو شخص کہ مسلمان کو ایذا اور رنج پہونچاتا ہے اور نہایت قوت اور غلبہ رکھتا ہے ہوسکتا ہے کہ انتقام مین گرفتار ہو اور خراب ہو
اور زیادہ تر اور مشہور تر اسباب نیکبختی اور بدبختی کی لیاقت کے نزدیک عوام کے کہ ہر سال اُسکو دیکھتے ہین اور جانتے ہین آسمان کے بارہ برج
ہین اسیواسطے قمری مہینے کو اس حق مین اعتبار نہین فرمایا ہے کہ اُنکے اختلاف کے سبب سے انقلاب عالم مین نظر نہین آتا اور یہی سبب ہے کہ مہینے
قمری ہر موسم مین آتے ہین اور حکم اس موسم کا پکڑتے ہین اور خود بھی بسبب بدلنے برجون کے احکام کے انقلاب قبول کرتے ہین

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

س
ع

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ قسم کہاتا ہون مین آسمان برجون والے کی کہ ہر برج نیکی اور بدی اور سعادت اور نحوست مین جدا حکم
رکہتا ہے اور باوجود حکمون کے اختلاف کے تعاقب اور دوران کرتا ہے اور چند روز حکم اُسکا عالم مین جاری ہوتا ہے پہر زائل ہوجاتا ہے وہی
حکم پہر آتا ہے سو کسی شخص کے واسطے یون اعتماد کرنا سچا ہے کہ یہ حالت خاص اسیکی واسطے ہے دوسرے کو زنہار نصیب نہو گی کیونکہ ہوسکتا ہے کہ یہ حالت
موجودہ معدوم ہوجاوے اور وہ حالت معدومہ لوٹ آوے اور حقیقت برجونکی یہ ہے کہ آفتاب کی گردش کے سبب سے آسمان مین ایک دائرہ پیدا ہوتا
ہے اُسکو دائرۃ البروج کہتے ہین اور آفتاب اُسکو ایکسال کی مدت مین تمام طے کرتا ہے اور جب اس دائرے کو بارہ حصون پر برابر تقسیم کرین
تو بارہ حصے ہونگے ہر حصے کو برج کہتے ہین اور سب ملکے بارہ برج پیدا ہوتے ہین اور وجہ اس دائرے کی تقسیم ہونے کی بارہ حصے پر نہ اس سے کم نہ
زیادہ کہ جناب آلہی سے دلونمین تمام بنی آدم کے القا ہوا ہے اور تمام طائفے ہنود اور فارسیون اور یونانیون اور عربون اور فرنگیون اور دوسری قومون
کے اسی بات پر متفق ہین سو یہ ہے کہ جو مدت ہے آفتاب کے ہونیکی ہر ربع مین ارباع فلک سے اسکا فصل نام رکہا ہے کہ ہوا اور خاصیت اُن فصلون کی مخالف
ایک دوسرے کے ہے جیسے ربیع اور خریف اور گرمی اور جاڑے اور ہر فصل کو ابتدا اور بیچ اور انتہا ہے کہ حکم اس فصل کا ان حالتون مین ساتھ قوت اور
ضعف کے بدلتا ہے تو آسمان اسیواسطے بارہ قسم پر تقسیم کیا گیا اور ہر قسم کا برج نام رکہا ہے اور آفتاب کو بہی ایک دورے کامل کی مدت مین بارہ مرتبے
چاند سے ملنے کا اتفاق ہوتا ہے اور یہ دونون آسمان مین ایک مکان پر اکہٹے ہوتے ہین اور ہر بار جمع ہونا چاند کا آخر تک یہی قمری مہینا ہے اسیواسطے
آسمانکو موافق گنتی جمع ہونے شمس اور قمر کے بارہ حصے مقرر کیا ہے اور ہر قسم کو برج مقرر کیا ہے اور ہر برج کا موافق اس صورتکے کہ جمع ہونے سے تارونکے
اس برج مین پیدا ہوئی ہے نام رکہا ہے جیسے حمل اور ثور اور جوزا اور سرطان اور اسد اور سنبلہ اور میزان اور عقرب اور قوس اور جدی اور دلو اور حوت اور ہر ایک کو ان
برجونسے آفتابکی حرکت کے دونکی مانند تیس ۳۰ حصون پر تقسیم کیا ہے اور ہر قسم یعنے ہر حصہ کا ان برجونسے درجہ نام رکہا ہے اور ہر درجے کو ساٹھ جگہہ بانٹا ہے اور ہر حصے کا نام
دقیقہ رکہا ہے کہ ہندی لغت مین اتنی دیر کو گہڑی کہتے ہین اور دقیقے کو ساٹھ قسم پر تقسیم کرکے ثانیہ نام رکہا ہے کہ ہندی لغت مین اُسکو پل کہتے
ہین ... کہتے ... علی ہذا القیاس ... بارہ برج اپنی صورت اور احکام مین نہایت خلاف

رکہتے ہین پس حمل بکری کے بچے کی صورت ہے کہ منہ مغرب کی طرف اور دم مشرق کی طرف ... ہوئے کسکو دیکہہ رہا ہے اور ... ستارے کہ اسکی صورت
مین واقع ہین تیئیس ۲۳ ستارے ہین اور پانچ تارے دوسرے بہی اسکی صورت سے تعلق رکہتے ہین گو صورت ... اور ثور بیل کی صورت ہے کہ
سر اسکا مشرق کی طرف ہے اور دم اُسکی مغرب کی طرف ہے اور صورت اُسکی بتیس ۳۲ تارون سے مرکب ہے اور دوسرے تارے بہی مانند عین الثور اور ثریا کے
کہ انگور کے خوشے کی مانند ہے اور دوسرے بہی اسکی صورت سے تعلق رکہتے ہین اگرچہ صورت سے خارج ہین اور جوزا دو آدمیونکی صورت پر ہے ایک دوسرے
سے لپٹے ہوئے کہ سر اُنکے شمال اور مشرق کی طرف ہین اور پانون اُنکے جنوب اور مغرب کی طرف ہین اور اٹہارہ تارے اس برج کی صورت مین واقع ہین اور
سات تارے دوسرے خارج ہین کہ اُنہین سے ذراع اور نثرہ بہی ہین اور سرطان ایک جانور کی صورت پر ہے کہ معروف اور مشہور ہے کہ فارسی مین اُسکو خرچنگ کہتے ہین اور ہندی
مین کیکڑا اور نو ستارونسے اسکی صورت مرکب ہے اور اسد شیر کی صورت پر ہے کہ ستائیس تارونسے مرکب ہے اور دوسرے تارے جیسے قلب الاسد اور زبرہ بہی اس سے تعلق
رکہتے ہین اور سنبلہ ایک عورتکی صورت پر ہے کہ ایک خوشہ اُسکے ہاتہ مین ہے سر اسکا اسد کے پیچہے ہے اور پانون اُسکے میزان کی طرف ہین چھبیس ۲۶ تارون سے مرکب ہے اور دوسرے
تارے بہی اُس سے تعلق رکہتے ہین اور اُسکے ہاتہ کے پاس جس ہاتہ مین خوشہ ہے ایک تارہ ہے جسکا نام سماک اعزل ہے اور میزان ترازو کی صورت ہے آٹہہ تارونسے مرکب ہے
اور عقرب بچہو کی صورت ہے مرکب ہے اکیس تارون سے اور قلب العقرب اور اکلیل اور دوسرے تارے بہی اُس سے تعلق رکہتے ہین اور قوس ایک مرد کی صورت ہے

تیر و کمان ہاتھ مین اکتیس تارون سے مرکب ہے اور جدی کی صورت بھیڑ کے بچے کی ہے مرکب ہے اٹھائیس تارون سے اور سعد ذابح بھی اسی سے تعلق رکھتا ہے اور دلو بھی
ایک مرد کی صورت ہے کہ ڈول کوئین سے نکال کے ہاتھ مین پکڑ کے اسکو اوندھا کئے ہوئے پانی اسکا زمین پر گرتا ہے اور صورت اسکی بیالیس تارون سے مرکب ہے
اور حوت کی شکل دو مچھلیون کی سی ہے کہ آپسمین دونون پیٹھ اور پیٹ ملائے ہوئے پڑی ہین ایک کو اُنمین سے سمک مقدم کہتے ہین کہ جنوب کی طرف ہے اور دوسری
ان دونون مچھلیون کی چونتیس تارون سے مرکب ہے یہ بیان ہے برجونکی صورتون کے اختلاف کا لیکن بیان اُن برجون کے احکام کے اختلاف کا بس
یہ ہے کہ حمل مریخ کا گھر ہے اور وبال زہرہ کا اور شرف آفتابکا انیسوین درجے مین ہے اور ہبوط زحل کا اور حمل کو برج مذکر اور نہاری اور حار یابس اور صفراوی
اور برج منقلب اور ربیعی اور شمالی کہتے ہین اور ثور زہرہ کا گھر ہے اور وبال مریخ کا اور شرف قمر کا اُسکے تیسرے درجے مین ہے اور اسکو مؤنث اور لیلی اور سرد
خشک اور سوداوی اور ثابت گنتے ہین اور جوزا عطارد کا گھر ہے اور وبال مشتری کا اور شرف راس کا اور ہبوط ذنب کا اور اُسکو مذکر اور نہاری اور گرم تر اور
دموی اور ذوجسدین گنتے ہین اور سرطان قمر کا گھر ہے اور وبال زحل کا اور شرف مشتری کا اور ہبوط مریخ کا اور مؤنث و لیلی اور برج منقلب ہے اور اسد
سورج کا گھر ہے اور وبال زحل کا اور اُسمین شرف اور ہبوط نہین ہے اور ثابت ہے اور مذکر اور نہاری اور حار یابس اور صفراوی ہے اور سنبلہ عطارد کا
گھر ہے اور شرف بھی عطارد کا اور وبال مشتری کا اور ہبوط زہرہ اور ذوجسدین کا اور مؤنث اور لیلی اور سرد و خشک سوداوی ہے اور میزان زہرہ کا گھر ہے
اور وبال مریخ کا اور شرف زحل کا اور ہبوط آفتاب کا اور برج منقلب ہے اور مذکر اور نہاری اور گرم تر اور دموی بھی اور عقرب مریخ کا گھر ہے اور وبال زہرہ
کا اور ہبوط قمر کا اور برج ثابت اور مؤنث اور سرد تر بلغمی ہے اور قوس مشتری کا گھر ہے اور وبال عطارد کا اور شرف ذنب کا اور ہبوط راس اور ذوجسدین
کا اور مذکر اور نہاری اور گرم اور خشک اور صفراوی ہے اور جدی زحل کا گھر ہے اور وبال قمر کا اور شرف مریخ کا اور ہبوط مشتری کا اور برج منقلب
اور مؤنث ہے اور دلو زحل کا گھر ہے اور وبال آفتاب کا اور کسی ستارے کو اُس سے شرف اور ہبوط نہین ہے اور برج ثابت ہے اور ہوائی اور
گرم تر اور مذکر اور نہاری ہے اور حوت مشتری کا گھر ہے اور وبال عطارد کا اور اسکے ہبوط کا اور شرف زہرہ کا اور مؤنث اور لیلی اور سرد اور تر اور بلغمی اور
ذوجسدین ہے حاصل کلام کا ظاہر خواص اور احکام سے ان برجونکے کہ بنسبت عوام کے ذہنون کے ظاہر اور روشن ہے سو اختلاف فصلون کا ہے کہ اُنکے
ضمن مین عزت اور ذلت تمام عالم مین تعاقب اور تبادل کرتی ہے اور ہر سال یہ انقلاب ظاہر ہوتا ہے پھر دوسرے برس اُسی طور سے عزت مفقود اور ذلت
معدوم پھر عود کرتی ہے تو یہ دلیل صریح ہے حالات کی تبدیل پر اور انقلاب عزت کا ذلت سے اور ذلت کا عزت سے اور جو اس قسم کے انقلاب کو کہ ہمیشہ
نظر مین عام و خاص کے مشہور اور محسوس ہے ثابت فرمایا اب ایک قسم اور واسطے بیان کرنے ایک بڑے انقلاب کے کہ واقع ہونیوالا ہے اور عام و خاص کی
نظر سے مستور اور مخفی ہے اور عقل کسی عاقل کی خود بخود و بغیر نور نبوت کے مدد کے اسکو معلوم نہین کر سکتی ہے یاد فرماتے ہین **وَالْيَوْمِ الْمَوْعُودِ**
اور قسم کہاتا ہون مین اُس دن کی کہ وعدہ کیا گیا ہے جزا دینے کے واسطے اور اُسمین ایک بڑا تغیر اور تبدل ظاہر ہوگا کہ آسمان اور
آسمان کے برج اور زمین سب اُس روز اُلٹ پلٹ ہو جاوینگے اور ایک عالم دوسرا اُس روز پیدا ہوگا اور اِس عالم کے
عزت دارون کو اُس روز کمال ذلت ہوگی اور ذلیلون کو اِس عالم کے اُس عالم مین کمال عزت حاصل ہوگی اور جو وہ روز
جزا کے واسطے مقرر ہے تو پہنچانے مین جزا کے تین چیزین ضرور ہین اول مستحق جزا کا ہونا دوسرے حاکم کا ہونا کہ ہر شخص کو اُسکے موافق
بدلا دیوے تیسرے اِس کام کا ہونا نیکی اور بدی سے کہ موافق اُسکے جزا دی جاوے اسواسطے بیان کرنے کو اِن تینون چیزون
کے کہ اُس روز جمع ہونگی دو قسمین اور یاد فرمائین **وَشَاهِدٍ** اور قسم کہاتا ہون مین ہر حاضر ہونے والے کی جنس سے اور آدمیون
کی اور جنون کی اور فرشتون کی کہ اِس روز ایک جائے پر حاضر ہونگے اور ایک جماعت عظیم کہ ہرگز اُسکے مانند خیال مین نہین سماتی
ترتیب پاوسے گی اور بسبب اِس اجتماع کے مقدمہ جزا کا درست ہوگا کہ مدعی اور مدعا علیہ اور گواہ سب محکمہ مین موجود ہین **وَمَشْهُودٍ**
اور قسم کہاتا ہون مین اُس چیز کی کہ اُسکے پاس حاضر ہونگے اور وہ چیز بھی کئی صورتین رکھتی ہے اول عمل نیک اور بد کہ بجز دیکھنے کے گور سے

اور زندہ ہونیکے نمودار ہونگے اور ہر شخص کے ہمراہ ہونگے دو سرے فرشتے کہ رنگا رنگ صورتون سے تعظیم اور تعذیب کے واسطے آدمی کے ظاہر ہونے اور فرشتے ساتون آسمان کے اور حاملان عرش اور لکھنے والے اعمال کے سب بیحجاب آدمی کو نظر آوینگے تیسرے نامے اعمال کے ہر شخص کو دینگے کہ مطالعہ کرے چوتھے اعمالون کا وزن کرنا قوت حاضر ہونے میزان کے کہل جاویگا پانچوین تجلی الٰہی کہ حاکم اُس روز کا ہے بے پردہ نمایان ہوجاویگی چھٹی بہشت اور دوزخ کہ اس جہان مین پوشیدہ اور مخفی ہین ساتہ لباس اور آرایش کے اور ہول اور شدتون کے جلوہ کرینگے اور بسبب ظاہر ہونے ان چھہ چیزون کے ایک انقلاب عجیب آدمی کی جان اور بدن بلکہ تمام عالم مین نمودار ہوگا اور تفسیر مین شاہد اور مشہود کے بہت اختلاف ہے اور وہ جو اس جگہہ مذکور ہوا وہ صحابہ کرام کے معتبرون سے منقول ہے جیسے عبد اللہ بن عباس اور حضرت امام حسن اور ضحاک اور مجاہد اور ابن المسیب رضی اللہ عنہم لیکن معالم التنزیل مین بغوی سے اور دوسری حدیث کے معتبر کتابون سے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ مراد شاہد سے جمعہ کا دن ہے کہ ہر شہر اور ہر مسجد کہ اسمین جمعہ پڑہا جاتا ہے برکتین اُس روز کی حاضر ہوتی ہین اور مراد مشہود سے عرفے کا دن ہے کہ حاجی دور دور کے ملکون سے حج کے انوار حاصل کرنیکو اُس روز ایک خاص مکان مین جمع ہوتے ہین پس گویا وہ دن اس مکان مین سکونت رکہتا ہے کہ لوگ اُسکے مشتاق ہوا اُسکے پاس آتے ہین اور وجہ نکرہ ہونے شاہد اور مشہود کے برخلاف اگلی قسمون کے کہ معرّف ساتہ لام کے ہین یہی ہے کہ جمعہ کا دن اور عرفے کا دن ایک فرد مین منحصر نہین مکرر وارد ہوتے ہین برخلاف قیامت کے دن کے اور آسمان اور برجون کے کہ غیر مکرر واقع ہوئے ہین اور حدیث شریف مین وارد ہے کہ خیر یوم طلعت فیه الشمس یوم الجمعة فیه خُلِقَ اٰدم وفیه ادخل الجنة وفیه اهبط منها وفیه تقوم الساعة وفیه تاب الله علیٰ اٰدم یعنے بہتر دن جسمین سورج نکلا جمعہ کا دن ہے اسی دن پیدا کئے گئے آدم علیہ السلام اور اسی دن داخل کئے گئے جنت مین اور اسی دن نکالے گئے تھے اور اسی دن قیامت قایم ہوگی اور اسی دن توبہ قبول کی اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی اور یہہ بہی وارد ہے کہ جمعہ کے دن مین ایک ساعت ہے کہ اگر بندہ مسلمان اس ساعت کو ساتہ دعا اور التجا کے جناب الٰہی مین مطلب حاصل ہونیکے واسطے اچھی طرح گزارے تو مطلب اُسکا حاصل ہوجاوے اور یہہ بہی وارد ہے اکثروا الصلٰوة علیّ یوم الجمعة بہت بہیجو مجہہ پر درود جمعہ کے دن کہ وہ دن متبرک ہے اور یہہ بہی حدیث شریف مین ہے کہ حق تعالیٰ عرفہ کے روز فرشتون کو فرماتا ہے کہ دیکہو میرے بندونکو کیسی دہولونمین اٹے ہوئے بال بکہرے ہوئے کہان کہان سے میرے گہر کا حج کرنے کو آئے ہین گواہ ہو کہ مین نے اُنکو بخش دیا اور اُس روز شیطان عام مغفرت الٰہی کو دیکہہ کر واویلا مچاتا ہے اور خاک سر پر اُڑاتا ہے اور اُس دن کا روزہ دو سال اگلے اور دو سال پچہلے گناہون کی کفارت ہے اور یہہ بہی حدیث شریف مین آیا ہے کہ ہفتے کے دنونمین بہتر دن جمعے کا ہے اور سال کے دنونمین بہتر دن عرفے کا ہے یعنے نوین ذیحجہ کی اور اگر دونون جمع ہون تو نور علے نور ہوجاوے اور ان دونون دنونمین بہی ایک طرح کا انقلاب ہے کیونکہ جمعے کا دن ہماری شریعت مین ہفتے کی ابتدا ہے اور عرفے کا دن سال کی عبادتونکا انتہا ہے بسبب ادا کرنے عبادت کبرے کے کہ حج ہے خانہ کعبہ کا اور بعضے مفسرون نے کہا ہے کہ جو دن کہ اُسمین اجتماع عظیم واقع ہوا اور بہت سے لوگ حاصل کرنے کو برکت کے یا سرانجام پہنچانے کو کسی مہم کے حاضر ہون تو وہ دن مشہود ہے اور حاضر ہونے والے اُس روز کے شاہد اور موجب اس تقریر کے مشہود جمعہ کا دن ہے اور عرفہ اور عیدین کا اور ترویہ کا دن یعنے آٹہوین ذی حجہ کی اور دوسرے دن اجتماعون کے اور ایک گروہ نے تفسیر والون سے شاہد اور مشہود کو شہود سے جو معنون مین حضور کے ہین نہین پکڑا بلکہ شہادت کے جو معنے مین گواہی کے ہے اختیار کیا ہے اس تقدیر پر شاہد اور مشہود بہت سی چیزین ہین اول تو ذات حضرت حق کی جیسے سالم بن عبد اللہ نے کہا کہ شاہد خدا ہے اور مشہود خلق کَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیۡدًا اور سعید بن جبیر نے کہا کہ شاہد خدا ہے اور مشہود بہ توحید شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ دوسرے یہہ کہ شاہد پیغمبر ہین اور مشہود علیہ ہے قول اللہ تعالیٰ کا فَكَيۡفَ اِذَا جِئۡنَا مِنۡ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيۡدٍ تیسرے یہہ کہ شاہد عملون کے لکہنے والے ہین اور مشہود مکلفین جیسے قول ہے اللہ تعالیٰ کا وَجَآءَتۡ كُلُّ نَفۡسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّشَهِيۡدٌ چوتھے یہہ کہ شاہد آدمی کے اعضا ہین اور مشہود علیہ آدمی جیسے قول ہے اللہ تعالیٰ کا یَوۡمَ تَشۡهَدُ

ح

ح

ح

ف جمعے کے دن کی ابتدا

ف عرفے کی انتہا ... بیت ۱۲

عَلَیْھِمْ اَلْسِنَتُھُمْ وَاَیْدِیْھِمْ وَاَرْجُلُھُمْ پانچوین یہہ شاہد رات اور دن ہین اور مشہود بنی آدم کے اعمال جیسے حسن بصری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ما من یوم الا ینادی الی یوم جدید وانی علی ما یعمل فیّ شہید چہٹے یہہ کہ شاہد آسمان و زمین ہین کہ ہر قطعہ آسمان کا جو چیز کہ اُسکے نیچے واقع ہوئی ہے نیکی اور بدی سے بیان کریگا اور ہر ٹکڑا زمین کا جو کچہہ اُسپر واقع ہوا ہے نیکی سے یا بدی سے قیامت کے دن گواہی دیگا اور مشہود یہہ دونیک و بد کام ہین کہ آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر واقع ہوتے ہین ساتوین یہہ کہ شاہد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک ہے اور مشہود علیہ دوسری امتین قولہ تعالے وکذلک جعلناکم اُمّۃً وسطًا لتکونوا شہداۤءَ علی الناس ویکون الرسول علیکم شہیدا آٹھوین یہہ کہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ شاہد تمام ممکنات ہین اور مشہود ذات پاک واجب الوجود کی کہ ہر ذرہ ذرات سے عالم کے وجود پر ذات اور صفات حق تعالے کی گواہ ہے اور یہہ موافق اسی تفسیر کے ہے اصطلاح اہل کلام کی کہ قیاس غائب کا شاہد پر درست نہین اور دلیل پکڑنا ساتہہ شاہد کے اوپر غائب کے ہوسکتا ہے نوین یہہ کہ شاہد حجر اسود ہے اور مشہود لہ حجاج کیونکہ حدیث صحیح مین وارد ہے کہ الحجر الاسود یمین اللہ فی الارض یجیٔ یوم القیمۃ لہ عینان یبصر بہما و لسان ینطق بہ یشہد علی من استلمہ بحق اور حضرات صوفیہ نے یہہ فرمایا ہے کہ مقام مین جلا کے شاہد حق ہے اور مشہود خلق اور استجلا کے مقام پر شاہد خلق ہے اور مشہود حق تہہ تقدیر یہہ چیزین کہ مذکور ہوئی ہین بسبب شرافت اور عظمت کے کہ رکہتی ہین قابل قسم کہانیکے ہین اور فے الجملہ دلالت انقلاب احوال کے بہہ کرتی ہین اور موافق بعضے معانی کے تنکیر اور ابہام بہی مناسب اُنکے ہے اور معین کرنے مین ان قسمون کے جواب کے مفسرون کو بڑا اختلاف ہے بعضے کہتے ہین کہ جواب ان قسمونکا قتل اصحاب الاخدود ہے مقدر ماننے سے لام اور قد کے اور بعضون نے کہا ہے کہ یہہ کلام تقدیم اور تاخیر پر بنایا گیا ہے یعنے قتل اصحاب الاخدود والسماۤء ذات البروج اور ابن مسعود اور قتادہ رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ جواب ان قسمونکا ان بطش ربک لشدید ہے اور درمیان مین اُنکے جو کہ مذکور ہے حکم جملہ معترضہ کا رکہتا ہے اور کشاف والے اور تہوڑے سے متقدمین نے یون اختیار کیا ہے کہ جواب قسم کا محذوف ہے یعنے لعن من یوذی المؤمنین لایمانہم کما لعن اصحاب الاخدود اور اصح یہہ ہے کہ جواب قسم کا ان الذین فتنوا المؤمنین ہے اور قتل اصحاب الاخدود بطور گواہی کے اس مضمون پر بعد ان چارون قسمون کے درمیان مین لائے ہین کہ دلائل عقلیہ ساتہہ دلائل نقلیہ کے ملکر کمال قوت سے اثبات مطلب کا کرین اور یہہ بہی ہے کہ ان قسمون سے انقلاب عالم کا اور انتقام ظالم سے دنیا مین دائرہ نحوست کے آنے کے وقت اور وعدہ دیئے گئے دنین بعد قایم ہونے شاہدون کے اور اظہار مشہود بہ کے مطلقًا ثابت ہوتا ہے اور اس قصے سے بالخصوص مسلمان بندون کی مدد اللہ تعالے کیطرف سے معلوم ہوتی ہے پس لانا اس قصے کا واسطے تمام کرنے تقریب سخن کے اور تنزیل عام کے اوپر خاص کے ہے کہ تقدیر مطالب مین اُس سے ناچاری ہے یعنے مقدر ماننے مین مطلب کے ضرور ہے گویا یون فرماتے ہین کہ انتقام مسلمانونکا ظالمون سے کیا دنیا مین کیا آخرت مین بعد لانے گواہون کے اور ثابت ہونے حق کے ضرور ہونیوالا ہے جیسے قبل اسکے واقع ہوچکا ہے کہ **قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ** قتل عام کئے گئے خندق والے کہ طول مین چالیس چالیس گز اور عرض مین بارہ بارہ گز کہودی تہین تا کہ مسلمانون کو اُن خندقون مین ڈالین اور عذاب کرین اور وہ خندق ایسی گرم ہوئی اور تپی تہین **کہ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ** تمام وہ خندق ایک آگ تہی شعلہ والی یا بہت سی لکڑیون والی کہ اُنہین جلا کر نہایت گرم کیا تہا اور حدیث شریف مین ہے کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تلاوت مین اس سورے کے اس آیت کو پہنچتے تہے فرماتے تہے کہ اعوذ باللہ من جہد البلاء اور یہہ قتل عام کہ خندق والون کو واقع ہوا بدلا تہا جلد اور سریع کہ بسبب بہڑکنے آگ کے اور اُسکے چنگاریون کے بعد ڈالنے مسلمانون کے اُنہین فے الفور ہلاک ہوئے اور فرصت گہر تک پہر جانے کی نپائی اسواسطے کہ یہہ انتقام اُسوقت واقع ہوا کہ **اِذْ ھُمْ عَلَیْھَا قُعُوْدٌ** جسوقت کہ وے خندق والے اس آگ پر بیٹہے تہے قبل اسکے کہ کرسیون سے اُٹہین اور گہر کو جاوین جل گئے اور تہوڑی سی فرصت بہی نپائی اور اس قسم کا بدلا جلد اور سریع لینا بیشتر عوالم کی نظر و نین موجب عبرت کا ہوتا ہے اور فی الواقع اس جماعت نے ظلم مین کمال تمرد کو زیادتی کی تہی کہ ایسی جلد سزا کو پہونچے کیونکہ

دوسرے ظالم جو کسی پر ظلم کرتے ہین اپنے روبرو مار دہاڑ نہین کرتے بلکہ پیادونکو یا قید خانے والونکو حکم کر دیتے ہین تاکہ گنہگارون کو سزا پہنچاوین تاکہ بر خلاف مروت سکے اور خلاف رقت جنسیت کے واقع نہو **وَهُمْ عَلَىٰ مَا يَفْعَلُونَ بِالْمُؤْمِنِينَ شُهُودٌ** اور یہ ظالم کہ صاحب خندق سکے تہے جو کچھہ کہ ایمان والون سے کرتے تہے خود اپنے حضور مین کرتے تہے اور یہان سمجھہ لیا چاہیے کہ قصہ اصحاب خندق کا کہ دین ایمان کے سبب سے لوگون کو اس آگ بھری خندق مین ڈالا ہے اور خود بھی جلد اسیوقت انتقام مین گرفتار ہو کر گندہ دوزخ ہوئے چار بستیون مین کہ قریب حجاز کے ملک کے ہین واقع ہوا ہے تو یون معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت سے یہ چارون قصے مراد ہون اور منظور اہل مکہ کو ڈرانا ہے تاکہ ان قصون سے کہ ان پر بہی ظاہر ہین عبرت پکڑین اور مسلمانون کے ایذا دینے مین زیادتی نکرین پہلا قصہ جو شام کے ملک مین واقع ہوا کیفیت اسکی حدیث صحیح مین کہ مسلم اور دوسرے صحاح مین ہے صہیب رومی رضی اللہ عنہ کی روایت سے وارد ہے سو یہ ہے کہ اُس ملک مین ایک بادشاہ تہا بڑا جلیل القدر اور اُسکے یہان ایک جادوگر تہا کہ جادو کے فن مین کمال مہارت رکہتا تہا اور اس بادشاہ کی سلطنت گویا اُسی کے سبب سے قایم تہی جو دشمن کہ ارادہ اُسکے ملک کا کرتا وہ جادوگر اُسکو جادو سے ہلاک کر دیتا تہا کچھہ لڑنے بہڑنے کی بہی حاجت نہوتی تہی اور جب کبہی ارکان اور امرا اُس مملکت کے بادشاہ سے اُسکی نالایق حرکتون کے سبب سے بددل اور رنجیدہ ہوتے تو یہ جادوگر جادو کے زور سے اُنکو رجوع کر دیتا تہا اور اسی طرح سے ہر امر مین سحر اُسکا کام کرتا تہا یہانتک کہ وہ جادوگر بوڑہا اور اپنی زندگی سے نا امید ہوا تب بادشاہ سے عرض کی کہ مین بوڑہا ہو گیا اور قریب ہے کہ اس جہان فانی سے رخصت ہوا چاہتا ہون اب کوئی لڑکا خوب عاقل اور ہوشیار اپنے غلامونمین سے میرے سپرد کرو تاکہ اُسکو سحر کا علم تعلیم کرون کہ بعد میرے کاروبار تمہاری مملکت کا وہ لڑکا درست کرتا رہے بادشاہ نے ایک غلام ہوشیار اپنے غلامون مین سے تجویز کر کے اُسکو حکم کیا کہ صبح سے شام تک ساحر کے پاس حاضر رہا کر اور جادو کا فن سیکہہ اُس لڑکے نے روز آنا جانا جادوگر کے گہر شروع کیا اور جادو سیکہنے لگا اتفاقاً ایک روز راستے مین کیا دیکہتا ہے کہ بہت سے آدمی ایک دروازے سے نکلتے ہین پوچہا کہ اس گہر مین کون ہے کہ لوگ اُسکے پاس جاتے ہین کسی نے کہا کہ یہان ایک راہب ہے یعنے عابد کہ دنیا کو ترک کر کے خدا کی طرف مشغول ہے یہہ سنکر وہ لڑکا بہی اس راہب کے مکان مین آیا اور اُسکے حضور مین بیٹھا اور اُسکی باتین سنین اس شنتے ہی راہب کے کلام کا اُسکے دلمین اثر ہو گیا یہانتک نوبت پہنچی کہ جب بادشاہ کے دولتخانے سے ساحر کے گہر کو جاتا تو راستے مین راہب کے پاس بیٹہتا تہا اور جو کبہی راہب کے پاس بیٹہہ جاتا تو جادوگر اُسکو نہایت غصہ اور تنبیہ کرتا کہ دیر کیون کی وہ لڑکا کہتا کہ مجہکو گہر مین دیر لگی آخر ساحر نے یہ ماجرا بادشاہ کے حضور مین عرض کیا بادشاہ نے نہایت تقید فرمائی کہ یہہ لڑکا بہت سویرے ساحر کے پاس جایا کرے لوگون نے عرض کی کہ یہہ لڑکا یہانسے تو صبحدم جاتا ہے اگر دیر کرتا ہے تو راہ مین کرتا ہے پس بادشاہ اور ساحر دونون نے یہہ خبر سنکر لڑکے کو دہمکایا کہ خبردار پہر ایسی دیر نکرنا لیکن یہ خیال کیا کہ شاید راستے مین لڑکونکے ساتہ کہیل کود مین لگجاتا ہے اسواسطے دیر ہو جاتی ہے یہانتک کہ ایکروز یہ لڑکا راہب کے گہر سے بادشاہ کے دولتخانہ کی طرف آتا تہا ناگاہ کیا دیکہتا ہے کہ راستے مین ایک بڑا اژدہا پڑا ہے اور راستہ بند ہے اِدہر کے لوگ اِدہر اٹکے ہین اور اُدہر کے لوگ اُدہر ٹہٹہک رہے ہین لڑکے نے اپنے دلمین کہا آج امتحان کرتا ہون کہ ساحر کی صحبت بہتر ہے یا راہب کی اب یہ کہکر ایک پتہر اُٹہایا اور کہا اے بار خدایا اگر دین اور مذہب گوشہ نشین کا بہتر ہے سحر اور ساحری سے تو اس اژدہے کو مار ڈال تاکہ لوگ خلاص ہو جاوین اور اُس پتہر کو اژدہے کیطرف پہینکا اُس پتہر کے پہنچتے ہی وہ اژدہا ہلاک ہو گیا لوگ اس معاملے کو دیکہکر پکار اُٹہے کہ یہ لڑکا جادوگری کے کمال کو پہنچا رفتہ رفتہ یہ خبر گوشہ نشین کو پہنچی تو اُسنے خلوت مین لڑکے سے کہا کہ اے لڑکے تجہکو خدا تعالی نے بزرگ کیا اور تیرا رتبہ اللہ تعالی کے نزدیک بڑا عالی ہو گا اسکو مین خوب جانتا ہون لیکن تو ایک بلا مین مبتلا ہو گا خبردار مجہکو نہ بتانا لڑکے نے گوشہ نشین سے قول و اقرار کیا کہ مین ہرگز تیرا نام نہ لونگا اور تجہکو نہ بتاؤنگا تو خاطر جمع رکہہ پہر لڑکے کو حق تعالی نے برکت سے گوشہ نشین کی صحبت کی اور انجیل مقدس کی تلاوت کی برکت سے کہ اُسسے تعلیم لی تہی اور دین عیسوی کے اتباع کی برکت سے کہ اُس زمانے مین حقیت اسی دین مین منحصر تہی ولایت عظمیٰ کے مرتبہ کو پہنچا یہانتک کہ کوڑہی اور مادر زاد اندہے اُسکے ہاتہ کی برکت سے اچہے ہو جاتے تہے اور بہت سے مریض کہ طبیب اُنکے معالجے سے عاجز ہو جاتے تہے اس لڑکے کی دعا سے تندرست ہو جاتے تہے اتفاقاً بادشاہ کے ایک مصاحب

قصہ خندق والون کے بنانیکی ابتداء

کی آنکھین جاتی رہی تہین اور اندہے ہونے کے سبب سے بادشاہ کی مصاحبت چھوٹ گئی تہی جب اُس لڑکے کی شہرت اُسکے کان مین پہنچی تو اُسکے پاس آیا اور کچھ ہدیہ او نذر
اُسکے واسطے لایا اور کہنے لگا کہ مجھپر بہی توجہ فرما اور شفا بخش اُس لڑکے نے کہا کہ مین کیا چیز ہون کہ شفا دون شفا اللہ تعالی کے ہاتہ مین ہے اگر تو اللہ تعالی پر ایمان لاوے
اور بت پرستی چھوڑ دے اور بادشاہ کو اپنا پروردگار نجانے تو مین جناب الٰہی مین دعا کرونگا کہ تجھکو شفا نصیب ہو وہ اندہا اُسی مجلس مین مشرف بایمان ہوا اور دعا سے
اُس لڑکے کی فی الفور اچہا ہوگیا اور موافق معمول کے بادشاہ کی مجلس مین حاضر ہوا بادشاہ نہایت متعجب ہوا اور کہنے لگا کہ اطبا اور کحال ہماری سرکار کے تیری آنکھون کے
معالجے سے عاجز ہوگئے تہے اب تو کس طور سے اچہا ہوا اُسنے کہا پروردگار نے میرے بے وساطت غیر کے مجھکو بینا کیا بادشاہ نے فرمایا کہ میرے سوائے پروردگار تیرا
کون ہے مصاحب نے کہا کہ پروردگار میرا اور پروردگار تمہارا اللہ تعالی کی ذات پاک ہے جسنے مجھکو اور تجھکو اور سب خلق کو پیدا کیا ہے بادشاہ غصے ہوا اور اُسکو مار دہاڑ
شروع کی کہ یہ عقیدہ تو نے کس سے سیکہا جب مار کوٹ نہایت ہونے لگی تو گہبرا کر اُس لڑکے کا نام بتا دیا بادشاہ نے لڑکے کو اپنے حضور مین بلایا اور کہنے لگا کہ
تجھکو میری پرورش سے اور میرے ساحر کی برکت سے فیض حاصل ہوا ہے کہ اندہونکو انکہیارا اور ہر مرض کو شفا دیتا ہے یہ کیا کفران نعمت ہے کہ میری پرورش کو کنارے
کر دیا اور پروردگار اپنا دوسرے کو ٹہیرایا لڑکے نے کہا کہ شفا نہ میرے ہاتہ مین ہے نہ آپکے نہ ساحر کے محض اللہ تعالی کی قدرت پر موقوف ہے بادشاہ نے فرمایا کہ اس لڑکے
کو خوب عذاب کرو اور کہا یہ لڑکا جو ساحر سے غائب رہتا تہا معلوم ہوا کہ دوسری جگہہ جاتا تہا اور وہان سے اس عقیدے کو سیکہا ہے ساحر بہی اسبات کے سننے سے
گہبراتا ہوا بادشاہ کے حضور مین پہنچا اور عرض کی کہ یہ لڑکا ایک مدت سے میرے پاس نہین آتا معلوم نہین کہ یہ کہان جاتا ہے اور سرکاری لوگون نے بہی عرض کیا
کہ یہ لڑکا یہان سے تو صبح سے جاتا ہے نہین معلوم کہ کہان رہتا ہے بادشاہ نے فرمایا کہ اسکو طرح طرح سے عذاب کرکے پوچھو کہ یہ عقیدہ کہان سے سیکہا ہے
وہ لڑکا نہایت عذاب سے بیقرار ہوگیا اور نام اُس گوشہ نشین کا بتلا دیا بادشاہ نے اُس گوشہ نشین کو بلا کر اُسکے روبرو رکہا کہ اگر تو اپنے دین سے نہ پہریگا
تو یہ آرا تیرے اوپر پہریگا راہب نے کہا کہ مین ہرگز اس دین حق سے پہرنے والا نہین آگے جو تیری مرضی ہو سو کر بادشاہ نے فرمایا کہ اسکو آرے سے چیر
ڈالو پس موافق حکم کے فی الفور اُسکو چیر کر ڈالدیا پہر اُس مصاحب کو سمجہانے لگے کہ اس راہب کے دین سے پہر جا اور توبہ کر اُسنے بہی قبول نکیا آخر اُسکو بہی
اسیطرح ہلاک کیا پہر اس لڑکے کو لائے اور بادشاہ نے کہا کہ سزا ان دونو کی دیکہی اگر تجھکو اپنی زندگی منظور ہے تو اس دین سے تبرا کر لڑکے نے بہی انکار کیا پہر
بادشاہ نے اپنے کئی مصاحبونکو حکم کیا کہ اسکو فلانے پہاڑ پر لیجا کر اُسکی چوٹی پر کہڑا کر دو اور اسکو خوب سمجہاؤ اگر یہ سمجہہ گیا تو اسکو بڑا امیر کرونگا اور اپنا مصاحب بناؤنگا
اور اگر باز نہ آوے تو اُسکو وہان سے ڈہکیل دینا کہ بند بند اُسکا پاش پاش ہو جاوے لڑکے کو جب اُس پہاڑ کی چوٹی پر لیگئے تو لڑکے نے جناب الٰہی مین عرض کی کہ یا رب
تو کسی طرح مجھکو اِنکے شر سے بچا اُسیوقت پہاڑ مین ایک زلزلہ پیدا ہوا اور سارے مصاحب بادشاہ کے پہاڑ کے تلے گر پڑکے پرزے پرزے ہوگئے اور وہ لڑکا
صحیح و سلامت گہر کو آیا بادشاہ نے پوچہا کہ تیرے رفیق کیا ہوے غلام نے عرض کی کہ اُسی خدا نے جسکا دین مین نے قبول کیا ہے اُنکی آفت سے مجھکو بچا لیا
بادشاہ اور زیادہ غصے ہوا اور دوسرے مصاحبون کو حکم کیا کہ اس لڑکے کو ایک کشتی مین سوار کرکے دریا کے اندر لیجاؤ اگر یہ لڑکا اس دین اپنے سے توبہ کرے
تو بہتر ورنہ اسکو دریا مین پہینک دینا جب اس لڑکے کو لیکر دریا کے بیچ مین پہنچے اور اُسکو مرتد ہونیکی ترغیب دینے لگے تو اُس غلام نے پہر جناب الٰہی مین عرض
کی کہ بار خدایا مجھکو شر سے اس گروہ کے بچالے فی الفور کشتی اُلٹ گئی اور بادشاہ کے مصاحب سب کے سب غرق ہوگئے اور غلام صحیح و سلامت نکل کے بادشاہ
حضور مین گیا بادشاہ نے پوچہا پہر کیا کرکے آیا غلام نے تمام قصہ بیان کیا بادشاہ سنکر متعجب ہو رہ گیا غلام نے عرض کی کہ اگر بادشاہ کو اس بندے
کا قتل منظور ہے تو بغیر ایک حیلے کے نہو سکیگا بادشاہ نے کہا وہ کیا ہے غلام نے عرض کی کہ وہ حیلہ یہ ہے کہ اس شہر کے سب لوگون کو
شہر کے باہر ایک میدان مین جمع کرو اور مجھکو سولی پر چڑہا کر ایک تیر اپنے ترکش سے نکالو اور اُسکی سوفار کو کمان کی زہ پر رکہکر اس افسون کو پڑہنا
بسم اللہ رب الغلام یعنے نام سے اللہ کے جو رب ہے غلام کا پہر اُس تیر سے مجھکو مارو تو مین اُس سے مر جاؤنگا بادشاہ نے ویسا ہی کیا اور اس تیر کو غلام کے
مارا جب وہ تیر غلام کی جا کر کنپٹی مین لگا تو غلام نے اپنا ہاتہ اُسپر رکہا اور کہا کہ مین نے اپنا مطلب پایا کہ اپنے پروردگار کے نام پر ذبح ہوا پس ایک شور مخلوق
سے اُٹہا کہ آمنا برب الغلام آمنا برب الغلام یعنے ایمان لائے ہم پروردگار پر غلام کے ایمان لائے ہم پروردگار پر غلام کے

یہہ بات سنکر مصاحبون نے بادشاہ سے عرض کی کہ اب تمین بڑی خرابی پیدا ہوئی جس بات سے ہم ڈرتے تھے وہی پیش آئی کیونکہ سب شہر والون نے خوب سمجھ لیا
کہ اس غلام کا پروردگار نہایت زبردست اور قدرت والا ہے اور تم اُس سے ضعیف اور زیردست ہو کیونکہ جب تک کہ اس غلام نے پروردگار کا نام نہ لیا تب تک
اس غلام کے مارنے پر قادر نہوے بادشاہ یہہ بات سنکر کمال غصے مین آیا اور شرمندگی سے جھنجھلا کر کہنے لگا کہ شہر کے کوچون کے کنارون پر خندقین
کھودو اور بادشاہ اور تمام اعیان دولت خندق پر حاضر ہوئے اور کرسیان بچھائے ہوئے اُس عذاب کا تماشا کرتے تھے یہان تک کہ ایک عورت کو
پکڑ لائے اُسکے بغل مین ایک دودھ پیتا بچہ تھا چاہا کہ اُس عورت کو بھی آگ مین ڈالین وہ عورت آگ مین گرنے سے ڈری اور جھجک کر پیچھے ہٹی بادشاہ
نے کہا اس عورت کو مہلت دو شاید کہ اپنے دین سے پھر جاوے اور وہ دودھ پیتا لڑکا جو اُسکی گود مین تھا آواز بلند سے کہ ہر خاص و عام نے سُنا کہنے لگا
کہ ای مادر یہہ کیا کرتی ہے صبر کر کہ تو سچے دین پر ہے بسم اللہ کر کے اسمین بیٹھ جا کہ یہہ آگ تجھ پر گلزار ہو جاویگی وہ عورت یہہ بات سُنتے ہی
بیدھڑک بچے سمیت آگ مین کود پڑی اور وہ آگ یکبارگی ایسی بھڑکی کہ بادشاہ اور اُسکے مصاحبون کو کہ کرسیون پر بیٹھے تماشا دیکھتے تھے اتنی فرصت
نہ دی کہ بھاگ جاوین سبکو وہین جلا کر خاک کر دیا اور پھر خندق پر اُسی قسم سے آگ بڑھ گئی اور اکثر شہر والون کو کہ بادشاہ کی تبعیت مین تھے اور مسلمانون
کی ایذا اور جلانے مین مشغول تھے سبکو جلا کر فنا کر دیا اور ربیع بن انس نے کہا ہے کہ حق تعالے　اُن مسلمانون کی جان کو کہ اُس آگ مین ڈالے جاتے
تھے قبل اسکے کہ آگ کی گرمی اُنکے بدن تک پہنچے اُنکی جان قبض کر لیتا تھا اور بہشت مین داخل کرتا تھا اور اس قصے مین ایک باریک نکتہ ہے کہ حضرت
شیخ اکبر اور اُنکے پیرو اسیات کی طرف گئے ہین وہ یہہ ہے کہ قتل غلام کا بادشاہ کے ہاتھہ سے مکافات دنیوی کے واسطے تھا کہ راہب سے قول
قرار کر کے اُس سے پھر گیا تھا والا بادشاہ اُس غلام پر دستیاب نہوتا اور مکافات دنیوی کا ایک کارخانہ ہے سوائے مجازات اُخروی کے کارخانے کیونکہ مکافات
دنیوی اس قسم کی صورتونمین موجب عتاب اور نارضامندی حضرت خداوندی سے نہین ہوتی بلکہ اہل کمال کی ترقی کا باعث ہو جاتی ہے بخلاف مجازات
اُخروی کے چنانچہ سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ تعالی عنہ کو بسبب مارنے اونکے حضرت امیر المومنین مرتضی علی کرم اللہ وجہہ کے ایک سبب اُنکے پیٹ چاک
کرنے اور اُنکے کلیجے کے کباب کرنے سے کیا کچھہ واقع ہوا کہ خود بھی شہید ہوئے اور کافرون نے اُنکے سینے کو چاک کر کے جگر کو نکالکر چبا ڈالا یا اور تفصیل
اس مقام پر اسرار کی فتوحات مین موجود ہے دوسرا قصہ وہ ہے جو نجران کی سرزمین مین ہوا اور وہ شہر یمن کے ملک مین واقع ہے کیفیت اُسکی یہہ ہے کہ ایک
شخص مسلمانون مین سے کہ اُسوقت مین مسلمان انجیل ہی کے تابعدار تھے ایک شخص کے مکان پر آکر نوکر ہوا اور رات دن اُسکے دروازے پر ہشیار رہتا تھا جس کام کا حکم ہو
بجا لاوے اس مسلمان شخص کو انجیل مقدس یاد تھی ہمیشہ اُسکو پڑھا کرتا تھا اس شخص کی بیٹی کو جسکا یہ نوکر تھا ایسا نظر آیا کہ انجیل پڑھنے کے وقت ایک نور عظیم اُسکے
سینے سے نکلتا ہے اور عالم مین پھیل جاتا ہے اُس لڑکی نے اپنے باپ کے سامنے اس عجائبات کا مذکور کیا تو اُسکے باپ نے بھی اُسکی انجیل پڑھنے کے وقت سوراخ سے دیکھا
کہ فی الواقع ایک نور عظیم ظاہر ہوتا ہے اس نوکر سے پوچھا کہ یہہ کیا کلام ہے اور کیا اُسکی تاثیر ہے کہ تجھ سے سنتے ہین اور دیکھتے ہین وہ مسلمان وہان کے بادشاہ
کافر کے خوف سے اور رئیسون کے ڈر سے اس بھید کو چھپاتا تھا لیکن وہ گھر والا اُسکا پیچھا نچھوڑتا تھا اور تنگ کرتا تھا یہانتک کہ لاچار ہو کر احوال دین اسلام کا
اور انجیل مقدس کا اُس سے بیان کیا پس وہ شخص اور اُسکی بیٹی فی الفور مسلمان ہو گئی اور انجیل کو پڑھکر اُسکی تلاوت مین مشغول رہتی تھی رفتہ رفتہ یہہ بات
اس شہر مین مشہور ہوئی تو اسی آدمی دوسرے مرد اور عورتون سے شرف اسلام سے مشرف ہوئے یہانتک کہ یوسف ذی نواس حمیری کا بیٹا کہ بادشاہ اس شہر
کا تھا اور بت پرستی مین مستغرق تھا یہہ بات سنکر اُن سب مسلمانونکو کہ نوے آدمی تھے اپنے حضور مین بلایا اور ایک خندق کھدوائی اور خوب آگ سے دہکائی اور
حکم دیا کہ تم لوگ اگر عیسے علیہ السلام کے دین سے نہ پھروگے تو تمکو آگ مین پھونک دونگا اس جماعت مین بھی ایک عورت تھی بچے والی کہ دودھ پیتا بچہ اُسکی گود
مین تھا اُس دودھ کے بچے نے آواز بلند سے کہا ہان بسم اللہ اس آگ مین گھسو کہ بدلا اس آگ کا بہشت ہے سدا رہنے کو پھر بعد اسکے کہ مسلمان ہلاک ہوچکے تو بادشاہ
اور اُسکے مصاحب خندق کے پاس کرسیون پر بیٹھے تھے کہ یکایک اس آگ کے شعلے ایسے بھڑکے کہ اُن سبکو جلا کر خاک کر دیا اور قصہ حضرت عیسے علیہ السلام کے آسمان پر اُٹھہ جانے کے بعد واقع
ہوا تھا اس روز سے نجران کے لوگون نے دین نصرانی کو حق جانکر قبول کیا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے تک اُسی دین پر تھے اور سردار اُنکے کہ سید اور عاقب

وغیرہ تہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کو مدینہ منورہ مین آکر حضرت عیسی علیہ السلام کے حال مین بحث اور تکرار کی تہی اور آیت مباہلی کی انہی کے جواب مین نازل
ہوئی تہی تیسرا قصہ فارس کی زمین مین واقع ہوا تہا کیفیت اسکی حضرت امیر المومنین مرتضی علی کرم اللہ وجہہ سی منقول ہے کہ آپ فرماتی تہی کہ مجوسی بہی اصل مین
کتاب آسمانی رکہتے تہے اور ایک پیغمبر کے دین کے تابع تہی اور شراب انکی دین مین اسقدر کہ بیہوش نکرے بدن کے نفع کے واسطے حلال تہی ایک روز مجوسیون کے
بادشاہ نے شراب بہت پی اور اس مستی کی حالتمین اپنی بہن سے صحبت کی جب ہوش مین آیا تو نہایت نادم اور پشیمان ہوا اور اپنی بہن سے تدبیر اس عار کی کہ اسکو
لگ گئی پوچہی بہن نی کہا تدبیر اسکی یہہ ہے کہ تو دعوی بہن کے حلال ہونیکا کر اور کہہ کہ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد مین بہن بہائی کا نکاح ہوتا تہا مین بہی
اسی وضع پر قایم ہون بادشاہ نے لوگونکو جمع کرکے اس مذہب اور مسئلہ کو بیان کیا لوگون نے ہرگز قبول نکیا پہر بادشاہ کی بہن نے کہا کہ انکو کوڑون سے مارو
اسنی اسیطور کیا لیکن لوگون نے قبول نکیا پہر اسکی بہن نے کہا کہ انکی گردنین مار اسنے ویسا ہی کیا لیکن لوگون نے اسپر بہی قبول نکیا پہر اسنے کہا کہ خندقین
کہدوا اور انمین ایندہن بہروا کر آگ دلوا دی جب آگ خوب دہک جاوی تو حکم کر کہ جو کوئی اس مسئلہ سی انکار کرے اسکو اس آگ مین پہینک دو غرض بادشاہ
اوہی سے عین لوگونکی جلانیکی حالت مین خود بہی جل گیا اس روز سے مجوس کے مذہب مین آتش پرستی اور بہن کا حلال جاننا رایج ہوا چوتہا قصہ تفسیر زاہدی مین
منقول ہے کہ بنی اسرائیل مین ایک شہر مسلمانونکا تہا انمین قحط پڑا تو مسلمان اس شہر کے غول کے غول حبش کیطرف بہاگ گئی حبش کے لوگ کہ کافر تہے اپنے
بادشاہ سی عرض کی کہ اگر یہ مسلمان قحط کے مارے ہوئے اس شہر مین آوینگے تو غلہ کی بہی تنگی ہو جاویگی اور ہمارے پر بہی قحط پڑ جاویگا بادشاہ نے حکم دیا تو شہر کے
دروازے پر ایک خندق کہودی اور اسکو آگ سے بہرا اور بادشاہ خود بہی اپنا تخت بچہا کر وہان بیٹہا اور ایک بڑا بت ہاتہی کے برابر وہان کہڑا کیا اور شہر مین منادی
پہروا دی کہ ان غریبا لوطنون اور باہر کے آئے ہوؤن سے جو کوئی اس بت کو سجدہ نکرے تو اسکو اس آگ مین جہونک دو اتفاقاً ایک مسکین عورت کو کہ بچہ اسکی
گود مین تہا پکڑ لائے اور کہنے لگے کہ اس بت کو سجدہ کر اسنے کہا معاذ اللہ بادشاہ نے خفا ہو کر کہا کہ اسکے بچے کو اس سے چہین کے آگ مین ڈالدو جب بچہ کو اس سے
چہین کے آگ مین ڈالدیا تو وہ ماں نہایت بیقرار ہوگئی تب اس بچے نے آگ کے اندر سی آواز دی کہ ای ماں کچہہ خوف نکر بیدہڑک چلی آ کہ یہہ آگ نہین ہے پہول ہے
اس عورت نے ہاتہہ اٹہا کر جناب باری مین دعا کی کہ یارب تو دیکہتا ہے اور جانتا ہے تیرے روبرو حاجت بیان کرنیکی نہین فی الفور اس آگ سے ایک شعلہ چالیس
گز کا اونچا اٹہا اور ان سب کافرونکے پاس قنات کی مانند ہوکے سبکو گہیر لیا اور ایک ایک کو جلا دیا پہر جب اشارہ اجمالی سے کہ ان چارون قصون مین ہے منظور تہا
فارغ ہو چکے اور بیان کر چکے کہ ان ظالمون سے دنیا مین بدلا ہاتہون ہاتہہ بلا مہلت واقع ہوا اور انکا کام الٹا ہو گیا یعنے جو آگ مسلمانون کی جلانیکے واسطے تیار
کی تہی اسمین آپ ہی جل گئے اب جو ایسی ہاتہون ہاتہہ بدلا لینی کے خلاف عادت ہے بیان فرماتی ہین **وَمَا نَقَمُوا مِنْهُمْ** یعنی تہی یہ کافر ظالم مسلمانون
سے **إِلَّا أَنْ يُؤْمِنُوا بِاللَّهِ** مگر اسبات کا کہ ایمان لائی تہے اللہ پر اور صیغہ مستقبل کا اس جہت سے لائی ہین کہ مطلب کافرونکا مسلمانون سے ایمان
چہڑانا مستقبل کے زمانے مین تہا اور انکے ثابت رہنے اور صبر کرنے پر انکو عذاب کرتے تہے نہ ایمان ماضی کے ترک کے واسطے اور اس عبارت سے
معلوم ہوا کہ کسی وجہ کی ان کافرونکو مسلمانون سے عداوت نہ تہی مگر ایمان کی جہت سے پس اس جہت سے عداوت مسلمانون کی عداوت ایمان کی ہوئی
برخلاف اور کافرون کے کہ باوجود مسلمانون کی ایذا دینے کے سالہا سال انکی مہلت پائی اور پاتے ہین کیونکہ عداوت انکی فقط ایمان کی جہت سے نہین بلکہ طمع
ریاست کی اور امید مال وجاہ کی بہی اسمین ملی ہوتی ہے اور ان لوگون کو عداوت خالص ایمان کے واسطے تہی اور جس ایمان سے دشمنی کہتی تہے وہی ایمان
صحیح تہا کیونکہ متعلق اس ذات پاک کے ساتہ تہا جو ان صفتون کے ساتہہ موصوف ہے **الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ
وَالْأَرْضِ** وہ اللہ کہ غالب ہے سب خوبیون سراہا گیا اور وہ ذات پاک ہے کہ اسیکے واسطے ہے بادشاہت آسمانون اور زمین
کی اور ہر صفت ان تینون صفتون مین سے اسی بات کو چاہتی ہے کہ ایمان اسی پر لانا چاہئے کہ وہ اپنے سب ماسوا پر غالب ہے اور
کسیکی عزت اسکی عزت کو نہین پہونچتی تو اسپر ایمان لانا بہی عزت اور افتخار کا سبب ہوا اور جو وہ محمود ہے تو شکر اسکا دل اور زبان اور
اعضا سے واجب ہوا اور اظہار ایمان کا فرض ولازم ہوا اور جو اسیکے واسطے بادشاہتین آسمانونکی اور زمین کی ہوئین تو اسکے مخالفون سے ڈرنا

جایز نہوا اور یہ تینون صفتین مذکورہ جیسی موجب اظہار کرنے ایمان کی ہین اسی طرح سی باعث ہین جلد بدلا لینے کے کیونکہ بدلا لینا دشمنون سے موجب عزت کا ہی نہین
تو ذلت ہو بہتی ہے اور مقتضائی محمودیت کا بہی انتقام لینا دشمنون سے ہے کیونکہ مخالفون سے بدلا نہ لینے والی کو بہی تعریف نہین کرتے ہین مگر عفو کی صورتمین
سو عفو کفار پر جایز نہین اور بادشاہت بہی موجب انتقام کی ہے دشمنون سے والا دشمن دلیر ہو جاوین اور بادشاہت کے کارخانے مین خلل واقع ہو جاوے اور اگر
باوجود ان صفتون کے کوئی انتقام لینا چہوڑ دی تو ضرور رعایا کی حال سے بیخبر ہے کہ دشمنون کی دشمنی کو اور دوستون کی دوستی کو نہین جانتا یا دشمنون کی ایذا رسانی سے کہ
اسکی دوستی کے سبب سے اسکے دوستون کو پہنچاتے ہین بیخبر ہے یا محمول کسی اور اسباب پر کرتا ہے اور خدا ہی تعالی اس بیخبری سے پاک ہے کیونکہ **وَاللّٰهُ
عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ** اور اللہ ہر چیز پر خبردار ہے اور جب کافر ایماندارون سے ایمان کی جہت سی عداوت کرنے لگے اور انتقام سے اللہ تعالی کے
غافل ہوئی تو گویا عزت اور بادشاہت اور خبرداری اور محمودیت اس جناب کی کا انکار کیا تو حکمتین اللہ تعالی کی ان باعثون کے جمع ہونیکی سبب سے تعجیل انتقام کو
تقاضا فرماتی ہین چنانچہ خندق والون کے قصتون مین نمود ہوا اور جو دلیل ایک فرد خاص مین صحیح ہوئی تو قیاس کلی کا اسپر درست آیا چنانچہ فرماتے ہین
اِنَّ الَّذِیْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِیْنَ تحقیق جو لوگ کہ ایذا دیتے تہے ایماندار مردونکو ایمانکی عداوت کے سبب سے **وَالْمُؤْمِنٰتِ** اور ایماندار عورتونکو
اگرچہ انکا ایمان بسبب عمل کے نقصان کے اور ہوا اور ہوس کے غلبہ کے ضعیف اور ناقص ہے لیکن وہ ضعف بسبب بے کسی اور عجز کے رکہتے ہین مقابلے اور دفع
سے بدلا ہو جاتا ہے **ثُمَّ لَمْ یَتُوْبُوْا** پہر باوجود مہلت اور فرصت کے اس ظلم سے توبہ نکی اور اسی شغل مین مر گئے اور اگر توبہ کر لیتے تو ہر چند کہ حق العباد کی
جہت سی انسے پرسش ہوتی اور معذب ہوتی لیکن یہہ شدت انپر نہوتی کیونکہ عداوت ایمانی اور حق اللہ کی تلف کرنیکا الزام سی چہوٹ جاتے اور اسی آیت سے دلیل
پکڑی ہے کہ جو کوئی کہ مسلمان کو عمدا مارے اور پہر توبہ کرے تو توبہ اسکی مقبول ہے لیکن اس استدلال مین بحث ہی کیونکہ مسلمانکا قتل عمدا اگر کفر کی حالت مین ہو گیا ہے
تو باجماع توبہ اسکی مقبول ہے کسیکا اختلاف اسمین نہین ہے اور اس آیت مین مراد کافر ہین کہ ایمان کے واسطے مسلمانونکو مارتے اور ایذا دیتے **فَلَهُمْ عَذَابُ
جَهَنَّمَ** پہر انکے واسطے عذاب ہے دوزخ کا اور اسمین طرح طرح کی ایذائین ہین سو وہ ساری دکہ اور ایذائین انہین کے کام مین منصرف ہونگی **وَلَهُمْ**
اور انکے واسطے ہے اور ظالمون سے علاوہ **عَذَابُ الْحَرِیْقِ** عذاب جلنے کا کہ تن من انکا اسمین گرفتار ہوگا جیسے ایمان والون کے دلون کو جور و جفا سے
جلایا تہا اور بعضے مفسرون نے کہا ہی کہ عذاب جلنے کا قبر مین ہوگا دوزخ کے عذاب سے پہلے اور بعضون نے جلنے پر خندق والون کے کہ بہڑک سے شعلون کے جلے ہین
حمل کیا ہی اور جو ظالمونکا حال سننے سے کہ ایمان دارونکو ایمان کی جہت سے ایذا دیتے تہے سننے والی کو ایک رنج پیدا ہوا کہ وہ ایمان والی کہ ظالمونکی بلا مین گرفتار تہے اور
جانین انکی ایمان کے سبب سے برباد ہوئین نہین معلوم کہ بدلا اسکا قیامت کے دن کیا پاوینگے تو اس انتظار کے دفع کے واسطے شروع سے ایمان والونکا حال
بیان کرنا ضرور پڑا اور چونکہ یہ بیان ایک نئی بات ہے سامع کے انتظار کی تسکین کے واسطے کچہہ مقصود اصلی اس حکایت کا نتہا تو اسکو واسطے حرف عطف کا ترک فرماکے ارشاد
کرتے ہین **اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا** تحقیق جو لوگ کہ ایمان لائے اور ایمان پر ثابت رہے اور باوجود ظالمونکے ایذا اور تکلیف کے صبر کیا **وَعَمِلُوا
الصّٰلِحٰتِ** اور کام کئے اچہے کہ پہلے کام ایسی حالت مین بڑی پونجی ہے جیسا بلا پر صبر کرنا اور قضا پر راضی رہنا اور اللہ تعالی کی طرف کو اختیار
کرنا ماسوا پر **لَهُمْ جَنّٰتٌ** انکے واسطے باغ تیار ہین کہ دنیا کی بلاؤن کے بدلی مین ملینگے پس دنیا کا عذاب انکے حق مین ایسا ہے کہ کسیکو اسکے محبوب کے روبرو
اسکے محبت کے واسطے ایذا دین کہ وہ ایذا اسکو عین راحت ہو جاتی ہے **تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ** بہتے ہین انکے درختون کے تلے
نہرین طرح طرح کی شہد اور دودہ اور پانی اور شراب کے بدلے ہین اس لہو اور پسینے کے کہ کافرون کے ظلم کے سبب سے بہا تہا **ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِیْرُ**
یہہ بڑی مراد ملنی ہے کیونکہ دنیا کی مرادین ملنا فانی ہین اور یہ مرادین باقی کہ ہرگز فنا ہونیوالی نہین اور یہ بہی ہے کہ مطالب دنیوی کے حاصل ہونے مین رضامندی
محبوب حقیقی کی مشکوک اور نامعلوم ہے اور ان آخرت کی لذتون مین یقینی اور قطعی ہے اب یہان ایک سوال باقی رہا کہ جواب طلب ہے اور وہ یہہ ہے
کہ کافرون کی جزا کے بیان مین حرف فائی جزائیہ کا لائے اور فلهم عذاب جهنم ارشاد فرمایا ہے اور مسلمانونکی جزا کے بیان مین اس حرف کو ترک کر دیا
اور لهم جنات ارشاد کیا اسمین کیا نکتہ ہے جواب اسکا یہہ ہے کہ ثواب آخرت کا محض اللہ تعالی کا فضل ہے عمل پر موقوف نہین جیسے نابالغ لڑکا

یا جو شخص کہ بلوغ کے وقت سے مجنون ہو گیا یا جو شخص کہ پہاڑ کی چوٹی پر بالغ ہوا اور طریقہ اسلام سے واقف ہی نہوا اور توفیق عبادت اور طاعت کی بہی نپائی
اِسی سبب آخرت مین بغیر عمل اور طاعت کی ثواب پاوینگے بخلاف دوزخ کے عذاب کے کہ بغیر فسق کے یا کفر کے نہوگا کیونکہ عذاب عدل کو چاہتا ہے اور
عدل بغیر سبب کے ہو نہین سکتا تو ان دونون چیزون کے فرق کے واسطے کہ فضل اور عدل ہے اس جا پر سبب اور تعقیب کی تصریح فرما کر ف کا حرف لائے ہین
اور یہان حذف کیا ہے اور جو معاملہ حق تعالے کا ان ظالمون سے کہ بسبب ایمان کے مسلمانون کی ایذا کے درپے ہوتی ہین اور ان مظلومونسی کہ ایمان
کے واسطے تحمل جفا کا کرتے ہین دنیا اور آخرت مین بیان فرمایا تو یہہ مطلب ثابت ہوا کہ **إِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيدٌ** تحقیق کہ پکڑ تیرے
رب کی بہت سخت ہے کیونکہ اور ونکی پکڑ زور سے یا زاری سے یا صبر یا شفاعت سے خلاصی ممکن ہے اور خدا سے اللہ تعالے کے کسی طور سے ممکن نہین اور دوسرے یہہ
ہے بہی کہ دوسرونکی پکڑ کے نہایت یہہ ہے کہ ہلاک کردینا پہر بعد موت اور ہلاک کے مقدور نہین رکھتے کہ ایذا دے سکین کیونکہ انکی طاقت نہین کہ مردی کو
جلاوین بخلاف اللہ تعالی کے کہ مرنے اور خاک ہونیکے بعد بہی اسکے دست قدرت سی خلاصی ممکن نہین وہ قادر ہے کہ جلاوے پہر زندہ کرے پہر جلاوے
اسیطرح ابدالآباد تک عذاب مین گرفتار رکہے اسواسطے کہ **إِنَّهُ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيدُ** تحقیق وہی ایسا ہے کہ اول بہی پیدا کرتا ہے
اور بعد فنا کے بہی پہر پیدا کرتا ہے **وَهُوَ الْغَفُورُ الْوَدُودُ** اور وہ اللہ تعالی باوجود اس صفت قہاری اور گرفت گیری کے اپنے
مسلمان بندون پر بخشش کرنیوالا ہے اور دوست رکہنے والا کہ دوستی کی شدت کے سبب سے گناہ اپنے دوستون کے بخشتا ہے اور عیبون کو
انکے چہپاتا ہے اور دوستون اور دشمنون سے اسکا ایسا معاملہ کیون نہو کہ وہ اللہ تعالی **ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيدُ** صاحب ہے
جہان کی سلطنت کے تخت کا اور بزرگی اسکی قدیم ہے اور مجد عرب کے لغت مین خاندانی اور موروثی بزرگی کو کہتے ہین اور جو قدیم اور دوام موروثی بزرگی
کو لازم ہے تو یہان مراد قدیم بزرگی رکہنی ہے اور قدیم السلطنت بادشاہونکی عادت ہے کہ اپنے دوستون اور دشمنون سی اسیطرح معاملہ خوشی اور ناخوشی
کا فرماتے ہین نہین تو انکی سلطنت کے قدم مین خلل واقع ہوجاوے اور باوجود اسبابکے اور بادشاہونسے ایک چیز مین ممتاز ہے کہ کسی بادشاہ کو متصور نہین اور
وہ چیز یہہ ہے **فَعَّالٌ لِمَا يُرِيدُ** کر ہی ڈالتا ہے جو چاہتا ہے جب ارادہ اسکا کسی چیز کو متعلق ہوتا ہے پہر اسمین امکان مخالفت کا نہین بخلاف اور بادشاہون
کے کہ بہت سی چیزین چاہتے ہین اور میسر نہین ہوتین لیکن شاہنشاہ سی ہر وقت اور ہر آن ڈرنا چاہیے اور اسکی رحمت کے امیدوار رہنا چاہیے ایک سوال جواب
طلب یہہ ہے کہ پہلے صفتونمین جیسے الغفور اور الودود اور ذو العرش المجید مین لام تعریف کا یا اضافت معرف باللام کیطرف واقع ہی اور اس صفت مین کہ **فَعَّالٌ لِمَا**
يُرِيدُ ہے تنکیر کو اختیار کیا ہے اسمین کیا نکتہ ہے جواب اسکا یہہ ہے کہ فعال لما یرید مشابہ مضاف کے ہے یا طالعا جبلا کی قبیل سے اور مشابہ مضاف حکم مضاف کا رکہتا ہے حاجت
تعریف کی نہین اور مبالغہ کے صیغہ کو اوپر صیغہ فاعل لما یرید کی اسواسطے اختیار کیا ہی تا کہ اشارہ ہو کثرت پر مرادونکی اور کثرت حق تعالی کے مفعولونکی جیسے کہ واقع بہی حاصل
کلام یہہ ہے کہ ان صفات متضادہ متخالفۃ الآثار سے منظور یہہ بات ہے کہ اس مالک سے بعید نہین کہ کبہی معاملہ مہربانی اور مغفرت اور دوستی کا بندونسی کرے اور کبہی سخت پکڑ مین
پکڑے بلکہ اس مالک سے ہو سکتا ہی کہ انعام اور انتقام کو حق مین ایک فرقہ کے اور ایک آدمی کے اوقات مختلفہ مین جمع کرے انعام حق تعالی کے پاکے ایک قسم اپنے حال پر مغرور
ہو مغرور ہونا نہ چاہئی اور انتقام سے اس منتقم عادل کے بیخوف اور بیدہڑک نہ رہنی چاہئیے چنانچہ فرماتی ہین **هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْجُنُودِ** کیا پہنچی ہے تجہکو
بات ان لشکرون کی کہ ایکمدت تک مدام انعام کا اونپر کہلا تہا اور ہر طرف سے طرح طرح کی نعمتین انکو پہنچی تہین پہر کیسا کچہہ انتقام انسے لیا اور سبب انکی خرابی اور بدی کے
یہی ذلیل اور قلیل لوگ ہوئے کہ انعام الہی کے زور کے سبب سے ان لوگونکو کمال ذلت اور خواری سے رکہتے تہے اور وہ لشکر **فِرْعَوْنَ وَثَمُودَ** فرعون والے اور ثمود
کی قوم تہی پس فرعونیون کو ایک مدت تک حکومت اور نعمت دیکے بنی اسرائیل پر کمال تسلط دیا تہا کہ سارے نیچ اور پوچ کام بیگار پکڑکے انسے کراتے تہے
پہر تمام مال اور ملک انکا چند روز کے عرصے مین انہین بنی اسرائیل کو دلوایا اور ان فرعونیون کو انکے آنکہون کے دیکہتے دریائے قلزم مین غرق کر دیا اور ثمود
کی قوم کو اول تو نہایت قدرت اور قوت عنایت فرمائے یہانتک کہ ایکہزار سات سو بستیان تمام سنگین عمارات کین آبادکی تہین اور حضرت صالح
علے نبینا وعلیہ السلام کو اور ضعیف مسلمانون کو اونٹنی کی بابت کیا کیا کچہہ تذلیل اور ہتک کرتے تہے وہ سب کے سب ایک کڑک مین ہلاک

ہو گئے اور وہان کچہ بدبخت اور اشرار کو حضرت صالح علیہ السلام کی بددعا سے اللہ نے ہلاک کر دیا پس یہ قصے عاقلون کی عبرت کے واسطے کفایت کرتے ہین تا کہ اللہ تعالی کے انعام سے مغرور نہو جاوین اور انتقام سے اُسکے ڈرتے رہین لیکن کافران قصون سے عبرت نہین پکڑتے ہین اور غرور اور بیخوفی مین گرفتار ہین **بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ تَكْذِيْبٍ** بلکہ جو لوگ کہ کافر ہین سو ان قصون کے انکار کے درپے ہین اور کہتے ہین کہ یہ قصے اس قسم کے ہین کہ اہل تواریخ نے لوگون کے تعجب کرنے کو بنائے ہین اور کتابون مین لکہہ دیے ہین اور یہہ نہین جانتے کہ قطع نظر ان قصون سے اللہ تعالی کی قدرت ہر شخص کو ہر وقت بے پردہ نمایان ہے اور اگر اپنے ہی حال مین غور کرین تو دیکہین کہ آدمی کا دم کہ زندگانی انسان کی اسی تعلق رکہتی ہے وہ بہی اُسی کے ہاتہہ مین ہے **وَاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِيْطٌ** اور اللہ تعالی آگے پیچہے سے اُنکے گہیرے ہی کہ اُنکے زمانے سے پہلے بہی بہت سی سرکشونکو ہلاک کیا اور اُنکے زمانے کے بعد بہی بہتونکو ہلاک کریگا پس انکار ایسے قصونکا کہ اسطرح کے قصے ہر وقت مین نمودار ہین بیجا ہے اور لفظ وراء کا اصل لغت مین اس چیز کے معنون مین ہے کہ کوئی شخص اس چیز کو چہپاوے یا وہ چیز کسی شخص کو چہپاوے اسی واسطے اس لفظ کو آگے اور پیچہے دونون کے معنون مین استعمال کرتے ہین اور اس آیت مین بطور اشتراک معنوی کے یا بعموم مجاز کے دونون معنونکو شامل ہے باوجود اس بات کے یہ قصے اس قسم سے بہی نہین ہین کہ فقط اہل تاریخ نے انکو ذکر کیا ہے **بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ** بلکہ یہہ قصہ قرآن قدیم ہے کہ اس قصے کے ہونے سے پہلے لکہہ گیا تہا **فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ** ایک تختے مین کہ شیاطین اور جن اور انسان کے دخل سے باہر اور محفوظ ہے اسمین کوئی تصرف نہین کرسکتا کہ زیادہ اور کم اور تحریف اور الحاق کر دے پس اس قسم کے محفوظ چیز مین احتمال جہوٹہہ اور ملاوٹ کا کرنا مقتضائے عقل کے خلاف ہے اور بغوی معالم مین ابن عباس رضی اللہ عنہ کی سند کے ساتہ لایا ہے کہ لوح محفوظ سفید موتی کی ہے طول اُسکا جیسے زمین سے آسمان اور عرض اُسکا جیسے مشرق سے مغرب اور کنارون پر اُسکے یاقوت جڑے ہین اور دونون دفتیان اُسکی یاقوت سرخ کی ہین اور نور کے قلم سے کلام قدیم اُسمین لکہا ہے سر اُس تختی کا عرش سے معلق ہے اور نیچے کی طرف اسکے ایک معزز فرشتے کی گود مین رکہی ہے اور وہ عرش عظیم کی سیدہی طرف کہڑا ہے اور سرے پر لوح کے یہہ عبارت واقع ہے لا الہ الا اللہ وحدہ دینہ الاسلام و محمدًا عبدہ و رسولہ فمن اٰمن باللہ عزوجل و صدق بوعدہ واتبع رسولہ ادخلہ الجنۃ اللھم اجعلنا منہم ؕ

لوح محفوظ کا بیان

سورۃ الطارق

تمہید

سورۂ طارق مکی ہے اُسمین اُنیس آیتین اور ایکسٹہہ کلمے اور دو سو انتالیس حرف ہین اور ربط اس سورے کا سورۂ بروج سے بسبب مناسبت کلام کے ہے کہ ابتدا مین دونون قسم کے ساتہ آسمان سے اور برجون کے اور ستارون کے واقع ہے اور انتہا مین بہی دونون کے بیان محافظت الٰہی کا غیب کے چیزون کو جیسے لوح محفوظ اور آسمان اور آدمی کی جان سو یہ چیزین ظاہر مین کچہہ حاجت بیان کی نہین اور اس سورے کا نام سورۂ طارق اسواسطے رکہا کہ الطارق عرب کے لغت مین اُس مہمان کو کہتے ہین جو رات کے وقت آوے اور جو حادثہ کہ رات کو نمودار ہو اسکو بہی طارق کہتے ہین اسیواسطے حدیث مین دعا ہے کہ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ طوارق اللیل پناہ لیتا ہون مین اللہ کی اس شر سے کہ رات کو ناگہان آپڑے کیونکہ دفع کرنا ایسی آفت کا مشکل پڑتا ہے اور عرب کے اشعار مین معشوق کے خیال کو بہی کہ بار بار عاشق کے دلمین گذرتا ہے طارق کہا ہے کیونکہ معشوق کے خیال کا آنا اکثر فراغت کے وقتمین ہوتا ہے اور بڑی فراغت کا وقت رات ہے اور حدیث شریف مین مسافر کو منع فرمایا ہے کہ طروق کرے یعنے یکایک رات کے وقت گہر مین نہ چلا آوے جبتک کہ اُسکے گہروالی بن سنور کے درست نہو لین کہ اسکو بگڑے حال مین دیکہے نفرت نہو جاوے اور اس سورے مین مراد طارق سے آسمان کے تارے ہین اور سب تارے اس صفت مین برابر ہین اسواسطے کہ رات کو نظر آتے ہین اور دنکو غائب ہو جاتے ہین اور بعضے علماؤن کی نزدیک یہان زحل مراد ہے کیونکہ سب تارون سے اونچا ہے اور اُسکی شعاع ساتون آسمانون کی مُٹائی کو سوراخ کر کے زمین پر پہنچتی ہے پس کمال ظہور ثاقبیت کا اُسمین پایا جاتا ہے اور بعضون کے نزدیک ثریا مراد ہے کہ بسبب جمع ہونے روشنی تارونکے اُسمین چمک زیادہ پائی جاتی ہے اور اکثر علما اس بات پر ہین کہ مراد جنس ہے اور ہر ستارہ اُسمین داخل ہے کیونکہ ہر ستارہ تین صفتین رکہتا ہے اول تو یہہ کہ ہر ستارہ اپنے شعاع سے

ح

تاریکی کو دفع کرتا ہی دوسرے یہہ کہ تعین طرف کا یا راہ کا مشرق کی طرف ہو یا مغرب کیطرف ہر مسافر کو تری کا ہو یا خشکی کا اِنسے معلوم ہوتا ہی تیسرے یہہ کہ سبب ہی آسمان کی محافظت کا شیاطین کے شر سے اور اُسکے دو سبب ہین اول تو یہہ کہ شیاطین دُخانی مادے سے پیدا ہوئے ہین اور ظلمت اور تیرگی کو بالطبع دوست رکھتے ہین اور روشنی سے بہاگتے ہین چنانچہ تجربہ کیا ہوا ہی کہ اکثر غلبہ انکا اندہیرے مین اور اندہیرے مکان مین ہوتا ہی اور جس مکان مین چراغ اور شمع ہوتی ہے وہان اُنکا دخل کم ہوتا ہی پس آسمان کو ان نورانی قندیلون سے روشن کیا تاکہ روشن ہونے سے آسمانون کے کہ محض شفاف ہین سب شیطان چندہیا کر بہاگ جاوین دوسرے یہہ کہ فرشتے شعاع سے ستارون کی گیند بناکر شیاطین کو مارتے ہین جیسے توپ کے گولے سے دشمنون کو مارتے ہین اور محافظت آسمان کی تارون سے ایسی ہی ہے جیسے محافظت قلعون کی ہوتی ہی توپون سے کہ برجون اور فصیلون پر چنی ہوتی ہین لیکن فرق اسقدر ہی کہ تارون کو اور اُن گولون کو کہ فرشتے اُن تارون کی شعاعون سے تیار کر کے شیاطینون کو مارتے ہین دونون کو عرب کی لغت مین نجم اور کوکب اور ہندی مین تارا کہتے ہین اور توپ کے گولے کو توپ نہین کہتے اور قرآن مجید مین ستارون کے ان فائدون کو جابجا مذکور فرمایا ہی اور یہے تینون وصف کہ ہر ستارے مین موجود ہین اس قسم مین منظور ہین کیونکہ جس مضمون کی کہ اس قسم سے تاکید فرمائی ہی یہہ ہی کہ آدمی کی جان ہر چند کہ تکلیف اور محنتون مین گرفتار ہوتی ہی لیکن اللہ تعالی کی نگہبانی کے سبب سے ٹوٹنے اور فنا ہونے سے محفوظ ہی اور اسیواسطے حدیث شریف مین وارد ہے کہ اِنَّمَا خُلِقْتُمْ لِلْاَبَدِ یعنے جان آدمی کی حقیقت مین آدمی عبارت اُسی سے ہی ابدی ہی ہرگز فنا ہونیوالی نہین اور وہ جو عرف مین مشہور ہے کہ موت جان کو ہلاک کرتی ہی محض مجاز ہی موت کا نہایت کام یہہ ہے کہ جان کو بدن سے جدا کر دیتی ہی اور بدن بسبب نہونے مربی اور نگہبان کے بیکس ہو کر بکہر جاتا ہی والا جان کو ہرگز فنا نہین ہے اور ثابت ہونا عالم برزخ کا اور ہونا حشر اور نشر کا موقوف اسی مسئلے پر ہی اور اس سورت مین بہی معاد اسی طرح سے ثابت کیا ہی اور تفصیل اس اجمال کی یہہ ہی کہ آدمی دو چیز سے مرکب ہے جان اور بدن اور جزو اعظم اُسکا جان ہی کہ تبدل و تغیر کو اُسمین دخل نہین اور بدن مانند لباس کے ہی جب تک کہ ماکے پیٹ مین تہا تو اور رنگ تہا پہر جب ماکے پیٹ سے نکلا تو آخر لڑکپن تک کچہہ اور ہی رنگ رکہتا ہی اور جوانی اور بڑہاپے مین کچہہ اور ہی اختلاف ہوتا ہی پس جزو اعظم اسکا کہ جان ہی اور شعور اور ادراک اور لذت اور دُکہہ کو دریافت کرنا اسیکا خاصہ ہی جو فنا کو قبول نہین کرتی اور ہاتہون مین نگہبانون کے کہ حضور سے جناب کبریا کی اُسپر مقرر ہین مقید رہتی ہی تو جسم ہونی مین بدن کے اور دوبارہ بنا دینے مین اُسکے اسی صورت اور شکل پر کون سا تعجب باقی رہا کہ اسیطرح کا معاملہ شروع پیدایش سے اخیر عمر تک ہمیشہ نظر آتا ہی اور جو دلیل جان کی محافظت کی ساتہہ معین ہونے نگہبانون آسمان کے طفیل سے ستارون کے ہی تو یہی ثابت کرنے مین اس مطلب کے قسم آسمان کی اور ستارون کی یاد فرمائی اور اس سورت کا ستارے کے نام پر نام رکہا کہ بہتر ثابت ہونا مطلب کا اُسی کی محافظت کی ملاحظہ سے ہی یہان پر سمجہہ لیا جاوے کہ نام سورت کا سبب نزول پر دلالت کرتا ہی اسبات پر کہ مراد طارق سے ٹوٹنے والا تارا ہی جسکو شہاب کہتے ہین اور حقیقت مین شیطانون کو آسمان کے جانے سے روکنے والا وہی ہی شیطان کی راہ کو بند کرتا ہی اور اُسکو جلا دیتا ہی اگرچہ توپ کے گولے کی مانند شعاع سے جڑے ہوئے ستارون کے پیدا ہوتا ہی پس بہتر یہہ ہی کہ طارق شہاب پہ حمل کیا جاوے اور سبب اس سورت کے نازل ہونیکا یہہ تہا کہ ابو طالب حضرت کے چچا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دیکہنے کو آپ کے مکان پر تشریف لائے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کہانا اُنکے روبرو رکہا کہ دودہہ اور روٹی تہی پہر دونون کہانے لگے اُسوقت ایک تارا آسمان سے ٹوٹا اس قدر زمین سے نزدیک ہوا کہ تمام گہر اُسکی روشنی سے بہر گیا اور ابو طالب کی آنکہین چندہیا گئین اور گہبرا کر ہاتہہ کہانے سے کہینچ لیا اور اُٹہہ کہڑا ہوا اور پوچہنے لگا کہ یہہ کیا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہہ تارا ہی کہ فرشتے آسمان کی محافظت کیلئے شیاطینون پر اسکو اوپر سے پہینکتے ہین اور یہہ ایک علامت ہی اللہ تعالی کی قدرت کی علامتون سے ابو طالب متعجب ہو کر خاموش بیٹہہ گیا اتنے مین حضرت جبرئیل علیہ السلام اس سورت کو لائے اور اس سورت مین اشارہ اسبات کی طرف ہوا کہ ان چیزون کے دیکہنے سے عقاید حقہ پر دین اسلام کے مضبوط ہونا چاہئے اور اسکو بیفائدہ چہوڑ دینا نچاہئے کیونکہ یہہ معاملہ بڑی دلیل ہی اُس دوسری حشر و نشر اور معاد پر اسواسطے کہ آسمان باوجود اپنی عظمت اور بلندی کے یہانتک کہ ہاتہہ کسی کا اُس تک پہنچ نہین سکتا تب بہی محافظت الہی کا محتاج ہی اور صورت اُسکی محافظت کی اسی وضع پر ظاہر ہوئی کہ گرتے ہوئے تارون سے آسمان کے ایک ستارہ دوڑنے والا پیدا ہوتا ہی کہ شیطانونکو سدراہ ہوتا ہی اور بہگاتا ہی سو آدمی کی جان کہ نہایت

ناتوان ہی کس طورسی بغیر اللہ تعالیٰ کی محافظت کے ایسی مصیبتون اور حادثون کی کشمکش مین باقی اور سلامت رہ سکیگی پس جب یہہ بات ثابت ہوئی کہ آدمی کی جان اللہ تعالیٰ کی قبض و تصرف مین ہے زندگی مین ہو خواہ بعد موت کے تو پس اسمین یہ سمجھ لیا چاہیے کہ بعد موت کے نعمتین اور تکلیفین بھی ان کی اللہ تعالیٰ کے دست قدرت مین ہین باقی رہا حال بدن کا سو اسکو بہی ساتہہ تامل اور فکر کے قابل پہر پیدا ہونیکی سمجھا چاہیئے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ قسم کہاتا ہون مین آسمان کی اور اُس تاریکی کہ رات کے وقت نمودار ہوتا ہی اور جو اس ستارہ مین کہ رات کے وقت دوڑتا پہرتا ہی لوگون کو اسمین بڑا تردد ہی بعضے تو یہہ کہتے ہین کہ دہوان زمین سے اُٹھہ کر آسمان کی طرف جاتا ہی جب کرۂ نار کے متصل پہنچتا ہی بسبب دہنیت کے کہ اسمین باقی ہی جل اُٹھتا ہی پہر اگر لطیف ہے تو جلد محو ہو جاتا ہی اور اگر غلیظ ہی تو کئی روز تک بطور نیزکے یا دم دار ستارہ کی طرح یا کسی اور صورت سے رہتا ہی اور بعضے یون کہتے ہین کہ آسمان قمر کے نیچے آگ کا کرہ ہی اور اس کرہ سے کبہی حرکت کی زیادتی سے ایک شعلہ کہ بسبب جسم کے شعاع ستارون کے مزاج کے کسی درجہ مین درجون آسمان سے حاصل ہوتا ہی اور اُس شعلہ سے کوئی چیز مثل چنگاری کے جدا ہو کے نیچے آتی ہی اور دخانی طبقے مین کہ درمیان کرۂ آگ اور ہوا صرف کے ہی وہ چیز نمودہ ہوتی ہی تو دوڑتے ستارہ کی طرح نظر آتی ہی اور جب طبقہ زمہریر کو پہنچتی ہی تو جم جاتی ہی اور نظر سے غائب ہو جاتی ہے اور ان دونون باتون مین بہت سی بحثین ہین کیونکہ جو نور کہ اس دوڑتے تارون مین نظر آتا ہے اسکو ہرگز آگ کے شعلہ سے کہ دہوئین کے ساتہہ روشن ہوتا ہی مشابہت معلوم نہین ہوتی بلکہ نور اس تارہ کا کمال مشابہت نور آسمانی سے رکہتا ہی چنانچہ ظاہر نظر آتا ہی اور دوسرے یہہ بہی ہے کہ حرکت کی جہت اس ستارہ کی موقوف تحت اور فوق پر نہین ہے تاکہ دہوئین کے چڑہنے والی کے شعلے پر اُنکا سے گرنے والے پر حمل کیا جاوے اکثر اوقات داہنے سے بائین طرف اور بائین سے داہنی طرف دوڑتا ہے پس صریح معلوم ہوتا ہے کہ حرکت اُنکی طبعی نہین بلکہ کوئی زبردست ارادے اور اختیار والا انکو دوڑاتا ہی پس دفع کرنے کو ان تردد کے بطور سوال و جواب کے ارشاد فرماتے ہین وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ اور کیا جانتا ہے تو کہ کیا ہی وہ ستارہ رات کا آنیوالا اَلنَّجْمُ الثَّاقِبُ چمکتا تارہ ہی کہ شیطانون کی آنکہون مین چمک چوند کر دیتا ہی اور کبہی اس شعلے سے کہ اسمین سے پیدا ہوتا ہے انکو جلا دیتا ہی اور شیطانون کو اسکی شعاع کے زور سے ایسی حالت ہو جاتی ہی جیسے چمگادڑ کی سورج کی چمک سے اور جب کہ طارق کی حقیقت بیان کرنی سے فارغ ہوئے تو اب اس مضمون کو جس پر قسم کہائی ہے یاد فرماتی ہین اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ کوئی جان نہین چہوٹی ہو خواہ بڑی نیک ہو خواہ بد مگر کہ اسپر ایک نگہبان ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہ اسکو حادثون کی سختی مین اور صدمون مین فنا نہین ہونے دیتا یہان یہ سمجہا چاہیے کہ داروغہ آدمی کی جان کی محافظت کا کہ فنا نہو جاوے ایک فرشتہ ہی حضرت اسرافیل کے لشکر کا اور کام اسکا یہہ ہے کہ جان کو درمیان دو نفخون کے صور مین داخل کر دیگا اور آدمی کی اور کامون کے واسطے نگہبان بہت ہین کہ نوبت بنوبت رات دن چوکی پہرہ کرتے ہین جب تک کہ تقدیر الٰہی اسکی تکلیف کیواسطے متوجہ ہو پہر جب مقدر وقت تکلیف کا آجاتا ہی تو وہ لوگ دستبردار ہو جاتے ہین اور تقدیر الٰہی کو سونپ دیتے ہین اور حدیث شریف مین وارد ہے وكل بالمؤمنين مائة وستون ملكا يذبون عنه كما يذب عن قصعة العسل الذباب ولو وكل العبد الى نفسه طرفة عين لاختطفته الشياطين عضوا عضوا یعنے مقرر کئے گئے ہین ہر مسلمان پر ایک سو ساٹھہ فرشتے کہ ہانکتے ہین اُسکے شیطانون کو جیسے شہد کے پیالے سے مکہیون کو ہانکتے ہین اور اگر بندہ کو بندہ پر ایک پلک مارنے برابر چہوڑ دین تو شیطان اُسکی بوٹی بوٹی توڑ کے لیجاوین اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسلمانون پر اور آدمیون سے زیادہ نگہبان ہین کیونکہ ایمان کے سبب سے اسکے دشمن بہت ہین کہ اُتنے دشمن اور کافرون کے نہین ہین اور وہ نگہبان کہ مومن اور کافر کو آفتون سے نگاہ رکہتے ہین انکا ذکر سورۂ رعد مین ہے کہ لہ معقبات من بين يديه ومن خلفه يحفظونه من امر الله اور بیان ہر شخص کی جان کے نگہبانون کا سورۂ انعام مین مذکور ہے وهو القاهر فوق عباده ويرسل عليكم حفظة حتى اذا جاء احدكم الموت توفته رسلنا وهم لا يفرطون اور دوسرے فرشتے کہ آدمیون کے اور بد اعمال لکہنے کے واسطے مقرر ہین انکا مذکور سورۂ اذا السماء انفطرت مین

ہے یعنے ان علیکم لحافظین کراما کاتبین اور جو فرشتہ کہ ہر حرف اور لفظ پر آدمی کے مقرر ہے اور اسکو گنتا ہے اور لکہتا اُسکا ذکر سورۂ قاف مین ہے یعنے
ما یلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید غرض کہ یہان بیان جان کی محافظت کرنیکا ہے کہ یہہ امر سب کے واسطے اور کبہی اس محافظت مین قصور
نہین ہوتا اور جو آدمی کو بحث معاد کا اور باقی رہنا اُسکی جان کا اور محفوظ رہنا اُسکے نفس کا قبل موت کے اور بعد موت کے معلوم ہو چکا اور سمجہہ چکا کہ
میری جان کہ حقیقت مین ذات میری وہی ہے اور بدن اُسکے لباس کی مانند ہے سو وہ جان مالک حقیقی کے قبضۂ تصرف مین ہے تو اب اُسکو اعتقاد کرنے مین معاد
کے واقع ہونیکے اور سچ جاننے مین حشر اور نشر کے کچہہ تردد نرہا مگر استبعاد کی جہت سے بدن کے اعادے مین کہ اجزا اسکے بعد موت کے نہایت متفرق اور پراگندہ ہو جاتے
ہین کچہہ زمین کی خاک مین ملکر نیست و نابود ہو جاتے ہین اور کچہہ حیوانات کا طعمہ ہو جاتے ہین پہر وہ حیوانات ملکون مین جاکر مرتے ہین اور خاک مین مل
جاتے ہین اور بعضے ملک سے دوسرے ملک کو اور ایک جنگل سے دوسرے جنگل کو اُڑ جاتے ہین پہر ان منتشر اجزا ون کو جمع کرنا اور پہچاننا کہ یہہ جز فلانے کے بدن کا ہے اور
یہہ جز فلانے کے بدن کا یہہ ایک کام ہے کہ عقل ظاہر بین کو نہایت دشوار معلوم ہوتا ہے اور اسی سبب سے کسی کہنے والے نے کہا ہے ہندی کا دوہرہ ۔ پات جہرنتے یون
کہین سن رے بنکے رائے ۔ اب کے بچہڑے ناملین دور پڑینگے جائے ۔ ناچار اس تعجب کے دفع ہونے کے واسطے ایک راہ اُسکو اور بتاتے ہین کہ فلینظر
الانسان مم خلق پس دیکہے آدمی کہ کس چیز سے بنایا گیا ہے اور مادہ اسکی خلقت کا کہان کہان سے جمع کرکے لائے ہین تفصیل اسکی یہہ ہے کہ نطفہ
آدمی کا خلاصہ ہے لہو کا کہ غذا سے حاصل ہوتا ہے اور غذا یا اُگنے والی چیز مین سے ہے یا جاندار چیز سے سو اُگنے والی چیز سے ہے تو اُسکی بہت قسمین ہین جیسے اناج اور
ساگ اور ترکاری اور میوے اور مصالح گرم اور سرد اور سوا اُسکے بہت سی چیزین ہین اور جو حیوانی ہے تو اسکی بہی کئی قسمین ہین جیسے گوشت اور دہی اور
دودہ اور گہی اور چربی اور بیضہ اور سوا اسکے اور طب کے علم مین مقرر ہے کہ غذائے صالح کے کہانے کے بعد جب بہتر ساعتین گذرتی ہین تو منی پیدا ہوتی ہے
پس آدمی کو اپنی ہر روز کی غذا مین غور کرنا چاہئے جیسے چانول کہ کہانسے آئے ہین کس قطعہ زمین مین کس کہیت مین کس گانون مین پہر وہ گانون کس پرگنے
مین اور وہ پرگنہ کس سرکار مین اور وہ سرکار کس صوبہ مین اور وہ صوبہ کون سی مملکت مین متعلق ہے جہان ان چانولون کو بویا تہا اور بنجارون کو کس ارادے
پر اسباب کا مستعد کیا اس ملک سے اونٹون یا بیلون پر لادکر اس بازار مین لائین اور مجہہ بچارے کے ہاتہہ بیچین اور مجہکو انہین سے کہانا نصیب ہوا اور اسی قیاس پر
حال تمام ضروریات کو اپنی غذا کے جانین اور پوچہے کہ میرے ماباپ کو بہی اسیطرح سے غذائین طرح طرح کی دور دور کے ملکون سے جمع کرکے کہلائین تہین تو نطفہ میرا ان کے
بدن مین پیدا ہوا تہا اور مجہکو اس نطفے سے بنایا پہر جو شخص کہ ہر روز کی غذا مین اس قدر اجزائے متفرقہ کو جمع کرتا ہے کہ اگر ان سب کو ایک جاے پر اکہٹا کرین تو آدمی کے
بدن کے اندازے سے ہزارون درجے زیادہ ہو پہر اُسے کیا بعید ہے کہ چالیس برس کے عرصے مین کہ دونون نفخون کے درمیان مین ہے تمام اجزا کو بدن کے کہ بلاشبہہ اس مقدار
سے کمتر ہین متفرق مکانون دور دراز سے جمع کرکے صورت گوشت اور پوست کی پہنا دے پہر بعد اُسکے غذا کو نطفہ کرکے کہان سے کہان کو پہنچاتے ہین اور راہ مین
اس نطفے کی کون کون سی ہڈیان بڑی بڑی سخت کہ آدمی کے بدن مین پہاڑون کی مانند حائل ہین پہر باوجود اسباب کے اس نطفے کو کس تدبیر سے دماغ
سے کہینچکے احلیل کو یعنے پیشاب کے مقام کو پہنچاتے ہین پہر اس راہ سے رحم کے اندر کس طور سے پہنچتا ہے چنانچہ فرماتے ہین خلق من ماء دافق
پیدا کیا گیا ہے آدمی اُچہلتے پانی سے اور وہ پانی مرد اور عورت کا نطفہ ہے کہ رحم مین خلط ہو کر یکسان ہو جاتا ہے ہرچند کہ دفق یعنے اُچہلنا مرد کی منی کا خاصہ ہے
لیکن جو بعد مل جانے کے دونون ایک ہو جاتے ہین تو مرد کی منی کی صفت کو بسبب غالب ہونیکے ان دونون مین اطلاق فرمایا اور بعضے طبیب
اسبات کے قائل ہین کہ عورت کی منی بہی رحم مین اُچہلتی ہے لیکن رحم کے گہرے پن کے سبب سے معلوم نہین ہوتی چنانچہ تہر تہرا اُٹہنا عورت کا انزال کے وقت اسبات پر
گواہ ہے پس اُس غذا کو نطفے ہو جانے سے منیت کے درجے کو صورت پانی کی بخشنا دلیل صریح ہے کہ بدلنا صورتون کا یعنے ایک صورت کو دوسری صورت پر کر دینا قدرت الٰہی
کے روبرو بہت آسان کام ہے یخرج من بین الصلب والترائب نکلتا ہے وہ اچہلتا پانی درمیان سے پیٹہہ کے اور سینے کی ہڈیون کے
کیونکہ مادہ منی کا اول دماغ سے نزول کرتا ہے اور ان رگون مین کہ دونون کانون کے پیچہے ہین وہان سے گذر کر نخاع مین آتا ہے اور مقام نخاع کا درمیان مین پیٹہہ
اور سینے کے ہے پہر مرد کے مادہ پیٹہہ کے منکو نکے راہ سے گذر کر گردون مین آتا ہے وہان سے خصیون مین وہان سے ذکر کی بیچکی رگ مین ہو کر رحم مین گرتا ہے اور عورت کے سینے کی طرف سے سیدہا

[illegible]

پانی کے گذارنے کا بیان ہے کہ کس کس طور سے اس قسم کی سخت راہ سے کہ دونوں طرف ایسی بڑی بڑی ہڈیاں ہیں اسکو روان کرتے ہیں اور اسکے سفر کے انتہا کو پہنچا دیتے
ہیں شبہہ کہ مادہ منی کا پیٹھ میں یا سینے کی ہڈیوں میں پیدا ہوتا ہے وہ اطبا کے قاعدے کے مخالف ہے کیونکہ انکے نزدیک منی تمام اعضا سے لی جاتی ہے اسیواسطے اولاد میں
مشابہت ماں باپ کی ہر عضو میں پائی جاتی ہے اور وہ مادہ دماغ میں جمع ہوتا ہے اور وہاں سے رگوں کے راستے سے جو کانوں کے پیچھے ہیں اترتا ہے آور جبکہ آدمی
کو بقا اپنی جان کی حضرت حق کے قبضے میں معلوم ہو چکی اور کیفیت اپنی تمام غذاے متفرقہ کی اور اپنے ہونیکے مادے کی ابتداے خلقت میں اور بدلنا اوسکا ایک
صورت سے دوسری صورت میں اور گذرنا اسکا ایک جاے سے دوسری جاے کو بھی ظاہر ہو چکا پھر پیدایش اور معاش کو بھی اپنی خوب معلوم کر لیا تو اب
اگر آخرت کو بھی انہی دونوں حالتوں پر قیاس کرلے گا تو اسکے نزدیک یقینی ثابت ہو جاویگا کہ إِنَّهُ عَلَىٰ رَجْعِهِ لَقَادِرٌ تحقیق کہ اللہ
تعالی خالق آدمی کا ہے اس طور سے کہ البتہ وہ پھیر لانے پر اسکے قادر اور توانا ہے آور حدیث شریف میں وارد ہے کہ جب اللہ تعالی لوگوں کے زندہ کرنیکا ارادہ
کریگا تو ایک مینہہ عرش عظیم سے نازل کریگا اسکا پانی خاصیت مرد کی منی کی رکھتا ہوگا آور قوت جماؤ کی اسکے اندر ودیعت یعنے امانت رکھی ہے کہ مردوں کے بدن کے
اجزا کو زندگی کے قبول کرنیکا مستعد کرے اور تعلق ارواح کا ان کے ساتھ صحیح ہو جاویگا لیکن اس بار کا پھیر لانا موقوف ہے ایک وقت پر کہ بیان اسوقت کا اس
آیت میں ہے يَوْمَ تُبْلَى السَّرَائِرُ جسدن ظاہر کیے جاوینگے بھید آور تحقیق اس مقام کی یہہ ہے کہ آدمی پر دنیا میں احکام بدن کے غالب ہیں اور احکام روح
کے مغلوب اسیواسطے اپنی روح کے اوصاف کو صنعت اور تکلف سے دبا چھپا سکتا ہے یہاں تک ہرگز اثر اسکا بدن پر ظاہر نہیں ہونے دیتا جیسے کہ لوگ نامردی اور بخل
اور دوسری بری خصلتوں کو اپنی صنعت اور تکلف سے پوشیدہ رکھتے ہیں اور اثر اضطراب اور گھبراہٹ کا چہرے پر ظاہر نہیں ہونے دیتے آور قیامت کے دن حکم روح کا غالب
ہو جاویگا اور جو سیاہی کہ روح کے جوہر میں مخفی تھی چہرے کی سیاہی بنکر ظاہر ہوگی اور جوارح میں کہ اعضا میں نشتر ہیں کاموں پر ان اعضا کے گواہی دینگے اور تمام
اوصاف باطن کے ظاہر ہو جاوینگے آور جو پھیر لانا آدمی کا جزا دینے کے واسطے ہے تو ضرور اسوقت پر موقوف ہونا چاہیے اور پہلے سے پھیر لانا حکمت کے خلاف ہے اور سرائر لغت میں
چھپی چیزوں کو کہتے ہیں اور یہاں پر شامل ہے عقائد باطلہ کو اور فاسد نیتوں کو اور نیک اور بد عملوں کی نشانیوں کو کہ آدمی کی روح میں سما جاتی ہیں اور مانند اچھے
برے رنگ کے روح کے چہرے پر نمودار ہوتے ہیں آور بعضے مفسروں نے کہا ہے کہ مراد سرائر سے پوشیدہ گناہ اور مکر اور حیلے ہیں کہ دنیا میں انکے چھپانیکے واسطے کوشش
کرتے تھے آور بعضوں نے کہا ہے کہ مراد اُنسے وہ فرائض ہیں کہ ادا کرنا اور نکرنا انکا محض آدمی کے ظاہر کرنے پر موقوف ہے دوسرے کو اسپر اطلاع ممکن نہیں جیسے نماز روزہ
وضو غسل جنابت کا اور ادا کرنا زکوۃ کا اور دوسرے واجبات سے کہ درمیان میں اللہ تعالی کے اور بندے کے واقع ہیں دوسرے آدمیوں کو مطالبہ اسکا نہیں پہنچتا اور ادا کرنا
اسکا دوسروں سے تعلق نہیں رکھتا مثلا اگر کوئی شخص بے روزے والا ظاہر کرے کہ میں روزہ دار ہوں یا جنب ظاہر کرے کہ میں نے غسل کیا یا کوئی بے وضو کہے کہ مجھکو وضو
یا جو شخص کہ زکوۃ نہیں دیتا اور کہتا ہے کہ میں زکوۃ دیتا ہوں تو فقط اسیکے اس کہنے پر چھوڑ دینا چاہیے اور اس سے تعرض نکیا چاہیے آور تحقیق یہہ بات ہے
کہ لفظ سرائر کا ان چیزوں سے عام ہے اور سبکو شامل ہے فَمَا لَهُ مِنْ قُوَّةٍ پھر نہوگی آدمی کو اس روز کچھ قوت کہ اپنے کاموں کو ظاہر نکرے اور بھید ان
کو چھپا رکھے جیسے کہ دنیا میں قوت روکنے چھپانے کی رکھتا تھا کہ خوف اور گھبراہٹ کے وقت اپنے کو تھامتا تھا اور باوجود مار دھاڑ کے اپنی چوری بدکاری کا
اقرار نکرتا تھا وَلَا نَاصِرٍ اور نہوگا کوئی مددگار کہ باوجود ظاہر ہونے قصور کے اسکی سزا موقوف کردے جیسے دنیا میں یار دوست باوجود ثابت ہونے تقصیروں
کے طرف ہو جاتے ہیں اور سزا نہیں دینے دیتے آور جو دنیا میں طریقہ نجات کا سزا سے وقت ثابت ہونے گناہوں اور تقصیروں کے انہی دو طریقوں میں منحصر ہے اس طور سے
کہ کمال قوت سے اسکو چھپا ہوا اور پوشیدہ رکھے اور کسیطرح ثابت نہونے دے یا باوجود اظہار کے مدد سے رفیقوں اور مددگاروں کی بدی سے اسکی محفوظ رہے ان
دونوں طریقوں کو اس دن معلق نیست و نابود کر دینگے تاکہ سزا دینے میں جو قابل سزا کے ہے قصور واقع نہو نہیں تو وہ دن بھی دنیا کے دنوں کی طرح سے درہم برہم
ہو جاوے اور روز فصل نرہے آور جب کہ ان آیتوں میں دو مضمون مذکور ہوئے اول تو یہہ کہ دوسری بار پیدا کرنا آدمی کا روح اور جسد کے ساتھ مقدور اللہ تعالی
کا ہے دوسرے یہہ کہ قیامت کا دن سرائر اور پوشیدگی کے ظہور کا دن ہے کہ چھپے بھید نفس کے اس روز ظہور کرینگے اور حیلے اور تدبیر سے

پہیلانا اُنکا ممکن ہوگا اب ثابت کرنیکو اِن دونون مضمونونکے دو دلیلین دوسری قسم کی صورت سے مذکور فرمائی ہین **وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الرَّجْعِ**
اور قسم کہاتا ہون مین آسمان چکّر مارنیوالی کے کہ ہمیشہ حرکت دوریہ مین اپنی وضع متروک کو پہر عود کرتا ہی اور ہر دورے مین رات ودنکے ہر جزو اُسکا اپنی وضع متروک کو رجوع کرتا ہے
بعضے ستارے سالمین بعضے مہینے مین بعضے اُس سے زیادہ مین اپنی وضع متروک کو رجوع کرتے ہین پس رجوع ہونا انسان کی روح کا اپنی حیات متروک کی طرف اور
اپنے بدن قدیم کی تدبیر کے واسطے کیا بعید ہے کیونکہ ایسی طور سے ہر رات و دن مین حرکت دوریہ فلک کی نظر آتی ہے **وَالْأَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ**
اور قسم ہے زمین دراڑ کہانی والی کی کہ اُسکے پہٹنے سے طرح طرح کی نباتات اُسکے اندر سے ظہور کرتی ہین اور چشمے جاری ہوتے ہین اور زر و جواہر معدنون سے نکلتے
ہین پس قیامت کے دن ظاہر ہونا اسرار مودعہ کا یعنے امانت کا جو نفس انسانی مین ہے کچہہ بعید نرہا کیونکہ زمین کو جو خزان کے دنون مین دیکہئے تو سارے
نباتات اُسمین پوشیدہ اور مخفی ہوتے ہین پہر جب موسم بہار کا پہنچتا ہے اور مینہہ کا پانی اِس زمین کے اجزا مین ملتا ہے اور اُسکو نرم کر دیتا ہے پہر تمام
چہپی چیزین اُسکی ظاہر اور نمود ہوتی ہین پس یہی حالت نفس کی ہوگی جب اُسپر روح کا فیضان ہوگا عالم آخرت مین اور بعضے مفسّرون نے رجع کو مینہہ
پر قیاس کیا ہے اور کہتے ہین کہ بخارات زمین اور دریا کے اوپر چڑہتے ہین جب طبقۂ زمہریر کے متصل پہنچتے ہین تو پانی ہوکر برستے ہین پس اِس تفسیر سے
بہی بخارات کے مادے کا اپنے مکان اصلی کیطرف رجوع ثابت ہوا اور یہ دلیل انسان کے رجوع ہونے کی ہے عالم روحانی کیطرف کہ مقر یعنے ٹہکانا اصلی اسکا تہا اور
اسباب سے پہلا مضمون ثابت ہوتا ہی **إِنَّهُ** تحقیق یہ بات کہ حق تعالی پہیر لانے پر انسان کے قادر ہے اور پہیر لانا اُسکا موقوف ہے اسرار ظاہر ہونے کے وقت پر کہ وہ
قیامت کا دن ہے **لَقَوْلٌ فَصْلٌ** البتہ یہ بات کہلی ہوئی ہے کہ کچہہ شُبہہ اُسمین نہین **وَمَا هُوَ بِالْهَزْلِ** اور نہین ہے یہ بات ٹہٹہی
کی کہ دلیل قوی نرکہتی ہو اور بطور خیال کے دلمین گذرے ہو یا شعرا کے مبالغون کی طرح کچہہ اصل نرکہتی ہو جیسے کفار کہتے ہین کہ وعدہ وعید پیغمبرون کے بعث
اور جزا کے دن کے ایسے ہین جیسے لڑکون کو فرضی ناموسی ڈراتے ہین کہ شوخی نکرین اسیطرح سے پیغمبر بہی اُمّتی ڈراتے ہین کہ دستور عالم کا فاسد نہو جاوے اور رسمین بد
اور اعمال قبیح رایج نہون پس از راہ عقلمندی کے وعدہ اور وعید اور ترغیب و ترہیب کرتے ہین اور حقیقت مین یہ چیزین کچہہ بہی نہین ہین اور اُنکا محال ہونا ثابت
کرنیکو کافر حجّتین اور شُبہے بیان کرتے ہین چنانچہ حق تعالی نے فرمایا ہے **إِنَّهُمْ** تحقیق یہ کافر قرآن کو کلام فیصل نہین جانتے بلکہ ہزل سمجہتے ہین **يَكِيدُونَ**
كَيْدًا کرتے ہین ایک داؤ یعنے قرآن کے مضمونکے دفع کرنیکو شُبہے پیدا کرتے ہین اور کہتے ہین کہ یہ باتین عقل کے خلاف ہین تا عام لوگونکے نزدیک ہزل ہونا
اسکا ثابت ہو جاوے **وَأَكِيدُ كَيْدًا** اور مین بہی اُنکے مقابلے مین داؤ کرتا ہون بطور مکر کے تاکہ کلام فصل ہونا اُسکا مدلّل اور واضح ہونا اُسکا عام و خاص کے نزدیک
ظاہر ہو جاوے کیونکہ جسوقت کہ کافر واقع ہونمین جزا اور حشر اور نشر کے شک و شبہے لاتے تہے تو جواب اُنکا ساتہہ تمثیلون اور دلیلون کے جزا اور حشر و نشر کے مقدمے مین
صاف صاف نازل ہوتا تہا یہانتک کہ مجمل باتین مفصل ہوگئین اور کسیطرحکا شک و شبہہ اُسمین نرہا تو شبہے اُنکے سبب ہوے زیادتی ثبوت مطلب اور وضوح مقصد کے اور وے
اسبات سے بیخبر اور غافل رہے اور یہی حقیقت ہے کید کی کہ بیخبر حریف کو ملزم کر دے اور اُسکے مطلب کا نقیض یعنے اُلٹا ثابت ہو جاوے اور ہر چند کہ حق تعالی قادر ہی کہ اثبات
مطلب کا عین ہوشیاری اور خبرداری کی حالت مین کر دے لیکن بیخبری کی حالت کے الزام دینے مین کمال خجالت اور ذلت اُنکی منظور ہوئی کیونکہ وے لوگ بہی ذلت
اور خجالت دینے مین اُسکے رسولون کے ارادہ کرتے تہے اور جب معلوم ہوا کہ ہونا کافرونکا اُسوقت مین کہ وقت نزول وحی کا اور اوایل اسلام کا تہا اور طرح طرح
کے شُبہے لانا اُنکا اسلام کے عقیدونمین گویا دلایل اسلام کی ترقی کا موجب تہا اور جبتک کہ وہ زندہ ہین اور شُبہے لاتے ہین تو گویا اسلام کی دلیلون کی ترقی مین کوشش
کرتے ہین اِس سبب سے کہ حقیقت کار سے بیخبر ہین پس یہ بہی منفعت اور اسرار حکمت ہی تو ہلاکت کی دعا کرنا اُنکے واسطے اس وقت مناسب نہ تہا اگرچہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم تنگ دلی کے سبب سے چاہتے تہے کہ جلد ہلاک ہون اسیواسطے ارشاد ہوا **فَمَهِّلِ الْكَافِرِينَ** پس
مُہلت دے کافرون کو اور جلدی اُن کی بد دعا مین نہ کر کہ اُن کے شُبہے کرنے کے سبب سے نزول وحی کا اور جواب شبہون کا پے در پے پہنچتا ہے
اور حقایق شریعت اور دین کے اور احوال حشر اور نشر کے کماحقہ تحقیق اور واضح ہوئے جاتے ہین اور بعد اُسکے ظہور دین کا خوب تحقق
ہو جاوے اور الزام اور حجّت اور دفع شبہہ کا اپنی نہایت کو پہنچے تو اُس وقت تجہکو جہاد اور قتال پر مامور کرینگے اور تیرے ہاتہون سے

انکو ہلاک کرینگے اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا فرصت دے انکو تہوڑی دنون کہ وے دن ابتدائے بعثت سے قریب چودہ برس کے تہے اور اس عرصے مین جو شبہ کہ انکی خاطر مین گذرتا تہا کرتے تہے اور جواب اسکا پاتے تہے بعد اسکے کوئی شبہ انکے دل مین نرہا تو عناد اور شرارت انکی ظاہر ہوگئی اور قابل سیاست اور تنبیہ کے ہوے اور اتنی مدت کی مہلت دینے مین نکتہ یہہ ہے کہ یہہ مقدار آدمی کے سن بلوغ کا ہے کہ جب اس عمر کو پہنچتا ہی تو عقل اور بدن اسکا کامل ہوجاتا ہے اور قابل سیاست اور جزا کے ہوتا ہے پس ابتداے بعثت مین مکے اور عرب کے کافر حکم لڑکے کا رکہتے تہے کہ آہستہ آہستہ تعلیم اور سمجہانا شریعت کے حکمون کا اور تامل کرنا اسکے دلائل مین اور جاننا بہلائی برائی دین کے قاعدون کی انکو منظور تہی اور دکہانا معجزون اور آیات بینات کا اس مقدمے مین کفایت کرتا تہا جب کہ اس مدت تک بہی بعضی انمین سے صلاح پذیر نہوئے تو باوجود پرورش کامل کے محتاج تادیب اور تعزیر کے ہوے تو پس حکم جہاد اور قتال کا نازل ہوا +

سورۃ الاعلیٰ

سورۂ اعلےٰ مکی ہے اور اسمین انیس ۱۹ آیتین اور بہتر ۷۲ کلمے اور دو سو اکہتر ۲۷۱ حرف ہین اور وجہ اسکے ربط کی سورۂ طارق سے یہہ ہے کہ اس سورے مین بیان فرمایا ہے کہ نفس انسانی کے واسطے نگہبان مقرر ہین اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور اس سورے مین یہ مذکور ہے کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے نفس کا اللہ تعالیٰ خود حافظ و نگہبان ہے اس بات سے کہ علوم غیبی کی وحی کو فراموش کرین اور اس سورے مین انسان کی کیفیت کی ابتدا کا بیان ہے کہ نطفہ اسکا کہان سے آتا ہے اور کہان کو جاتا ہے اور اس سورے مین اسکی خلقت کی انتہا کا بیان ہے کہ بعد تربیت کے کیا صورت پکڑتی ہے اور اس سورے مین قرآن مجید کے اوصاف مذکور ہین کہ اپنی ذات سے وہ کلام اعجاز نظام کیا کچہہ مرتبہ رکہتا ہے اور اس سورے مین بہی اوصاف قرآن مجید کے بیان ہین بہ نسبت آدمیون کے کہ عمل کرنا اسپر موجب نجات کا ہے اور نہ پہرنا اس سے ہلاکت کا سبب ہے اور ان مضمونون کو جو کچہہ کہ آپسمین ربط ہے سو پوشیدہ نہین ہے اور اس سورے کا نام سورۂ اعلےٰ اسواسطے رکہا ہے کہ اول مین اسکے یہ نام اسمار الٰہی مین سے مذکور ہے اور حقیقت اس نام کی دلالت کرتی ہے اس بات پر اللہ تعالیٰ مرجع ہے ہر کمال کا ابتدا مین بہی اس کمال کے اور انتہا مین بہی اس کمال کے کیونکہ عالی ہونا مرتبے کا منحصر ہے دو قسم مین ایک قسم علو بدایت کا ہے یعنے کمال وہان سے شروع ہوتا ہے اور دوسری قسم علو نہایت کا کہ کمال وہان انتہا کو پہنچتا ہے اور چونکہ دونون قسمونکو جامع ہے وہ اعلےٰ ہے اور جو حق تعالیٰ کو اس نام سے مذکور فرمایا تو معلوم ہوا کہ اسکے بخشے ہوے کمالات کو ہرگز نقصان نہین آتا ہے والا علو مرتبے مین اسکے ابتدا مین یا انتہا مین قصور لازم آوے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فوراً ذکر سے اس نام کے تسلی خاطر کے حاصل ہوا اور جو دغدغہ کہ خاطر مبارک مین آتا تہا بالکل زائل ہوجاوے اور اس سورے کے نازل ہونے کا سبب اس طور سے بیان کیا ہے کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بڑی بڑی سورتین نازل ہونا شروع ہوئین اور بے حد و بے حساب غیب کی طرف سے جبرئیل علیہ السلام کے واسطے سے علوم نازل ہونا شروع ہوے تو خاطر مبارک مین آپ کے یہ دغدغہ خلجان کرتا تہا کہ مین تو امّی محض ہون یاد رکہنا ان الفاظون اور معنون کا بغیر لکہنے اور کتابت کرنے کے مجہہ سے کیا ہوسکیگا مبادا بہت سی چیزین اس مین سے بہول جاؤن اور رسالت کے مقدمے مین نقصان واقع ہوجاوے پس حق تعالیٰ نے انکی خاطر مبارک تسلی کے واسطے یہ سورت نازل فرمائی اور اس سورے مین خوشخبری دی کہ جناب خداوندی خود تیری استادی فرماوے گی اور تجہکو سبق بہولنے کا خطرہ ہرگز نچاہئے کرنا اور اسی واسطے حدیث شریف مین وارد ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس سورے کو بہت دوست رکہتے تہے اور وتر کی پہلی رکعت مین اور جمعہ کی پہلی رکعت مین اس سورے کو اکثر پڑہتے تہے اور سلف کے لوگ بہی اکثر تہجد کی نماز مین اس سورے کو پڑہتے تہے اور اسکے برکت کے شیدا رہتے تہے اور عقبہ بن عامر رضے اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آیت فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ نازل ہوئی تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس تسبیح کو اپنے رکوع مین مقرر کرو یعنے رکوع مین سبحان ربی العظیم کہو اور جب آیت سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى نازل ہوئی تو فرمایا کہ اس تسبیح کو اپنے سجدے مین بجا لاؤ یعنے سجدے مین سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى کہا کرو اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بہی منقول ہے کہ جو شخص سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى پڑہے تو چاہئے کہ اسکے ساتہ ہی سبحان ربی الاعلیٰ کہے تاکہ فرمان برداری امر الٰہی کی ادا ہوجاوے

س
ع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى پاک سمجھ نام کو اپنے پروردگار کے کہ سب اونچون سے اونچا ہے اس جگہ پر جان لیا چاہیئے کہ پاک جاننا نام کا
اکثر مفسرین کے نزدیک کنایہ ہے پاک جاننے سے ذات کے کیونکہ عرب کا قاعدہ ہے کہ تعظیم اور ادب کے مقام پر ذات کو نام کے ساتھ تعبیر کرتے ہین چنانچہ عرف
مین مشہور ہی کہ بادشاہون امیرون کے حضور مین عرض کرتے ہین کہ حضور کے نام سے یہ کام ہوا اور فلانا قلعہ فتح ہوا پس اگر سبح ربک فرماتے تو یہ رعایت تعظیم
اور ادب کی حاصل نہوتی دوسرے یہ کہ ذات پاک حق تعالی کے سوائے حق تعالی کے کوئی نہین جانتا پس پاک جاننا اُسکی ذات کا یہی ہے کہ ناقص اور بے ادبی کے
نامون کو اُسکے ذات پاک کی طرف نسبت نکرے اور حق تعالی کی ذات پاک کے جاننے سکے تھے جسقدر کہ شریعت مین مذکور ہے مین اجمال کے طور سے سمجھ لیجیئے کہ حق تعالی
کی ذات ہماری عقل اور وہم اور ادراک سے برتر ہے اور کوئی نالایق صفت اور نقصان اور عیب اُسکے جاہ وجلال کے سراپردونکے گرد نہین پھٹکتے اور تفصیل سے بھی
سمجھ لیا چاہیئے کہ وہ ذات پاک نہ جوہر ہے نہ جسم نہ عرض اور کل اور بعض کو اُسمین گنجایش نہین اور صورت اور جہت اور حد اور نہایت اور مکان اور مجلس کی قید
ہرگز اُسکو لاحق نہین ہوتی ہین اور نہ کوئی چیز اُس سے مُشابہت رکھتی ہے اور نہ وہ کسی چیز سے مُشابہت رکھتا ہے پس مثل اور شریک سے اور جورو بچے اور کھانے اور
پینے سے اور جو چیزین کہ حدوث انکو لازم ہی یا موجب زوال اور فنا کی ہین وہ ذات پاک اُن سب چیزونسے پاک اور مبرّا ہی اور ایک گروہ نے مفسرون کے کہا ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ
کی ذات کو پاک جاننا فرض ہے اسی طرح سے اُسکے پاک نامونکی بھی تعظیم اور عزت واجب ہے پس اس آیت مین کسواسطے اُسکے نامون کا پاک رکھنا مراد ہوا اور اللہ تعالے
کے نامونکو پاک رکھنے کے معنے یہ ہین کہ اُسکے نام کو ایسی چیز پر جو نقصان اور عیب پر دلالت کرتی ہو نہ لین اور اُسکے نام کو اُسکے غیر پر جاری نکرین اور
ذکر اُس جناب پاک کے نامونکا تعظیم اور طہارت اور حضور قلب اور کمال توجہ سے بجالاوین تاکہ تصفیہ قلب کا حاصل ہو اور جو پہلے بیان ہوا وہی اور ظاہر یہ بات ہے کہ اعلی
کی صفت ہے کیونکہ آگے کی صفتین جیسے الذی خلق فسوّی اور سوا اسکے سب رب کی صفتین ہین نہ اسم کی اور بعضے صوفیہ کرام نے فرمایا ہے کہ اعلے صفت اسم کی ہے
اور وہ اشارہ ہے ایک مسئلہ کیطرف تصوف کے مسئلون سے کیونکہ اہل تصوف کے نزدیک مخلوقات الہی سے ہر مخلوق کا ایک رب ہے اسمائے الہیہ سے کہ اُس مخلوق کے تعین کا مبدا اور
اسکے کمال کی نہایت کا مرجع اور اُسکے سفر کا منتہے ہے اور روح محمد علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کہ سب مخلوقات سے اکمل ہے رب اسکا اسم اعلے ہے اور وہ عبارت ہے
اس ذات سے جو جامع ہے سب کمال کی صفتونکی اور معنے اس اسم کی تسبیح کے یہ ہین کہ ماسوی حق سے تجرد کر اور نظر کرنے سے غیر کیطرف اپنے کو بچا تاکہ تیری ذات پر
کمالات حقانیہ سے ایسے بخشش فرماوین کہ استعداد تام قبول کرنیکو کمالات الہی کے سوائے ذات محمدی کے کسی مخلوق کو حاصل نہین ہے اور تسبیح ہر چیز کی کہ اُس چیز کے ساتھ
خاص ہے وہ تسبیح ایک اسم کی ہے اسمائے الہی سے کہ وہ اسم مُربّی اس چیز کا ہے اور مرجع اس چیز کے کمال کا حاصل کلام کا یہ ہے کہ لانا اس اسم کا اس مقام پر
اس فائدے کے واسطے ہی کہ جو کمال کہ تجھ مین ظاہر ہوا ہے اسمین اسباب کا خوف نکر کہ کبھی اسمین نقصان خلل پاویگا کیونکہ تیرا پروردگار وہی ہے اعلے کہ مبدا اور مرجع ہر کمال کا ہے
اور ہر چیز کو اسکے لایق کمال کے درجے کو پہنچا دیتا ہے اور اُسکی کام تکمیل اور ترتیب مین ناتمام نہین رہتے چنانچہ گواہی دینے کو اس مطلب کے اور ثابت کرنے کو اس
بات کے کہ اللہ تعالیٰ مبدا اور مرجع ہر کمال کا ہے تین صفتین دوسری یاد فرماتے ہین کہ **الَّذِي خَلَقَ فَسَوَّى** یعنے پروردگار تیرا وہ ذات
ہے کہ پیدا کیا ہر چیز کو پھر پورا کیا اور معتدل بنایا حاصل یہ ہے کہ پیدایش کو ہر چیز کے باعتبار خواص اور منفعتون اور اُن فائدون کے جو اس چیز سے منظور ہین
کمال کے درجے کو پہنچایا ہے اور ایک خاص مزاج کہ اِن کمالون کو قبول کرے اور وہی منفعتین اور فائدے اُس سے ظاہر ہون اُسکو بخشا ہے چنانچہ جو شخص
حیوانات کی قسمون کو انسان اور ہاتھی سے لیکر مچھر اور پسّو تک غور کرے اور اسی طرح سے نباتات اور معادن کو دہیان کرے تو یقین جان لے کہ چیز
اس چیز کے فائدے اور منفعتین حاصل ہونے کا اسباب عنایت فرمایا ہے **وَالَّذِي قَدَّرَ فَهَدَى** اور تیسرا پروردگار وہ ذات پاک
ہے کہ اندازہ فرمایا ہے ہر شخص کے واسطے ایک کمال کو پھر راہ بتائی ہے اُسکو اپنے کمالات حاصل کرنیکی یہانتک کہ بچے کو ماکے پیٹ مین پیٹ سے

باہر نکلنے کی راہ الہام فرماتا ہے اور پیٹ کے نکلنے کے ساتھ ہی دودھ پینا اور رونے سے اپنا حال ظاہر کرنا اسکو الہام ہوتا ہے اور ہر نر کو مادہ پر جست کرنا اور پانی مین تیرنا اور گونسے باولی کا پہچاننا اور دوسرے معاش کے کامون کی مصلحتین غیب سے تلقین ہوتی ہین اور شہد کی مکھی کو مہندسی کے فن مین کامل کیا ہے کہ عجیب طرز پر گھر بناتی ہے پھر اُسمین سے شہد نکالتی ہے اور کہتے ہین کہ سانپ جاڑون مین ہوا کی سردی سے اندھا ہوجاتا ہے پھر جب بہار کے دن آتے ہین تو سونف کے درخت کی طرف جاتا ہے اور اپنی آنکھون کو اُسکے پتون پر ملتا ہے یہانتک کہ اُسکی آنکھین روشن ہوجاتی ہین اور جو کچھ کہ امورات جانورون اور حشرات کو معاش کے اسباب حاصل کرنے مین اور توالد اور تناسل اور دوسرے امورات ضروری کے واسطے الہام ہوتے ہین سو یہ سب احوال کتاب عجائب المخلوقات مین خوب تفصیل سے لکھے ہین اور حکما نے کہا ہے کہ ہر مزاج مستعد ایک قوت خاص کا ہے اور ہر قوت قابل ایک کام معین کے ہے اور تقدیر اسی سے عبارت ہے کہ اجزا کو جسم کے اس طور سے بناوین کہ ایک قوت کے قبول کرنے پر مستعد ہووے اور ہدایت عبارت ہے اُس قوت کے فیض دینے سے تاکہ مصدر اُس کام معین کا ہوجاوے اور ان دونون تصرفون سے صلاحیت عالم کی منتظم کے ہے **وَالَّذِیْٓ اَخْرَجَ الْمَرْعٰی** اور پروردگار تیرا وہ ذات ہے کہ اپنی قدرت سے ایسی چیز نکالی ہے کہ اُسکو جانور چرتے ہین جیسے گہاس کہ بہایم اور وحوش اُسکو کہاتے ہین اور طرح طرح کے پہول اور ریحان کہ شہد کی مکھی اور شکر خورہ اور دوسرے پرند اُسکو غذا کرتے ہین اور طرح طرح کی کہیتیان اور میوے اور بیل کہ آدمی اور بعضے جانور اُسکے کہانے سے فائدہ مند ہوتے ہین **فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰی** پھر کر ڈالا اُس کہیتی کو خشک سیاہ کہ جاڑے کی خشکی اور سردی کے سبب سے رطوبت اور طراوت اُسکی جاتی رہتی ہے اور خشک اور سیاہ ہو کر ذخیرہ کرنے کے کام مین آتی ہے کہ نایابی کے وقت مین کام آوے اور یہان پر سمجھ لیا چاہیئے کہ اسبات کے ثابت کرنے کو کہ پروردگار عالم سب اونچون سے اونچا ہے اور مرجع ہر کمال کی ابتدا اور انتہا کا ہے ان تینون صفتون کو اختیار فرمایا ہے اور نکتہ اُسکا یہ ہے کہ تمام عالم مین کمال تین قسم سے باہر نہین ہین کیونکہ ہر شے کا کمال یا اپنی ذات مین ہے یا غیر کے نفع کے واسطے اور کمال ذاتی یا باعتبار جسم اور ظاہر کے ہے یا باعتبار روح اور باطن کے پس کمال ذاتی کے ثابت کرنے کو کہ تعلق جسم و ظاہر سے رکہتا ہے اَلَّذِیْ خَلَقَ فَسَوّٰی لایا گیا اسواسطے کہ پیدا کرنے مین ہر چیز کے رعایت جسم کے اعتدال کی اور مناسبت اعضا کی اور برابر کرنا ہاتہ کا ہاتہ سے اور کان کا کان سے اور آنکہ کا آنکہ سے اور پانون کا پانون سے کمال زیب و زینت کے ساتہ ظاہر اور موجود ہے اور ثابت کرنیکو کمال ذاتی کے کہ روح سے تعلق رکہتا ہے وَالَّذِیْ قَدَّرَ فَهَدٰی لایا گیا کیونکہ ارواحون کے استعداد کے اندازے کو مختلف کرنا پہر موافق استعداد کے راہ دکہانا تاکہ اس کمال کو کہ اسکی استعداد کے لایق ہے حاصل کرے یہ بہی آنکہون کے روبرو نظر آتا ہے اور ثابت کرنیکو اُس کمال کے کہ غیر کے نفع سے تعلق رکہتا ہے وَالَّذِیْٓ اَخْرَجَ الْمَرْعٰی فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰی لایا گیا کیونکہ پیدا کرنا جانورون کی گہاس کا اور آدمیون کی غذا کا اور طرح طرح کی خوشبوون کا اور لباسون اور دواؤن اور زہرون کا اور ایک وقت معین تک انکو رطوبتون اور طراوتون سے بڑہانا اور بعد اُسکے خشکی اور سردی کے مسلط کرنے سے زیادتی رطوبتون کو اُنسے دور کر ڈالنا تاکہ مدتون رہنے سے سڑنے نپاوین اور ذخیرہ ہوسکین ایک دلیل قوی ہے ابتدا اور انتہا پر اس کمال کے اور جو معلوم ہوا کہ حق تعالی رب الاعلی ہے کہ مرجع ہر کمال کا ہے ابتدا مین بہی اور انتہا مین بہی اور تجہکو اُسکے نام کی تسبیح سے بڑی مناسبت اُس جناب سے حاصل ہوئی ہے اب اپنے کمال کے نقصان سے اندیشہ نکر کیونکہ **سَنُقْرِئُكَ** ہم آپ تجہکو پڑہاوینگے قرآن اور بے انتہا علم تجہکو تعلیم کرینگے کہ اُسی قرآن سے نکلتے ہین اور تصفیہ اپنے قلب کا اُس تسبیح سے کرتا زنگ آلودہ نہو جاوے **فَلَا تَنْسٰٓی** پہر ہرگز نہ بہولیگا تو اسواسطے کہ تیری استعداد تصفیہ قلب کے سبب سے کمال کو پہنچ گئی اور کوئی زنگ غیب کے فیض کو حجاب نہو سکیگا **اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ** یعنے کسی چیز کو علوم غیب سے جو تیری استعداد کے لایق ہے اور میثاق کے دن جو استعدادون کے تقسیم کا وقت تھا تیرے حصہ مین پہنچی ہے ہرگز نہ بہولیگا مگر وہ جو اللہ تعالی نے چاہا ہے اور حکمت اُسکی نے تقاضا فرمایا ہے کہ تیرے دل سے اِس جہان مین بہول جاوے تاکہ قیامت کے دن مقام محمود کے حاصل ہونے کے واسطے ذخیرہ ہووے چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہے کہ مقام محمود مین اِس طرح کی حمد و ثنا اللہ تعالے تعلیم فرماویگا کہ اس وقت مجہکو یاد نہین ہے اور بے شبہ وہ محامد استعداد مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے

داخل تھے اور عالم روحانی میں التفات جمالی ان عددون پر رکھتے تھے گویا کہ اس دنیا مین ایک حکمت کے واسطے انکو بھلا دیا تھا اور بعضی قرآن کی آیتین کہ سینۂ مبارک سے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے محو ہو گئیں تھین اور بھول گئین تھین وہ بھی ما شاء اللہ مین داخل ہین کیونکہ بھلانا بھی ایک طرح کا منسوخ کرنا ہی چنانچہ سورۂ بقر مین فرمایا ہے
کہ ما ننسخ من اية او ننسها نأت بخير منها او مثلها لیکن اتنا سمجھ لیا چاہیے کہ بھلا دینا اسوقت علامت منسوخ ہونیکی ہوتی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے سینۂ مبارک سے اور ساری امت کے قاریون کے دل سے محو ہو جائے و الا حدیث صحیح مین وارد ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایکبار نماز کی
قرات مین ایک آیت چھوڑ گئے پھر بعد نماز کے ابی بن کعب سے پوچھا کہ میری اس قرات مین کوئی آیت چھوٹ گیا ابی رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ ہان فلانی آیت
رہ گئی فرمایا کہ مجھکو بتائی کیون نہین ابی رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ مین سمجھا کہ یہہ آیت منسوخ ہو گئی فرمایا کہ نہین مین ہی بھول گیا تھا اور اگر منسوخ
ہوتی تو تمکو خبر کر دیتا **انه يعلم الجهر وما يخفى** تحقیق وہ اللہ تعالی جانتا ہی ان کمالونکو جو تجھہ مین ظاہر ہین اور جلوہ گر اور سراد نی
اعلی اسکو دیکھتا ہی اور جانتا ہی انکو جو کہ ہنوز تیری استعداد کی تہہ مین پوشیدہ ہین اور اپنے وقت پر مصلحت کے موافق پوشیدگی سے فعل کیطرف ظہور
کرینگے اور جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے استادی سے تسلی بخشی تا کہ حفظ قرآن سے انکا دل فارغ ہو اور جان لین کہ یہہ پودہ بیشک اور شبہ پھلنے
والا ہی اور یہہ بات ہلاج کی نہین جیسے دوسرے انسانون کے استاد کسی شخص کی تعلیم کے درپے ہوتے ہین اور وہ شخص بعضے عارضون کے سبب سے ناقص
رہجاتا ہی تو اب دوسرے علمون کی حفاظت سے بھی انکی خاطر جمع فرماتے ہین **ونيسرك لليسرى** اور آسان کر دینگے ہم تجھہ پر آسانی کی راہ
چلنا کہ اللہ کیطرف کے راستون مین سے بہت نزدیک کا راستا ہی معرفت مین بھی اور عبادت مین بھی اور ملک و ملت کی سیاست مین بھی یعنی جو علم کہ ان تینون
چیزون سے متعلق ہین تو اریکے مانند تیرے دل سے جوش مار رینگے اور ان علمون کے حاصل کرنے مین کچھہ محنت اور مشقت بھی نہ پہنچیگا اور کسی کتاب اور دستور العمل اور مرشد اور استاد کا
بھی محتاج نہو گا پھر جب حقیقت مین بات یون ہے تو تجھکو یاد کرنے مین قرآن اور دوسرے علمون کے مبالغہ اور کوشش ضرور نہین ہی بلکہ تجھکو چاہیے کہ دوسرونکو انکے
بھولے ہوئے علم یاد دلاوے اور کامل ہونیسے کامل کرنیکی طرف رجوع کرے کیونکہ تجھکو محض امت کی تکمیل کی محنت اور رنج کے واسطے بھیجا اور تیری تکمیل ہمارے
ذمے پر ہی چنانچہ فرماتے ہین **فذكر ان نفعت الذكرى** پھر یاد دلا اگر نفع کرے یاد دلانا اور نصیحت کرنا تا کہ تیرا کمال متعدی ہو جاوے
اور ہزارون آدمی تیرے رنگ مین رنگ جاوین یہان پر ایک سوال ہی جو آب طلب اکثر مفسر اسے رنج و تاب مین ہین وہ یہہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا
منصب تذکیر اور وعظ او پند دینا ہی خواہ کوئی قبول کرے یا نہ کرے پھر اس شرط کو کسواسطے بڑھایا ہی یہان تک کہ بعضے مفسرون نے کہا ہی کہ مراد الہی یہہ ہے
کہ ان نفعت الذكرى وان لم تنفع پس ایک قرینے کو محذوف رکھا ہی چنانچہ رب المغارب اور سرابيل تقيكم الحر میں بیان ہی اور دوسرے جواب
بھی اسی قیاس سے ذکر کئے ہین اور تحقیق مقام کی یہہ ہی کہ تذکیر اور موعظت اور پند دینا یہہ سب مشروط ہین قبولیت کے ظن کے ساتھ اور منصب آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم کا تذکیر اور وعظ ہر شخص کا نہین ہی ہان حکم الہی کا پہنچانا اور ڈرانا اللہ تعالی کے عذاب سے تا کہ الزام حجت کا ہو اور عذر جہل و نادانی کا نہ رہے اتنا
بہ نسبت ہر شخص کے ضرور ہے لیکن اسکو تذکیر اور موعظہ نہین کہتے ہین اور سورۂ غاشیہ مین قول صریح بھی ہی کہ الا من تولى وكفر استثنا ہی فذكر سے تو اگر
صراحتہ یہی شرط بوجھی جاتی ہی اور یہہ بات بھی ہو سکتی ہی کہ یہہ شرط امر کی تاکید کے لئے ہی تذکیر کے واسطے یعنے اگر کسیکو تذکیر نفع کرے تو تجھکو تذکیر کرنا
چاہیے اور یقین ہے کہ تذکیر البتہ عالم مین کسیکو نفع کریگی گو ہر کسیکو نفع نہ کرے بس گویا معلق ہونا ایک شے کا ایسی چیز پر ہوا جسکا واقع ہونا ضروری ہے
کہ یہہ امر موجب تاکید کا ہے چنانچہ حدیث صحیح مین ہے کہ قد كان فيما قبلكم من الامم محدثون فان يك في امتي احد
فانه عمر اور یہان پر دو سوال دوسرے بھی تفسیر نہین بیان کرتے ہین سو دو سوال معہ جواب لکھے جاتے ہین اول تو یہہ ہے کہ معلق کرنا
کسی شرط پر اس شخص کے واسطے جائز ہے جسکو کام کے انجام کی خبر نہو اور اللہ تعالی تو علام الغیوب ہے اسکے کلام مین تعلیق کے کیا معنی
ہونگے اسکا جواب یہہ ہے کہ انبیا کی دعوت اور مبعوث ہونا سب ظاہر کی چیزون کے واسطے ہی پوشیدہ چیزون کے واسطے نہین ہے اسیواسطے
حضرت موسی علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام پر انکی حرکتون مین کہ ظاہر مین بری تھین اور باطن مین اچھی گرفت فرمائی اور حضرت موسی

علیہ السلام کو بھی فرعون سے ہمکلام ہونے مین ارشاد ہوا کہ فقولا لہ قولاً لیناً لعلہ یتذکر او یخشیٰ یعنی فرعون سے کلام نرم کرو شاید وہ نصیحت قبول کرے یا خدا سے ڈرے حالانکہ علم آلہی مین مقرر تہا کہ وہ نصیحت قبول نکریگا اور حق تعالیٰ سے نہ ڈریگا دوسرے یہ کہ وعظ کا نام تذکیر کسواسطے رکہا حالانکہ عرب کے لغت مین تذکیر کے معنے یاد دلانے کے ہین اور یاد دلانا اُس چیز مین ہوتا ہی کہ اول سے معلوم ہو لیکن فی الحال بہول گئی ہو جواب اُسکا یہ ہی کہ دین کی خوبی اور اللہ تعالیٰ کی عبادت اور توحید اُس ذات پاک کی عقلون مین بنی آدم کی موافق اصل جبلت کے گڑہی ہوتی ہی چنانچہ فرمایا ہی فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا پس گویا ہر شخص کی ذات مین دین کے کامون کا علم حاصل تہا لیکن بسبب پیدا ہونے سوانع کے بہول گیا تہا اب وعظ اور نصیحت پیغمبرونکی اُس بہولے ہوئے علم کو یاد دلانیکے واسطے ہے اسیواسطے بعضے عقلاء نے کہا ہے کہ ارواح بنی آدم کی اُن چیزونکو کہ جاننا اُنکا ضرور ہے بدن کے تعلق سے پہلے جانتی ہین جو اس دنیا مین آئین اور بدنکی تدبیر مین مشغول ہو گئین تو وہ سب بہول گئین جیسے کمال بڈہاپے کی حالتمین کہ تدبیر بدنکی مشکل پڑجاتی ہی تو پہلی یاد باتین بہول جاتی ہین پس انکو بہی معلوم باتین جو بہول گئی ہین انبیاء اور واعظ یاد دلاتے ہین چنانچہ اس حدیث سے کہ الارواح جنود مجندۃ فما تعارف منہا ائتلف وما تناکر منہا اختلف یعنے سب روحین مثل لشکر کے ہین اکٹہا کی گئین جیسی پہچان جانکی ہے اُس سے دنیا مین آپسمین محبت ہوتی ہے اور جسے پہچان نہین اُنمین محبت نہین ہوتی یہی ہو اُسی بات کی آتی ہی اور افلاطون حکیم سے بہی منقول ہی کہ اپنے شاگردونسے کہتا تہا انی لست اُعلمکم ما کنتم تجہلون ولکنی اذکرکم ما کنتم تعلمون بیشک مین تمکو نہین سکہلاتا جو تمکو نہین معلوم ہے ولیکن یاد دلاتا ہون جو تمکو تم جانتے تہے اور جو بیان فرمایا کہ تمکو خلق اللہ کے نفع کے واسطے تذکیر کرنا چاہئے اب بیان اُس شخص کا جسکو پیغمبر کی تذکیر سے فائدہ ہوگا فرماتے ہین سیذکر من یخشیٰ اب سمجہہ جاویگا جسکو اللہ کا ڈر ہی ہرچند کہ تمکو علی العموم نصیحت کرنا فرض ہے لیکن ہر شخص کو اُس سے فائدہ نہوگا بلکہ نفع اُسکا استعداد کی شرط کے ساتہ مشروط ہی اسیواسطے کہا گیا ہی صحبت اصل استعداد و شرط صحبت است مردہ چون کور بست عینک لعبت ست ۞ اور مقدار خدا کے خوف کی انکا رسم ہوتا اور سلامت رکہنا جانکا بیہودہ اور پوچ باتون سے مصاحبون کے تاکہ نورانیت اور صفائی روح کی ظلمت اور کدورت سے بدل جاوے اور نیکی شعاع کی روشنی بقبول کرتی رہی اور بعضے مفسرین نے اس آیت کے معنے یون کہے ہین کہ بار بار نصیحت کر اگر ایکبار نصیحت سے نفع کیا ہو کیونکہ جلد وہی ہویگی نصیحت یکبارگا جو کہا ایک ہی بار نصیحت کر نہین جیسا سوڈرا لیں ہین مشہور ہو شکال بہی بالکل جاتا رہا اور علامت اُس شخص کی کہ اُسکو نصیحت نفع کرے بیان ہو گئی اور تفصیل کا باب تکرار کے معنو نپر دلالت کرتا ہی ان معنونکے ساتہ نہایت مناسب ہوگیا واللہ اعلم اور جب فائدہ لینے والونکی نصیحت کے بیان سے فارغ ہوئی تو اب فائدہ نہ لینے والونکا بیان فرماتے ہین ویتجنبہا الاشقی اور کنارہ کریگا اس نصیحت سے وہ شخص جو بڑا بدبخت ہے اور حقیقت مین وہ شخص وہ ہے کہ کچہہ خدا کا خوف نہین رکہتا ہے اور عداوت اور عناد کی راہ سے کفر کرتا ہے پس حقیقت کلام کی اسطرح سے تہی کہ ویتجنبہا من لا یخشیٰ لیکن اس بات کی آگاہی کے واسطے کہ جو شخص کہ خدا کا خوف نہین رکہتا ہی نہایت بدبخت ہے اسواسطے اشقی کو من لا یخشیٰ کی جائے برلائے ہین اب یہان پر سمجہہ لیا چاہئی کہ آدمی کی شقاوت یہ ہے کہ عمل اور اعتقاد اُسکا درست نہو اور جسکا عمل نادرست ہے اور اعتقاد درست ہے وہ بہی شقی ہے لیکن جو شخص کہ اعتقاد بہی فاسد رکہتا ہی وہ اُس سے بہی زیادہ بدبخت ہے پہر اگر کوئی قصور اُسکے اعتقاد مین جہل بسیط کے سبب سے یا تاویل سے ہو اور تقلید کے سبب سے کسی مذہب کی ظاہر باطلہ سے تو اُسکو ممکن ہے کہ نصیحت سے اور مرشد کے سمجہانے سے راہ پر آجاوے اور جو شخص کہ اُسکا اعتقاد بسبب عناد کے نادرست ہی کہ وہ دانستہ انکار حق کا کرتا ہی اور ایک بڑا حجاب کثیف اُسکی استعداد کے آئینے پر پیدا ہوا ہے کہ ہرگز تعلیم سے معلم کے اور ارشاد سے مرشد کے اصلاح اُسکی ممکن نہین ہی ہے اور بدبختی کی نہایت کو پہنچا ہو وما تغنی الآیات والنذر اُسی کی شان مین ہے اور اس آیت مین جو اشقی ہے وہی ہے اور انجام اُسکے کام کا یہ ہے الذی یصلی النار الکبریٰ یعنے یہ شخص وہ ہے جو داخل ہوگا بڑی آگ مین کہ اُسکا وصف سورۂ واللیل مین جس جاپر کہ فرمایا ہے کہ فانذرتکم نارا تلظی اور وہ ایک آگ ہے نیچے کے طبقے مین دوزخ کہ ساتوان طبقہ ہی اور فرعون والے اور اس کے منافق اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے مائدہ کے منکر اُسی طبقے مین ہونگے اور دوسرے طبقونکی آگ سے سوزش مین بہت تیز ہے اور ہرچند کہ حدیث شریف مین وارد ہے کہ نارکم ھذہ جزء من سبعین جزءا من نار جہنم

فائدہ: آتش دوزخ کی دنیا کی آگ سے گرمی میں زیادتی

کلیس مثل انتہا لینے یہ دنیا کی آگ ستر درجہ حصہ ہے دوزخ کی آگ سے گرمی مین یعنی دوزخ کی آگ کی اصل بہ نسبت دنیا کی آگ کی بہت بڑی اور تیز گرم ہے .
اسیواسطے حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ نار کبریٰ جہنم کی آگ ہے اور نار صغریٰ دنیا کی آگ ہے لیکن جو آگ کہ اُسکے درکے بیچ ہے بہ نسبت دوسرے درکون کے آگ
جہنم کی آگ کا حکم رکہتی ہے دنیا کی آگ کی نسبت پس آتش کبریٰ حقیقت مین وہی آگ ہے اور سبب اُس آگ کی گرمی کی زیادتی کا بہ نسبت دوسری آگون کے یہ ہے کہ
اس مثال سے سمجھ لیا جاتا ہے کہ دنیا کی آگ سرد ملک مین عین سردی کے موسم مین برف پڑنے کی حالت مین سردی کے کام مین مشغول ہونیکے وقت جیسے ملاحی
اور سقائی علی الخصوص بڑہاپے مین اور مزاج بہی سرد ہو جیسے بوڑہا بلغمی مزاج اس قدر سوزش رکہتی ہے کہ اُسکا تحمل بدن پر نہین ہو سکتا پہر وہی آگ گرم
ملک مین عین دوپہر کے وقت گرمی کے موسم مین گرمی کے کام مین مشغول ہونیکے وقت جیسے باورچی گری اور نانبائی علی الخصوص جوان صفراوی مزاج
کو کہ روزہ دار بہی ہو اور تپ بہی چڑہی ہو تو قیاس کیا چاہیے کہ کتنا تفاوت رکہتی ہے بس اسی قیاس پر تفاوت اُس آگ کی گرمی کا دوسری آگونکی گرمی سے
قیاس کر لیا چاہیے والعیاذ باللہ من کل اصناف النار اور جو دنیا مین ہر مصیبت کہ آدمی کو پیش آتی ہے نہایت اُسکی یہ ہے کہ موت کو پہنچا دیتی ہے
اور موت موجب خلاصی اور راحت کا اُس مصیبت سے ہو جاتی ہے اور اس بدبخت کو راحت سے بہی محروم رکہا ہے کہ باوجود ایسی گرمی کی شدت کے ہلاک
نہین ہوتا ہے چنانچہ فرماتے ہین **ثُمَّ لَا يَمُوتُ فِيهَا** پہر باوجود اسقدر عذاب کی شدت کے اور دراز ہونے مدت کے نہ مریگا اُس آگ مین کہ
بسبب مرنیکے جسم اسکا اس بلا سے علیحدہ ہو جاوے اور روح اسکی اس دکہہ سے نجات پاوے کیونکہ بنیاد اُس عالم کی بدنونکی ایسی نہین کہ روح اُس سے جدا ہو سکے
اور بہید اسمین یہ ہے کہ احکام روح کے اُس عالم مین بدن پر غالب ہونگے اور بدن حکم روح کا پیدا کرینگے اور روح کا معدوم ہونا محال ہے اسیواسطے دنیا مین
ہر چند کہ سختیان سخت اور مصیبتین بے انتہا پیش آتی ہین لیکن روح فنا نہین ہوتی بلکہ نہایت بیقراری اور دکہہ سے بدنکو چہوڑ کر چلی جاتی ہے اور جو بدن کہ
بدن حکم ارواح کا پیدا کرینگے تو بکہرنا ترکیب کا بہی اُنسے غیر ممکن ہوگا **وَلَا يَحْيَىٰ** اور نہ جئیگا کیونکہ اُسکی روح ہمیشہ دکہہ اور عذاب مین ہے
یہانتک کہ موت کی آرزو کرینگے اور موت نہ آویگی اور اس قسم کی زندگانی حقیقت مین زندگانی نہین ہے ؎ عمر عیش خوش گذرد زندگی خضر کم ست و در
ناخوش گذرد نیم نفس بسیار ست ، پس پوست انکی بدنکا آگ کی تاثیر سے جل جاویگا پہر روح کے غلبے کے سبب سے آناً فاناً دوسرا نیا چمڑا پیدا ہوگا تاکہ اُسمین ایذا اور درد
زیادہ ہو چنانچہ نظم پراگندہ آیتونکے بعد دنیا مین تجربہ ہو چکا اور جو آیت سیذکر من یخشیٰ مین بیان اُس شخص کا جو تذکیر سے پیغمبر کے فائدہ مند ہوتا ہے
کیا گیا تو فرماتے ہین کہ خوف آلہی کا ہونا آدمی کے دلمین سننے سے پند اور نصیحت بزرگونکی ابتدا ہی کمال کی اور نہایت کمال کی دوسری چیز ہے اعتماد
کرنا فقط خوف ہونے پر سچا نہیں کیونکہ اگر وہ خوف ایک خیال کی مانند آیا اور چلا گیا تو کچھ کام آنیوالا نہین جبتک کہ دلمین جم نہ جاوے اور ہر عضو کو بُرے کامون سے
بند نکرے اور اچہے کامون پر قائم نکرے پہر جب ایسا ہو گیا تو اُسوقت قابل اعتبار کے ہوگا اور سبب سے رستگاری کا **قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّىٰ** تحقیق مراد کو
پہنچا جو پاک ہوا اور پاکی کی کئی قسمین ہین اول دل کی پاکی کفر اور شرک سے اور باطل عقیدون سے اور بُری نیتون سے اور بد اخلاق سے جیسے بخل یعنے بد باطنی اور حقد یعنی
کینہ اور دغابازی اور حسد اور تکبر اور سوا اسکے جو اس طرح کی چیزین ہین دوسرے بدنکی پاکی اور کپڑونکی نجاستون سے جیسے پیپ اور لہو اور پیشاب اور براز اور منی اور مذی
اور سوا اُسکے تیسرے پاکی بدنکی حدث اور جنابت سے وضو اور غسل کے ساتھ چوتھی پاکی بدنکی پیدا ہونے والی چیزون سے جیسے ناف کے نیچے کے بال
اور بغل کے اور ناخن اور بدنکا میل اور سوا اسکے اور اگر کسیکی ڈاڑہی یا سر کے بال لمبے ہون تو ہر ہفتے مین جمعہ کے دن اُن بالونکو دہونا اور کنگہی کرنا اور عطر
ملنا سنت موکدہ ہے پانچوین مال کی پاکی کرنا زکوٰۃ اور صدقات کے دینے سے اور سود کا مال لیجانے سے بچانا اور دوسرے طورکے حرام مالون سے جیسے
جوا اور زنا کی اُجرت اور سنگہیان لگانیکی اُجرت یا نجس چیزونکی تجارت سے حاصل ہو جیسے کچے چمڑے اور ذبح کی اُجرت اور دوسرے کام کہ اُنمین
نجاست ہاتہہ مین بہرنا پڑے **وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ** پہر بعد کمال طہارت کے لیا اپنے پروردگار کا نام تکبیر تحریمہ مین جو شروع نماز مین ہے
اور قرأت اور تسبیح اور تشہد مین اور حاضر رکہنا دلکا درمیان مین نماز کے اور زبان اور دل سے یاد کرنا سوائے نماز کے وقتون کے کیونکہ ذکر سبب ہے استعداد
کی صفائی کا اور کمالات کی زیادتی کا اور جسقدر کہ ذکر مین نام پروردگار کا بہت لیا جاتا ہے اسیقدر معرفت کا درخت بڑہتا ہے **فَصَلَّىٰ** پہر نماز پڑہی اور

ف: پاکی کی قسمونکا بیان

جس ذکر کو دل اور زبان سے کرتا ہی اسکو جوارح سے یعنے ہاتھ پیر وغیرہ سے ملا کر ایک صورت ظاہر مین بنائی اور دل اور زبان اور جوارح یعنے ہاتھ پیر وغیرہ کی موافقت
کمال مرتبہ منعم حقیقی کی نعمتون کا شکر حاصل کرے حضرت مولنا یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہی کہ اس آیت مین اشارہ ہی سلوک کی منزلون کیطرف
کہ اول اسکے توجہ ہی اور بعد اسکے تزکیہ اور تصفیہ نفس کا ہی یعنے پاک و صاف کرنا دور کرنیسے بری صفتون کے اور حاصل کرنیسے نیک صفتون کے اور بعد
اسکے ہمیشگی ذکر لسانی اور قلبی اور روحی اور سری کی ہی اور بعد اسکے پہنچنا ہی مشاہدات کے مقام کو پس قد افلح من تزکی اشارہ ہی اول مرتبے کیطرف اور
ذکر اسم ربہ اشارہ ہی ذکر قلبی کے ہمیشہ ہونیکی طرف اور فصلے اشارہ ہی مشاہدے کا مرتبہ حاصل ہونیکی طرف کہ الصلوۃ معراج المؤمنین کے یہی معنے ہین
اور حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہی کہ جو کوئی صدقہ فطر کا ادا کرے اور عیدگاہ کے راستے مین بہی تکبیرین کہتا جاوے اور عیدگاہ مین پہنچنے کے بعد
بہی کہے اور عید کی نماز پڑہے تو مین امیدوار ہون کہ اس آیت کی بشارت مین داخل ہوگا پس تزکی کا لفظ اسمعنی مین زکوۃ سے ماخوذ ہی اور صدقہ فطر کا وجوب ہی
یا فرض ہے مثل زکوۃ کا رکہتا ہی لیس یہہ لفظ اشارہ صدقہ فطر کے دینے کی طرف ہوا اور ذکر اسم ربہ اشارہ ہی عید کی تکبیرون کی طرف اور فصلی اشارہ ہی
عید کی نماز کی طرف پس مقصود حضرت امیر المومنین کا اس تفسیر سے یہہ ہی کہ ہر جگہ قران مین زکوۃ کا ذکر نماز کے بعد آیا ہی اور یہان پہ جو نماز پر بلکہ ذکر پر بہی مقدم
مقدم کیا ہی تو ضرور کوئی خاص صورت مراد ہی کہ اسمین یہہ تینون کام ترتیب سے واقع ہون اور وہ صورت شرع مین سوائے اس صورت کے نہین ہی اور اکثر
فقہا نے ان تینون سے شرطین اور ارکان نماز کے مراد رکہے ہین اور کہتے ہین کہ تزکی اشارہ ہی طہارت کی طرف خواہ وضو ہوا ور غسل خواہ تیمم اور ذکر اسم
ربہ اشارہ ہی تکبیر تحریمہ کیطرف اور فصلی اشارہ ہی نماز ادا کرنیکی طرف اور حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے موافق اس تفسیر کے دو مسئلے فقہ کے
مسئلون سے اس آیت سے نکالے ہین انمین سے ایک تو یہہ ہی کہ تحریمہ باندہنے کے وقت بالخصوص اللہ اکبر کا لفظ کہنا لازم نہین ہی جو چیز کہ خدا کا ذکر ہو سکے
کفایت کرتی ہی جیسے الرحمن اعظم یا لا الہ الا اللہ یا سبحان اللہ مگر جو ذکر کہ ملا ہوا غرض اور حاجت سے ہو شروع نماز کا اس سے جائز نہین جیسے اللہم اغفرلی
کیونکہ ذکر خالص نہین ہی اور انمین سے یہہ بہی ہی کہ تکبیر تحریمہ انکے نزدیک نماز کی شرط ہی رکن نہین ہی یعنے نماز مین داخل نہین کیونکہ فصلی کو ذکر اسم ربہ
کے بعد حرف عطف کے ساتہہ لائے ہین کہ معطوف اور معطوف علیہ کی مغایرت پر دلالت کرتا ہی اور اسی مذہب سے یہہ بات بہی نکلتی ہی کہ اکثر نماز کی شرطین جیسے
طہارت اور ستر عورت اور رو بقبلہ ہونا اگر تکبیر تحریمہ کے وقت کسیکو حاصل نہوا اور بلا فصل بعد اسکے حاصل ہو جاوے تو نماز اسکی درست ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہین
کہ تکبیر تحریمہ بہی نماز مین داخل ہی اسواسطے کہ تکبیر کو قیام کی حالت مین واقع ہوتی ہی اور قیام نماز کا رکن ہی اور جو ارکان کہ بطور فرضیت کے مقرر ہوئے ہین وہ بہی نماز کے
ارکان ہین پس سب شرطین نماز کی انکے مذہب پر تکبیر تحریمہ کی حالت مین ضرور چاہئے اور جو ان آیتون مین فرمایا کہ حاصل ہونا کمال کا اور فلاح کا اسبے موقوف
تطہیر اور ذکر اور نماز پر ہی کہ خدا کے خوف کا پہل ہی تو مقام اسبات کا تہا کہ کافر بطریق شبہہ کے ذکر کرین کہ ہمکو باوجود کمال عقل و دانش کے کسواسطے خوبی ان اعمالون اور
افعالون کی معلوم نہین ہوتی اور سبب نہ ہونا اس سبب کا حاصل کرنیکو فلاح کے کسواسطے ہماری نظرون سے پوشیدہ اور مخفی رکہا ہی جواب مین اسکے فرماتے ہین کہ تم
سب لوگ بسبب شقاوت ازلی کے ان چیزون کے کمال کو نہین جانتے ہو **بل تؤثرون الحیوۃ الدنیا** بلکہ اختیار کرتے ہو تم
دنیا کی زندگانی کو آخرت پر اور دنیا ایک سبزہ زار سے بڑہکر نہین ہی اور انجام اسکا سوکہی گہاس کی طرح سے سیاہ ہو جاتا ہی اور جانی بوجہی لذتون مین
دنیا کی اور حاصل کرنے نام و جاہ کے کمال کو منحصر جانتے ہو حالانکہ دنیا کی زندگانی ہرگز اس قابل نہین کہ آخرت کی زندگانی پر ترجیح دیجاوے کیونکہ **والاخرۃ
خیر** اور آخرت سبکی سب اسمین نیکی ہی بدی کو اسمین گنجایش نہین بخلاف دنیا کی زندگانی کے کہ ہر چند نعمت اور جاہ و حشمت سے گذاری جاوے لیکن اسمین رنج اور
فکر اور غم اسکو لازم ہی اور کوئی نعمت دنیا کی نظر نہین آتی مگر ایک دکہہ اور ضعف اور کہملانا اسکے پیچہے لگا ہی اور اگر بالفرض دنیا بہی نیک ہے اور کسی طرح شر اور بدی
اسمین گنجایش نکرے اگرچہ یہہ فرض محال ہی تو بہی دنیا اس قابل نہین ہے کہ آخرت پر ترجیح دی جاوے کیونکہ آخر دنیا فانی ہی اور آخرت باقی چنانچہ فرماتے ہین
وابقی اور آخرت بہت باقی ہی دنیا سے کیونکہ دنیا کی بقا ہر چند کہ دراز و طویل ہو لیکن فنا اسکے پیچہے لگی ہی اور آخرت کی بقا کو فنا کا کہٹکا ہی نہین اسیواسطے کہا
ہی ۵ حاصل دنیا نہین تا بود چون گذرندہ است نیرزد بجو ۵ غرض دنیا سے یہی ہی کہ اسکو آخرت کا وسیلہ کرین کہ الدنیا مزرعۃ الاخرۃ یعنے دنیا کہیتی

ہی آخرت کی چنانچہ عقلانے کہا ہی کہ دنیا کو جلتے گہری طرح سمجھو جہان تک ہو سکے اُسمین سے باہر نکال ﴿۵﴾ حافظا عمر عزیز ست غنیمت دانش ۔ گوئی خیری کہ تواں بہ برازمیدانش ۔ نکتہ فہمون نے کہا ہی کہ اس کلام معجز نظام مین باوجود کمال اقتصار کے دو دلیلین قوی باطل کرنے پر دنیا کی ترجیح کے آخرت پر مذکور ہین یعنی ایک تو خیر ہونا اور دوسرے باقی رہنا اسواسطے کہ عاقل ہرگز ادنی کو اعلی کے بدلے مین نہ لیگا اسی طرح سے فانی کو باقی کے بدلے اختیار نکریگا بس ترجیح دنیا کی آخرت کو تاجرون کی مقتضائے عقل کے بھی خلاف ہے کہ بادشاہوں و امیرون اور علما اور حکماسے بہت کم عقل رکھتے ہین اور جو مضمون کو کہ ترجیح دنیا کی آخرت پر چاہیے اور دلکو دنیا سے نہ لگایا چاہیے مقتضائے نفوس بنی آدم کے خلاف دیکہا کہ انکی جبلت مین محبت دنیا کی اور منہہ پہرانا آخرت سے ودیعت ہے یقینا اُنسے ہی اور ہرگز آخرت کی ترجیح کو وہم بھی اُنکا باور نہین کرتا لاچار واسطے ثابت کرنے اس مطلب کے اگلی کتابون کی سند سے کہ عالم کے فرقون کے نزدیک علی الخصوص عرب کے ملک کے رہنے والون پاس مسلم الثبوت تہین لاکر فرماتے ہین **اِنَّ هٰذَا** تحقیق یہہ مضمون کہ قد افلح من تزکی سے یہانتک مذکور ہوا **لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى** البتہ اگلی کتابون مین بھی مذکور ہے اور کسی وقت مین یہہ مضمون منسوخ اور بدلا نہین گیا **صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى** صحیفون مین حضرت ابراہیم اور حضرت موسی علیہما السلام کے کہ اُنپر آسمان سے نازل ہوئے تہے یعنی یہہ اُن قاعدہ کلیون سے دین اور شریعت کے ہے کہ کسی پیغمبر کے زمانہ مین منسوخ نہین ہوئے اور انکار اُنکا گویا علوم نظریہ کا انکار ہے کہ سوفسطائیون کا کام ہی اور کشاف مین مذکور ہے اور بعضی حدیث کی کتابون مین بھی سند ضعیف سے دیکہنے مین آیا ہے کہ ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اللہ تعالی کی طرف سے کتنی کتابین نازل ہوئی ہین آپنے فرمایا کہ ایکسو چار کتابین حضرت آدم پر دس صحیفے اور حضرت شیث علیہ السلام پر پچاس صحیفے اور حضرت ادریس علیہ السلام پر تیس اور حضرت ابراہیم علیہ السلام پر دس صحیفے اور توریت اور انجیل و زبور اور فرقان اور طیبی کشاف کے حاشیہ مین ایکسو چودہ لایا ہی اور ان سب مین دس صحیفے سوا توریت کے موسی علیہ السلام پر زیادہ کہتے ہین واللہ اعلم ۔ لیکن یہودیون کی زبانی سُننے مین نہین آیا کہ حضرت موسی علیہ السلام پر سوا توریت کے دس صحیفے دوسرے بھی نازل ہوئے ہون اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحیفے تو موجود ہین اُنمین طرح طرح کے وعظ اور نصیحتین ہین چنانچہ اُنمین سے ایک یہ ہی ینبغی للعاقل ان یکون حافظا للسانہ عارفا بزمانہ مقبلا علی شانہ یعنے عاقل کو چاہیے کہ اپنی زبان کو نگاہ رکہے اور اپنے زمانہ کو پہچانے اور اپنے کام پر بالکل مصروف ہو جاوے

سُوْرَةُ الْغَاشِيَةِ

تمہید

یہہ سورۃ مکی ہی اسمین چھبیس آیتین اور بانوے کلمے اور ایکسو اکیانوے حرف ہین اور حدیث صحیح مین مکرر آیا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر نمازون مین خصوصاً جمعہ کی نماز مین اور عشا کی اس سورۃ کو سبح اسم ربک الاعلی کی سورۃ کے ساتھہ دونون کو نمازمین جمع فرماتے تہے بس ربط اس سورۃ کا سبح اسم کی سورۃ کے ساتھہ اشارۃً نبوی سے ثابت ہوا اسیواسطے صحابہ کرام نے قرآن جمع کرنیکے وقت اس سورۃ کو پیچہے سبح اسم کی سورۃ کے رکہا ہی اور تامل کرنیسے بہت سی وجہین ربط کی ظاہرمین بھی نظر آتی ہین چنانچہ اُنمین سے ایک یہی کہ اُس سورۃ مین فذکر ان نفعت الذکری ہی اور اس سورۃ مین فذکر انما انت مذکر ہی اور اُس سورۃ مین یصلی النار الکبری واقع ہی اور اس سورۃ مین تصلی نارا حامیۃ اور خلاصہ اس سورۃ کا اسمضمون سے ہی کہ دنیا کی زندگانی کو اختیار کرنا برا ہی اور آخرت ہر صورت سے بہتر ہی اور اس سورۃ مین تفصیل اُن لوگون کے حال کی ہی کہ دنیا کی لذتون مین مشغول ہین اور آخرت کو بھلا دیا ہی اور اُن لوگون کا حال ہی کہ دنیا مین آخرت کی زندگی کیواسطے مستعد ہین اور تفصیل آخرت کی خوبی کی بھی ہی کہ طرح طرح کی نعمتین اُن مین موجود ہین اور سب باقی غیر فانی ہین بس گویا اسبات مین یہہ سورۃ تمامی اُس سورۃ کی ہی گو کہ بند و بست مین کلام کے مشابہت کم ہی اور اس سورۃ کو سورۃ غاشیہ اسواسطے کہتے ہین کہ غاشیہ نام قیامت کا ہی اور اولین اس سورۃ کے ہول سے قیامت کے ڈرانا ہی اور ڈرانا قیامت کے حالات سے بڑا مقصود قرآن کا ہے ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ کیا پہنچی تجہکو قیامت کی خبر کہ لوگون کو ڈہانک لیگی اور غاشیہ عرب کی لغت مین

اس چیز کو کہتے ہین جو چھپا لیتی ہے اسیواسطے زین پوش کو غاشیہ کہتے ہین اور قیامت کا حادثہ کئی چیزونکو چھپا دیگا اول ہوش کو کہ بسبب شدت ہول کے پوشیدہ ہوجاویگا دوسرے بدنکو سب طرف سے یعنے اوپر اور نیچے آگے اور پیچھے داہنے اور بائین سے اُس روز عذاب چھپا دیگا چنانچہ دوسری جگہ پر فرمایا ہے یوم یغشٰہم العذاب من فوقہم و من تحت ارجلہم و تغشٰی وجوہہم النار تیسرے نیک کامون کو کافرونکے چھپا دیگی اور مسلمانونکے بھی بُرے کامون کو چھپا دیگی اول کو جبر کے طور سے اور دوسرونکو عفو سے اور غرض اس پوچھنے سے کہ تجھکو کچھ قیامت کی خبر پہنچی ہے یہ ہے کہ سُننے والا کمال توجہ سے کان دہر کے ملتفت ہوجاوے اور آیندہ کی باتکو حضور دل سے سُنے چنانچہ بعد اس پوچھنے کے اور جتانیکے معاملہ اس دن کا لوگونسے بیان فرماتے ہین وُجُوْہٌ یَّوْمَئِذٍ خَاشِعَۃٌ کتنے مُنہ اُس روز ذلیل اور خوار ہونگے ہرچند کہ ذلت اور خواری صفت چہرہ والونکی ہے لیکن جو آثار ذلت اور خواری کے اکثر چہرونپر ظاہر ہوتے ہین تو گویا ذلت اور خواری صفت چہرونکی ہے اور عرب کا قاعدہ ہے کہ ذات سے شخص کے مُنہہ اور گردن اور سر کے ساتھ تعبیر کرتے ہین کیونکہ یہ اعضا ہر شخص کی ذات کے بقا کا سبب ہین پس گویا قایم مقام ذات کے ہین اور وے چہرے اُن لوگونکے چہرے ہونگے کہ دنیا مین کبھی خوف اور جُھکنا اور فروتنی اور ذلت اور خواری دین کے مقدمون مین اپنے اوپر پسند نرکہتے تھے اور رنج اور مشقت دینی سے استراحت ڈھونڈہتے تھے اور صورت آرائی اور تن پروری مین مشغول اور حریص تھے اسیواسطے لذیذ طعام کہانا اور ٹھنڈے شربتونکا پینا اور استعمال عطریات کا کرنا اُنکا مقصد تھا دنیا سے سوا اُس دن بدلے مین اس تکاسل اور تن پروری کے اُنکو ذلت اور خواری مین گرفتار کرینگے اور اگر خوف اور فروتنی دنیا مین دین کے مقدمون مین اور اللہ تعالیٰ کی عبادتونمین اُنکو نصیب ہوتی تو بڑے بڑے درجے ثواب کے پاتے لیکن تکلیف کے کامونسے اپنی تن پروری کے سبب سے دل چُراتے تھے چنانچہ اُنکے لیے مین اُس روز تکلیف اعمال شاقہ کی اُنکو دینگے اور رنج بیحساب اور بے ثواب اُنکو ملیگا چنانچہ فرماتے ہین عَامِلَۃٌ یعنے وہ چہرے اُس روز کام کرینگے کہ اُن سب مین سے ایک یہ ہے کہ کمال محنت اور ذلت سے چڑہنا ہوگا آگ کے پہاڑون پر جو دوزخ مین ہین اور انہین مین سے ہے کہ طوق اور زنجیرین آگ کی گردن اور پانو مین پہنیگے اور انہین مین سے ہے کہ دوزخ کی آگ مین دھنس جانا جیسے اونٹ دلدل مین غوطے کہاتا ہے اور تفصیل اس اعمال شاقہ کی جو اُس روز واقع ہونگے دوسری سورتونمین مذکور ہے جیسے سارہقہ صعودا خذوہ فغلوہ ثم الجحیم صلوہ ثم فی سلسلۃ ذرعہا سبعون ذراعا فاسلکوہ و یوم یدعون الی نار جہنم دعا و یطوفون بینہا و بین حمیم آن اور حدیث شریف مین وارد ہے کہ مانع زکوٰۃ کو چاندی سونے کے تختون سے آگ مین گرم کرکے داغ دینگے پیشانی اور پہلو اور پیٹھ پر اور جو لوگ کہ چارپایہ رکھتے تھے اور حق تعالیٰ کا حق اُن چارپایونمین سے ادا نہین کرتے تھے تو وے لوگ قیامت کے میدان مین چت لٹائی جاوینگے اور اُن جانورونکو حکم ہوگا کہ اُنکو روندا اور تصویر بنانیوالونکو تکلیف دینگے کہ اپنی بنائی ہوئی تصویرونمین جان ڈالو اور اُن لوگونکو کہ جھوٹے خواب مین بناتے ہین حکم ہوگا کہ دو جَو مین گرہ لگاؤ اور جو لوگ کہ حق بات سے خاموش ہوے آگ کی لگامین اُنکے مُنہہ مین ڈالینگے اور علیٰ ہذا القیاس نَّاصِبَۃٌ وہ چہرے اُس روز ان اعمال کے سبب سے دکھہ اُٹھاوینگے کیونکہ کام بھاری کہ توقع پر ثواب اور تحسین کے نہو تو محض رنج ہے اور بعضے مفسرون نے کہا ہے کہ عمل اور رنج دونون دنیا ہی مین ہین اور مراد اُن چہرونسے چہرے ریاضت کرنیوالونکے ہنود اور یہود اور نصاریٰ اور دوسرے باطل دینونکے ہین کہ دنیا مین شاق عمل خدا کے واسطے کرتے ہین اور محض رنج اُٹھاتے ہین کیونکہ پیغمبر اُنکی اپنے وقت کے پیغمبر برحق کے انکار کے سبب سے بیفایدہ اور اکارت ہین اور بعضی مفسرون نے کہا ہے کہ عمل دنیا مین اور رنج آخرت مین مراد ہے اور وہ چہرے چہرے عیاشون اور دولتمندون اور مال و جاہ کے طالبونکے ہین کہ حاصل کرنے کو اُن مطلبونکے دنیا مین بڑی بڑی محنتین اور مشقتین کرتے تھے آخرت مین یہ اُن تکلیفون کا رنج بیہودہ اور مشقتین بیفایدہ حاصل ہونگی بلکہ فقط اُس رنج بیہودہ پر اکتفا نہوگی کچھ اور بھی اُسکے ساتھ زیادہ کیا جاویگا کہ اس آیت مین اسکا بیان ہے تَصْلٰی نَارًا حَامِیَۃً پیٹھینگے دہکتی آگ مین ہی مین اسبات کے کہ خدا سے غافل ہوکر مُرادونکا دونمین اور خواہشونمین رہا کرتے تھے اور بیان اس آگ کی گرمی کا حدیث شریف مین یون وارد ہے کہ ایکہزار برس تک وہ آگ پہونکی گئی تو سفید ہوگئی پہر ہزار برس پہونکی گئی تو سُرخ ہوگئی پہر ہزار برس پہونکی گئی تو سیاہ ہوگئی اب سیاہ پڑی ہے اور جب گرمی دوزخ کی ہوا کی اُنکے اندر دونمین نہایت تشنگی پیدا کریگی بے اختیار پیاس پیاس پکارینگے کہ شاید پانی پینے سے یہ پیاس دفع ہوجاوے تو اُسوقت تُسْقٰی مِنْ عَیْنٍ اٰنِیَۃٍ ط پلائے جاوینگے پانی ایک کہولتے چشمے سے کہ جسکے پیتے ہی اُنکے ہونٹہ کباب ہوجاوینگے اور انتین

انکی ٹکڑے ٹکڑے ہوکر گر پڑینگی پہر فوراً درست ہوجاوینگی اور اسیطور سے عذاب مین گرفتار ہونگے اور یہ مہمانی انکی عوض ہین شربتون اور پینہوتون کے ہے جو
گلاب اور کیوڑے سے ملا کے برف مین ٹہنڈا کرکے پیتے تہے اور جب دوزخ کی لوئون کی گرمی اور اس پانی کی گرمی پیٹ مین انکے جمع ہوکر بہوک کی آگ کو
بہڑکاوینگے تو ایکبار بس بہوک کا عذاب انپر مسلط ہوگا اور حدیث شریف مین وارد ہے کہ یہہ بہوک کا عذاب اکیلا دوزخیونکو دوزخ کے سارے عذابون
کے برابر معلوم ہوگا پہر بہت سی داد بیداد کے بعد دوزخ کے پیادون کو حکم ہوگا کہ انکو کچہہ کہلاؤ لیکن **لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ** نہین ہے
اُنکے واسطے وہان کوئی کہانا کہ عوض اُن میٹہے سلونے مسمن و بیاز سے چٹ پٹے چاشنی دارونکے کہ دنیا مین لذتون اور فربہ ہونے کو اور رنگ
روپ نکلنے کے واسطے تناول کرتے تہے اور صبح سے شام تک فرمائشون مین طرح طرح کے کہانونکی بکاولون اور باورچیون کو رہتی تہی **اِلَّا
مِنْ ضَرِيعٍ** مگر ضریع کے قسم سے اور ضریع نام ہے ایک گہاس کا کہ اکثر پانی کے کنارے پر ہوتی ہے اور جبتک کہ سبز رہتی ہے تو اُسکو
شبرق کہتے ہین اور اونٹونکے چارے کے کام مین آتی ہے اور جب خشک ہوجاتی ہے تو اُسکو ضریع کہتے ہین اور زہر قاتل ہوجاتی ہے اور کوئی جانور
اسکو نہین کہاتا اور حدیث شریف مین وارد ہے کہ وہانکے ضریع کو یہانکے ضریع پر قیاس نکیا چاہئے کیونکہ وہ ایک چیز ہے آگ کے اندر کہ چبہنے
مین جیسے کانٹا اور کڑوائی مین ایلوے سے زیادہ اور بدبو مین مردار سے بدتر اور گرمی مین آگ سے بڑہکر ہے اور وجہ اسکی یہہ ہے کہ جیسے کہ دنیا
مین جوہر خاک اور آب کا طبیعتون پر یہان کے حیوانات اور نباتات کے غالب ہے اسیطرح سے دوزخ مین جوہر ناری طبیعتون پر وہانکے حیوانات
اور نباتات کے غالب ہے بس حیوانات اور نباتات وہانکے ظاہر صورت مین حیوانات اور نباتات سے دنیا کے مشابہت رکہتے ہین اسواسطے کہ انہی
نام سے وہ بہی پکارے جاتے ہین والا معنی مین مادہ انکا جوہر آگ کا ہے اور ہر چیز مین وہانکے سوزش اور ناریت موجود ہے اور جو مقصود کہانا کہانے
کا خالی اِن تین چیزون سے نہین ہوتا ہے یا تو لذت یا تو موٹا کرنا بدنکا یا دفع کرنا بہوک کا سو ذکر کرنے سے ضریع کے اور اُسکے وصفونکے جو حدیث شریف
مین وارد ہین لذت تو کوسون نزدیک نہین آسکتی اب باقی رہین دو چیزین دوسری کہ بعضے وقت بد مزہ کہانے سے بہی کچہہ مقصود ہوتے ہین
اُسکی بہی نفی فرماتے ہین کہ **لَا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِي مِنْ جُوعٍ** نہ موٹا کرے بدنکو اور نہ کام آوے بہوک مین اور فائدے کہانے
کے یہی تین چیزین ہین اور جو کہانا اِن تین چیزون سے خالی ہے تو گویا کہ طعام نہین کیونکہ اگر موٹا کرتا بدنکو تو بہی دوزخیونکو فائدہ ملتا کہ ایک قوت اُس سے
حاصل کرتے اور سہنا عذاب کا اِس قوت کے سبب سے اُنپر آسان ہوجاتا اور اگر بہوک کو دفع کرتا تو بہی البتہ ایک طرح کا فائدہ ہوتا کہ بہوک کے عذاب سے
رہائی پاتے سو یہ کوئی فائدہ وہانکے کہانے مین نہین ہے باقی رہے یہان دو سوال جواب طلب اول یہ کہ وجود نباتات کا آگ مین ممکن نہین کیونکہ
دہوپ گرمی کے موسم کی اکثر درختون کو جلا دیتی ہے تو آگ کی گرمی کا کیا حال ہوگا خصوصاً دوزخ کی آگ جواب اُسکا یہ ہے کہ وجود انسانکے بدنکا اور
اور وجود سانپ اور بچہونکا جو اُس آگ مین مسلم ہے تو وجود مین نباتات کے کیا تعجب ہے اور علاوہ یہ کہ بعضے نباتات ہین شدت مین آفتاب کی گرمی کے بڑہتے
ہین اور سبز اور ہرے رہتے ہین جیسے گوکہر یا جواسا اور علی ہذا القیاس بہت سے درخت گرمیونکے موسم مین بڑہتے ہین پہر کیا بعید ہے کہ وہانکی آگ مین
بہی اِسی طرح کی تاثیر ودیعت ہو کہ بعضی نباتات کو بڑہاوے اور سر سبز کرے علی الخصوص جبکہ جوہر آتشی اصل طبیعت پر اُن نباتات کے غالب ہے جیسے ازراہ
تماثل کے گرمی سے آگ کے مدد پاوین جیسے سمندر کیڑا دنیا کی آگ سے دوسرے یہ کہ اِس آیت مین دوزخیونکا کہانا فقط ضریع پر منحصر کیا ہے کہ سوا اُسکے انکو وہان دوسرا
کہانا نہ ملیگا حالانکہ دوسری آیت مین دوسرا کہانا بہی دوزخیونکے واسطے مذکور فرمایا ہے اُنہین سے زقوم بہی ہے کیا اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّومِ طَعَامُ الْأَثِيمِ اور اُنہین سے
ایک غسلین ہے وَلَا طَعَامٌ إِلَّا مِنْ غِسْلِينٍ ۔ جواب اُسکا یہ ہے کہ دوزخ کے بہت سے طبقے ہین بعضے طبقے مین فقط یہی کہانا ہوگا اُسکے سوا اور کچہہ نہ ملیگا وجوہ
يَوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ سے مراد اُسی طبقے والے ہون تو بس کچہہ اشکال باقی نرہا اور بعضے مفسرین نے کہا ہے کہ مراد مِنْ ضَرِيعٍ سے خصوصیت ضریع کی نہین بلکہ
جو کچہہ ضریع کی جنس سے ہو یعنی بے لذتی اور تلخی اور بدبو اور موٹا نکرنے اور بہوک کے دفع نکرنے مین سب اسی مین داخل ہے یہانتک کہ بعضے مفسرین نے ضریع کو فعیل جو بمعنی مفعول کے معنون مین ہے جیسے
اور مبیع مقرر کیا ہے اور معنے اُسکے یون کہے ہین کہ جو طعام کہ بسبب ضراعت اور خواری اور طبیعت کی نفرتگی کا ہو وہ ضریع ہے اور اس صورت مین بہی اشکال دفع ہوجاتا ہے

جب کہ احوال بیان کرنے سے دوزخیون کے کہانے اور پینے کے اور رہنے کی جا کے فارغ ہوئے تو اب جنتیون کے کہانے پینے رہنے کی جائے اور اسباب اور
سامان کا بیان فرماتے ہین اور جو بیان بہشتیون کے حال کا ہی تفصیل اُس اجمالی کی ہی جو حدیث الغاشیہ مین مذکور ہوا ہے حرف عطف کا یہان ذکر نکیا
بخلاف سورۂ قیامت کے کہ وہان حرف عطف کے ساتھ مذکور فرمایا ہی کیونکہ وہان تفصیل مجمل کی نہین ہے کیونکہ پہلے اجمال نہین گذرا ہی **وُجُوهٌ
يَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ** کتنے منہ اُس روز خوش منظر اور نازک اندام ہونگے اسواسطے کہ علامتین ذلت اور خواری اور خوف اور دہشت اور
رنج اور محنت کی چہرون مین انکی تاثیر نکرینگی کیونکہ اُن چہرون والون نے دنیا مین بہت سی تکلیفین اُس روز کی سختی کی تہائی کے واسطے اٹھائی تہین اور محنتین اور
مشقتین حق تعالی کی خوشنودی کیواسطے اپنی جان و تن پر گوارا رکہتے تہے چنانچہ فرماتے ہین **لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ** اپنی کوشش سے اُس روز خوش
و خرم رہینگے کہ وہ کوشش ہماری ٹہکانے لگی اور اچھا پہل لائی **فِي جَنَّةٍ عَالِيَةٍ** وہ چہرے ایک باغ مین ہونگے کہ بلندی اور اسسبب سے بلندی کے
ہول قیامت کا اور دوسری موذی چیزونکا وہان نہ پہنچیگا اور دوزخ کی بہاپ وہان اثر نہوگا بلکہ **لَّا تَسْمَعُ فِيهَا لَاغِيَةً** نسنینگے وہان بیہودہ
بات جیسے کہ گالی گفتار اور ذلت کی بات ہو یا یہہ کہ فریاد اور الغیاث دوزخیون کا کہ محض بیہودہ ہی وہان نہ پہنچیگا تاکہ عیش انکا مکدر نہوجاے اور یہہ صفت
بہشتیون کو مقابلے مین تصلی نارا حامیۃ کے دی ہی اور مقابلے مین کہولتے چشمے کے انکو **فِيهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ** اُس باغ مین چشمہ ہی
کہ پانی اُسکا بہتا ہی اور برف سے ٹہنڈا اور شہد سے میٹہا ہی اور مقابلہ مین دوزخیون کی ذلت اور خواری کے انکو **فِيهَا سُرُرٌ مَّرْفُوعَةٌ** انکو وہان اونچے
تخت ہین اونچے تاکہ کمال عزت سے اسپر بیٹہین اور مقابلے مین دوزخیون کی محنت اور رنج کے اور بخبر کہانے پینے کے انکو **وَأَكْوَابٌ مَّوْضُوعَةٌ**
اور کوزے ترتیب سے چنے ہونگے انہین تختون پر پاس جبکہ خواہش کہانے یا پینے کی جیسے شراب اور دودہ اور شہد کی انکو ہوگی تو بن مانگے اٹھا کے پینے لگے
کہ انہین کچھ اور سہارے کی حاجت ہوگی کہ تختون سے اترین اور محنت کرین اور انکے فرش کے واسطے اُس بہشت مین **وَنَمَارِقُ مَصْفُوفَةٌ** اور مسند
اور تکئین برابر بطور صف کے بچہی ہونگی تاکہ جس مسند اور تکئے پر چاہین بیٹہین اور تکیہ لگاوین اور انکے مکانون مین **وَزَرَابِيُّ مَبْثُوثَةٌ** اور قالین
بچہے بکہرے پڑے تاکہ جس مکان مین چاہین بچہا دین پہر جبکہ حال دوزخیون اور بہشتیون کا تفصیل سے اس سورہ مین مذکور ہوا تو کافر بطور طعن اور ٹہٹہوں کے کہتے تہے کہ
اس پیغمبر کے کلام مین تناقض پایا جاتا ہی کیونکہ دوزخیون کے رہنے کی جا کہہ اور کہانا اور پینا انکا اس طور سے بیان کرتا ہی اور یہہ بہی کہتا ہی کہ اس عذاب شدید سے دوزخی مرینگے
ہی نہین اور ابدالاباد تک زندہ رہینگے حالانکہ آدمی اور جانور ونکو اس قسم کے عذاب مین ایک لمحہ زندگی بسر لیجانا محال ہی اور بہشتیون کی تعریف مین کہتا ہی کہ
اونچے اونچے تختون پر بیٹہے ہونگے اور مشقت اور رنج کسیطرح کا انکو نہ پہنچیگا حالانکہ بار بار اترنا چڑہنا اونچے اونچے تختون سے یہہ بہی تو مشقت ہی اور یہہ بہی کہتا ہی کہ وہان کوزے
پانی اور شراب کے بہرے دہرے ہونگے اور [illegible] حالانکہ جو بیٹہنے کے تخت ہوتے ہین انمین اسقدر گنجایش کہان ہوتی ہی اور دوسرے یہہ کہ اگر وہ کوزے
ڈہل جاوین تو تمام فرش بہیگ جاوے اور قابل بیٹہنے کے نرہے حق تعالی نے انکے اس ٹہٹہول و طعن کے جواب مین یہہ آیت بہیجی اور حاصل جواب کا یہہ ہی کہ نمونہ بہشتیون
اور دوزخیونکا عالم مین موجود ہی اور صورت بہی بہشت اور دوزخ کی نمودار ہی پہر کسواسطے بہشتیون اور دوزخیون کے احوال کا اور بہشت اور دوزخ کی صفتونکا انکار
کرتے ہو اور ان چیزونمین جو تمہارے سامنے موجود ہین کیون تامل نہین کرتے اور وہ چار چیزین ہین اول جانورونمین سے ترا اونٹ ہی دوسرا بسائط علویہ سے آسمان ہی تیسرا
معادن مین سے پہاڑ ہین چوتہا بسائط سفلیہ سے زمین ہی پس اول کا ذکر فرماتے ہین **أَفَلَا يَنظُرُونَ إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ** کیا نظر
نہین کرتے اونٹون کی طرف کہ کیسے پیدا کئے گئے ہین اور پیدایش مین انکے نمونے جنتیون کے اور دوزخیون کے دونون کے موجود ہین ذات اور معاش مین اپنی مشابہت
دوزخیون سے رکہتا ہی اور فواید اور منفعتونمین مناسبت بہشتیون سے لیکن مشابہت دوزخیون سے اپنی ذات اور معاش مین جو رکہتا ہی سو اس سبب سے ہی کہ باوجود اس ڈیل
ڈول کے اس قدر کو ذلیل اور خوار ہی کہ ایک بچہ بلکہ چوہا اسکی مہار پکڑلے تو جہان چاہے وہان لیجاوے اور جب چاہے بٹہلالے پہاڑ کے جہان چاہے لیجاوے اور یہہ اسکے [illegible]
[illegible] سبب سے ہی کہ اسکی ناک چہید کے نکیل ڈال لیتے ہین پس اسکے سبب سے ذلیل ہوتا اور لاچار ہوجاتا ہی اور اکثر اسکے رہنے کی جگہ گرم اور ریگستان ہوتی ہی کہ لوونکے چلنے سے لو
کی گرمی گویا کہ آگ ہوجاتی ہی اور مدتون تک یہہ جانور پیاسا رہتا ہی اور اگر پانی میسر ہوتا ہی بالکل گرم کہ دہوپ کی شدت سے گرم ہوجاتا ہے اور پہر آگ اسکی

اور ہے بہتر [illegible] جانکے زنگار رنگ شعاعون سے مثلاً زہرہ کی شعاع مروارید
[illegible] ں اور کف الخضیب مین شعاع عباسی اور گرمی اور سردی مین شعاعین
[illegible] برج سے حرارت آفتاب کی اور خشکی زحل کی اور رطوبت زہرہ کی اور
[illegible] ہے اور یہی ہے کہ چشمہ [illegible] ن نمونہ ہین بہشت کی جاری نہرونکا کہ ایک سے شراب گلگون تیز و تند
فوارے کے مانند جوش مارتی ہے اور دوسری سے دودھ [illegible] ے نہرین اور منزلون مین بکھرے نظر آتے ہین مانند مخمل کی مسندون کے
اور زنگار رنگ قالینون کے ہین کہ بعضون کو برابر مانند صفوف کے [illegible] مانند بکھرے ہوے پھولون کے متفرق چھڑک دیا ہے پس آسمان دنیا ہین
نمونہ بہشت کا ہے اور وہانکے رہنے والے کہ فرشتے [illegible] مقبول ہین نورانی چہرون کے ساتھ خوش و خرم ہین اور وہان بغیر تسبیح اور ذکر الٰہی
کے بیہودہ بات نہین سنتے اور اگر اسی آسمان کو بہ نسبت [illegible] نی قوم کے اور بدبختونکے ملاحظہ کرین تو مانند دوزخ کے نظر آتا ہے کہ شیاطین اور
بدکارونکی ارواح کو ہمیشہ مارنا اور ہانکنا تارون سے [illegible] پامال ذلت اور خواری وہان حاصل ہے جیسے جب شیطان استراق سمع کو لینے آسمان کے
احوال جو فرشتے آپس مین ذکر کرتے ہین اسکے سننے [illegible] پر آگ کے انگارے اور گرز مارے جاتے ہین تو خوف سے ملک الموت کی پکڑ کے ناامید ہو کے
وہان سے بھاگتے ہین اور رنج بیہودہ اٹھاتے ہین [illegible] نا غصہ اور آفتاب کی گرمی اور فضا کی حوض ہین دریاؤنکی رہ بار انکو نصیب ہے یہ سب دوزخیون
کی مشابہت ہے **وَإِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ** [illegible] ور کیا پہاڑونکی طرف نہین دیکھتے ہین کہ کیسے کھڑے کئے گئے ہین کہ ہرگز آندھیون اور مینہ کے
برسنے اور بھونچالونکے آنے سے گرتے نہین [illegible] ہوتے ہین اس طرح سے بہشت کے آبخورون کو سمجھ لینا چاہیے بلکہ اگر فکر کرے تو پہاڑ بلندی اور خوش
ہوا ہونے مین بہشت کی مانند ہین [illegible] نور [illegible] ین سکے اور خراب نجاست وہان نہین پہونچتے ہین اور بیہودہ گوئی دنیا والونکی خصوصاً لڑائی
جھگڑے ہرگز وہان سننے نہین [illegible] کے وہان جاری ہین ٹھنڈے اور میٹھے پتھر صاف مانند تختونکے جابجا دہرے اور خودرو درختون پر جو میوے
لٹکتے ہین بہشت کے کوزون کی مانند [illegible] اور سبزہ زنگار رنگ مانند مسندون اور قالینون کے بچھا ہے اور اگر کوئی انہی پہاڑونکو بہ نسبت بدبختون کم نصیبون
کے کہ گرفتار مصیبت اور تباہی کے [illegible] ہین ملاحظہ کرے تو نمونہ دوزخ کا نظر آتا ہے کہ اکثر ناچیز معدنے وہان سے بالکل مشقت اور رنج ہے اور وہان کی [illegible]
آب و ہوا خصوصاً پہاڑ کے سنکے کی [illegible] ہین دوزخ کے گرم چشمے کی مانند ہے اور درخت کڑوے اور خاردار مانند ضریع اور زقوم کے ہین **وَإِلَى**
الْأَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ [illegible] کیا نہین دیکھتے ہین زمین کو کہ کیسی بچھائی گئی ہے کسی جا پر برابر مصفا مسند کی طرح سے بچھی ہے اور کسی جا
پر تختے زنگار رنگ پھولون کے [illegible] قالینونکے چھپک سے ہین بلکہ یہی زمین ہے کہ بہ نسبت اغنیا اور امرا کے حکم بہشت کا رکھتی ہے کہ کمال عزت اور
تمکنت سے باغون اور سیرگا [illegible] ن پر بیٹھے ہوتے ہین اور کھانے پینے کی نعمتونکے برتن طرح طرح کے سامنے دھرے رہتے ہین اور چشمے نہر و جواہر
کے معدنون سے اور خزانون سے [illegible] سنہری روپہلی جڑاؤ بیٹھنے اور سواری کو موجود اور اگر اسی زمین کو بہ نسبت محتاجون اور مفلسون کے خیال کرین خصوصاً
بہ نسبت اُن لوگون کے کہ گرم ملک [illegible] مین لو کے موسم مین بے سامانی کے ساتھ پیادہ پا بے توقع منفعت کے سفر کی سرگردانی مین گرفتار ہین حکم دوزخ کا
رکھتی ہے کہ تمام اسباب بجز انکی [illegible] موجود اور آرام اور راحت بالکل مفقود پس یہ چارون چیزین عاقلونکو بہشت اور دوزخ کے احوال دریافت کرنے کو کافی
ہین اور ان چارون چیزون کی تخصیص کے واسطے اس سبب سے اختیار کیا کہ اس کلام معجز نظام کے مخاطب اس ملک کے جنگلونکے رہنے والے عرب تھے کہ جانورون
مین اکثر اونٹ کو پالتے تھے اور اسکا دودھ بھی پیتے تھے اور گوشت بھی کھاتے تھے اور اُسکے بالون کے کپڑے پہنتے تھے اور فرش فروش اور خیمے
بھی بناتے تھے اور سفر مین اسی پر سوار ہوتے تھے اسی واسطے تجربہ والون نے کہا ہے کہ تمام کاروبار عرب کا موقوف اونٹ پر ہے اور اہل ایران کا گھوڑے پر
اور اہل توران کا گھوڑے [illegible] ہند کا بیل پر اور جو اکثر جنگلون کے رہنے والے جانور بہت پالتے ہین تو پانی اور چارہ کی طرف انکو احتیاج بہت
ہوتی ہے اسی سے ہمیشہ نظر انکی آسمان کی طرف ہوتی ہے کہ کدھر کی ہوا چلتی ہے اور کونسی ہوا سے مینہ برستا ہے اور اکثر پناہ کی جگہ اور گھر انکا [illegible]

بڑے بڑے پہاڑ ہین جب کوئی غنیم آیا یا زمین مین پانی اور گھاس کا قحط ہوتا تو بھاگ کر پہاڑون پر چلے جاتے تھے اور وہان فراغت سے گزران کرتے تھے چنانچہ کسی شاعر نے بطور فخر کے کہا ہے ؎ لنا جبل یحتله من نجیره + منیع یرد الطرف وهو کلیل پھر احتیاج اس قسم کے لوگون کو بلکہ تمام بنی آدم کو بادشاہ سے فقیر تک طرف زمین کے ہوتی ہے کیونکہ محل گھاس اور چارپکا اور مکان زراعت اور میوے کا اور مقام سکونت اور عمارت کا اور زر اور جواہر کے معدنونکا ہے بس یہ چارون چیزین ہمیشہ وہانکے رہنے والون کے خیال مین رہتی ہین اور مقصود مثال سے حاضر کرنا خیالیہ صورتون اور محسوسات کا ہے کہ ان صورتون سے کچھ مضمون معقولہ کا ملے اور جو چیز کہ جلد خیال مین آوے مثال دینا ایسی چیز کی نہایت مفید ہے اور کمال بلاغت کا ایسی مثال کے بیان کرنے مین ہے اور محققون نے کہا ہے کہ قرآن مجید مین اپنی نعمتون کے یاد دلانے کے مقام پر ذکر دلیلون وحدت ذات کا اور کمال صفاتون خود مختاری کا بیان فرمایا ہے تاکہ حرص اور شہوت مین نہ جا پڑے اور دنیا کی زینتین مدنظر نہو جاوین والا جو غرض کہ اس تمثیل سے ہے بیفائدہ ہو جاوے اور لوگ بسبب ذکر کرنے خواہشون اور رغبہ کی چیزونکے اسی خیال مین جا پڑین اور مقصود کو نہ پہنچین اسی طرح عجیب وغریب چیزین کہ جو بنی آدم کی صنعت کے سبب سے ظاہر ہوئی ہین اور ہنود بگڑی ہین وہ بھی قابل استدلال کے نہ تھین کہ مبادا ان عجائبات کو ارادہ اور اختیار سے بنی آدم کے تصور کرنے حکمت اور قدرت اُنکی حوالہ کرین اور مطلب کو پہنچنے سے محروم رہین ناچار جو چیز کہ ہر شخص کو حاصل ہے اور ہرگز موجب طمع اور حرص کی نہین ہو سکتی اور حسن وجمال طبعی رکھتی ہے اس کلام پاک مین ایسی چیز تمثیل کے واسطے جابجا اختیار کی ہے اسیواسطے کہین نہین فرمایا کہ کارخانون مین بادشاہونکے اور سامانون مین امیرونکے فکر کرو یا خوبصورت امردون یا حسین عورتونکو غور سے دیکھو اور یہانسے یعنے ان چیزون کے دیکھنے سے صانع کی حکمت دریافت کرو اور بعضی علما نے سطحت کے لفظ کو کہ زمین کے حق مین وارد ہوئی ہے استدلال اسبات کا گردانا ہے کہ زمین کی شکل گردسی نہین لیکن یہ استدلال نہایت ضعیف ہے کیونکہ زمین حقیقت مین گول گردی رکھتی ہے لیکن بسبب بڑے پن کے معلوم نہین ہوتی اور بسبب دریافت نہونے بلندی اور پستی اسکے اجزا متلاصقہ یعنی باہم چسپیدگی سے مسطح معلوم ہوتے ہین اور کلام وہم اور خیال لوگونکے سے ہے کہ گردیت اسقدر بڑے جسم کے دریافت نہین کر سکتے اور جب کافرون کے طعن اور استبعاد کے جواب سے کہ حق مین بہشت اور دوزخ کے اور احوال مین بہشتیون اور دوزخیون کے کرتے تھے فارغ ہوئے تو گویا مقام اسبات کا ہوا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کمال عناد اور سرکشی ان کافرون کی دیکھ کے ایسا نہو کہ پند ونصیحت کرنا موقوف کرین اور اس تمام وعظ اور نصیحت کو بیفائدہ سمجھین اسواسطے تاکید اس امر کی منظور ہوئی اور تسلی انکی خاطر مبارک کی ضرور پڑی تو ارشاد فرماتے ہین **فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنْتَ مُذَكِّرٌ** پس نصیحت کر نہین ہے تو مگر نصیحت کرنے والا یعنے جوان چارون چیزون کو کہ نزدیک ہر ادنی اور اعلے کے انہین سے حاضر اور موجود ہین مانند آخرت کے کامون کے معلوم کیا تونے اور دلیل قوی بہشت اور دوزخ کے احوال پر پائی تو انکے طعن اور استبعاد کے لفظون سے کہ سوا جھگڑے کے کچھ اور نہین ہے تنگدل نہو اور اپنا کام کہ تذکیر اور پند ہے کرتا رہ **لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ** نہین ہے تو انپر اتالیق اور داروغہ کہ ہرگز انکو حق کی راہ سے بے راہ ہونے دے اور دلون مین انکے حق بات کو زور سے ڈالدے کیونکہ یہ کام مقلب القلوب اور دلون کے مالک کا ہے بشر کا مقدور نہین **إِلَّا مَنْ تَوَلَّى وَكَفَرَ** لیکن جسکو بار بار نصیحت اور پند کر مگر اس شخص کو کہ جسنے مونہہ پھیرا تیری نصیحت سے اور کفر اختیار کیا اور انکار تیری رسالت کا کیا اُسکو بار بار نصیحت کرنا تجھپر فرض نہین ایکبار پہنچا دینا احکام الٰہی کا اور عذاب سرمدی سے ڈرا دینا ضرور تھا سو اس سے تو فارغ ہو چکا اب معاملہ اُسکا خدا سے ہے **فَيُعَذِّبُهُ اللَّهُ الْعَذَابَ الْأَكْبَرَ** پس عذاب کریگا اُسکو اللہ تعالے وہ عذاب کہ بہت بڑا ہے دوسرے گنہگارون کے عذاب سے جنہون نے کفر نہین کیا اور اسلام سے مونہہ نہین پھیرا کیونکہ وہ سدا کا عذاب ہے اور ایماندار ہرچند کہ گناہ [illegible] مبتلا ہوان اور بے توبہ مرین تو بھی اس عذاب دردناک سے یعنے ہمیشگی کے عذاب سے محفوظ رہینگے اور اگر یہ کافر عناد کرنیوالے عذاب کرنے [illegible] کے غائب ہے یعنے بشر کی عقل اُسکو دریافت نہین کر سکتی اور سوائے بنی آدم کے مارے ہاڑ کے اور عذاب [illegible] **إِنَّ إِلَيْنَا إِيَابَهُمْ** مقرر ہماری ہی طرف ہے پھرانا انکا بعد مرنے کے سوچ ہر شخص کی دنیا سے حواس کے غائب ہو جاتی ہے [illegible] طرف کہ مالک اس عالم کا سوائے جناب باری کے کوئی نہین

جاتا ہے **ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ** پہر تحقیق ہمارے ہی اوپر ہے حساب انکے گناہ صغیرہ اور کبیرہ اور انواع کفر اور عناد کا کہ موافق اسکے جزا اور سزا دیوینگے پہر ہر شخص
روگردانی اور کفر مین سخت ہے اوتنا زیادہ تکلیف اور عذاب بہی اوسپر زیادہ ہے والعیاذ باللہ منہ پس ان الینا ایابہم کی آیت مین اشارہ برزخ کے
احوال کی طرف ہے کہ بعد موت کے بلا فاصلہ وہروا نیوالا ہے اور آیت مین ثم ان علینا حسابہم کی اشارہ ہے قیامت کے دن کے معاملے کی طرف
کہ بعد مدت دراز کے ظاہر ہوگا اور اسیواسطے کلمہ ثم کا کہ دلالت تراخی اور مہلت دراز پر کرتا ہے سرے پر اس آیت کے وارد فرمایا ہے

سورۃ الفجر

تمہید

یہہ سورت مکی ہے اسمین تیس آیتین اور ایک سو ستاون کلمے اور پانچ سو ستاونوے حرف ہین اور اسکے ربط کی وجہ ہَلْ أَتَاكَ سے یہہ ہے کہ اس سورہ مین بہی
قیامت اور بہشت اور دوزخ اور ثواب اور عذاب کا ذکر ہے اور آدمیون کے دو قسم ہو جانے کا بہشتی اور دوزخی اور ظاہر ہونا برائی اور بہلائی کی نشانیونکا
چہرون پر اور اس سورہ مین بہی اسی مضمون کا بیان ہے اور اس سورہ مین لسعیہا راضیۃ بہلائی والون کے حق مین فرمایا ہے اور اس سورہ مین راضیۃ
مرضیۃ اور اس سورہ مین فیعذبہ اللہ العذاب الاکبر کافرون کے حق مین ارشاد ہوا ہے اور اس سورہ مین فیومئذ لا یعذب
عذابہ احد ارشاد ہوا اور یہہ دونون مضمون آپسمین قریب ہین اور نازل ہونا اس سورہ کا دفع کرنیکو ایک شبہے کے ہوا ہے جو اکثر ملحدون اور زندیقون
کے خیال مین گذرتا ہے اور اس شبہہ پر مقابلہ انبیاؤن اور واعظون سے کرتے ہین اور حاصل اس شبہے کا یہہ ہے کہ حق تعالی کو بندون کے گناہ کی پرواہ
ہے نہ نیکی کی اور یہہ جو انبیا اور واعظ کہتے ہین کہ دنیا کی پیدایش کے بعد از سرنو ایک اور عالم پیدا ہوگا کہ حشر اور نشر اور سوال اور جواب اور بدلا دینا آپس مین
ہوگا سو اس بات کی کچہہ اصل نہین ہے کہ اللہ تعالی بنی آدم کے سب برے بہلے کامون سے خبردار ہے اور ہر شخص کو اسکے کام کی سزا اور جزا دینے پر بہی قادر
ہے اگر طاعتون سے خوش ہوتا اور گناہون سے ناخوش تو کس واسطے نیکون کو نعمتون سے نوازش نہین کرتا اور بدکارونکو گناہون کے بدلے عذاب مین گرفتار نہین کرتا پس تاخیر کرنا
جزا دینے مین اور انتظار کرنا قیامت کے دن کا یا تو اسواسطے ہے کہ اب اسکو آدمیون کی نیکی بدی کے کامون پر اطلاع نہین ہے یا اس سبب سے ہے کہ اسوقت بدلا دینے کی
طاقت نہین رکہتا اور یہہ دونون باتین اسکی ذات پاک کی طرف متصور نہین ہو سکتی ہین پس معلوم ہوا کہ بدلا نیک اور بد کا اسکو منظور نہین ہے اور جو کچہہ کرتا ہے سو یہی
دنیا مین کرتا ہے مگر بے پروائی کے طور سے کسیکو دولت دنیا حشمت دیکر معزز اور مکرم کر دیتا ہے اور کسیکو دکہہ درد محنت مشقت مین ڈال کے ذلیل کرتا ہے سو جواب
اس شبہہ کا یہہ ہے کہ حق تعالی باوجود اپنے کمال علم اور قدرت کے حکیم مطلق بہی ہے اور حکمت اسکی چاہتی ہے کہ ہر شخص کی سزا اور جزا پہنچانیکے واسطے قیامت کا انتظار کیا
چاہیے اور تفصیل اس اجمال کی یہہ ہے کہ آدمی کے تین حال ہین اول تو دنیا کا حال کہ یہین طرح طرح کی حاجتون مین گرفتار ہے اور قسم قسم کے علاقے قرابت اور دوستی
اور ہمسائگی کے مخلوق سے رکہتا ہے اور مکلف طاعت اور بندگی کا بہی ہے اور مشغول ہے آخرت کا توشہ حاصل کرنیمین اور اپنی اصل پونجی کے بڑہانے مین نفعون اور فائدون
سے دوسرا حال برزخ کا ہے کہ مرنے کے بعد وہان رہتا ہے اور ان شغلون سے فارغ ہوتا ہے لیکن جو کچہہ کہ بہائی بند یار آشنا شاگرد مرید اپنی طرف سے یا اسکے
کہنے سے اسکے واسطے دنیا مین کرتے ہین اسکا ثواب اسکو ملتا ہے اور اسکے نامۂ اعمال مین لکہا جاتا ہے گویا کہ بہی وہ خود دار العمل یعنے دنیا مین ہے اور یہہ بہی ہے کہ
برزخ مین جیسا ہوا حضار ونکا کہ دنیا مین انسے طرح طرح کے معاملے نیکی اور بدی کے کئے تہے ممکن نہین اسواسطے کہ ہر شخص کی موت اپنے وقت پر مقرر ہے الخ
کرنا معاملونکا بغیر حاضر ہونے حضار کے عدالت کے خلاف ہے تیسرا حال آخرت کا کہ ہرگز کسیطرح کا عمل اور کسیطرح کا شغل وہان نہوگا اور نئی نوع اور اسکے ناید اور شناسا سب
وہان حاضر ہونگے اور جو کچہہ کہ اسنے خود کیا تہا یا دوسرون نے اسکے واسطے اسکے کہنے سننے سے کیا تہا سب اسکو پہنچ چکا اور جمع ہو گیا اب آیندہ کو کسی اور چیز کے آنیکی
سبب منقطع ہونے نوع انسانی کے نہی پس حکمت ہرگز اس بات کو تقاضا نہین کرتی ہے کہ اسکو دنیا کے حالمین سزا دیجاوے اسواسطے کہ وہ بہی کام مین مشغول ہے
اور اسکے عمر کی مدت کہ اسکی پونجی کے قائم مقام ہے ہنوز بالکل اسکے ہاتہہ مین نہین آئی ہے اور اپنی گذری ہوئی عمر کے خرچ کو برابر نہین کیا ہے اگر اسکو اس حالت مین
جزا اور سزا مین گرفتار کرین تو وہ جواب مین البتہ کہیگا کہ ابہی مجہکو فرصت دینا چاہیے کہ مین اپنی عمر پوری کر لون اور جو جو تقصیرین ہین کہ

کے مہلے بتدلے جوانی مین ونا تجربہ کی مین ہوگئی ہین انکا بدلا آخر عمر مین ادا کرین آور تجارونکا بہی یہی معمول ہی کہ جب کسی گماشتہ کو تجارت کے واسطے کسی طرف بہیجتے ہین تو اسکو مہلت دیتے ہین کہ چند مدت اپنی رایے کے موافق لین دین کرے اور اگر ایک معاملہ مین کچہہ کہو بیٹہا اور نقصان کیا تو بہی نہین ٹوکتے کہ شاید دوسرے سودے مین کمالیگا اسیطرح سے عالم برزخ مین بہی جزا دینا حکمت کے خلاف ہے اسواسطے کہ ابہی نیکیان اور نتیجے ہر آدمی کے عملون کے بنی نوع کے باقی رہنے کے سبب سے اسکو چلے آتے ہین بس گویا کہ ابہی جمع خرچ اسکا برابر نہین ہوا اور حق کے لینے دینے والے بہی ابہی جمع نہین ہوے ہین کہ معلوم ہووے کہ اسکا حق کسپر ہے اور اسپر کسکا حق ہی اور کونسا حق دار اپنا حق معاف کرتا ہی اور کونسا طلب کرتا ہی بس چار ونا چار بدلا لینے کیواسطے قایم ہونا آخرت کا مقرر ہوا اور اس وقت کے آنے تک حق تعالی بندون کے خیر و شر کے اعمالون کو دیکہتا ہے سو یہہ ہرگز غفلت نہین ہے اور ان ربک لبالمرصاد کے یہی معنے ہین اور اسی مضمون کو اس سورہ مین کئی قسمون کے ساتہہ تاکید سے ارشاد کیا ہی اور اس سورے کا نام سورۃ الفجر اسواسطے رکہا ہی کہ اول قسم فجر کی کہائی ہی اور فجر کمال مشابہت رکہتی ہی قیامت کے دن سے کہ تمام رات لوگ اسکے آنیکا انتظار کرتے ہین اور جب فجر ہوتی ہی تو گویا ایسا ہوتا ہی کہ مرنے کے بعد پہر جی اٹہے اور بازار اور رستے اور دربار لوگون سے بہر جاتے ہین اور جن کامون کے انتظار مین تمام شب گذاری تہی وہ کام سر انجام کو پہنچے اور جو ان قسمون مین بیان ہی انتظار کرنے کا کامون کے واسطے کہ یہہ ہر انسان کی عادت ہے اور فجر سے بات کے ثابت کرنیکی اول دلیل ہی تو اس سورے کو اس نام سے موسوم کیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

والفجر قسم کہاتا ہون مین فجر کے وقت کی کہ اکثر لوگ اپنے کام کاج کرنیکے واسطے اسکا انتظار کرتے ہین اور باوجود کام کی ضرورت کے فجر کے آنیکے واسطے تاخیر کرتے ہین پرند جانور اپنے گہونسلون مین رزق کی تلاش کیواسطے بہوکے پیاسے اسکا انتظار کرتے ہین اور چرنیوالے جانور بہی چرنے جانیکو اسکے منتظر رہتے ہین اور درباری لوگ اپنی عرض اور معروض کے واسطے اور محکمے والے اپنے جہگڑے قضیے فیصلہ کرنیکو اور اہل حرفہ اور بازاری لوگ اپنے کاروبار کیواسطے اور کہیتی کرنیوالے جوتنے بونیکو اور مسافر چلنے کے لیے اسکے منتظر رہتے ہین اور جو کام کہ روشنی اور اجالے سے متعلق ہین وہ سب فجر کے ہونے پر موقوف ہین اور بعضی فجرونکو اور بہی زیادہ خصوصیتین ہین کہ بہت سی مخلوق اپنے اوقات اسکے انتظار مین کاٹتی ہی جیسے عرفے کے اور نحر کے روز کی فجر حاجیون کے واسطے کہ تمام سال اسدن کی آرزو مین گذارتے ہین اور مہینون اور برسونکی راہ طے کر کے اسدن کے واسطے اس متبرک مکان مین اپنے تئین پہنچاتے ہین اور صبح کی نماز بہی اسیوقت مین ہے اور جو فرشتے کہ بندون کی محافظت کیواسطے مقرر ہین اور صبح اور شام اپنی اپنی باری کرتے جاتے ہین اسوقت وہ دونون چوکیان آنے اور جانیکی جمع ہوتی ہین وہ اسوقت کی نماز کا انتظار کرتی ہین اسیواسطے حدیث شریف مین آیا ہی کہ من صلی صلوۃ الفجر فہو فی ذمۃ اللہ یعنے جس شخص نے پڑہی نماز فجر کی تو اسدن اللہ کے ذمے مین داخل ہوا اور سورہ اسری مین واقع ہوا ہی ان قرآن الفجر کان مشہودا یعنے فجر کی قرات حضور مین ہوتی ہی اور حدیث شریف مین اسکی تفسیر فرمائی ہی کہ رات اور دن کے فرشتے اسوقت حاضر ہوتے ہین اور انکی حضوری کے سبب سے زیادتی برکات اور انوار کی ہوتی ہی حاصل کلام کا یہہ ہی کہ جو کچہہ انتظار مخلوق کو اپنے کاروبار مین فجر کے آنیکا ہوتا ہی تو ظاہر ہی کہ دردمند تمام رات اہل صیدیہ دکہہ درد سے گذارتے ہین کہ صبح کو طبیب کے پاس جاکر اپنا حال بیان کرینگے اور اسکی دوا پوچہینگے اور فقیر اور مسکین تمام رات بہوکے پیٹ سے گذارتے ہین اس توقع پر کہ صبح کو امیرون دنیا دارونکے دروازون پر جاکر کچہہ مانگ لاوینگے اور اپنے بچے بالونکے ساتہہ اوقات بسری کرینگے اسیطرح سارے بنی آدم اپنی حاجتونکو صبح کے نکلنے پر موقوف رکہتے ہین بس مقرر کرنا کامون کا باوجود ضرورت اور قدرت کے ایکوقت کے انتظار کیواسطے کہ حکمت الہی نے اسوقت کو اس کام کے واسطے مقرر کیا ہی انسانکی عادت ہے تو اسی قیاس سے جزا کے مقدمے کی تاخیر کو قیامت کے آنیکے انتظار پر سمجہہ لینا چاہیے ولیال عشر اور قسم کہاتا ہون مین ان دس راتون کی کہ بہت بزرگ و متبرک ہین کہ لوگ تمام سال انکے انتظار مین گذارتے ہین اور کاروبار کو انکے آنے پر موقوف رکہتے ہین اور وہ دس راتین تین قسم پر ہین اول تو دس راتین ذی الحجہ کے مہینے کی اول کی کہ سب حاجی لوگ اطراف و جوانب سے ان دس راتون مین مکہ معظمہ کے شہر مین یا اسکے گرد و نواح مین حج و طواف کے بجالانے کو جمع ہوتے ہین اور ابتدا جمع ہونے کی

س نصف ع

ع

شب اول سے ہوتی ہے اور انتہا اُسکی دسوین رات کو ہوتی ہے اور حدیث شریف مین آیا ہی کہ دو دنون سے کوئی دن اس عشرے کا نہین ہے کہ اُسمین عمل صالح اور
بہتر اور افضل ہو ذی حجہ کے دس دنون سے کہ ہر روزہ اُن دس روز کے روزون مین سے ایک برس کے برابر ہے ثواب مین اور عبادت ہر رات کی اُن راتون مین سے
شب قدر کی عبادت سے دونی گنی ہے دوسرا رمضان مبارک کے آخر کا دہا کہ عابد لوگ اعتکاف کی سنت ادا کرنیکو اور لیلۃ القدر کے برکات حاصل کرنیکو تمام سال اُسکے انتظار
مین کاٹتے ہین اور حدیث شریف مین وارد ہے کہ جب دہا داخل ہوتا تہا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گہر کو چہوڑ کر حسبت باندہ کے مسجد مین اعتکاف بیٹہتے تہے
اور اپنے اہل و عیال کو شب بیداری مین اپنے ساتہ شریک رکہتے تہے اور محنت اور کوشش پہلے درجے کی کرتے تہے تیسرا محرم کے اول کا دہا کہ شہداء کربلا
کی کربت اور غربت کے دن ہین اور صبر اور رنج کہ اللہ تعالی کی راہ مین کہینچا ہے اُسکا ثواب اُنکی ارواح مقدس پر اُس دہے مین نازل ہوتا ہے اور بدعتی لوگ
جہالت کی راہ سے قایم کرنیکو رسومات غم اور اسکے جیسے سینہ زنی اور کتاب خوانی اور تصویر سازی اور نوبت نوازی کے واسطے تمام سال انتظار اُس دہے کا
کرتے ہین اور بعضے مفسرون نے اِن دس راتونکو تمام سال مین سے متفرق لیا ہے کہتے ہین کہ پانچ راتین طاق رمضان مبارک کے آخر دہے کی کہ اُنمین مظنہ لیلۃ القدر کی
برکات کا ہے اور ایک رات عید الفطر کی اور ایک عرفے کی اور ایک عید النحر کی اور ایک معراج کی رات یعنے ستائیسوین رجب کی اور ایک شب برات کی مراد مین واللہ اعلم
اور اس جا سے یہ سمجہہ لیا چاہئے کہ ہر قسم کو اس سورہ مین معرف با لام لائے ہین اور لیال عشر کو منکر فرمایا ہے وجہ اسکی یہ ہے کہ ان دس راتونکی تعظیم کا سبب پوشیدہ تہا اسواسطے
نکرہ لائے تاکہ یہ تنکیر اُن دس راتونکی تعظیم پر دلالت کرے برخلاف دوسری قسمونکے کہ اُنکی عظمت کی وجہ ظاہر و پیدا ہے اور یہ بہی ہے کہ لیال عشر کا احتمال چار طور پر کہ چنانچہ
مذکور ہو چکا ہے واسطے فائدہ ابہام و تشنیع کے انکو نکرہ فرمایا ہے کہ سب احتمالونکی گنجایش ہو سکے **وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ** اور قسم ہے جفت اور طاق کی
کہ شامل اور محیط ہے تمام عددون کو اسواسطے کہ کوئی عدد ان دو قسمون سے باہر نہین ہو سکتا اور تمام معدودات کو بلکہ جمیع موجودات کو شامل ہے اور انسان
کو جیسے وقت کا انتظار کرنا اپنے کاروبار کے واسطے جبلی اور پیدایشی ہے اسی طرح سے جفت اور طاق عددون کا بہی اپنے معاملات اور لین دین مین
جبلی اور پیدایشی ہے جیسے کہ حاملہ کو وضع حمل مین نو مہینے کا انتظار کہینچا چاہئے کہ طاق ہے اور بچے کے دودہ چہڑانے مین دو برس کا انتظار کرنا چاہئے
کہ جفت ہے اور مکتب مین بٹہانے کو لڑکے کے انتظار چار برس کا اور نماز کے سکہانے کے واسطے سات برس کا اور روزے کی تعلیم کے واسطے دس
برس کا اور بلوغ اور نکاح کے واسطے پندرہ۱۵ برسکا انتظار چاہئے کرنا اور اسیطرح سے مہینون کی تاریخون مین کاروبار کے واسطے جفت اور طاق کا انتظار کرتے
ہین اور شمسی سال کے پورا کرنے کو انتظار بارہ برجون کا اور قمری سال کے واسطے انتظار بارہ مہینون کا کرتے ہین اور ہفتہ پورا کرنے کو انتظار سات روز کا
اور تمام کرنے مین مہینے کے انتظار تیس۳۰ یا اُنتیس۲۹ روز کا اور دوگانہ اور چہارگانہ نمازون مین ابتدائے تکبیر سے سلام پہیرنے تک انتظار دو یا چار رکعت کا
ہوتا ہے اور سہ گانی نماز مین انتظار تین رکعت کا کرتے ہین اور اسیطرح سے تمام امور شرعیہ اور عرفیہ مین انتظار جفت اور طاق کا معمول اور مروج ہے
اور بعضے مفسرون نے کہا ہے کہ مراد جفت سے خلق ہے اسواسطے کہ ہر چیز کو مخلوقات کی دوسری چیز کے ساتہ ذکر کرتے ہین اور شریک کر دیتے ہین جیسے
آسمان اور زمین جبل اور دریا رات اندہیرا اور اُجالا اور نر اور مادہ اور مراد طاق سے حضرت حق کی ذات پاک ہے کہ کوئی چیز اُسکے برابر نہین اور بعضون نے کہا
ہے کہ مراد شفع سے خلق کی صفات ہین کہ تناقص اور اضداد سے ملی ہوئی ہین جیسے علم اور جہل اور قدرت اور عجز اور حیات اور موت اور عزت اور
ذلت اور قوت اور ضعف اور وتر سے مراد صفات حق کی ہین کہ وجود ہے بے عدم اور قدرت ہے بغیر عجز کے اور علم ہے بغیر جہل کے اور حیات ہے
بغیر موت کے اور عزت ہے بغیر ذلت کے اور قوت ہے بغیر ضعف کے اور بعضے مفسرون نے کہا ہے کہ شفع سے مراد دوگانی نماز اور وتر سے مراد سہ گانی
نماز ہے اور یہ تفسیر عمران بن حصین کی روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اور بعضون نے کہا ہے کہ مراد جفت سے جنت کے درجے اور
آٹہہ دروازے ہین اور طاق سے مراد دوزخ کے ساتون طبقے اور اُسکے دروازے ہین اور بعضون نے کہا ہے کہ جفت بارہ۱۲ برج ہین اور طاق سات
ستارے سیارے کہ اُنکے پہرنے سے اُن برجون مین طرح طرح کی وضعین اور قسم قسم کی تغیرین عالم مین نمودار ہوتی ہین اور بعضون نے کہا ہے کہ مراد جفت
سے وہ چاند ہے کہ پورے تیس روز مین نکلتا ہے اور طاق سے مراد وہ چاند ہے کہ اُنتیس روز مین نمود ہوتا ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ مراد جفت سے

دو سجدے ہین ہر رکعت مین اور مراد طاق سے ایک رکوع ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ مراد جفت سے وہ بارہ چشمے ہین کہ موسیٰ علیہ السلام کے لاٹھی کے مارنے
سے ایک پتھر مین سے جاری ہوتے تھے اور مراد طاق سے وہ دونون معجزے ہین کہ فرعون کے مقابلہ مین ظاہر کئے تھے اور قرآن مجید مین بھی اشارہ ہے
ولقد اتینا موسیٰ تسع آیات بینات اور ابو سعید خدری نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ مراد جفت سے عید قربان کا روز ہے کہ دسوین
ذیحجہ کی ہے اور طاق سے مراد عرفے کا روز ہے کہ نوین ذیحجہ کی ہے اور یہ تفسیر لیال عشر سے بہت مناسبت رکھتی ہے **واللیل اذا یسر**
اور قسم کہاتا ہون مین رات کی جس وقت کہ اسکی اندھیری سرایت کرتی ہے عالم مین کہ وہ وقت بھی اُن لوگونکے انتظار کا ہے کہ جنکا کاروبار پردہ پوشی سے
علاقہ رکھتا ہے خواہ نیک ہو خواہ بد جیسے عبادت شب بیدارونکی اور عقد نکاح اور چورونکی چوری کرنا اور ناچنے والونکا ناچنا اور عیاشونکا عیش کرنا اور جادوگرون
کا جادو کرنا اور طلسم کرنا شعبدہ بازونکا اور تماشا کرنا پتلیونکا پس ان پانچ قسمون سے ثابت ہوا کہ انتظار وقت اور مدت کا باوجود جمع ہونے اسباب اور ارادون
اور خواہشون کے کرتے ہین آدمی اور یہ ازروے حکمت کے انسان کی جبلت کے موافق ہے کہ ہر نیک اور بد کام مین وقت کی رعایت کرتے ہین اور جسے عقل
کو تھوڑی سی فکر کرنے سے ان چیزون مین معلوم ہوجاتا ہے کہ جزا کے تاخیر کرنے مین قیامت کے روز کیا کیا حکمتین اور فائدے ہین اور اسیواسطے ارشاد ہوتا ہے
ھل فی ذلک قسم لذی حجر کیا ہے اُن چیزون مین جو بیان ہوئین کوئی قسم کہ کفایت کرے عقل والے کو گویا ہر قسم ان پانچون قسمون
سے عقل والے کو ثابت کرنے مین اسبات کے کافی ہے کہ حق تعالے قیامت کے وقت کا منتظر ہے ہر نیک و بد کی جزا اور سزا دینے کو اور اگر مضمون کو کچھ تعجب
آتا ہو تو شاید اس بات پر آتا ہو کہ اُس روز اگلے پچھلے سب جمع ہونگے اور ایک دن مین ہر ہر شخص کو جزا اور سزا دینا ایک مشکل امر ہے کیونکہ اگر سارے حشر
کی مخلوق بگڑ کہڑی ہون اور مقابلہ پر آجاوین تو اُسوقت سزا دینا انکو ہرگز ممکن نہو سکے اسیواسطے بادشاہون نے انبوہ کثیر کے تنبیہ دینے سے حکمت کی
رو سے کنارہ کیا ہے اور حیلون اور تدبیرون سے اول اُنکی جمعیت کو بکھیر دیا ہے جب اُنکا زور کم ہوگیا ہے تب حسب دلخواہ جو منظور رہا ہے کیا ہے پس اگر کار
مجازات کا بھی ہر ایک گنہگار پر جدا جدا جاری کیا جاتا تو اس اندیشے کا کھٹکا ہوتا سو حق تعالے نے درمیان مین ان قسمون کے جو مذکور ہوئین اور اُس مضمون کے
جسپر قسمین کہائین ہین یعنی ان ربک لبالمرصاد ہے بطور جملہ معترضہ کے تین قصے اپنے مجازات کے جو دنیا مین واقع ہوئے ہین کہ اُنمین بڑی بڑی مخلوق کو جو
نہایت قوت اور شوکت رکھتے تھے ادنی اسباب سے ہلاکت کے نیست و نابود کر دیا پس اُسکی قدرت کے آگے بڑی مخلوق زور آور کو سزا دینا کچھ مشکل سمجھا جاے
اور حق تعالے کی قدرت کو ذوی الاقتدار بادشاہونکی قدرت پر قیاس بیجا نہ کیا چاہیے کہ کسیطرح سے کچھ نسبت نہین رکھتے ہین اور اس مقام پر تین قصونکے اختیار کرنیکی وجہ
یہ ہے کہ اگر ایک کام خلاف قیاس کسیسے ایکبار وقوع مین آوے تو لوگ اُسکو اتفاقات سے سمجھتے ہین اور جو مکرر سہ کرر واقع ہووے تو معلوم کر جاتے ہین کہ یہ کام اس
شخص کے روبرو نہایت آسان اور سہل ہے اور یسر اصل مین یسری تہا یا کو حذف کر دیا اور کسرے کو اُسپر دلیل رکھا کہتے ہین کہ ایک شخص نے اخفش
نحوی سے اس یے کے ساقط کرنیکی وجہ پوچھی اخفش نے کہا کہ جب تک برس بہر میری خدمت نکریگا تب تک مین تجھکو اُسکی اسقاط کی وجہ نہ سکھاؤنگا
پھر ایک برسکی خدمت کے بعد یون بیان کیا کہ یسری مشتق سری سے ہے کہ شب روی کے معنے ہین اور شب روی راتکے چلنے والونکی صفت ہے رات کی صفت
نہین لیکن مجاز کے طور پر رات کی صفت کر دیا ہے اسواسطے کہ وقت شب روی کا ہے اور عربکی اصطلاح مین اسناد فعل کی ظرف زمان اور مکان کی بطور مجاز کے بہت
مستعمل ہے چنانچہ کہا کرتے ہین لیلہ قائم ونہارہ صائم اور جو معنے مین یسری کے تغیر واقع ہوا تو چاہا کہ اُسکے لفظ مین بھی تغیر کرین کہ لفظ مطابق معنی کے ہوجاوے
یہ ہے جو کچھ کہ اخفش سے اس باب مین منقول ہے لیکن یہ بات موقوف ہے دو مقدمونپر ایک تو یہ کہ یسری سری سے مشتق ہے سو یہ لازم نہین بلکہ ظاہر یہ بات ہے
کہ مشتق سرایت سے ہے کہ مطابق واللیل اذا سجی اور واللیل اذا یغشی کے ہوجاوے دوسرے یہ کہ اگر مشتق سری سے ہووے تو صفت راتکے چلنے والون کی ہو
رات کی صفت اور یہ بھی کچھ لازم نہین ہے بلکہ ظاہر یہ بات ہے کہ شب روی کے معنے چھوڑ مطلق چلنا مراد ہو چنانچہ واللیل اذا ادبر مین ہے یا شب روی
استعارہ ہے رات کے چلنے سے اسواسطے کہ رات کا چلنا اور چلنا رات مین دونون مناسب ہین آپسمین یعنے مطلب دونون کا ایک ہے بلکہ اگر خوب
غور اور تامل کرکے دیکھیے تو شب روی یعنے چلنا راتکا بھی صفت رات کی ہوسکتا ہے اسواسطے کہ حقیقت مین رات نام ہے زمین کے سایے کے عکس کا کہ

آفتاب کے مقابلے مین حرکت کرتا ہی اور اسسبب سے منطبق ہونے اس عکس کے قاعدے کے کسی افق پر آفاق شب سے وہ افق آتا ہی اور وہ مخروط ہمیشہ حرکت مین ہی لیکن نسبت
ہر افق کے حرکت اسکی رات کو ساتھہ اس افق کے ہوتی ہی تو اولی یہی ہی کہ وجہ اسکے ساقط ہونیکی ساتھہ رعایت مشابہت پہلی آیتون کے سوا ہے اسکے
اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ کیا نہین دیکہا تو نے کیا کیا تیرے پروردگار نے اور دیکہنا یہان پر جاننے کے معنی مین ہی اسواسطے کہ یہ قصہ
اس قدر معروف و مشہور تہا کہ جاننا اسکا گویا دیکہنا ہی اور لفظ ربک کا اس تمام سورے مین اور دوسرے سورون مین ذات پاک کے نام کی جاے پر
مستعمل ہوا ہے اور اس لفظ کے اختیار کرنیکی وجہ اس مقام پر اور دوسرے مقامون پر یہ ہے کہ ربوبیت کو متوجہ اس پیغمبر جلیل القدر کی طرف ہے جامع ہے
اور ربوبیت جامع عدل و انصاف قایم کرنا چاہتی ہی اور عدل و انصاف چاہتا ہی بے انصاف اور سرکشون کی ہلاکت اور تباہی کو **بِعَادٍ إِرَمَ**
ذَاتِ الْعِمَادِ عاد کے فرقے سے کہ ارم کے رہنے والے تہے اور وہ ارم بستی لمبے لمبے ستونون والی تہی اور عماد جمع ہی عمد کی جیسے
جبال جمع جبل اور یہان پر سمجہ لیا چاہیے کہ عاد دو فرقون کا نام ہے ایک تو عاد اولی کہ انکو عاد قدیمہ بہی کہتے ہین اور وہ اولاد مین عاد بن عوص بن
ارم بن سام بن نوح علیہ السلام کی تہے اور انکو عاد ارم بہی کہتے ہین کہ ارم انکا دادا تہا اور شہر ارم کو بہی اپنے دادا کے نام پر نام رکہا تہا اور وطن انکا
عدن کے متصل تہا اور دوسرے عاد وہ اور شخص کی اولاد مین کہ اسکا نام بہی عاد تہا اور انہین عاد اولی مین کا تہا کہ احقاف کی زمین مین متصل حضرموت
کے وطن اختیار کیا تہا اور اسکی اولاد اس ملک مین بہت پہیل گئی تہی اور انکا یعنے عاد دوم کا قصہ اپنے پیغمبر کے ساتہہ کہ حضرت صالح علیہ السلام تہے
قرآن مجید مین مکرر وارد ہی چنانچہ اپنے مقام پر مذکور ہے اور عاد اولی کا قصہ قرآن مجید مین دو جا سے زیادہ نہین آیا سو وہ بہی اجمال کے طریق
ایک تو اس جاے پر اور دوسرے سورہ نجم مین کہ اھلک عادا الاولی اسکی طرف اشارہ ہی الغرض انکا قصہ جسقدر کہ تفسیر مین اس آیت کی کفایت کرے
لکہا جاتا ہی کہ حق تعالی نے اس فرقے کو قد و قامت اور قوت بے حساب عنایت فرمائی تہی اور زمانے کے سب لوگون سے اس بات مین ممتاز تہے کم سے کم قد کا
آدمی انمین بارہ گز کا ہوتا تہا اور ہر شخص انمین کا بڑے بڑے پتہرونکو جو بہت لوگ اٹہا نہ سکین ایک ہاتہہ سے اٹہا کر پہینک دیتا تہا اور تمام مین کے ملک اپنے
زور اور قوت کے سبب سے قابض و متصرف تہے یہانتک کہ اسمین دو پادشاہ عظیم القدر پیدا ہوئے ایک تو شدید اور دوسرا شداد اور یہہ دون پادشاہ تمام روے زمین
پر متصرف ہوئے تہے اور لشکر اور خزانے بے نہایت جمع کئے تہے لیکن شداد نے اپنے بہائی شدید کے مرنیکے بعد سلطنت کو کمال رونق و عروج بخشا تہا کہ چار سو
کئی پادشاہ اسکے مطیع اور فرمانبردار تہے اور کسی روے زمین کے پادشاہ کو طاقت اسکے مقابلے کی نہ تہی پس اس غرور اور تکبر کے سبب سے دعوی خدائی کا کیا تو جو علمائ
اور عالمون نے اس زمانے کے علم و عمل انبیاء کا بطور میراث کے رکہتے تہے اس ملعون کو پند اور نصیحت کے طور پر حق تعالی کے خوف اور اسکی عبادت کیطرف رغبت دلانے لگے
اسنے کہا کہ دولت اور حکومت اور جاہ اور ثروت جو اب مجہکو موجود ہی اس سے زیادہ اللہ کی عبادت مین کیا حاصل ہوگا اور جو کوئی کہ کسیکی خدمت کرتا ہی یا تو منصب
کی ترقی کیواسطے یا دولت کے واسطے سو یہہ سب میرے پاس موجود ہی مجہکو کیا یہہ چاہی کہ کسیکی خدمت گزاری کرون انہون نے کہا کہ یہہ ملک اور دولت دنیا کی
فانی ہی اور اللہ تعالی اپنی عبادت کے ثواب مین بہشت عنایت کریگا کہ تمام دنیا سے بہتر ہے اسنے پوچہا کہ اسمین کیا خوبی ہی وہ عالمون نے جو کچہہ تعریف اور خوبی
اسکی اگلے انبیاؤن سے منقول تہی اسکے سامنے بیان کی اسنے کہا مجہکو اس بہشت کی بہی حاجت نہین ہے کیونکہ مین دنیا مین ویسی بنا سکتا ہون پس اپنے
معتبر سردارون مین سے سو آدمیونکو مقرر کیا اور ہر ایک کے ساتہہ ہزار ہزار آدمی تعین کئے کہ جیسا کچہہ کہ وہ کہین انکے حکم کے موافق عمارت کے کام مین مشغول
رہین اور ہر ایک سردار کو اپنا اپنا کام سونپ دیا اور تمام ربع مسکون مین حکم بہیجا کہ چاندی سونے کے معدنون مین سے جہان کہین کچہہ ہون نکالکر جمع کرین اور یہان روانہ کر
بہیجو اور گڑے ہوئے خزانے نکالے اور متصل کوہ عدن کے ایک شہر مربع یعنے چوکہنٹا دس کوس کا لنبا اور دس کوس کا چوڑا کہ گرد اسکا چالیس کوس کا ہو بنا کر نیکا
حکم دیا اور اسکی نیو اسقدر کہودی کہ پانی کے قریب جا پہنچی اور اسکو سنگ سلیمانی سے بہر دیا جب نیو بہر چکی اور برابر زمین کے پہنچی تب سونے روپے کی اینٹون
سے دیوارین چننا شروع کیا بلندی ان دیوارون کی اس زمانے کے گز سے پانچ سو گز کی مقرر کی جس وقت کہ آفتاب نکلتا تہا تو اسکی چمک سے دیوارون کی
روشنی پر نگاہ نہہرتی نہی پہر چہار دیواری کے اندر ہزار محل تیار کیے اور ہر محل ہزار ستون کا اور ہر ستون جواہرات مین جڑا ہوا اور دریا مین

شہر کے ایک نہر بنائی اور ہر ہر مکان مین حوضین اور چبوترے تیار کیے اور اس نہر سے ہر ہر مکان کو ایک ایک نہر دوڑائی تھی کہ ہر مکان مین ہمیشہ فوارے اڑا کرتے تھے
اور چادرین چہوٹا کرتی تہین اور حوضین اور چبوترے سدا لبالب رہتے تھے اور صحن اُن نہرون کے یاقوت اور زمرد اور مرجان و نیلم سے بہر دیے تھے اور کنارون پر
اُن نہرون کے درخت بنائے تھے کہ جڑین اُنکی سونے کی اور شاخین اور پتے زمرد کے اور پہول پہل اُنکے موتی اور یاقوت کے اور دونون طرف جواہر کے بنا کر لٹکائے
تھے اور دوکانون و دیوارونکو مشک و زعفران و عنبر کو گلاب سے گہگل کرکے استرکاری کروا کے مطلا و مذہب کیا تہا اور خوبصورت خوش آواز جانور
یاقوت اور جواہر کے بنوا کر درختون پر بٹہائے تہے اور گرداگرد شہر کے ہزار منارے سونے روپے کے جڑاؤ بنائے تھے کہ چوکی پہرے والے لوگ اُنہی پر
سے اُنمین بیٹھے چوکی دیا کرین جب سامان اُسکا شہر بنکر تیار ہوا تو حکم دیا کہ سارے شہر مین قالین اور فرش ریشمین زردوزی کے بچھا دین اور برتن سونے روپے
کے سب مکانون مین ترتیب سے چن دین اور کسی نہر مین میٹہا پانی اور کسی مین شراب اور کسی مین دودھ اور کسی مین شہد اور شربت جاری کر دیا اور بازار و دوکانونکو
کو بہی کمخواب و زربفت کے پردون سے آراستہ کیا اور ہر پیشے اور ہنر والے کو حکم دیا کہ اپنے اپنے کام مین مشغول ہون اور حکم دیا کہ انواع انواع قسم کے میوے
اور طرح طرح کے عمدہ کہانے ہمیشہ سب شہر والونکو پہنچا کرین بارہ برس کے عرصے مین یہہ شہر اس سجاوٹ کے ساتھہ تیار ہوا بعد اُسکے حکم کیا کہ تمام اُمرا
اور ارکان کمال تجمل اور زینت کے ساتھہ اس شہر مین جا کر رہین اور خود بہی اپنی فوج اور لشکر کو ہمراہ لیکر کمال غرور اور تکبر سے کوچ کیا اور راستے مین
بطور چہل اور ٹہٹہول کے اُن واعظون اور نصیحت کرنیوالونکو کہنے لگا کہ تم اسی بہشت کے واسطے مجھکو کہتے تھے کسی دوسرے کے روبرو سر جہکانے اور ذلیل ہونیکو
اب تمنے میری قدرت اور ثروت دیکہی اور بے پروائی اور بے نیازی کو میری معلوم کیا کہتے ہین جب قریب اس شہر کے پہنچا تو اُس شہر کے لوگ غول کے
غول استقبال کیواسطے شہر کے دروازے سے باہر آکر زر و جواہر اُسپر نچھاور کرنے لگے اور تحفے تحائف نذر گذراننے لگے جب دروازے پر شہر کے پہنچا اور
ایک قدم اسکا دروازے کے باہر اور ایک قدم اندر تہا کہ آسمان کیطرف سے ایک ایسی کڑک اور آواز سخت ہوئی کہ تمام مخلوق ہلاک ہو گئی اور بادشاہ بہی وہین دروازے مین
گر پڑا اور مر گیا اور اس شہر کے دیکھنے کی حسرت کہ کس محنت اور مشقت سے اسکو تیار کیا تہا دل مین لے گیا اور بعضی کتابون مین لکھنے مین آیا ہے کہ ملک الموت سے حق تعالی
نے پوچھا کہ تجھکو کسی بندے کی جان نکالنے کے وقت کبہی رحم بہی آیا ہے یا نہین ملک الموت نے عرض کیا کہ بار خدایا مجھکو دو شخصون کی جان نکالنے مین کمال
رقت ہوئی اگر تیرا حکم نہوتا تو مین ہرگز اُنکی جان نہ نکالتا ایک تو ایک بچہ تہا نیا پیدا ہوا اپنی ماں کے ساتھہ کشتی کے تختے پر رہ گیا تہا حکم ہوا کہ اسکی ماں کی جان قبض
کرے اُسوقت مجھکو اُس بچے پر نہایت رحم آیا کہ اس بچے کا اُسکی ماں کے سوا کوئی خبر گیر نہ تہا دوسرا ایک بادشاہ تہا کہ اُسنے ایک شہر کمال آرزو سے بنایا تہا کہ ویسا
کہین دنیا مین نہین بنا جب تیار ہو چکا اور وہ اُسکے دیکھنے کو آیا جس وقت کہ قدم دروازے مین رکہا حکم ہوا کہ اُسکی جان قبض کرلے اُسوقت بہی مجھکو نہایت رقت آئی کہ
وہ کیا کچھہ حسرتین اپنے دل مین لے گیا ہوگا خطاب الٰہی سے ارشاد ہوا کہ یہہ بادشاہ وہی لڑکا تہا کہ ہمنے اُسکو بغیر ماں باپ کے پرورش کیا اور اس حشمت اور ثروت کو
پہنچایا جب اس رتبے کو پہنچا تو ہماری تابعداری سے منہ موڑا اور تکبر کرنے لگا آخر اپنی سزا کو پہنچا کہتے ہین کہ وہ کشتی کا تختہ کہ یہہ بچہ اُسپر رہ گیا تہا بہتا بہتا دریا کے
کنارے آ لگا اُس گاؤن کے دہوبی وہان دہوتے تھے جو دیکہا کہ ایک بچہ اپنی ماں کی لاش کے پاس تختے پر پڑا ہے تو اُس تختے کو کہینچ لائے اور مردے کو مدفون کردیا اور بچے کو
اپنے مہتر پاس لے گئے مہتر اُسکا حسن و جمال دیکہکر ہزار جان سے عاشق ہو گیا اور اس مہتر کے اولاد نہ تہی بس اُس بچے کو فرزندی مین لیا اور پرورش کرنے لگا جہانتک
کہ سات برس کا ہوا لیکن اُسکی عقل اور دانائی اور چالاکی اُسی وقت سے کچھہ اور طرح کی نظر آتی تہی ایک روز گاؤن کے باہر بچون کے ساتھہ کہیلتا تہا کہ
ایک بارگی غل ہوا کہ بادشاہ کی سواری آتی ہے اور لوگون کا گذرنا شروع ہوا سارے لڑکے ہیبت سے بہاگ گئے اور یہہ شوخ ایک ٹیکرے پر کہڑا بادشاہ
کی سواری کا اور لشکر کا تماشا دیکہتا تہا یہانتک کہ سارا لشکر چلا گیا اور چنداولی کے پیادے کہ گرے پڑے کی خبرگیری کیواسطے لشکر کے پیچھے پیچھے آتے تھے
گذرنے شروع ہوئے ایک پیادے نے ان پیادون مین سے ایک پوٹلی پائی اُسمین سرمہ دانی اور سلائی تہی اپنے یارون سے کہنے لگا کہ
مین نے سرمہ پایا ہے اگر تمہاری صلاح ہو تو مین اسکو لگاؤن کہ میری بینائی مین فرق ہو گیا ہے شاید کہ فائدہ کرے اُنہون نے کہا کہ
اول تو رستے کی پڑی ہوئی چیز اٹہانا نہ چاہیے خیر اگر تونے اُٹہائی تو بغیر آزمائے ہوئے آنکھ مین نہ لگانا ہرگز مناسب نہین پہلے کسی اور کے آنکھون مین

لگا جب اُسکو فائدہ کرے تو تو بھی استعمال مین لا اُسن ہا دیسنے اودہر اُدہر دیکہا تو کوئی وہان تہا مگر یہ لڑکا ایک ٹیلے پر کہڑا تہا اُسنے کہا لڑکے آ ہم تیری آنکہون میں
سُرمہ لگا دین کہ تیری آنکہین اچھی لگین یہ لڑکا دوڑتا ہوا اُس پیادے کے پاس گیا اور سُرمہ دانی اور سلائی پیادے سے لیکر اپنی آنکہہ مین لگائی لگانے کے
ساتہہ ہی تمام زمین کے خزانے اُسکو نظر آنے لگے جیسے صاف پانی مین چیز نظر آتی ہے لڑکا اپنی لیاقت اور دانائی سے چلّایا اور فریاد کرنے لگا کہ اے
خانہ خراب ظالمون تمنے میری آنکہین پہوڑ ڈالین مین بادشاہ کے پاس فریاد کرونگا اور تمکو سزا دلواؤنگا پیادون نے جو یہ بات سُنی سُرمہ تو وہین چہوڑا
اور گرتے پڑتے اپنی جان لیکر بہاگ گئے یہ لڑکا سرمہ دانی لئے ہوئے اپنے گہر آیا اور حقیقت مہتر سے بیان کی مہتر نے کہا اپنے گدہے خچرین موجود
موجود ہین رات کو جب سب لوگ سو جاوین تو پہاڑ سے کداریان لیکر جو مزدور کہ اپنے اعتباری ہین انکو ساتہہ لے جس جا سے پر تجہکو خزانہ نظر آوے
وہان سے کہود کے اپنے گدہون خچرون پر لاد لا اس لڑکے نے اسیطور سے کیا آخر لا لا کر بہت سا مال جمع کیا اور سب گاؤن والون کو اپنا
رفیق کر لیا اور اُس گانون کے سردار کو مار ڈالا اور اُسکی جائے پر آپ ہو بیٹھا ہوتے ہوتے یہ خبر حاکمون فوجدارونکو پہنچی تو اُنہون نے ارادہ اُسکے سزا
دینے کا کیا اوس لڑکے نے بہی فوج رکہہ کر مقابلہ کیا اور اِن سبکو مار دیا آخر چند روز کے بعد وہ بادشاہ مر گیا تو اُس لڑکے نے فوج کشی کی آخر ہوتے
ہوتے بادشاہ ہو گیا اسی طرح سے بڑہتے بڑہتے تمام روئے زمین کا بادشاہ ہوا اور سارے جہان کے بادشاہ اُسکے مطیع اور فرمان بردار ہوئے
اب سُننا چاہئے وہ شہر کیا ہوا معتبر تفسیرون مین لکہا ہے کہ اِس بادشاہ اور لشکر کے ہلاک ہونے کے بعد اللہ تعالی نے اُس شہر کو لوگون کی نظرون
سے پوشیدہ کر دیا مگر کبہی کبہی راتکو عدن کے گرد نواح کے لوگون اُسکی جہلک اور روشنی اُس جائے پر معلوم ہوتی ہے کہتے ہین کہ یہ روشنی اُسی شہر کے
دیوارون کی ہے اور عبداللہ بن قلابہ کہ ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحابو مین سے تہے اتفاقاً اُس نواح مین ہو آئے تو کہ ناگاہ ایکا اونٹ اُنکے اونٹون
مین سے چہوٹکر بہاگ گیا وہ اُسکے ڈہونڈنے کو نکلے جب اُس شہر کے نزدیک پہنچے تو اُن مینارون اور دیوارونکو دیکہکر بیہوش ہو گئے اور اپنے دلمین کہنے لگے کہ
شہر کی تو صاف اُسی بہشت کی سی صورت ہے جسکا پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمسے وعدہ فرمایا ہے شاید کہ یہ معاملہ خواب مین دیکہتا ہون جب اُس
شہر کے دروازے پر پہنچے اور اندر گئے تو دیکہا تمام مکانات اور نہرین اور درخت وہانکے سب بعینہ جنت کے سے ہین لیکن شہر مین کوئی آدمی نہین تہوڑے
سے جواہر اور یاقوت کہ مکانات کے صحن مین سنگریزون کی جائے پر بکہرے پڑے تہے اپنی چادر مین لے لئے اور تنہائی کے خوف سے جلد نکل بہاگے
اور دمشق کو گئے جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی تو یہ سارا احوال بیان کیا تو حضرت معاویہ نے اُنسے پوچہا کہ یہ شہر تمنے خواب مین
دیکہا ہے یا بیداری مین اُنہون نے کہا بیداری مین اور نشانیان اِس شہر کی خوب دلمین یاد رکہی ہین کہ عدن کے پہاڑ سے فلانی جانب کو اسقدر
مفاصلہ رکہتا ہے اور دوسرے طرف فلانے درخت کی نشانی ہے اور ایک طرف کو فلانا کنوان ہے اور یہ جواہر اور یاقوت کہ وہان سے لایا ہون میرے پاس
موجود ہین حضرت معاویہ اسبات کے سُننے سے نہایت متعجب ہوئے اور اُسوقت کے عالمونکے پاس آدمی بہیجا کہ دنیا مین کوئی شہر ایسا بہی ہے کہ سونے روپے
سے بنا ہو اور ایسا ہوا اُسوقت کے علمار نے کہا کہ ہان قرآن مجید مین اُسکا مذکور آگیا ہے اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ مگر اس شہر کو اللہ تعالی نے لوگونکی نگا
سے پوشیدہ کر دیا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت مین سے ایک شخص اُسمین جاویگا اور وہ شخص کوتاہ قد سرخ رنگ اور ابرو اور گردن
پر اُسکے دو خال ہونگے اور اپنے اونٹ کو ڈہونڈہتا ڈہونڈہتا اُس شہر مین جا پہنچیگا اور وہانکے عجائبات دیکہیگا جب حضرت معاویہ نے یہ سب نشانیان اُنمین
دیکہین تو برابر بکلین فرمایا واللہ یہی شخص ہے حاصل کلام کا یہ ہے کہ اِس شہر کی اِس سے زیادہ کوئی کیا تعریف کریگا کہ خود رب العزۃ باوجود احاطہ علم کے تمام معلومات کے
اُسکے حق مین ارشاد فرماتے ہین کہ **الَّتِي لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ** وہ شہر کہ ہرگز پیدا نہین کیا گیا ویسا اور سے زمین کے
شہرون مین **وَثَمُودَ الَّذِينَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ** اور کیا کیا تیرے پروردگار نے ثمود کے فرقے سے کہ بڑے بڑے
پتہرونکو تراشتے تہے وادی القری مین اور ثمود قوم عاد کے بنی عم تہے کہ عادیون کے ہلاک ہونیکے بعد حجاز شریف اور شام مقدس کے درمیان مین اپنا
مقر کیا تہا اور حجر سے وادی القری تک ایکہزار سات سو بستیان اپنے تصرف رکہتے تہے اور ہر ہر بستی مین بڑے بڑے محل اور عمارتیان اور دروازے

ف شداد کی بہشت سے فائدہ نہ اٹھانے کا حال ۱۷

اور طاق پتہرون کے تراشے تہے اور تصویرین گل اور ریاحین کی اُنمین بنائی تہین اور طرح طرح کے اسباب عیش و عشرت کے جمع کرکے بیٹہے چین کرتے تہے مگر
بت پرستی مین مشغول تہے یہانتک کہ حضرت صالح کو اللہ تعالی نے رسول کرکے انکی طرف بہیجا اور انکا قصہ والشمس کی سورت کی تفسیر مین مذکور ہے اور
وادی القری ایک شہر کا نام ہے کہ عرض اور طول مین مکہ معظمہ کے برابر ہے اور نخلستان اور چشمے اُسمین بہت ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خیبر
کے فتح کے بعد اُسپر مع متعلقات کے ساتہ قابض اور متصرف ہوے ہرچند کہ بہت سے باغات اور عمارات ثمودیون کی حجر اور اُسکے گرد نواح مین تہین
لیکن بالتخصیص ذکر وادی القری کا اس جہت سے واقع ہوا کہ یہہ مکان اُنکے شہرونکی انتہا کا تہا حجاز کے متصل اور ہنوز آباد تہا برخلاف حجر کے کہ
اتصال اُسکا شام کی طرف سے ہے حجاز سے دور اور حجاز کے لوگ کم خط اُسکے احوال پر مطلع ہی تہے اور راہ بطریق ودق پڑا تہا طول حجر کا نجومی ستر درجے
اور تیس دقیقے ہے اور وادی القری کا بہتر درجے اور عرض نجومی دونونکا برابر ہے **وَفِرْعَوْنَ ذِي الْأَوْتَادِ** اور کیا کیا فرعون
میخون والے سے جو لوگون کو میخون سے کستا تہا چنانچہ کبہی مسلمانون کو جو حضرت موسی علیہ السلام پر ایمان لائے تہے اسی طور سے شہید کیا انمین سے
ایک کا نام خربیل تہا کہ اُسکے خزانہ کے دارو غہ تہے حضرت موسی علیہ السلام پر پوشیدہ ایمان لائے تہے جب فرعون کو خبر ہوئی تو انکو میخ کرکے شہید کیا اور
ایک خربیل کی بی بی کہ وہ فرعون کی بی بی کی مشاطہ تہین انکے اما … فرعون کو خبر پہنچی تو انکو بلاکر کہا کہ تو اسلام سے باز آ انہون نے کہا کہ
یہہ بات تو ممکن نہین آخر خفا ہوکر حکم دیا کہ انکو زمین پر ڈالکر … میخین ٹہونک کر مارنا شروع کرو آخر اسی حالت مین انکی روح پرواز کرگئی
اُنہی مین سے ایک حضرت آسیہ فرعون کی بی بی کہ … موسی علیہ السلام پر ایمان لائی تہین جب فرعون موسی علیہ السلام کی ایذا رکا ارادہ کرتا
تہا تو وہ سمجہا کے اُسکو روک دیتی تہین یہانتک کہ … ہوکر حکم کیا کہ انکو چار میخون سے باندہکے چکی کا پاٹ اُنکے سینے پر رکہدو غرض انکو دہوپ
مین گرم زمین پر لٹا کر چکی کا پاٹ اُنکے … اسوقت حضرت آسیہ نے جناب باری مین دعا کی کہ یا اللہ تو میرے واسطے بہشت مین گہر بنادے
اور ان ظالمون کے ہاتہہ سے مجہکو بچا … وقت جبرئیل علیہ السلام حکم آلہی سے آگئے اور انکی روح مبارک کو بہشت مین لیجاکر ایک موتی کے محل مین
کہ اُنکے واسطے تیار ہوا تہا داخل … جب نزدیک آکر دیکہا تو تن بیجان پڑا تہا مایوس ہوکر چلا گیا اور بعضے مفسرون نے کہا ہے کہ میخون سے
مراد لشکر کی میخین ہین کیونکہ … میخون پر موقوف ہے کیونکہ گہر اُنکے تنبو شامیانے بے چوبے قناتین ہین وے سب میخون پر کہڑے ہوتے ہین اور جو اُنکے
جانور ہین جیسے ہاتہی … اونٹ خچر بیل یہ سب بہی میخون ہی سے بندہتے ہین اسیواسطے لشکری لوگ میخ دینے مین اسقدر بخل کرتے ہین کہ شہر کے لوگ
روپیہ پیسا … خرچ نہین کرتے اور فرعون کا لشکر گنتی سے باہر تہا کہتے ہین کہ اُسکے لشکر کا یہہ دستور تہا کہ ایک دوسرے رسالے کی یا ایک دوسرے مثل
کی ہیچ … رنگون سے ہوتی تہی مثلاً کمیت گہوڑونکی ایک مثل اور مشکیونکی ایک مثل اسیطرح ابلق گہوڑونکے سوار کہ یہہ رنگ اور رنگون کی نسبت بہت کم
ہر ہر تہے کہ لشکر کے آگے ہراولی مین چلتے تہے اس جائے سے اُسکے لشکر کی تعداد قیاس کرلیا چاہئے جبکہ بیان کرنے سے تینون قصون کے کہ
لیے ہین بدلا لینے پر بڑے بڑے سرکش زورآورونکی جماعت سے آن واحد مین اس دنیا کے اندر کہ جزا کا محل بہی نہین ہے فارغ ہوچکے تو اب فرماتے
ہین کہ ان تینون سرکشون کے گروہونکا اُنکے مال اور ملک کی طمع کے واسطے نتہا جیسے کہ دنیا کے بادشاہونکو اپنے دشمنون کے مارنے مین منظور
ہوتا ہے انکی سرکشی اور ظلم دفع کرنیکے واسطے تہا اسواسطے کہ انکا حال یہہ تہا **الَّذِينَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ** جنہون نے سر اُٹہایا تہا شہرون
مین شہرونکی اسواسطے ہے کہ اکثر محل امن اور امان کا اور بنی آدم کے ہر قسم کے فرقونکی سکونت کا مقام شہر ہوتے ہین اور ہرچند کہ ملک کے مالک
ہوتے ہین لیکن اپنے شہرونمین عدل اور انصاف کا طریقہ جاری رکہتے ہین اور اگر ظلم اور تعدی کرتے ہین تو جنگلون پہاڑون لشکر دمین کہ خارج اپنی عملداری
کے ہے تینون فرقے بیباک اپنے لشکرونمین ظلم اور تعدی کرتے تہے **فَأَكْثَرُوا فِيهَا الْفَسَادَ** پہر بہت کرتے تہے اُن شہرونمین فساد اور بہت کرنا فساد کا یہہ
تہا کہ یہی فاسد کرتے تہے اور بستی مین اور بازار اور ہر مال سوداگرونمین بیاہ اور گالی گلوج کرنا مارنا کبہی کبہی تو بستی مین بہی لوگونکا برباد جاتا تہا اور جان مال عزت آبرو
ملے کہ اکثر لوگونسے مال اور جان ہی کچہہ ضرر پہنچایا تہا **فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ** پہر برسایا اُنپر تیرے رب نے کہ پرورش انکی عام اور جامع ہے جیسا کہ

منفرد ہونگا رب ہے ویسا ہی مظلوموں کا بھی ہے سو ربوبیت اس ذات پاک کی یہی بات کو چاہتی ہے کہ مظلوموں کا بدلا ظالموں سے پورا پورا لیا جاوے **سَوْطَ**
عَذَابٍ ایک کوڑا عذاب کا اور کوڑے کے لفظ میں اشارہ اسبات کا ہے کہ یہہ تمام سخت عذاب مینہہ کی طرح سے ان تینوں گروہ پر برسا جبت
ان عذابوں کے کہ آخرت میں انکے واسطے تیار ہے اور وہ انکے سزا اور ہین حکم کوڑے کا رکھتا ہے بہ نسبت شمشیر کے اور مجموع لفظ صب اور سوط سے معلوم ہوا کہ عذاب
کے واسطے دو استعارے فرمائے ہین اول مینہہ کہ صب کا لفظ اسکی تشریح ہے دوسرا تازیانہ کہ سوط کا لفظ اسکی تصریح ہے اور ایک عبارت میں دو استعارے جمع فرمانا
انہین کلام اللہ کا ہی بہتر کے کلام مین پایا نہین جاتا چنانچہ اس آیت میں بھی ہے **فاذاقها الله لباس الجوع والخوف** مذکور ہے اور بالتخصیص
ان تینوں قصوں کے لانے میں نکتہ یہہ ہے کہ لوگوں کے دشمنوں میں جو بدلا لینا جمع کثیر سے مشکل معلوم ہوتا ہے سو یا تو اس جہت سے ہوتا ہے کہ وہ جماعت کثیر بہت
زور آور اور قوی ہیکل ہوتے ہیں کہ کوئی انکے مقابلے کی طاقت نہین رکھتا تو اسکے واسطے قصہ شدائد اور عاد کا بیان فرمایا اور یا اسیطرح کی مضبوطی
کے سبب سے ہوتا ہے سو اس شبہے کے دفع کے واسطے ثمود کا قصہ ارشاد ہوا یا لشکر اور انکے کثرت کے باعث سے ہوتا ہے سو اسکے لیئے فرعون کا احوال
مذکور فرمایا اب اس مضمون کو جسکے واسطے پانچ قسمیں اور تین قصے تمہید کیے تھے ارشاد فرماتے ہین **اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ** تحقیق بات یہی ہے
کہ تیرا رب البتہ گھات میں ہے جیسے کوئی شخص پوشیدہ سر راہ بیٹھا آنے جانے والوں کا احوال دیکھتا ہے اور معلوم کرتا ہے کہ فلانا کیونکر گذرا اور کیا کر گیا اور فلانا کیا
لایا اور کیا لے گیا کہ ملاقات کے وقت اسکے موافق عمل ہر ایک سے پیش آوے پس جناب باری کو دنیا میں انتقام نہین لینا محض بنی آدم کی بھلائی برائی پوری ہوجانیکے
کے واسطے بغیر فنا ہو جانے نوع انسانی کے ممکن نہین نہ کہ انکے بھلے برے کا سوچ سے غافل ہے یا بے پرواہی کی راہ سے بدلا لینا منظور نہین رکھتا پس یہ
سب مہال ہے یعنے ڈھیل دینا ایک مدت تک ہے اہمال نہین یعنے مہمل چھوڑ دینا نہین ہے اور اکثر یہہ کمین گاہ اور انتظار بندوں کے حق مین مال اور جاہ
اور عزت اور نعمت کے دینے اور نہ دینے کے سبب سے ہوتا ہے تا کہ معلوم کرے کہ مال اور جاہ اور نعمت کے دینے سے شکر کرتا ہے اور اپنی حد کے اندر اپنے قدم
باہر نہین رکھتا ہے یا تکبر اور فخر اور سرکشی اختیار کرتا ہے اور مال اور جاہ اور نعمت نہ دینے کی حالت مین بھی دیکھتا ہے کہ کفران نعمت اور جزع اور فزع کرتا ہے
یا صبر اختیار کرتا ہے اور رضا بقضا یعنے اللہ کے حکم پر ثابت رہتا ہے لیکن اس گھات اور انتظار کو سوائے اللہ تعالی اور پیغمبروں اور صدیقوں اور اولیا
اور عالمون ربانی کے کوئی نہین جانتا اور بنی آدم عجیب معاملے کی کیفیت سے غافل ہین ہرگز اس بھید کو نہین جانتے اور ظاہر کی نعمت اور
مال پر فریفتہ ہو جاتے ہین اور ظاہر کے فقر اور تکلیف پر جزع اور فزع کرنے لگتے ہین اور ناامید ہو جاتے ہین چنانچہ فرماتے ہین **فَاَمَّا الْاِنْسَانُ** پس
آدمی جو ہے جیسے جاہلیت سے غافل ہے اور اسکی غفلت کی دلیل یہ ہے **اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ** جب آزماتا ہے اسکا پروردگار کہتا ہے
مال دے کر **فَاَكْرَمَهٗ** پس عزت دیتا ہے اسکو بسبب اس کے کہ مال دینے سے اسکو حاصل ہوتی ہے **وَنَعَّمَهٗ** اور نعمت میں رکھتا ہے اسکو کیونکہ
مال سے ساری نعمتین حاصل ہوتی ہین **فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَكْرَمَنِ** پھر کہتا ہے میرے رب نے مجھکو عزت دی بے سبب سمجھے یہہ نہین جانتا یہہ سب
آزمایش ہے بلکہ الٹا اپنی سے مغرور ہو جانا چاہیئے اور امید ہو کا نہ کہنا کہ جو اول یہی مال اور عزت دی ہے تو آخرت میں بھی اسیطرح سے کرینگے یہہ بات بڑا نہین ہے
بلکہ مقصد منوز پردہ میں ہے دیکھیئے کیا ہو **وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ** اور مگر آدمی جب آزماتا ہے اسکو پروردگار اسکا یعنی فقر فاقے سے **فَقَدَرَ
عَلَيْهِ رِزْقَهٗ** تو تنگ کرتا ہے اسپر رزق اسکا اگرچہ حاجت ضروری کی موافق کہ زندگانی اسپر موقوف ہے دیوے **فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَهَانَنِ**
پھر کہتا ہے میرے پروردگار نے مجھکو ذلیل کیا ہے بے سمجھے بوجھے اسبات کے کہ یہہ سب آزمایش ہے میرے صبر کی اور عزت اور ذلت کا مقصد تو پوشیدہ ہے نہین معلوم کیا ہے کیونکہ
بہت ہوتا ہے کہ فقر آخرت کی عزت کا سبب ہو جاتا ہے اور بہت ہوتا ہے کہ مال [illegible] آخرت کی ذلت اور وبال کے سبب ہوتے ہین سو دنیا کے پہلے حال پر مغرور
ہونا ان دونون صورتوں میں یعنے نعمت [illegible] ہے کہ معاملے [illegible] کو کر سمجھا [illegible] ہے سو جاہلی غفلت سے **اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ** کے مضمون
باقی ہے یہان پر چند سوال کہ جواب انکا [illegible] ہے اول [illegible] لفظ ف [illegible] واسطے آیا ہے اور عرب کی لغت میں اما کا کلمہ مجمل کی تفصیل
کیواسطے ہوتا ہے وہ مجمل جو سابق کے کلام [illegible] دوسرا [illegible] میں وہ [illegible] تفصیل [illegible] سے علاقہ رکھتی ہے جواب

اسکا یہہ ہی کہ وہ مجمل کلام مضمون ان ربک لبالمرصاد کا ہی اسواسطے کہ اس مضمون سے معلوم ہوا کہ پروردگار عالم کا آزمایش اور امتحان کے درپے ہی اور بندون کے احوال سے غافل نہین اور یہہ بات اسکو چاہتی ہی کہ بندے بہی ڈرتے اور ہوشیار رہین غافل نہوجاوین لیکن آدمی غفلت مین گرفتار ہی اور اُسکی غفلت کا بیان دونون صورتاین عزت یا ذلت دولت ہو یا فقر تفصیل اس مضمون کی ہوئی اور اُس تفصیل کو اس اجمال پر ف کے لفظ سے تفریع فرمایا ہی دوسرے یہہ کہ دولت کی آزمایش کی جائے پر فاکرمہ ارشاد ہوا اور بندیکی زبانی بہی فاکرمن نقل فرمایا اور فقر کی آزمایش کی جائے پر فاھانہ نہ فرمایا اور بندیکی زبانی سے فاھانن فرمایا اسمین کیا نکتہ ہی جواب اسکا یہہ ہی کہ حقیقت مین رزق کی تنگی اہانت کا سبب نہین ہی پس فقر کو اہانت کہنا غافل بندے کا کام ہی کچہہ موافق واقع کے نہین ہے کیونکہ اکثر ہوتا ہے کہ فقر ظاہری دنیا اور آخرت کی صلاح کا سبب ہوجاتا ہی بلکہ موجب عزت اور جاہ کا بہی ہوجاتا ہی چنانچہ بہت سے اولیاء اللہ کے احوال سے ظاہر اور ہویدا ہی اور دولت اور مال حقیقت مین عزت ظاہری کا سبب ہوتا ہی اکثر حالات مین گو کہ آخرت کی عزت کا سبب نہو بہر صورت فراخی رزق کی دنیا مین بہتر ہی دنیا اور آخرت کے خسران سے معاسو اس نکتے کے واسطے فاکرمہ کے لفظ کو اس جاگہہ بڑہایا تیسرے یہہ کہ اصل کلام یون معلوم ہوتا ہی کہ فاما الانسان فیقول ربی اکرمن اذا ما ابتلہ فاکرمہ واما ہو فیقول ربی اھانن اذا ما ابتلہ فقدر علیہ رزقہ پس لفظ فیقول کا مبتدا کی خبر ہی دونون جاگہہ پر واما اذا ما ابتلہ ظرف ہی یقول کا اور کلام مجید مین اول اما کو انسان پر داخل کیا اور دوسری بار اذا ما ابتلاہ پر کہ ظرف یقول کا ہی لائے اس تغییر مین کیا نکتہ ہی جواب اسکا یہہ ہے کہ حقیقت مین اما ظرف پر داخل ہی اسواسطے کہ اما کا لفظ لانے سے انسان کی تفصیل منظور نہین ہے بلکہ اسکی آزمایش کی تفصیل دولت اور فقر سے منظور ہی اور پہلے قرینے مین کہ انسان کا لفظ متصل اما کے وارد ہے ضمیرونکی مرجع کی تعیین کے واسطے ہی جو کہ سابق مین مذکور نہین ہوئے سو باعتبار اصل معنی کے کلام کو یون سمجہنا چاہیئے کہ ان ربک لبالمرصاد والانسان غافل عن ذلک فی کلتا الحالتین فاما اذا ما ابتلہ ربہ فاکرمہ ونعمہ فیقول ربی اکرمن واما اذا ما ابتلہ فقدر علیہ رزقہ فیقول ربی اھانن بلکہ اگر خوب غور کیجیئے تو یہان دو تفصیلین منظور ہین اول یہہ کہ اما الانسان فہو غافل عن کون ربہ لبالمرصاد فی کلتا الحالتین اور دوسرے یہہ کہ اما فی حالۃ الابتلاء بالنعمۃ والمال فلا یتلقی النعمۃ بالشکر واما فی حالۃ الابتلاء بالفقر و الضیق فلا یتلقہ بالصبر ولا یدری ان ربہ مراقب لہ و مجازاتہ علی معاملتہ اور جو تفصیل اول کی مقصود بالذات تہی تو انسان کے لفظ کو اس تفصیل کے واسطے شروع مین اس تفصیل کے زیادہ کیا تا کہ اشارہ ہو اس تفصیل پر اور دوسری تفصیل کو اشباع کے طور پر لائے ہین اسواسطے کہ یہی تفصیل بالذات مقصود تہی واللہ اعلم چوتہے یہہ کہ انکار اور مذمت انسان کی جو اکرمن اور اھانن کی لفظ سے بوجہی جاتی ہی کس چیز کی طرف متوجہ ہے حالانکہ انسان بیچارہ اس کہنے مین سچا ہی چنانچہ اکرام کے مقام پر اُسکے مطابق خود بہی ارشاد فرمایا ہی پہر اگر بندے نے بہی اُسکے موافق کہا تو کیا جائے انکار کی ہی اور اہانت کی جائے پر ہر چند کہ خود نہین فرمایا ہی لیکن مطابق واقع کے ہی کیونکہ فقر اور معاش کی تنگی اکثر اوقات مین سبب ذلت اور حقارت کا ظاہر بینون کی نظرون مین معلوم ہوتی ہی چنانچہ کہا ہی عِزَّۃُ الدُّنْیَا بِالْمَالِ وَعِزَّۃُ الْاٰخِرَۃِ بِالْاَعْمَالِ * جواب اسکا یہہ ہی کہ انکار اور مذمت کہنے پر اکرمن اور اھانن کے نہ اسواسطے ہی کہ موافق واقع کے نہین ہی بلکہ اس جہت سے ہے کہ بندہ اکرام اور اہانت دنیویہ مین گرفتار ہی اور اُس آزمایش سے کہ پردے مین اکرام اور اہانت کے مخفی اور مستور ہی غافل ہوجاتا ہی اور حقیقت کو اکرام اور اہانت کی کہ قیامت کے روز ظاہر ہوگی نہین جانتا اور سوا اکرام اور اہانت دنیویہ کے کسیطرح کا اکرام اور اہانت تصور نہین کرتا پس بندہ مانند بے عقل بچے کے ہی کہ زہر شکر آلود کو مانند شکر کے جانتا ہی اور بیدہڑک دوا کو کہ اُسکے حق مین نافع ہی زہر جانتا ہی سو یہہ انکار اور جہڑکیان اسکی بیوقوفی پر ہین کہ حقیقت کو چہوڑکے ظاہر پر ریجہا ہی پانچوین یہہ بات ہی کہ ابتلا کے معنے عرف کے موافق فقر مین تو ظاہر ہین لیکن دولت اور اکرام مین ابتلا کے کیا معنے ہونگے جواب اسکا یہہ ہی کہ لغت مین ابتلا کے معنے امتحان اور آزمایش کے ہین جیسے کہ فقر مین آزمایش منظور ہی یعنے صبر کریگا یا نہین اسیطرح دولت مین بہی وہی آزمایش منظور ہے کہ شکر کریگا یا نہین ؎ بادہ نوشیدن و ہشیار نشستن سہل است * گر بدولت برسی مست نگردی مردی * پس ابتلا سے اس جاگہہ پر لغوی معنے مراد ہین نہ عرفی اور جب آدمی کے

حال کی تفصیل بیان کرنے سے فقر ہو یا غنا فارغ ہو چکے تو اب اُسکو ادا نکرنے پر اُن حقوق کے جو لوازمات غنا کے ہین اور ادا نکرنے پر اُسکے شکر کے زجر
اور توبیخ فرماتے ہین کَلَّا بات یون نہین ہے کہ ملنے سے مال اور جاہ کے مغرور اور فریفتہ ہو کر اپنی بزرگی کی حقیقت اللہ تعالے کے نزدیک لازم جانو اور اُسکی نعمتونکو
اُسکی مرضیات مین صرف نکرو جسطرح بنی آدم کرتے ہین بَل لَّا تُكْرِمُونَ الْيَتِيمَ بلکہ تم لوگ یتیم کی عزت نہین کرتے حالانکہ اللہ تعالے نے
تمکو مرتبہ اور عزت اسواسطے دیا ہے کہ بے عزت لوگونکی عزت کرو خصوصًا یتیم کی کہ بے عزتی ہر طرف سے اُسپر برستی ہے چنانچہ بہت سا مال اور دولت تمکو اسواسطے
دیا گیا ہے کہ فقیرون اور محتاجون پر خرچ کرو اور انکا پیٹ بہرو اور تم لوگ یہ کام نہین کرتے وَلَا تَحَاضُّونَ عَلَىٰ طَعَامِ الْمِسْكِينِ
اور ایک دوسرے کو تقید نہین کرتے ہو کہانا کہلانے پر مسکین کے بلکہ اپنے مال کمائے ہوئے سے دینا تو کیا ممکن ہے غیر کے مال سے بہی جو بے محنت اور
بے مشقت تمکو ملتا ہے خرچ نہین کرتے ہو اور اُسکو بہی بیدہڑک چکہہ جاتے ہو چنانچہ ارشاد ہوتا ہے وَتَأْكُلُونَ التُّرَاثَ أَكْلًا لَّمًّا
اور کہاتے ہو میراث باپ دادونکی بیموقع اور بیجا اور فرق نہین کرتے ہو تم درمیان اپنے حق کے کہ حلال ہے اور اپنے شریکونکے حق کے کہ حرام ہے پس تمہاری
سمجھہ بوجہہ جانورونکی سمجھہ بوجہہ سے بہی کمتر ہے کہ اپنے گہاس کو اول سونگہہ لیتے ہین پہر اگر قابل کہانیکے ہوتی ہے تو کہاتے ہین نہین تو نہین اور اگر کوئی
یہ کہے کہ نہ تو میرے پاس مال ہے کہ یتیم اور مسکین کو اُسمین سے دون اور نہ باپ دادے کی میراث ملی ہے کہ اُسمین سے شریکونکا حق کہا لیا ہوگا اُسکے جواب مین فرماتے
ہین وَتُحِبُّونَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا اور دوستی رکہتے ہو تم مال سے جی بہر کے ہر چند کہ مالدار نہین ہو لیکن تمہارے دلمین مالکی محبت بہری ہوئی
ہے اگر تمہارے ہاتہہ مین آوے تو تم بہی وہی کرو جو دوسرے کرتے ہین اور یہان پر جَمًّا کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ فی نفسہ مال کی اور تعلق دلکا اُسکی طرف
اگر موافق حاجت ضروریہ کے ہو تو معیوب نہین ہے کیونکہ عالم کے انتظام کی بقا اُسی پر موقوف ہے اور وہ محبت جو معیوب ہے سو اُسی قدر ہے کہ زیادہ حاجت سے ہو
کَلَّا یون نہ سمجہا چاہئے کہ حق تعالے نیک اور بد کامون سے بندون کے غافل ہے یا بدلا دینا نیک اور بد کامون پر منظور نہین ہے بلکہ اللہ تعالی گہات مین
ہے اور منتظر ہے ایک وقت کے آنیکا جو اُسکی حکمت نے اعمالونکی جزا اور سزا دینے کے واسطے مقرر کیا ہے اور بیان اُسوقت کا یہ ہے إِذَا دُكَّتِ
الْأَرْضُ دَكًّا دَكًّا یعنے جب کوٹی جاویگی زمین جیسا کہ حق ہے کوٹنے کا یہانتک کہ ریزہ ریزہ ہو جاوے اور پہاڑ اور اونچی نیچی زمین
سب برابر ہو جاوے اور یہ حالت بہونچال کی شدت کے سبب سے ہوگی جو قیامت کے دن آویگا اور اُسی زلزلے کے سبب سے مردے قبرون سے نکلینگے
اور بہونکنے سے صُور کے روحین بدنونسے ملجاوینگی وَجَاءَ رَبُّكَ اور آویگا تیرا پروردگار جلال اور قہر کی صفت سے اور تجلی فرماویگا اور
جزا اور سزا دینے کو بندون کے متوجہ ہوگا وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا اور آوینگے فرشتے صفین کی صفین یعنے فرشتے ساتون آسمان کے سات
صفین ہو جاوینگے اور حاملان عرش کی ایک صف دوسری اور علی ہذا القیاس وَجِيءَ يَوْمَئِذٍ بِجَهَنَّمَ اور لائی جاویگی اُس روز دوزخ
یعنے ظاہر کی جاویگی چنانچہ دوسری آیت مین فرمایا ہے وَبُرِّزَتِ الْجَحِيمُ لِمَن يَرَىٰ اور بعضی روایتون مین آیا ہے کہ ستر ہزار فرشتے دوزخ کو اپنے مقام
سے ستر ہزار باگون سے کہینچتے ہوئے بائین طرف کو عرش معلے کے لاوینگے اور جب دو سو برس کی راہ حشر کے میدان سے دور رہیگی تو چنگاریان اور لپٹین
اُسکی اُٹہینگی اور اُسکے جوش و خروش کی آواز اتنی دُور سے سب اہل محشر سُنینگے اسوقت محشر کے لوگون پر نہایت خوف غالب ہوگا اور پیغمبر منبرون اور
کرسیون سے اُتر پڑینگے اور ساری مخلوق گہٹنونکے بل بیٹہہ جاویگی اور نفسی نفسی پکار اُٹہینگی يَوْمَئِذٍ يَتَذَكَّرُ الْإِنسَانُ اُس دن
سوچیگا اور یاد کریگا آدمی کہ وہ جو پیغمبر اور نصیحت کرنیوالے کہتے تہے کہ بدلا نیک اور بد کامونکا حق ہے اور قیامت آنیوالی ہے بیشک سچ تہا کیونکہ اسباب
جزا اور سزا کے سب موجود دیکہیگا قید خانہ تو دوزخ سا اور فرشتے مارنے دہاڑنے والے پیادے اِس کثرت کے ساتہ حاضر اور حاکم حق تعالے اپنے قہر
اور جلال کے ساتہ تجلی آور زمین کہ اجسام و ارواح کے رہنے سہنے کی جائے تہی سب ٹوٹ پہوٹ کر برابر ہوگئی نہ تو کوئی ٹہکانا بہاگنے کا اور نہ کوئی
پہاڑ قلعہ گڑہی کہ اُسمین کہین نظر آتا ہے کہ وہان جب چہپے لیکن یاد کرنا اور سوچنا اُسوقت کا کچہہ فائدہ نکریگا چنانچہ فرماتے ہین وَأَنَّىٰ لَهُ الذِّكْرَىٰ
اور کہان ملی اُسکو سوچنا یعنے سوچنا اور یاد کرنا اُسکو کچہہ مفید نہوگا کیونکہ وہ دن سوچنے اور یاد کرنیکا نہین ہے بلکہ وہ دن تو جزا اور سزا کا ہے ہان آج اگر

ف مال کی محبت ضرورت کے قدر ہو تو معیوب نہین ہے

سوچتے تو اُس روز کام آوے نہین تو سوائے حسرت اور افسوس کے کہ یہ بھی ایک بڑا عذاب ہے کچھہ ہاتھہ نہ آویگا چنانچہ فرماتے ہین **یَقُوۡلُ یٰلَیۡتَنِیۡ قَدَّمۡتُ لِحَیَاتِیۡ** کہنے لگیگا آدمی افسوس اگر مینے کچھہ آگے سے بھیجا ہوتا اس زندگانی کے واسطے مال اور اعمال نیک جیسے ایمان اور طاعت اور یہ حسرت اسکو عذاب جسمانی سے بہت سخت ہوگی **فَیَوۡمَئِذٍ لَّا یُعَذِّبُ عَذَابَهٗۤ اَحَدٌ** پس اُس روز نہ ماریگا اُسکا سا مارنا کوئی نہ آگ نہ دوزخ کے موکل نہ سانپ نہ بچھو کہ اُس آگ مین ہونگے کیونکہ مارنا اور دُکھہ دینا اُنکا عذاب جسمانی ہے اور حق تعالے کا عذاب اُس طور پر ہوگا کہ تقصیروار کی روح کو حسرت اور ندامت مین گرفتار کریگا اور یہ عذاب روحانی ہے پس عذاب جسمانی کو عذاب روحانی سے کیا نسبت ہے **وَّلَا یُوۡثِقُ وَثَاقَهٗۤ اَحَدٌ** ط اور نہ باندھیگا اُسکا باندھنا کوئی کیونکہ دوزخ کے پیادے ہرچند کہ دوزخیون کے گلون مین طوق ڈالینگے اور زنجیرون سے جکڑینگے اور دوزخ کے دروازون کو بند کرکے اوپر سے سرپوش بند کردینگے غرضکہ طرح طرح سے عذاب کرینگے لیکن عقل اور خیال کو اُنکے نہ بند کرسکینگے اور عقل و خیال کی عادت ہے کہ بہت سی باتون کی طرف التفات کرتا ہے اور بعضی باتین اُن مین سے دوسری باتون کی حجاب ہوجاتی ہین اسیواسطے مین قید مین انسان کو کمال وسعت عقلی اور خیالی حاصل ہوتی ہے برخلاف اُس شخص کے کہ اللہ تعالی عقل و خیال کو اُسکے ادہر اُدہر کے جانے سے روک رکھے اور بالکل دُکھہ درد ہی کے متوجہ رکھے تو ایسی قید ہزارون درجے بدنی قید سے سخت ہے اسیواسطے سودائیون اور مجنونون کو چمن سیر مین باغون اور جنگلون کے خنکی اور گھبراہٹ وہم اور خیال کے سبب سے پیدا ہوجاتی ہے کہ وہ باغ اور وہ بڑے بڑے جنگل اُنکی نظر مین تنگ معلوم ہوتے ہین اور بعضے معتبر قاریون نے **لَا یُعَذَّبُ** اور **وَلَا یُوۡثَقُ** مجہول کے صیغہ سے پڑہا ہے اور اس صورت مین معنے ظاہر ہین کہ نہ عذاب کیا جاویگا اس غافل کی طرح سے کوئی اور نہ بند کیا جاویگا اس غافل کی طرح سے کوئی کیونکہ دوسرے گنہگارون نے ہرچند کہ گناہ کئے تہے لیکن اسدن سے غافل نہ تہے کبھی کبھی اُسدن کا خوف اُنکے خیال مین گزرا کرتا تہا جب اُسدن کو دیکھینگے تو اسقدر خائف اور بیہوش نہوجاوینگے کیونکہ اول سے دہشت اُسکی رکہتے تہے اسواسطے اُنکے حق مین وہ روز بلائے ناگہانی نہوگا اور اُنکے عذاب اور قید مین منکرون کے عذاب اور قید سے تخفیف ہوگی اور اس ہول اور وحشت کے دن مین سب نیکون اور بدونکو اول مرتبے مین خوف اور اضطراب غالب ہوجاویگا تو اُسوقت تابعدارون اور نیکونکو تسلی بخشینگے اور ایک منادی ندا کریگا **یٰۤاَیَّتُهَا النَّفۡسُ الۡمُطۡمَئِنَّةُ** اے جی چین پکڑے ہوے ساتھہ حق کے کہ تو التفات سوائے حق کے کسی اور کی طرف نرکہتا تہا تجھکو پس جانے سے زمین کے اور فرشتونکی صفونکے دیکھنے سے اور پرہول آواز سننے سے دوزخ کے کیا پروا ہے **ارۡجِعِیۡۤ اِلٰی رَبِّکِ** پہر آ اپنے پروردگار کی طرف کہ ہمیشہ تو اُسیکے حضور مین مستغرق رہتا تہا اور اُسکے ماسوا کی طرف التفات نکرتا تہا **رَاضِیَةً مَّرۡضِیَّةً** ایسی حالت مین کہ تو خوشوقت ہونیوالا ہے تو دیکھنے تجلّی سے جمال حق کے اور پسند کیا گیا ہے تو ساتھہ ظہور آثار جمال جمیل مطلق کے **فَادۡخُلِیۡ فِیۡ عِبٰدِیۡ** پہر داخل ہو میرے مقرب بندونکے گروہ مین کہ دیدار کے مقام مین رہتے ہین اور یہ تیرا مرتبہ ہے سعادت روحانی کا **وَادۡخُلِیۡ جَنَّتِیۡ** اور داخل ہو میری جنت مین کہ وہ مقام ہے لذت جسمانی کے مزہ اُٹھانیکا رزقنا اللہ الفوز بالسعادتین

ف بیان نفس امّارہ اور لوّامہ اور مطمئنہ کا

اس جگہہ سمجھہ لیا چاہئے کہ نفس انسانی کو قرآن مجید مین تین صفتونسے موصوف کیا ہے امّارہ اور لوّامہ اور مطمئنہ امّارہ کی صفت ہے کافرون اور فاسقونکے نفس کی کہ کفر اور فسق سے منہہ نہین پہیرتے اور انکا نفس اُنکو ہر وقت انہی کامونکی طرف رغبت دلاتا ہے اور لوّامگی اُن گنہگارونکے نفس کی تعریف ہے کہ وہ اپنی بدی پر ندامت کہینچتے ہین اور گناہ ہوجانیکے بعد اپنے کو ملامت کرتے ہین کہ یہ کام مینے کیون کیا اور بہت بُرا کیا اور مطمئنہ ہونا انبیا اور اولیا اور اصحاب کے نفسون کی صفت ہے کہ ایمان اور طاعت اور ذکر اور فکر مین حق کے اطمینان رکہتے ہین اور کشمکش سے خواہشونکے اور خطرات سے گناہونکے اُنکے احوال پراگندہ اور اُنکے اوقات مکدّر نہین ہوسکتے اور بعضے کہتے ہین کہ امّارگی ہر نفس کی صفت ذاتی ہے کہ شہوت اور غضب کے وقت اور عقل اور شرع کے حکم پر ظہور کرتی ہے اور لوّامگی بہی ہر نفس کی صفت ہے مگر جسوقت کہ عقل اور شرع کی طرف رجوع کرے اور خیر شر کو پہچانے اور اطمینان بہی ہر نفس کی صفت ہے مگر جبکہ اُسکا تمام بدنکے اجزا پر غالب ہوجاتا ہی اور حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ سارے نفس قیامت کے دن لوّامہ ہونگے اور اپنکو ملامت کرینگے کہ طاعت تو نے زیادہ کیون نکی

اور گناہ کیوں کیا اور ہر چند کہ اصل میں دو وقت ہیں اس خاوند اور بشارت کا وقت فزع اکبر کا ہے کہ قیامت کے روز ہوگا لیکن نمونہ اسکا وقت مرنے کے ہر مومن کو ظاہر ہوتا ہے
چنانچہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا ہے کہ جب ایمان آدمی کو اجل آتی ہے تو سرہانے اسکے فرشتے
خوبصورت خوش لباس معطر آتے ہیں اور کہتے ہیں ای جان بجو آرمیدہ خوشی اور آسانی سے نکل کہ تیرا پروردگار تجھسے خوش ہے یہ بات سنکر مسلمان
کی جان کمال خوشی سے نکل آتی ہے اور ایک عالم اسکی خوشبو سے معطر ہو جاتا ہے اور فرشتے اسکو ریشمی معطر کپڑے میں لیجاتے ہیں اور دروازے آسمان کے
کھل جاتے ہیں اور وہاں کے دربان مرحبا کہتے ہوئے استقبال کرتے ہیں اور اسکے واسطے بخشش طلب کرتے ہیں اور اسکو عرش معلی کے نیچے
لیجاتے ہیں کہ اللہ تعالی کو سجدہ کرے اور حضرت میکائیل کو حکم ہوتا ہے کہ اس جان کو مسلمان اور نیکوکاروں کی ارواح کے مقام میں داخل کرو
اور اسکی قبر کو فراخ کردو کہ آرام اور راحت اسکو پہنچتی رہے اور اسکو کہدو کہ آرام سے سو رہے نئی دلہن کی مانند کہ اسکو کوئی بدخواب نہیں کرتا
اور کافرون کے ساتھ اسکے برعکس معاملہ واقع ہوتا ہے

سورۃ البلد

تمہید

یہ سورۃ مکی ہے اسمین بائیس آیتیں اور بیاسی کلمے اور تین سو اکتیس حرف ہیں اور اس سورت کا سورہ بلد اسواسطے نام رکہا ہے کہ اسکے شروع میں مکہ
معظمہ کے شہر کی قسم کہائی ہے اور بلد عرب کی لغت میں شہر کو کہتے ہیں اور دیکہنا اس شہر کے حال کا اسوقت کہ قسم کہانیکا وقت تہا دلیل صریح ہے اس بات پر
کہ آدمی کو دنیا اور آخرت میں اٹہانیسے مشقت اور رنج کے چارہ نہیں ہے کیونکہ جب ایسا شہر بزرگ مجمع ایسی مشقتون کا ہووے تو دوسرے شہر تو بطریق اولی ایسے
رنج اور مشقتون سے خالی نہونگے اور انسان جو مدنی الطبع ہے اسکی طبیعت میں شہر کی محبت ایسی ہوئی ہے کہ بغیر شہر کے رہ نہیں سکتا اور کوئی شہر مقام مہمات
کا نہیں مصرع رنج گنجی بے درد بے دام نیست ۔ اور شہر مکے کی عظمت بہت وجہون سے ثابت ہے انمین یہ ہے کہ حرم الہی کا مکان ہے اور مقام مرجع اور
مرجع خلق کا کہ ہر سال میں ہزار ہا آدمی دور دور کے ملکون اور شہرون سے ارادہ وہان کا کرتے ہیں اور وہ عمدہ تیک کی جا ہے کہ حج اور عمرہ ہے اور اول بیت اللہ
سب بنیا کی بناوہی ہے اور قبلہ ہی عالم کا اور مقام حضرت خلیل علیہ السلام کا بہی وہان ہے اور ان سب سے بڑہکے یہ بات ہے کہ محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم
کے تولد کی جا ہے اور امین جناب پر اللہ تعالی کی طرف سے وحی نازل ہونے کی جگہ ہے اور اس سورت کی ربط کی وجہ سورہ والفجر سے یہہ ہے کہ اس سورت میں تاکید
عزت اور حرمت کرنے پر یتیم کے اور کہانا کہلانے پر مسکین کے اور مذمت مال کی محبت کی مذکور ہے اور اس سورت میں بہی یہی مضمون منظور ہے اور اس سورت میں ہلاک کرنا
بڑے بڑے زبردست سرکشون کا گنا ہونکی شامت کے سبب سے مذکور ہے جیسے عاد اور ثمود اور فرعون اور اس سورت میں بہی ایسے کافر پر جہڑکی ہے کہ اپنی قوت پر اترانا
تہا اور کسی کو خیال میں نہ لاتا تہا اور سبب اس سورت کے نازل ہونیکا یہ ہے کہ قریش میں ایک شخص کلدہ بن اسید نام بڑا پہلوان قوی ہیکل زورآور تہا اور ابو الاسد
اسکی کنیت مقرر کی تہی اور قوت اسکی اس نوبت کو تہی کہ چمڑا عکاظی گائے کا اپنے پانوں نیچے دبا لیتا تہا اور لوگون سے کہتا تہا کہ اس چمڑے کو میرے پانوں
نیچے سے کہینچو تو تمام آدمی ملکر زور کرتے تہے یہان تک کہ وہ چمڑا ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا تہا لیکن اسکے پانوں کے نیچے سے جنبش نہیں کرتا تہا جب آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسکو اسلام کیطرف دعوت کی تو وہ کافر ایمان نلایا اور کلام سخت کہے کہ تو مجھکو ایک قید خانے سے ڈراتا ہے جسکے کل انیس پیادے ہیں
انکو تو میں ایک بائین ہاتہہ سے بس کرتا ہون ایسا کون ہے کہ میرا سامنا کرے اور مجہسے عہدہ برا ہووے اور ایک باغ پر مجھکو پہسلاتا ہے کہ
میں نے شادیون میں اور خاطرداری میں ڈہیرون مال خرچ کیئے ہیں اگر ان مالون کو گنئے تو وہ تیرا باغ سامان اور اسباب و درختون اور
نہرون سمیت اسکے روبرو بے حقیقت ہے پس اسکی ان باتون کے جواب میں اللہ تعالی نے یہہ سورت بہیجی اور مضمون اس سورت کا
یہہ ہے کہ آدمی کو اپنی قوت اور زور پر اور مال کی کثرت اور بڑائی پر نام اور جاہ کی مغرور ہونا نہ چاہیئے اور ابتدا کو اپنی پیدائش کی
موت کی نہایت تک ... [illegible] ... کہ طاقت انکے اٹہانیکی بغیر اللہ تعالی کے ممکن نہیں ہے اور مال کو کسی

لگی مطلب کے ساتھہ ہوگئی اور جو اس قسم مین اور مناسبت مین اسکی ساتھہ مطلب کے ایک طرح کی پوشیدگی تھی کہ سوائے اوکیا کے اُسکو کوئی دریافت
نہین کرسکتا تھا تو ایک دوسری قسم عام فہم بھی مذکور فرمائی **وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ** اور قسم ہے جننے والی کی اور جنے گئے کی کہ دونون کمال
مشقت اور رنج مین گرفتار ہین کیونکہ جننے والی کو اول تو بوجہ اُٹھانا حمل کا اور بدمزہ رہنا طبیعت کا اور جننے کا درد اُٹھانا چاہئے اور بعد اُسکے بچے
کے پالنے مین سختیان اور رنج کھینچنا چاہئے اور جسکو جنتی ہے اوسکی مصیبتین یہہ ہین کہ اول تو اندہیرے مین پیٹ کے کمال عجز اور ناتوانی سے گذران
کرنا چاہئے اور بعد اُسکے اس محنت سرای فانی مین یعنے دنیا مین طرح طرح کے دردون اور رنجون جسمانی اور روحانی مین مبتلا ہونا چاہئے اسی واسطے
کہا ہے کہ بچے کے رونے مین پیدا ہونیکے ساتھ اشارہ اسی بات کی طرف ہے کہ اس جہان مین زندگانی رو رو کے کاٹیگا اور کیا اچھا کہا ہے کسی شاعر نے
لِمَا تُؤْذِنُ الدُّنْيَا مِنْ صُرُوفِهَا + يَكُونُ بُكَاءُ الطِّفْلِ سَاعَةَ يُولَدُ + وَاِلَّا فَمَا يُبْكِيهِ مِنْهَا وَاِنَّهَا + لَاَوْسَعُ مِمَّا كَانَ فِيهِ وَاَرْغَدُ +
یعنے اس سبب سے کہ خبر دیتی ہے دنیا تغیر حال اپنے سے ہوتا ہے رونا لڑکے کا وقت پیدا ہونیکے اور اگر ایسا نہوتا تو نہ روتا لڑکا جننے کے وقت اور البتہ وہ فراخت
مین آیا ہے اس چیز سے کہ تہا اُسمین اور کشادگی مین اور بعضے مفسرون نے کہا ہے کہ مراد والد سے حضرت آدم علیہ السلام ہین کہ کس شقت سے بہشت سے نکالے گئے
اور دیکھی بہالی کہائی پی نعمتون کو اُنسے چھین لیا اور مراد ما ولد سے انکی ذریات یعنے اولاد ہین کہ تمام عمر جنہی سوا اس دار المحنت کے کچھہ نہین دیکھا اور رو
اپنے وطن اصلی کے کمال حسرت اور افسوس سے سُنتے اور ان دونون قسمون سے ثابت ہوئی کہ آدمی کا اصل ترابی ہی شقت اور رنج ہے اور اصل آبی بہی ہر
مشقت اور رنج کی ہے اب اس دلیل بدلول کو متفرع کرکے فرماتے ہین **لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ** مقرر پیدا کیا ہمنے
انسانکو مشقت اور رنج مین کیونکہ اصل آدمی کی عالم خاک مین مکے کی زمین ہے اور اصل اُسکی عالم آب مین نطفہ آدم علیہ السلام کا ہے اور دونون
مشقت اور رنج مین گرفتار ہین اور کبد کو یہان بے کے زبر سے پڑہنا چاہئے کہ مشقت کے معنی مین ہے اور کبد بے کی زیر سے کہ جگر کے معنے
مین ہے وہ بہی اسی سے مشتق ہے کیونکہ آدمی کے بدن مین باورچی گری اُسیکا ذمہ ہے غذا کو اپنی اندر لانے مین اور اُسکے پکانے مین اور اُسکے تقسیم کرنے مین
بڑی بڑی مشقتین اُٹھاتا ہے اور دوسرے اعضا لقمہ لیے دو دہر قابض اور متصرف ہوتے ہین اور اگر مشقت اور رنج آدمی کی تفصیل کے ساتھ بیان کیے جاوین
تو ایک دفتر چاہئے لیکن مجمل اسقدر سمجھہ لیا چاہئے کہ آدمی کی خلقت چار ضدون سے ہے حرارت اور برودت اور رطوبت اور یبوست اور چارون اُسکے
مزاج مین اپنا اپنا غلبہ چاہتے ہین اور اُسکے اعتدال کے خراب کرنیکے پیچھے پڑے رہتے ہین **مصرع** پیوستہ در کشاکش این چار اژدہاست + پہر کتنے دنون قید خانے
مین بچہ دان کے قید رہتا ہے پہر کتنے دنون کمال عجز اور ناتوانی سے جھولے مین مردے کے مانند پڑا رہتا ہے نہ تو زبان ہے کہ اپنے دل کا حال بیان کرے اور
نہ ہاتھہ پانون ایسے ہین کہ اپنی خواہش کو اُس سے کرے پہر دانت نکلنے کے درد مین اور دودہ چھڑانیکی ایذا مین مبتلا ہوتا ہے پہر مکتب مین اُستادکی مار کا
رنج اُٹھاتا ہی اور جب عقل کے پنجے مین گرفتار ہوا اور کشاکش ہین کہن کی پڑا تو طرح طرح کے رنج اور ملال مین گہہ گیا طبیعت اُسکو کبہی قوت شہوانی
کے زور سے چارپایونکی مانند ذلیل بنا دیتی ہے اور گرفتار حرص کا کرتی ہے اور روپیے کے واسطے اُسکے سر پر بہاری بوجہہ دہرواتی ہے اور تمام دن
اُسکو ایک ذلیل مزدوری کے واسطے آگ اور دہوپ مین مقید رکھتی ہے اور چند پیسونکی محبت کے واسطے دوکان کا قیدی رکھتی ہے اور آرزو مین مطلبی
دانونکے اُسکو بیل کے پیچھے دوڑاتی ہے اور کبہی اُسکو قوت غضبیہ کے غلبے سے درندے چارپایون مین ملا دیتی ہے اور بدگوئی خلق کی اور ہنکا عالم کی اُسکے
نصیب ہوتی ہے اور مانند بہیڑیے اور چیتے کے بیجا کہوتا ہے اور مخلوق کو ایذا دیتا ہے اور ان سب طرف ایک اور دشواری ہے کہ مقید طبع کا بہی ہے
اور مامور شرع کا بہی شرع مخالف طبیعت کے راہ بتاتی ہے اور طبع موافقت نفس کی کرتی ہے اور عبادت سے روکتی ہے اور یہ عبادت کا مامور ہے بے عبادت
کے اُسکی نجات نہین ہے اور باوجود گناہ کے اسباب موجود ہونیکے گناہ سے پرہیز ہے کوئی رنج عالم مین زیادہ ترنج ہونے سے منہیون کے اور امر
کرنے سے مخالف ہمزاد کے نہین ہے اور یہ تمام شقتین اور رنج ہر شخص کی ذات سے تعلق رکھتے ہین لیکن جو شقتین کہ غیر کے حق سے
تعلق رکھتی ہین پس ان سب سے زیادہ تر سخت ہین جیسے رعیت ہمیشہ اطاعت مین بادشاہ کے گرفتار رہے اور بادشاہ رعایت کرنے مین عدل اور احسان

بیان رنج آدمی

رعیت پرنا چار اور اولاد رنج مین ماباپکی خدمت کے اور ماباپ رنج مین بیٹا بیٹی کی محبت کے اسطرح سے خاوند کا حال ہے جورو سے اور جورو کا حال ہے خاوند سے اور
میاں کا غلام سے اور غلام کا میان سے اور پڑوسی کا پڑوسی سے پس کوئی شخص اسطرح کی مشقت سے بہی خالی نہین اور ان سب دنیا کی مشقتون کے
سوائے جان کندن کی مشقت اور مال کی مفارقت کا اور اولاد کے فوت ہونیکا رنج اور قبر کی تنگی کا اور لحد کے اندہیریکا اور اُس مقام مین تنہا پڑے رہنے
کا اور منکر نکیر کے سوال کا اور ہول قیامت کا اور اُٹھنے کے دنکا اور ہیبت صُور پہونکنے کی اور اولین و آخرین کے سامنے فضیحت ہونے کا خوف
اور شرمندہ ہونیکا حساب کے وقت اور اعمال کے وزن کے وقت کا اور کہڑا ہونا روبرو حضرت رب العزت کے اور اگر معاذ اللہ ساتہ ان مشقتون کے
دوزخ کی مُصیبت نصیب ہوئی تو ذلت اور ہمیشہ کا ٹوٹا اُسکے نصیب ہوا اور مشقت اور رنج اُسکا حد سے گذر گیا اور جو کوئی ابتدائے عمر سے انتہا تک اس
قسم کی مشقتون اور تکلیفون مین گرفتار ہوا اُسکو فخر کرنا اپنے زور اور بازو پر اور بہت مال خرچ کرنے پر نہایت بیجا اور نازیبا ہے چنانچہ فرماتے ہین اَيَحْسَبُ
اَنْ لَّنْ يَّقْدِرَ عَلَيْهِ اَحَدٌ کیا گمان کرتا ہے آدمی ساتہ ان مشقتون اور رنجونکے کہ قدرت نپاویگا اُسپر کوئی تا کہ جزا اُسکی دے اور بہلے
بُرے کامونسے پوچہے حالانکہ دم بدم مقہور قہر الٰہی کا اور تابعدار اُسکی قدرت نامتناہی کا ہے بلکہ اُسکی ضعیف سی ضعیف مخلوق سے جو کہی دیکہی
ہے عہدہ برآ نہین ہو سکتا اور جو اکثر فخر اِسکا زیادہ مال خرچ کرنے پر تہا اور اس دعوے مین کہ مجہپر کوئی قدرت نہ پاسکیگا اکثر اعتماد اُسکا اپنی عزت
اور جاہ پر تہا کہ بہت سا مال خرچ کرکے اس عزت و جاہ کو حاصل کیا تہا کیونکہ جو شخص کہ بہت مال خرچ کرتا ہے سب دلونمین عزیز اور سبکی نظرونمین
برا مرتبے مین معلوم ہوتا ہے اور کوئی شخص اُسکی خفگی اور بُرا بہلا کہنے پر بسبب حیا کے یا طمع کی جہت سے کہ اُس سے رکہتا ہے اُسکا سامنا کرنے پر پیشقدمی
نہین کرتا ہے سوا بدفع کرنیمین اُسکے اس غرور کے فرماتے ہین يَقُوْلُ اَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا ط یعنے فخر کے مقام مین اور ثابت کرنیمین
اسبات کے کہ مجہپر کوئی قدرت نپاویگا کہتا ہے کہ کہپا دیا مین نے ڈہیرون مال اور اکثر بڑے بڑے عمدہ کامونمین بہت سا مال خرچ کیا ہے اس سبب سے بڑائی
اور عزت میری لوگونکے دلونمین قایم ہوگئی ہے کوئی شخص پیش قدمی میرے مقابلے پر نہین کرسکتا اَيَحْسَبُ اَنْ لَّمْ يَرَهٗٓ اَحَدٌ کیا گمان
کرتا ہے کہ نہین دیکہا ہے اُسکو کسی نے اُسوقت کہ ماں کے پیٹ سے ننگا بہوکا پیدا ہوا تہا اور کچہ اپنے پاس نرکہتا تہا پہر جو مال کمانا شروع کیا تو کس وجہ
سے حلال سے یا حرام سے پہر جو مال کو خرچ کیا تو کس مصرف مین جا یا بیجا اور کس نیت سے خدا کے واسطے یا فخر اور ریا کے واسطے پس اسکو خرچ کرنے
پر اس مال کہ اُسکے ہاتہہ مین عاریت محض تہے اور اکثر حرام کی وجہ سے حاصل کیا ہے اور حرام جگہہ پر صرف ہوا ہے بُری نیت سے پس ایسی چیز پر فخر
اور بڑائی سزاوار نتہی اور اگر یہ فخر اور بڑائی اُس شخص کے روبرو کرتا کہ ابتدا سے اُسکے حال سے اور اُسکی کمائی سے اور اُسکی نیت باطنی سے آگاہ نہوتا تو گنجایش
تہی یہ تو اسکی کمال بیحیائی ہے کہ مقابلے مین رب الارباب کے اور عالم السر والخفیات کے کہ جاننے والا حال و استقبال کا ہے زبان ساتہہ فخر کے کہولی
ہے اور اگر وہ کفر اور جہل کی راہ سے انکار حقتعالی کے دیکہنے کا کرتا ہے تو حق تعالے اُسکے جواب مین یون فرماتا ہے اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ
کیا نہین بنا دین ہمنے اُسکو دو آنکہین تا کہ چیزون کو دیکہے اور جو کہ غیرونکو بینائی بخشتا ہے اور اسباب بینائی کے درست کردیتا ہے تو آپ کسطرح سے بینائی
مین قصور رکہتا ہوگا اور اگر اللہ تعالی کے دیکہنے کو مسلم رکہتا ہے اور کہتا ہے کہ وہ جو میرے دلمین نیتین ہین اُنکو تو کوئی نہین جان سکیگا سو اُسکے
جواب مین فرماتے ہین وَلِسَانًا وَّشَفَتَيْنِ کیا نہین بنا دیے ہین ہمنے اُسکے واسطے ایک زبان اور دو ہونٹہ اور جسنے کہ قدرت دلکے بہید ظاہر
کرنیکی دوسرونکو بخشی ہے وہ کیونکر دوسرے کے دلکے بہیدون پر مطلع نہوگا اور فائدہ زبان کا آدمی کے اندر ظاہر ہے کہ سبب ہے بات کرنیکا اور دلکی
چہپی باتین ظاہر کرنیکا یہی وہی سبب ہے اور دونون ہونٹونکے فائدے کئی چیزین ہین اوّل تو چوسنا دودہ کا اور اسیطرح میوونکا چوسنا
جیسے آنبہ وغیرہ دوسرے چہپانا منہہ کا کہ خاک دُہول مکہی مچہر پہنگا اس مین نہ چلا جاوے اور تیسرے دانتون کا چہپانا کہ کہلا رہنا دانتونکا
نہایت بدزیب معلوم ہوتا ہے چوتہے مددگاری کرنا بات مین کیونکہ شفتی حرف جیسے بے اور واو کہ بغیر ہونٹون کے نہین نکلتے اور
اور دوسرے حرفونمین بہی مدد اُنکی ضرور ہے پانچوین یہ کہ کہانا کہانے مین اور پانی پینے مین اور جا بہنے مین اور خلق سے آتا ہنے مین

اور گٹھلی چھلکے پھینکنے میں منہ سے مدد انکی ضرور ہے چھانا پھونکنا بانسری کا اور دوسرے پھونکنے کی چیزون میں منفعت انکی ظاہر ہی اور دقیقہ شناس عالمون نے
کہا ہی کہ حق تعالی نے آدمی کو دو آنکھیں اور ایک زبان دی ہی تا اشارہ ہو اس بات کی طرف کہ بولنا اسکا دیکھنے سے کم چاہئے کیونکہ دیکھنا اسکا شامل ہے
خیر اور شر کو اور بولنا سوائے بھلائی کے اچھا نہیں اسواسطے ایک زبان پر دو نگہبان مقرر فرمائے ہیں کہ دونون ہونٹھ ہیں تاکہ معلوم کرے کہ زبان کو
اپنی لگام میں رکھنا چاہئے چنانچہ حق تعالی دوسری جگہہ فرماتا ہی مایلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید نہیں بولتا آدمی کوئی بات مگر یہ کہ اسکے
نزدیک مقرر ہیں نگہبان تیار اسی کام کے واسطے اور حدیث صحیح میں ہے کہ جو شخص کہ خدا پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکہتا ہی تو چاہئے کہ نیک چیز کہے یا خاموشی
اختیار کرے اور ترمذی نے عقبہ بن عامر سے روایت کی ہی کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ نجات کس چیز میں ہے فرمایا کہ اپنی زبان کو
بند کر اور گھر میں بیٹھ رہ اور اپنے گناہوں پر رو اور سلف کے لوگ کہہ گئے ہیں کہ آدمی کی زبان ایک جہاں اژدہا ہی کہ سوراخ اسکا دہن ہے اور کہا گیا ہے
کہا ہی احفظ لسانک ایہا الانسان لا یلدغنک انہ ثعبان یعنے نگاہ رکھ زبان کو اپنی اے آدمی نہ کاٹ کہائے تجھکو وہ تو ایک اژدہا ہی
اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہی کہ جب آدمی چاہے کہ بات کرے تو اول چاہئے کہ فکر کرے اور اپنے دل سے مشورہ لیوے پھر اگر جانے کہ میری بات
کو نہیں ضرر اسمین مصلحت ہے اور اسمین کسی طرح کی دین و دنیا کی کوئی مضرت نہیں تو البتہ بات کرے اور اگر مضرت کا ہی شک ہو تو ہرگز اسکو بات کرنا
روا نہیں ہی پھر اس بات کا کہان ٹہکانا اسمین مصلحت نہو اور مضرت ظنی یا یقینی ہو اور یہہ بھی حدیث شریف میں ہے کہ جب آدمی صبح کو اٹھتا ہی تو تمام اعضا
اور جوارح اسکے زبان کے آگے عاجزی اور زاری کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ای ظالم انصاف کر کہ ہم سب تیری بھلائی اور برائی کے ساتھ متعلق ہیں
اگر تو سیدھی راہ پر رہیگی تو ہم بھی نجات پاوینگے اور نہیں تو تیرے کئے پر ہم بھی گرفتار ہونگے اور اس تخصیص میں ان تینوں نعمتوں کی بیان کی کہ آنکھ
اور زبان اور ہونٹھ ہیں ایک وجہ دوسری بھی ہے وہ یہہ ہے کہ جب آدمی اپنی ماکے پیٹ سے پیدا ہوتا ہے تو بہوکہا ہوتا ہی اور پہلی چیز کہ
اپنی قوت کے واسطے دنیا سے حاصل کرتا ہی وہ دودھ ہی کہ پستان سے پیتا ہے اور دودھ پینے میں یہہ تینون عضو ضرور ہیں تاکہ دودھ پلانیوالی
کو دیکھے اور پستان کو ہونٹھون سے چوسے اور دودھ کو زبان کی مدد سے مزہ چکھہ کر حلق سے اتارے پس جو شخص کہ پہلی کمائی پر اپنی قادر ہو کہ بقا
اسکی زندگی کی اسپر موقوف ہی تو دوسرے مکسوبات پر اپنی خودی سے کس قسم سے اسکو اترانا روا ہوگا اور اگر مقابلے میں وہی کا ذکر کہے کہ ہر چند
کہ خدا تعالی سب چیزوں کو ظاہر اور باطن سے دیکھتا ہی اور جانتا ہی لیکن میں نے جس جائے پر کہ مال خرچ کیا ہے اور جس نیت سے کیا ہی معذور رہا کیونکہ
مجھکو وہی محل اور وہی نیت بہتر اور خوب معلوم ہوتی تھی دوسرے محل اور دوسری نیت کو میں جانتا ہی نہتا کہ اس محل اور اس نیت سے مال خرچ کرون اسکے
جواب میں فرماتے ہیں وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ اور بتا دیں ہم نے دکھا دیں ہم نے اسکو دونوں راہیں خیر اور شر کی پس عوام میں بے علمی
اور بے سمجھی کے چھوٹا ہی کیونکہ اول اسکو ہم نے عقل دی ہی پھر انبیا اور عالموں اور واعظوں کے واسطے سے اسکے کان میں علامتیں نیک راہ
کی اور بد راہ کی پہنچا دیں اور دونوں راہوں کو جدا جدا اسکے نظروں میں دکھا دیا اسنے بری راہ کو اختیار کیا اور سیدھے رستے کو چھوڑ دیا اور ہرگز
اپنے مال کو نیک جگہہ پر خرچ نہ کیا چنانچہ فرماتے ہیں فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ پس اس کافر سے نہو سکا کہ ہمکتا سخت گہاٹی بلند سخت
اور دشوار ہی ایک عمدہ علامت ہے نیک راہ کی کیونکہ بری راہ نفس کی موافقت اور اسکی خواہش کے سبب سے آسان اور سبک معلوم ہوتی ہے
اور خرچ کرنا مال کا خواہشوں میں اور لذتوں میں آسان ہوجاتا ہی مال خرچ کرنا تو وہان مشکل ہوتا ہے کہ کچھہ لذت اور توقع منفعت کی اسمین
نہو اور محض ابتغاء لمرضاۃ اللہ واقع ہو یعنے واسطے طلب کرنے رضامندی اللہ تعالی کے ہو چنانچہ فرماتے ہیں وَمَا أَدْرَاكَ مَا
الْعَقَبَةُ اور کیا بوجھا تو ای آدمی کہ کیا ہی وہ سخت گہاٹی کہ خرچ کرنا مال کا اسمین طبیعت اور نفس پر شاق اور بہاری معلوم ہوتا ہی فَكُّ
رَقَبَةٍ وہ گہاٹی سخت اور دشوار خلاص کرنا گردن کا ہی اور یہہ کئی قسم سے ہوتا ہی اول آزاد کرنا غلام یا لونڈی کا اپنی ملک کی قید سے دوسری قسم
خلاص کرنا جان کا ہی قصاص اور خون سے کہ اسکی عوض میں خون بہا دیکر اسکی جان بخشی کرے تیسرے قرضدار کا چہڑا دینا کہ اسکو اسکے قرض خواہوں نے

اپنی قرض کی بابت پکڑ کر قید کیا ہو اُسکا قرض ادا کرکے قرضخواہوں سے چھڑا دینے جیسے قید کا خلاص کرنا ہے کہ کوئی کافر یا ظالم اُسکو زور سے پکڑ لے گیا ہو اور بغیر مال دینے کے نہین چھوڑتا اور حدیث صحیح مین وارد ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ مجھکو ایک کام بتاؤ کہ اُسکے سبب سے بہشت مین داخل ہون فرمایا آزاد کر بردہ اور خلاص کر گردن اُسنے عرض کی یا رسول اللہ کیا یہ دونون ایک چیز نہین ہین فرمایا نہین آزاد کرنا بردے کا یہ ہے کہ فقط اُسکو قید سے غلام پنے کے آزاد کردے اور خلاص کرنا گردن کا یہ ہے کہ مدد کرے تو اُسکی تاوان سے چھڑانے مین یا خون سے اور حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے تقدیم سے فَكُّ رَقَبَةٍ کے اِطْعَامِ مِسْكِينٍ پر کہ اس آیت مین واقع ہوا ہے استدلال کیا ہے اسبات پر کہ یہہ خرچ صدقے سے بہتر ہے اور دوسرے علما اسکے برعکس قایل ہوے ہین اور کہتے ہین کہ صدقے مین جانکا بچانا ہے ہلاکت سے کیونکہ قوام بدن کا غذا سے ہے اور آزاد کرنا بردے کا خلاص کرنا قید سے ہے اور قید اسقدر موذی نہین ہے کہ اُس سے خوف ہلاک ہونیکا ہو **اَوْ اِطْعَامٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ** یا کہانا کہلانا ہے بہوک اور احتیاج کے دنمین جیسے قحط کہ اسمین کہانا کہلانا ہیرے موتیون سے عزیز ہوجاتا ہے **يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ** یتیم ناتے والے کو جیسے بھتیجا یا چچا کا بیٹا اور خالہ کا بیٹا اور سوا اُسکے اور یہ قید اسواسطے لائے ہین کہ کہانا کہلانا ہر وقت مین عبادت ہے کیونکہ کہانا نیوالا بغیر بہوک کے کہا نہین سکتا پس ہر شخص کیا غنی اور کیا فقیر کہانیکے وقت محتاج طعام کا ہوتا ہے اور کہانا کہانے سے اُسکی روح تازہ ہوجاتی ہے اسیواسطے جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ سب سے بہتر کام اسلام کا کونسا ہے فرمایا کہانا کہلانا اور جو ملے اُسنے سلام علیک کرنا اور نماز پڑھنا رات کو جب لوگ سوتے ہون اور جو کہانا کہلانا قحط اور غلّے کی تنگی کے وقت واقع ہو تو اسکا اجر کتنے درجے بڑھ جاتا ہے کیونکہ دوسرے وقتون مین اگر کوئی شخص ابتدا سے بہوکہ مین اذیت اُٹھاویگا لیکن بعد ایک دو ساعت کے کہین نہ کہین روٹی کے سرجا لگیگا اور خوف جان جانیکا نہوگا بخلاف قحط اور غلّے کی نایابی کے دنونمین کہ خوف ہلاکت کا ہے اور ان وقتونمین بہی جو لوگ کہ محنت اور تلاش معاش پر قادر ہین یا والی وارث رکہتے ہین اُنکو ایک دو روز کے بعد کہانیکو مل رہتا ہے اور ذمہ دار اُنکی معاش کے تہوڑی بہت اُنکی خبرگیری کرتے رہتے ہین اور یتیم کہ ان علاقونمین سے ایک بہی نہین رکہتا ہے اور خوف اُسکی ہلاکت کا یقین کے درجے کو اور احتیاج اسکی نہایت کو پہنچتی ہے علے الخصوص ایسا یتیم کہ قرابت کا علاقہ بہی اُس سے رکہتا ہو کہ اُسکے کہلانے مین صدقہ بہی ہے اور صلۂ رحم بہی کہ یہ جُدی ایک عبادت ہے اور یہہ بہی ہے کہ کہلانا یتیمون کے علی الخصوص کہانے والا بہی ہوکوئی نفع حال یا آیندہ کا متوقع نہین ہے سوائے آخرت کے تواب کے کیونکہ لیسبب بچپن کے کوئی کام اُسکے ہاتہ سے ہو نہین سکتا اور تعریف اور برائی کا اُسکی کوئی اعتبار نہین کرتا اور اگر اسکے کہانا کہلانیکے وقت کوئی دیکہی بہی تو دلمین یہی سمجہی کہ رشتہ داری کے سبب سے اسکو کہلاتا ہے پس دروازہ ریا اور بڑائی کا بالکل بند ہوجاویگا اور خلوص نیت کا کما حقہ ثابت ہوگا **اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ** یا کہانا کہلانا اُس مسکین کا ہو جو خاکمین لا ملا ہو اور یہ قید اسواسطے بڑہائی ہے کہ مسکین کبہی اُس محتاج کو بہی کہتے ہین کہ خرچ اسکا اُسکے دخل سے زیادہ ہو چنانچہ سورۂ کہف مین واقع ہے وَاَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِي الْبَحْرِ لیکن وہ مسکین خاکساری اور افتادگی کے مرتبے کو نہین پہنچا کہ اسکی جان جانی کا خوف دمبدم لگا ہو اور جب نوبت فقر کی اس مرتبے کو پہنچتی ہے تو اسوقت مین وہ بہی محل کسیطرح کی نفع کی توقع کا حال اور استقبال مین نہین رہتا اور صرف کرنا مال کا محض اللہ تعالے کی رضامندی کے واسطے ثابت ہوتا ہے اور خرچ کرنا مال کا ان تینون وجہونمین کہ مذکور ہوئی ہین کبہی کبہی کافرون اور بد اعتقادونکے ہاتہ سے بہی جنسیت کی اور رحم کے حیلے کے سبب سے واقع ہوتا ہے اور آخرت کے حساب مین رائگان اور برباد ہے تو ناچار احتراز کے واسطے اس قسم کے مال خرچ کرنے پر تہوڑا سا اور بہی بڑہا کر فرماتے ہین **ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا** پہر ان سب باتون کے ساتہ ان لوگون کے گروہ مین سے ہو کہ ایمان لائے ہین اور تصدیق دین اور شریعت کی اور اپنے وقت کے پیغمبر کی کی ہے تاکہ یہہ عمل خیر اس شخص کا آخرت مین شامت سے کفر کے اور تکذیب سے پیغمبر کے بیفائدہ اور برباد نہوجاوے اور ثُمَّ کا لفظ ہرچند کہ ان معاملون سے تراخی اور تاخیر پر ایمان کے دلالت کرتا ہے حالانکہ ایمان تمام طاعتون اور عبادتونکی قبول ہونیکی شرط ہے اور شرط مقدم ہے مشروط پر لیکن مراد تاخیر اور تراخی بیان مین ہے نہ واقع ہونے مین چنانچہ کہتے ہین نماز اسوقت مین مقبول ہوتی ہے کہ ابتداے ترکیب سے سلام تک اُسکے ارکان ترتیب سے ادا کرے پہر وضو بہی کیا ہو حالانکہ وضو نماز کی شرط ہے پہلے نماز سے کیا جاتا ہے لیکن بیان مین مرتبہ شرط کا پیچہے ہے مشروط کے مرتبے

ح

ح

ف مسکین کی تحقیق

مرتبے سے سواس تاخیر کی آگاہی کے واسطے ثُمَّ کے لفظ کو استعمال فرمایا ہے اور اگر اول سے ایمان کو مذکور فرماتے تو یون گمان ہوتا کہ ایمان تو بنا عقیدہ الی
کے ارکان مین داخل ہے اور واقع مین اسطور سے نہین ہے اور بعضے علما نے کہا ہے کہ تاخیر وقوع مین مراد ہے کیونکہ کافرونکے عمل توقف مین رہتے ہین اگر
آخر عمر مین ایمان لائے تو وہ سب اگلے اعمال کی برکت سے ایمان لاحق کے مقبول ہوجاتے ہین اور انپر ثواب پاتے ہین چنانچہ حدیث صحیح مین ہے کہ حکیم بن حزام
نے جو بھتیجا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا تھا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے بعد اسلام کے سوال کیا کہ یا رسول اللہ مین نے کفر کی حالت مین بہت نیک کام کئے
مین فرمایا کہ تیرے اسلام نے ان سب کامون کو نیک کردیا اور مقبول ہوگئے پس معنے اس تقدیر پر اس طور سے ہین کہ اول جس شخص نے خرچ وجوہ مذکورہ
مین کیا اور بعد اسکے توفیق ایمان کی بھی پائی تو سخت اور کٹھن گھاٹی سے گذر گیا اور عربیت کے علما کو ترکیب مین اس آیت کے ایک اشکال مشہور ہے
اسکا حاصل یہ ہے کہ عرب کے کلام مین نفی فعل ماضی کی لا کے ساتھ نہین آئی ہے مگر دعا مین چنانچہ دعا مین لا بارك الله في سهيل یا تکرار کے
ساتھ چنانچہ فلا صدق ولا صلى مین ہے اور اس آیت مین یعنے فلا اقتحم مین نفی فعل ماضی کی لا کے ساتھ ہے دونون نوع سے خارج ہے جواب اسکا
یہ ہے کہ جو عقبہ کئی چیزونکے ساتھ بیان فرمایا تو باعتبار معنون کے ماضی مکرر پیدا ہوگیا اور کلام مین زیادہ اعتبار معنی کا کرتے ہین نہ لفظ کا اور اسکے
ساتھ ہی قرآن خود حجت کافی ہے گواہ لانے کی حاجت نہین ہے اور جو بیان مین عقبہ کے اس حد کو پہنچے تو مرتبہ کمال کا خرچ کرنے مین
مال کے تمام ہوا اب مرتبہ تکمیل کا اسباب مین ارشاد ہوتا ہے کیونکہ کمال بغیر تکمیل کے چندان اعتبار کے قابل نہین ہوتا **وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ**
اور آپس مین وصیت کرتے ہین صبر کی کہ مجموعہ نیک خلقون کا ہے اور کتاب اللہ مین تین سو اور کئی آیتون مین اسپر تاکید واقع ہے اور حق
نے اپنے پیغمبر کو بھی اسکا حکم فرمایا ہے کہ فاصبر كما صبر اولوا العزم من الرسل + اور اسی جانب سے صبر کی بزرگی کو سمجھ لیا چاہئے کہ قرآن
مین اسکا ذکر نماز پر بھی مقدم رکھا ہے جس جائے پر کہ فرمایا ہے يا ايها الذين امنوا استعينوا بالصبر والصلوة اور اپنی رفاقت کو بھی صبر والون
کے ساتھ مخصوص کیا ہے کہ ان الله مع الصابرين اور کسی جائے پر ان الله مع المصلين اور مع الصائمين اور مع المتصدقين نہین فرمایا
اور یہ بھی ہے کہ ہر عمل کے واسطے ایک اجر مقرر فرمایا ہے اور صبر کے واسطے بے حساب اجر کا وعدہ دیا ہے قال الله تعالى انما يوفى الصابرون اجرهم
بغير حساب اور دین کی پیشوائی کو ساتھ صبر کے متعلق رکھا ہے وجعلنا منهم ائمة يهدون بامرنا لما صبروا اور بنی اسرائیل کو صبر کی برکت
سے عزت دین اور دنیا کی بخشی کہ وتمت كلمة ربك الحسنى على بني اسرائيل بما صبروا فرمایا اب حقیقت کو صبر کے سمجھ لیا چاہئے تاکہ معلوم
ہوجاوے کہ صبر کی وصیت کرنا کس سبب وجہ سے کمالونکی وصیت کرنا ہے اور حقیقت صبر کی یہ ہے کہ آدمی اپنے دین پر طمع اور نفس کی کشاکش کے
وقت ثابت رہے اور بے پروائی کرے اور یہہ استقلال اور اثبات کبھی تو جسم سے ہوتا ہے اور وہ دو قسم ہے ایک تو عبادات شاقہ سے تکاسل اور سستی
نکرنا اور دل نہ چرانا اور تکلیف اور ایذا کے آجانے سے ہراسان ہونا اور وضع دینی کو اپنے نچھوڑنا اور کبھی ساتھ نفس کے ہوتا ہے پس اگر دونو شہوتون سے کہ شہوت بطن کی
اور شہوت فرج کی ہے نفس اسکا نہ بہکا اور خلاف دین کے کوئی حرکت اور خواہش اس سے سرزد نہوئی تو اسکو عفت کہتے ہین اور مقابل اسکے مجانت اور فجور ہے اور اگر رنجون
مکروہات سے اور طبیعت اور نفس کی ناخوشیون پر تحمل اور استقلال کرے تو اسکو صبر مطلق کہتے ہین اور ضد اسکی اضطرار اور بیتابی ہے اور اگر مالداری اور تونگری
کی حالت مین اپنے نفس کو حکم شرع کے ضبط مین رکھے اور تکبر اور خودپسندی کو دخل نہ دے اور بڑائی اور فخر نکرے تو اسکو حوصلے کی وسعت کہتے ہین اور اسکی ضد
تنگی حوصلہ کی ہے اور اگر لڑائی مین بھاگنے سے اور سستی کرنے سے اپنے کو بچاوے تو اسکو شجاعت کہتے ہین اور ضد اسکی جبن ہے یعنے نامردی اور اگر غصہ
پی جانیکے وقت استقلال کرے تو اسکو حلم کہتے ہین اور ضد اسکی طیش ہے اور اگر سختی کام مین ہمت کے تنگدل نہووے تو اسکو کشادگی سینے اور حوصلے کی
کہتے ہین اور ضد اسکی تنگدلی ہے اور اگر رازداری مین اور چھپانے مین بھیدونکے بچا رہاوے تو اسکو کتمان کہتے ہین اور ضد اسکی اظہار ہے اور اگر نگاہ رکھنے
مین حقوق کے جیسے امانت اور قرض مین احتیاط کرے تو اسکو امانت کہتے ہین اور ضد اسکی خیانت ہے اور اگر لذتون پر دنیا کے رغبت نکرے اور ضروریات پر
اکتفا کرے تو اسکو زہد اور قناعت اور ضد اسکی حرص ہے حاصل کلام کا یہ ہے کہ اکثر اخلاق اہل نیک صبر مین داخل ہین اسیلیئے حدیث صحیح مین وارد ہے کہ

ف کافرون کے عمل موقوف ہین ایمان لانے پر ۱۲

ف صبر کی بزرگی کا بیان

ف صبر کی حقیقت

الصبر نصف الایمان اور صبر حرام سے فرض ہے اور مکروہ سے نفل اور دین مین صبر سے بہتر کوئی چیز نہین ہے اسواسطے کہ بنا عبادت کی صبر پر ہے کیونکہ داخل
ہونا عبادت مین نفس کی مرضی کے مخالف ہے اور تمام کرنا عبادتکا زیادہ تر نفس کے مخالف پڑتا ہے اگر صبر نہو تو کوئی عبادت سرانجام نہو یعنے تمامی کو نہ پہنچے
اور یہہ بہی ہے کہ دنیا محنت اور بلا کا گہر ہے اور جزع فزع روکنے والے طاعتون سے ہے اگر صبر نہو تو دنیا کی محنتین ہمیشہ آدمی کو جزع اور فزع مین گرفتار رکہین اور
کبہی اُسکو فراغت عبادت کے واسطے میسر نہو اور یہان سے وجہ صبر کی تقدیم کی نماز پر واضح ہوگئی اور صبر کے درجے مختلف اور گوناگون ہین اور شرع مین
ہر رنگ سے مطلوب ہے پس جو صبر کہ مقابلہ مین لذتون اور دنیا کے بیہودہ کامونکے چاہیئے وہ یہہ ہے کہ میل اور التفات اس جانب کو نکرے اور رعایت حق تعالے
کی منظور رکہے اور جو صبر کہ طاعتون مین چاہیئے سو اس مین اوّل نیت کو بچانا ہے ریا سے اور دوسری چیزون سے کہ اخلاص کے منافی ہین پہر اس عبادت کے
بعد اُسکی محافظت فساد اور ابطال سے پہر محافظت اُسکی ثواب کی ہے ضایع ہونے سے اور محافظت عبادت کی تکاسل سے اور وقتون اور شرطونکی
رعایت معلوم ہونیسے اور جو صبر کہ گناہونکے مقابلے مین چاہیئے سو یہہ ہے کہ ریاضت سے نفس کو اُن گناہونکی طرف رغبت کرنے سے روکے اور ورع
کا قصد کرے اور ورع کہتے ہین گناہ کے اسباب اور وسیلون سے پرہیز کرنے کو اور جو صبر کہ مصیبت مین ہوتا ہے وہ دو قسم پر ہے اسواسطے کہ مصیبت دو
قسم کی ہے اول مصیبت کہ انتقام اور بدلا لینا اُسکا بندے کی قدرت مین ہے تو اس قسم کی مصیبت پر صبر یہہ ہے کہ تحمل کرے اُسکا بدلا نہ لے نہ زبان
سے نہ ہاتہہ سے اور اس مقدمہ مین سلف کے صالح لوگون نے ظالم پر بددعا کرنے سے بہی احتراز کیا ہے اور اُسکو موجب صبر کے نقصان کا جانا ہے چنانچہ حدیث صحیح
مین وارد ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ایک چور کو کہ اُنکا اسباب چرا لیگیا تہا بددعا کرتی تہین آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے سُنکر ارشاد فرمایا کہ
کیا تو چاہتی ہے کہ اُس چور کا عذاب کم ہوجاوے اور بوجہہ اور وبال اُسکا خفیف ہوجاوے اور تیرا اجر بہی گہٹ جاوے اُسکو بددعا نکر تاکہ وبال اُسکا سخت اور اجر تیرا زیادہ ہو
دوسری مصیبت کہ تدارک اُسکا بندے کے ہاتہہ مین نہو اور صبر اس قسم کی مصیبت پر وہ ہے کہ فریاد نکرے اور شکایت اصلا قولاً و فعلاً نکرے **وَتَوَاصَوْا**
بِالْمَرْحَمَةِ اور وصیت کرتے ہین ایکدوسرے کو مہربانی اور شفقت کی خلق اللہ پر کیونکہ یہہ خُلق حضرت الوہیت کے اخلاق سے ہے جیسے
الرحمن الرحیم دلالت کرتا ہے اور عمدہ صفات سے حضرت نبوت کے ہے کہ بالمؤمنین رؤف رحیم اُنکے حق مین ارشاد ہوا ہے اور بہت سے
اخلاق محمودہ کا منبع ہے اور عفو اور کرم اور لطف اور حلم اسی خُلق سے پیدا ہوتے ہین اسیواسطے حدیث صحیح مین وارد ہوا ہے الراحمون یرحمھم الرحمن
ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء یعنے رحم کرنے والے اُنپر رحمت کرتا ہے رحمان رحم کرو اُنپر جو زمین مین ہین رحم کرے تمپر جو آسمان پر ہے
اور ابویعلی طبرانی نے روایت کی ہے انس بن مالک سے کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تہے کہ حق تعالی اپنی رحمت کو نازل نہین کرتا مگر رحیمون
پر صحابہ نے عرض کی کہ یارسول اللہ ہر شخص ہم مین سے رحمت کرتا ہے فرمایا کہ رحیم وہ نہین کہ اپنے جان پر اور اپنے خویش اور اقربا پر رحمت کرے رحیم وہ ہے کہ
مسلمانون پر مہربان ہو بڑے کو باپ اور برابر کو بہائی اور چہوٹے کو بیٹا جانے اور ابن عدی نے کامل مین حضرت امیرالمؤمنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت حق جل شانہ فرماتا ہے کہ اگر تم میری رحمت چاہتے ہو تو میری خلق پر رحمت کرو
اور طبرانی نے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمانون کو چاہئے کہ شفقت اور دوستی اور حسن سلوک آپس مین کیا
کرین اور مانند ایک تن کے ہون کہ اگر ایک عضو بدن مین درد کرتا ہے تو تمام بدن اُسکی موافقت مین بے چین رہتا ہے اور تپ مین گرفتار ہوجاتا ہے
اور طبرانی نے اس حدیث کے روایت کرنیکے بعد کہا ہے کہ مین نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ایک روز خواب مین دیکہا اور اس حدیث کو پوچہا آپنے اپنے
دست مبارک سے اشارہ کرکے فرمایا صحیح صحیح صحیح اور ایک زن عامل ہا ملون سے حضرت امیرالمؤمنین عمر بن الخطاب رضہ کے اُنکی ملاقات کے واسطے آیا تو کیا
دیکہتا ہے کہ وہ لیٹے چت لیٹے ہین اور غریبونکے بچے اُنکے پیٹ پر چڑہتے ہین اور کہیلتے ہین عرض کی یہہ حرکت خلافت کی شوکت کے لایق نہین
ہے فرمایا کہ کیا تو اپنی رعیت کے ساتہہ ایسا سلوک نہین کرتا اُسنے عرض کی کہ مین جس وقت دربار مین بیٹہتا ہون تو بڑے بڑے
گردن کش اُشخص جگہہ میری ہیبت سے دم نہین مار سکتے ہین نہ یہہ کہ فقیرون اور غریبون کے بچے میرے پیٹ پر کہیلین فرمایا۔

کہ تو ہماری کام کا نہین معزول ہوکر ہمکو محبت اور شفقت اپنے پیغمبر کی امت پر منظور ہے ریاست کی ہیبت اور شوکت دکہانا منظور نہین اور بعضی حدیثون مین
بہی مذکور ہے کہ میری امت کے ابدالونکو یہہ منصب اعمالون کے زور سے حاصل نہین ہوتا بلکہ نفس کی سخاوت اور سینے کی صفائی سے اور مہربانی کرنے سے اللہ
تعالی کی مخلوق پر اس مرتبے کو پہنچتے ہین اب سمجہہ لیا چاہئے کہ حق تعالی نے عبادت مالی کے کامل کرنیکے حقمین ان دونون وصفون کو کہ صبر اور مرحمت ہے
کسواسطے تخصیص فرمایا ہے وجہ اسکی یہہ ہے کہ خرچ کرنا مال کا وجہونمین خیرات اور مبرات کے بغیر ان دونون چیزون کے متصور نہین اول چاہئے کہ حرام مال سے
صبر کرے اور نفسانی لذتون سے بہی اگرچہ حلال ہون اپنے نفس کو باز رکہے اور بعد اسکے بسبب مرحمت اور شفقت کے اس مالکو محتاجون اور مسکینون اور یتیمون
پر صرف کرے پس یہان پر صبر بجائے دور کرنے والے مانع کے ہے اسواسطے کہ وہ حرص جو مال خرچ کرنیکو مانع ہے بسبب صبر کے زایل ہوجاتی ہے اور مرحمت اور
شفقت مانند وجود مقتضی کے ہے اسواسطے کہ یہ صفت اخلاق سے حضرت ربوبیت کے ہے اور ربوبیت احسان اور پرورش کو تقاضا کرتی ہے اور وجود دفع مانع
کا وجود مقتضی پر مقدم ہے تو ذکر مین بہی صبر کو مرحمت کے اوپر فرمایا اور یہہ بہی یہان سمجہہ لیا چاہئے کہ جاہلونکے ذہنون مین اکثر وقتون مین قسوت قلب اور
سختی دل کے ساتہہ صبر کے مشتبہ ہوجاتی ہے اور جانتے ہین کہ خلق اللہ کی مصیبت اور سختی مین بیتاب ہونا اور قلق کرنا صبر کے خلاف ہے اور اسی خیال فاسد سے
اقربا کے اور دوسرے مخلوقات الہی کی مدد کرنے سے محروم رہتے ہین سو حق تعالی نے دفع کرنیکو اس وہم کے مرحمت کی وصیت کو صبر کی وصیت کے ساتہ قریب کیا ہے
تاکہ اشارہ ہو اسبات کی طرف کہ استقلال اور ثابت رہنا اس جا پر محمود ہے کہ لاحق ہونا ضرر کا کسی بندے کو خدا کے بندون سے منظور نہو والا موجب اس بیت کے سہ اگر
بینم کہ نابینا و چاہ است ٭ وگر خاموش بنشینم گناہ است ٭ محمود نہین ہے اور اسیواسطے عرب کے بزرگ اپنی مثالون مین کہہ گئے ہین کہ صبرک فی مصیبتک خیر من جزعک
وجزعک فی مصیبۃ اخیک خیر من صبرک یعنی صبر کرنا تیرا اپنی مصیبت مین بہتر ہے جزع اور فزع سے اور بیقرار ہونا اپنے بہائی کی مصیبت مین بہتر ہے صبر سے
اولئک اصحاب المیمنۃ وہی لوگ کہ آپسمین یہ وصیتین کرتے ہین اور اُسکے موافق عمل مین لاتے ہین وہی لوگ ہین اور برکت والے ہین
کیونکہ بیٹہے مین اور برکت کہتے ہین کہ کسی چیز سے بہت سا نفع علی سبیل الدوام یعنے سدا حاصل ہوتا ہے اور انہون نے بسبب وصیتون کے خلق اُسپر قیامت تک عمل
کرینگے اور احسان فقرا اور مساکین پر اور یتیمون خاکسارون پر قیامت قایم ہونے تک مروج اور مرسوم ہوا ہے اور بہت سا نفع ہمیشہ خلق اللہ کو پہنچا ہے اور انکے
واسطے ثواب ان سب احسانونکا اُنکے نامۂ اعمال کے دفتر مین لکہا گیا ہے اور بعضی مفسرون نے میمنہ کو سیدہی جانب پر قیاس کیا ہے کیونکہ عرب کے
عرف مین سیدہی جانب کو میمون اور مبارک جانتے تہے اور اسیواسطے سانح سے تبرک لیتے تہے اور اُلٹی جانب کو شوم اور منحوس جانتے تہے اور اسیواسطے
بارح سے بدشگونی پکڑتے تہے اور اہل نجات کو میثاق کے دن حضرت آدم علیہ السلام کی پیٹہہ کی سیدہی طرف سے نکالا ہے اور قیامت کے دن اعمالنامے
اُنکے سیدہے ہاتہہ مین دینگے اور بہشت مین کہ اس روز سیدہی جانب کو عرش عظیم کے ہوینگے انکو داخل کرینگے پس ان معنون سے بہی اصحاب المیمنہ
یہی بزرگ لوگ ہین **والذین کفروا بایاتنا** اور جن لوگون نے کہ انکار کیا ہمارے حکمونکا ہرچند کہ واسطے بتون کا دم
اور اپنی دنیوی غرضون کے واسطے یا اپنے بتون اور معبودون کی خوشنودی کو گردنین خلاص کی ہونگی اور یتیمون مسکینون کو کہانا کہلایا ہوگا اور آپسمین
صبر اور مرحمت کی وصیت کی ہوگی لیکن بسبب کفر کی شومی کے کوئی چیز اُنکے کام مین نہ آویگی بلکہ **ہم اصحاب المشأمۃ**
وہی ہین شامت اور بدبختی والے کہ ایک ضرر عظیم دائمی ایک کفر کا کلمہ کہنے سے اُنکے نصیب ہوا اور تمام خیرات اور مبرات اُنکے برباد ہوگئے پس کفر
کے ذکر سے سب عبادتون مالی کے مقابلے مین معلوم ہوا کہ وہ سب خیرات جو کفر کے ساتہہ ملی ہوتی ہین محض رائگان اور بیہودہ ہین فخر اور بڑائی کی جا بے
نہین ہے اور کافر جیسے کہ شامتی اور بدبخت ہین اسیطرح سے میثاق کے دن حضرت آدم علیہ السلام کی پیٹہہ کی بائین طرف سے پیدا ہوے ہین اور
قیامت کے دن اعمال نامے بائین ہاتہون مین پاوینگے اور بائین طرف کو عرش عظیم کے کہ دوزخ کی راہ ہے چلین گے پہر اگر مشأمہ کو بائین کے
معنون مین کہئے تو بہی درست ہے اور جو اسقدر بیان فرمایا کہ کافر کو کسی عمل پر فخر نہین ہے کیونکہ اُسکی اہانت اور تذلیل کے واسطے اُسکا کفر کافی
ہے اب بیان فرماتے ہین کہ اُن کے حق مین اسقدر تذلیل اور اہانت پر اکتفا نہوگی بلکہ **علیہم نار مؤصدۃ**

اسپر مسلط ہوگی ایک آگ کہ سرپوش کی گئی ہی اور دروازے اُسکے بند کردیے ہین تاکہ اسکی گرمی سے گرم ہوا بیابا ہر نکلے اور باہر کی سردی سے ٹھنڈی ہوا اندر نجاوے تاکہ فی الجملہ کچھ تخفیف حاصل ہو اور اسوقت مشقت اور رنج انکا نہایت کو پہنچے

سورہ الشمس

تمہید

یہہ سورت مکی ہی اسمین پندرہ آیتین اور چوّن کلمے اور دو سو چہیالیس حرف ہین اور اس سورت کا ربط سورہ لا اقسم کے ساتھہ اس جہت سے ہی کہ اُس سورت مین ہدایت خیر و شر کی راہ کی مذکور ہی جیسے وھدیناہ النجدین ویسے اس سورت مین فجور اور تقوی کے الہام کا یعنے دلمین ڈال دینے کا بیان ہی اور اُس سورت مین بیان اصحاب میمنہ اور اصحاب مشئمہ کا ہی اور اس سورت مین بیان نفس کے پاک کرنیوالون کا اور نفس کے ذلیل کرنیوالونکا ہی اور یہہ دونون مضمون ایک دوسیکے قریب ہین اور اس سورت کو سورہ والشمس اس جہت سے نام رکھا ہی کہ عمدہ سے عمدہ چیز جو اللہ کی راہ کے چلنے والیکو درکار ہی سو آفتاب نبوت کا نور ہی کہ اس نور کے سبب سے اسکی نگاہ ایسی روشن ہو جاتی ہی کہ نجات کی راہ اور ہلاکت کی راہ مین تمیز کر لیتا ہی اور دوست اور دشمن کو جدا جدا پہچان لیتا ہی اور موافق اور مخالف مین فرق کرتا ہی اور نبوت کے آفتاب کو انوار حسیّہ کے عالم مین کمال مناسبت اور مشابہت آفتاب ظاہر کیساتھہ ہی کہ عرب کی لغت مین اسکو شمس کہتے ہین اور توضیح اس ابہام کی یہہ ہی کہ نفس انسانی دنیا مین کہ مزرعہ آخرت کا ہی مانند ایک کسان کے ہی کہ اسکو معرفت الٰہی کا بیج دیکر اور اسباب اُس تخم کے بونے کے کہ قوی اور اعضا مین عنایت فرما کے اس مزرعہ مین بہیجا ہی اور ہر مزارع کو چھہ چیزین ضروری ہین کہ بغیر ان چیزون کے عمل زراعت کا ممکن نہین ہی اوّل اُن سب مین سے آفتاب ہی کہ اُسکی شعاع سے زمین صلاحیت کہیتی کی قبول کرتی ہی اور زمین کے اندر گرمی پیدا ہوتی ہی اور اس گرمی کے سبب سے قوت نامیہ نشو و نما کرتی ہی اور اگر خوب غور کیجیے تو صاف معلوم ہوتا ہی کہ آفتاب کہیتی کے حق مین ایسا ہی جیسے حرارت غریزی حیوانون کے حق مین کیونکہ جب بیج کو زمین مین ڈالتے ہین تو خاک اور ہوا اور پانی تینون ملکر استعداد حیات نباتی پیدا کرتے ہین لیکن پکانیکو اور عفونت کے دفع کرنیکو ایک حرارت درکار ہی پہر اگر اس حرارت کو آگ کے عنصر سے لیوین تو تخم جل جاوے ناچار حکمت الٰہی نے چاہا کہ آفتاب کی حرارت کو اُسپر مسلط فرماوین تاکہ منفعت آگ کی حاصل ہو اور نقصان اُٹہہ جاوے اور یہہ بہی ہی کہ بدلنا فصلونکا اور آنا ربیع اور خریف کا آفتاب کی حرکت کے سبب سے ہی اور آنا فصلونکا اور بدلنا موسم کا کہیتی کیواسطے ضروریات سے ہے حاصل کلام کا یہہ ہے کہ فائدے آفتاب کے کہیتی کی ابتدا سے انتہا تک علم فلاحت والونپر پوشیدہ نہین ہین دوسرا چاند کہ دانے پڑنیکے وقت اور پہل لگنے کے وقت اور اسکے اُبہرنیکے وقت زمین کے پانی کی رطوبت کفایت نہین کرتی بلکہ ایک دوسری رطوبت اوپر کی بہی چاہیے تاکہ میوہ اور دانہ پر مغز اور بڑا پیدا ہو اور میوہ اور دانہ لگنے کے وقت چاند کی تاثیر ضرور ہی یہہ بات بہی فلاحت کے علم والون پر ظاہر اور روشن ہی تیسرا دن کہ وقت تلاش و محنت کا اور ہل چلانیکا اور پانی سینچنے کا اور دوسرے شغل کا ہون کا ہی چوتہی رات کہ اگر رات نہ آوے تو آدمی اور بیل آرام نہ پاویں اور آٹہون پہر کی دہوپ میوہ دار درختون اور کہیتی کو جلا دینے کی نوبت کو پہنچا دے اور شبنم کہ سر سبزی اور تازگی کا باعث ہی بند ہو جاوے پانچوان آسمان کہ مینہہ کا برسنا اور ہوا کا چلنا موافق حاجت کے بغیر اُسی جہت سے ہی چہٹی زمین وسیع اور کشادہ نہ کہاری نہ پتہریلی اور کسان کی حاجت ان دونون چیزون کی طرف ظاہر ہی اور جو نفس انسانی کو دنیا کے کہیت مین کسان بنا کر بہیجا ہی تو اُسکو بہی یہہ چہہ چیزین لازم ہین ایک تو آفتاب کہ اُسکے کام آوے سو اُسکے زمانے کے نبی کے دل کا آفتاب ہی کہ اُسکی شعاعین دور اور نزدیک سے پہنچتی ہین اور چاند کہ اسکے کام آوے وہ نور ولایت ہی اپنے صاحب طریقے کا اور جسطرح سے کہ ماہتاب ظاہری خلیفہ آفتاب ظاہر کا ہی اسیطرح سے نور ولایت کا قائم مقام نور نبوت کے ہی بلکہ حقیقت مین وہی نور ہی کہ اُسنے دوسری کیفیت پیدا کی ہی اور اگر فرق درمیان دونون نورون کے کسیکو سننا مرغوب ہو تو سن لے کہ نور نبوت کا ملا ہوا قہر اور سیاست سے ہی اسی واسطے انبیا اپنی اُمّت پر ایسا حکم رکہتے ہین جیسے بادشاہ اپنی رعیت پر اور اطاعت انکی اُن سب لوگون پر جن کی طرف بہیجے گئے ہین واجب اور فرض ہے اور مخالفت کرنا

ان سے سب خرابی دنیا اور آخرت کا ہی اور معجزون قاہرہ کا دکہانا اور جہاد زبانی یا سیفی یا سنانی اُنپر لازم اور واجب ہے اور ولایت کا نور ملا ہوا ہی جمال اور
تالیف قلوب سے او کشش و رالفت سے اسیواسطے یہہ چیزین وہان یعنے نبوت مین ضروری نہین اور کیا اچھا کہا ہی کسی شاعر نے ؎ آن بادہ کہ شعلہ گون
کرد از خورشید ؛ در کاسۂ ماہ چون سند نہیر شود ؛ اور ایک فرق یہہ بہی ہی کہ ایک نور اُنمین اصل ہی اور دوسرا عکس اسکا جیسے نور آفتاب کا کہ اسکی ذات کو لازم ہی
اور چاندکا نور کہ اسکی صفائی کے سبب سے اور آفتاب کی روشنی قبول کرنے سے ہی اسیواسطے مقابلہ اور نزدیکی اور تربیع کی حالتین مختلف اور متبدل ہوتی ہی
اسیطرح سے نبوت کا نور اصل ہی اور ولایت کا نور عکس اسکا ہی اور اسکے واسطے بجائے دن کے ریاضت کا وقت ہی کہ سالک طریقت کو اور آخرت کی کہیتی کرنے والے
کو وہی زمانہ حصول مطلب کا ہی کہ نور نبوت اور نور ولایت کو اسی ریاضت کے وقتمین سعی اور کوشش و رنج اور محنت سے اپنے کام مین لگاتا ہی یعنے
اس سے فائدہ حاصل کرتا ہی اور بجائے رات کے زمانہ پیدایش اور راحت کا ہی اور نفس کی احتیاج مین مشغول ہونیکا اور اہل و عیال اور تمام مخلوق
کے حق ادا کرنیکا زمانہ ہی کہ اسکے حق مین رات کی مانند ہی اور اگر یہہ رات اسکے واسطے نہوتی تو ہمیشگی نور نبوت اور نور ولایت کی اسکے دلپر قرار
پکڑکے دنیا کے کامون سے اسکو بیکار کردیتے اور انسانیت کے مرتبہ سے نکلکر کہان سے کہان پہنچ جاتا اور آسمان کی جگہہ پر اسکے واسطے شریعت کا آسمان
ہی کہ تمام اعمال و اخلاق اور احوال اور مقامات اور عقائد اور مذاہب سے اسکو گہیری ہوئی ہی اور اسی آسمان شریعت سے رحمت الٰہی کا فیض مینہ کیطرح
اسپر برستا ہی اور جذب اور کشش کی بادین یہہ ہی ہین کہ اسکو نئے نئے حالتون اور مرتبون کی طرف جہکاتے ہین تاکہ اپنے کمال کو پہنچے اور اسکے
واسطے زمین کی جگہہ اسکی استعداد ہی کہ اسکی کشادگی اور صفائی کے قدر نشو و نمائی یعنے پیدایش احوال اور مقامات کی اسکو میسر ہوتی ہی یعنے مرتبہ
باطنی اسکے بڑہتے ہین اور چونکہ عمدہ ان کامون کا اور اصل پوشیدہ کی جڑ نبوت کا نور ہی اور آفتاب روشنی مین اس نور سے مناسبت رکہتا ہی اسی
واسطے اس رستے کو کہ سلوک طریقت کے لوازم اور کمال معرفت کے وسیلے کے بیان مین ہی آفتاب ہی کے نام سے شروع کیا اور اسی آفتاب کے نام پر اسکا نام کہا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

س ع

وَالشَّمْسِ قسم کہاتا ہون مین آفتاب کی کہ اپنے زمانے کے پیغمبر کی دل کی مانند ہی **وَضُحٰهَا** اور قسم کہاتا ہون مین اسکی روشنی کی کہ
نبوت کے نور کی روشنی کی مانند ہی سب تجلیات پر **وَالْقَمَرِ** اور قسم کہاتا ہون مین چاندکی کہ مرشد طریقہ والے اور استاد تعلیم کرنیوالے کی مانند ہی اور پیغمبر کے خلیفہ کے
قائم مقام ہی جب پیغمبر کے یعنے بعد مرنے یا دور ہونے پیغمبر کے **اِذَا تَلٰهَا** جب اسکے پیچہے چلے اسکے یعنے ماہتاب آفتاب کے اور اس شرط کو یعنے پیروی کو اسواسطے لائے
ہین کہ مرشد کی حرمت مشروط ہی نور نبوت کی پیروی پر اور کمال پیروی کے سبب سے اسکو خلافت کا منصب نصیب ہوا اور ماہتاب کا پیروی کرنا آفتاب کی
کئی وجہہ سے ہی اول استفادہ مین یعنے فائدہ روشنی کا حاصل کرنے مین اور دوسرے اسکی پیروی غروب مین کرنا اور یہہ اول مہینے مین ہوتی ہی تیسرے
طلوع مین اسکی پیروی کرنا اور یہہ بیچ مہینے مین ہوتی ہی چوتہے جثہ یعنے جسم کی بندگی مین بموجب ظاہر حس کے کہ کوئی تارہ آفتاب سے حسن مین برابری
نہین کرسکتا سوائے ماہتاب کے اگرچہ ابعاد اور اجرام کی دلیلون کے موافق بزرگ اور بڑا دوسرا ہی ہو پانچوین یہہ کہ دنیا کی مصلحتین انہین دونوکی
حرکتون پر موقوف ہین اسواسطے کہ سال کی فصلونکا بدلنا اور جو حساب کہ سال سے تعلق رکہتے ہین اور بڑے بڑے کام سب آفتاب کی حرکت سے تعلق
رکہتے ہین اور بدلنا مہینے کی شکلون کا اور جو حساب کہ مہینے سے تعلق رکہتے ہین یہہ سب ماہتاب کی حرکت سے ہین اور زیادہ بیماریونکا بڑہنا جیسے [illegible]
اور جاندار کی آنتونمین رطوبت کا زیادہ ہونا اور ہڈیونمین مغز پیدا ہونا اور دودہ والے جانورونمین دودہ کا زیادہ ہونا اور خون کا جوش کرنا بدنمین اور بڑہنا
گہٹنا سمندر کا یہہ سب چیزین ماہتاب کے نور کی زیادتی سے متعلق ہین **وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا** اور قسم کہاتا ہون مین دن کی جب روشن
کرے وہ آفتاب کو کہ سالک کے ریاضت کے وقت کے مانند ہی اس جگہہ پر بہی ایک شرط زیادہ کی ہی تاکہ اشارہ ہو اسبات کیطرف کہ وقت ریاضت
کا وہی وقت حرمت اور بزرگی پیدا کرتا ہی کہ اسی ریاضت کے سبب سے نبوت کا نور سالک کے دلپر متجلی ہو جاوے اور حجاب اُٹہہ جاوے والا باطل ریاضتین

جیسے جوگیون کی اور باطل مذہب والون کی کہ نبوت کے نور سے تجلی نہین ہوتی ہین اور حجاب کو درمیان سے نہین اٹھاتی ہین ایسی ریاضتون سے کچھ بہتر
اور بزرگی حاصل نہین ہوتی اور اس جگہہ اکثر تفسیر والے شبہ لاتے ہین کہ روشن کرنا دن کو آفتاب کا کام ہے نہ یہہ کہ دن آفتاب کو روشن کرتا ہے
ایسی اُلٹی عبارت یہان کسواسطے لائے ہین یہان تک کہ بعضے مفسرون نے اس شبہ کو قوی جانکر ضمیر کو آفتاب کی طرف سے پھیر کر زمین اور دنیا
کیطرف عاید کیا ہے اور تا کہ اضمار قبل الذکر لازم نہ آوے ایک قرینہ جو مرجع پر دلالت کرے ذکر کرنے اس الزام سے اپنا بچاؤ کیا ہے اور حق بات یہہ ہے
کہ اسمین ضمیرونکی جدائی لازم آتی ہے اور ضمیرونکی تفریق خوب نہین اس واسطے کہ طحٰها اور تلٰها مین بلاشبہہ ضمیر آفتاب کی طرف راجع ہے
اور باوجود ذکر مرجع کے مرجع کو مقدر ٹھیرانا اچھا نہین ہے لیکن اس ترکیب کی وجہ کو کہ ظاہر مین اُلٹی معلوم ہوتی ہے سن لیا چاہیے کہ عادت آدمی کی
یہہ ہے کہ جو کسی چیز کو ایک مقرر وقت مین کئی بار دیکھتا ہے تو اُس وقت کے آنے کو سبب اس چیز کا جانتا ہے اور عقلی قاعدہ کے موافق ہی ہے کہ وجود
اثر کا دلیل مؤثر کے وجود کی ہے چنانچہ بحث مین برہان انی کے مقرر ہے اور جو دن کا وقت دو نو جہون عقلی اور وہمی سے آفتاب کو روشن کرتا ہے
یعنے جب دن ہوتا ہے تبہی آفتاب روشن ہوتا ہے تو نسبت اُسکی طرف کی گئی اور اس مجاز کو کہ اس جگہ پر استعمال کیا ہے سو مشغلہ کی حقیقت کے
لحاظ سے کہ وقت ریاضت کا ہے اور موجب روشن ہونے نور نبوت کا تو استعمال سے حقیقت کے بہتر ہوا اور یہہ بہی احتمال ہے کہ معنے اذا جلّٰها کے یہہ ہون
کہ اسوقت ابر اور غبار حائل نہو اس صورت مین روشنی کی نسبت دن کی طرف بے تکلف درست ہو جاتی ہے **وَالَّيْلِ إِذَا يَغْشٰهَا**
اور قسم کہاتا ہون مین رات کی جب چہپا لیتی ہے آفتاب کو کہ مانند وقت راحت کے اور توجہ طرف ادا کرنے حقوق اہل و عیال کے اور زیادہ غفلت
اور حجاب کے ہے نور نبوت سے اور یہہ بہی آخرت کی کہیتی کرنے والے کو اور سالک طریقت کو ضروری ہے والا کارخانہ دنیا کا درہم برہم ہو جاوے اور
اُن عبادتون سے کہ خلق اللہ کے حق سے متعلق ہین جیسے عیادت مریضون کی اور ملاقات اقربا کی اور روزی کمانا اہل و عیال کے واسطے یا اور کچھ
اُسکے سوا ہین محروم رہے اور آخرت کی زراعت کے نقصان کا سبب پڑے اور حدیث صحیح مین وارد ہے کہ حضرت امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
ایک روز مجلس مقدس نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے اُٹھہ کر اپنے گہر کو تشریف لیجاتے تہے کہ ناگاہ ایک شخص صحابہ کرام سے کہ اُنکا نام حنظلہ تہا رستے مین ملے اور
پکار کر بولے کہ حنظلہ منافق ہو گیا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا حال ہے کہنے لگے کہ جو وقت حضور پرنور مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر ہوتا ہون
تو مجہکو غیب کا عالم ایسا منکشف ہو جاتا ہے کہ گویا ان آنکہون سے دیکہتا ہون اور جب اس مجلس مقدس سے اُٹھہ کر گہر کو آتا ہون اور جورو بچون کے ساتہہ مشغول ہو جاتا ہون
تو وہ کیفیت باقی نہین رہتی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالے عنہ نے فرمایا کہ سبکا یہی حال ہے آؤ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور مین جا کر عرض کرین دونون
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور مین حاضر ہوئے پہر حنظلہ نے اسیطور سے پکار کر کہا کہ حنظلہ منافق ہو گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچہا کہ کیا ماجرا ہے انہون
نے سارا احوال اپنا عرض کیا فرمایا کہ اگر تم کو ہمیشہ یہی حالت رہا جو میرے حضور مین یا ذکر اللہ کی مجلس مین ہوتی ہے تو ہر گز تم لوگ اپنی عورتون سے خطرہ اُٹہاؤ
اور نہ تر مال سے ہوئے اور فریاد کرتے ہوئے جنگلون کو چلے جاؤ اور فرشتے تمسے مصافحہ کرین لیکن یہہ حالت کسیکو ہمیشہ نہین رہتی بلکہ ایک ساعت ایسا حال نہین
گذرتی ہے اور ایک ساعت غفلت مین تا توجہ بحق اور توجہ بخلق ملی ہوئی رہین تہین سے معلوم ہوا کہ غفلت اور راحت کے وقت بہی بزرگی رکھتے ہین کہ آیندہ
کی ریاضتون کو مددگار ہوتے ہین اور ان عبادتونکے ثواب ہونکے حاصل ہونیکا باعث ہوتے ہین جو تعلق مخلوق کے حق سے رکھتے ہین چنانچہ معاذ بن جبل رضی اللہ
عنہ نے فرمایا ہے کہ **انی لاحتسب نومتی کما احتسب قومتی** یعنے مین اپنے خواب مین بہی متوقع اجر اور ثواب کا رہتا ہون جیسا کہ اپنی تہجد مین ہوا کہ تہجد
مین اللہ تعالی کا حق ادا ہوتا ہے تو سونے مین نفس کا حق ادا ہوتا ہے اور یہہ دونون حق اللہ تعالی کے واجب کرنے سے واجب ہوئے ہین مگر جو غفلت کہ مددگار طاعت کی نہو
اور موافق حکم شرع کے اور فرمان الٰہی کے ادا کرنیکی نیت سے نہو تو ایسی غفلت کی کچھہ حرمت اور بزرگی نہین ہے بلکہ حرام مطلق ہے اور یہین سے معلوم ہوا کہ یہہ چار ون
قسمین حقیقت مین آفتاب سے متعلق ہین اسیواسطے اس سورہ کا آفتاب کے نام پر نام رکہا گیا **وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا** اور قسم کہاتا ہون مین آسمان کی اور اس
حکمت الٰہی کی کہ اُن آسمانکو محیط بنایا ہے ان چیزون پر جو اُسکے درمیان مین ہین اور یہی مثال شریعت کی ہے کہ مانند آسمانکے محیط ہے مکلفون کے تمام عملون پر اور ہر عمل کا حکم

اسمین موجود ہے اور مانند آسمان کے بارہ برج رکھتی ہے ضمن مین چار مثلثے کے پہلا مثلثہ کہ مثلثہ عقائد کا ہے شامل ہے تین برجون کو ایک برج ذات اور صفات
کا اور دوسرا برج انبیا اور ملائکہ اور کتابون کا اور تیسرا برج معاد کا اور مثلثہ دوسرا کہ مثلثہ عبادت کا ہے بنا یا گیا ہے تین برجون سے ایک برج تو عبادتون
بدنی کا ہے جیسے نماز اور روزہ اور تلاوت قرآن مجید کی اور ذکر اور دعا اور درود اور اسکے سوا اور دوسرا عبادتون مالی کا جیسے زکوۃ اور صدقہ اور وقف
اور مسجدین اور مسافرخانے اور خانقاہین اور مدرسے اور کوے اور پل اور مہمانسرا بنانا اور تیسرا عبادتون مرکب کا بدنی اور مالی سے جیسے حج اور عمرہ اور جہاد
اور نماز عیدین تیسرا مثلثہ معاملات کا ہے وہ بھی مرکب ہے تین برجون سے پہلا برج اسمین وہ معاملے ہین کہ ایک وجہ عبادت کی بھی رکھتے ہین جیسے نکاح
اور خدمت ماباپ کی اور پرورش اولاد کی اور لونڈی اور غلام کی اور پڑوسی کے حق اور ہمنشین کے حق کی اور مہمان کے حق کی اور سوا اسکے دوسرے ناتے
والون کے حق کی رعایت اور دوسرا برج اسمین وہ معاملے ہین کہ کوئی وجہ عبادت سے نہین رکھتے جیسے خرید اور فروخت اور اجارہ اور گرو اور شرکت اور
وکالت اور ضمانت اور سوا اسکے اور تیسرا برج اسمین وہ معاملے ہین کہ ایک جہت تبرع اور احسان کی بھی اسمین ملی ہوئی ہے جیسے ہبہ اور قرض اور قرض حسن اور
مضاربت چوتھا مثلثہ کہ سیاستون کا مثلثہ ہے وہ بھی ملا ہوا تین برجون سے ہے پہلا کفارات مین کہ سیاست کے ساتھ ایک جہت عبادت کی بھی رکھتی ہے جیسے
کفارہ سوگند کا اور کفارہ نفس کے قتل کا اور کفارہ روزہ توڑ دینے کا اور ظہار کرنے کا اور حیض کی حالت مین جماع کر لینے کا اور دوسرا سوا اسکے اور دوسرا حدون
اور تعزیرون اور قصاص کا کہ سیاست محض ہین جیسے شراب پینے کی حد اور زنا کی حد اور چوری کی حد اور بٹمارون اور رہزنون کی حد اور گالی دینے کی حد
اور سوا اسکے اور تیسرا دیتون اور ضمانون کا کہ ہمراہ سیاست کے ایک وجہ معاملے کی بھی رکھتے ہین اور یہی آسمان شریعت کا ستارے بھی رکھتا ہے
کہ حکمون کی دلیلین ہین ان سب مین سے سات ستارے سیارے ہین کہ احکام کے فنون مین دورا اور سیر کرتے ہین کتاب و سنت اور اجماع
اور قیاس اور استصحاب و تعامل اور اباحت اصلیہ اور باقی ستارے ثابت ہین کہ اپنے اپنے جگہون اور مکانون مین ٹھیرے ہوئے ہین جیسے
مصالح جزئیہ کہ ہر ہر فرد مین پائے جاتے ہین اور بنا اس آسمان کی کہ عبارت شریعت سے ہے اسطور سے واقع ہوئی ہے کہ جس وقت مکلفین مقید
اسکی خواہش کے ہو جاوین تو عمل نیک انکے قبولیت کے مقام پر چڑھ جاوین اور اس طرف سے وہ قبولیت صورت رحمت اور ہدایت کی پکڑ کر مینہ کی مانند
برس پڑے جیسے بخارات کہ زمین سے اٹھتے ہین اور آسمان کی طرف جاکر پانی کی صورت پکڑ کر پھر لوٹتے ہین اور زراعت کی سرسبزی اور شادابی کا سبب
ہوتے ہین **وَالْأَرْضِ وَمَا طَحَاهَا** اور قسم کھاتا ہو مین زمین کی اور اس حکمت الٰہی کی جسنے اسکو ایسا چوڑا اور فراخ پھیلایا
اور وہ نفس انسانی کی استعداد کی مانند ہے کہ بسبب فراخی کے معرفت کا تخم بونے کے قابل ہے اور چو نفس انسانی کو عالم حس مین کوئی مشابہ
اور نظیر کہ قابل تعظیم کے ہو اور اسکی قسم کھائی جاوے پایا نہین جاتا تو اسی نفس کی قسم کھاکے فرماتے ہین **وَنَفْسٍ** اور قسم کھاتا ہون مین
اس نفس کی کہ دو چیز رکھتا ہے اول قابلیت کمال حاصل کرنے کی دوسرے نقد اس کمال کا بالفعل کہ بسبب ان دو چیزون کے بونا معرفت کے تخم کا
اسکو میسر ہوتا ہے اور وہ نفس انسانی ہے کیونکہ نفوس ملائکہ اپنے کمالونکو بالفعل حاصل رکھتے ہین انکو کمالات طلب کرنیکی حاجت نہین ہے اور نفوس
حیوانی کمالات حاصل کرنیکی قابلیت نہین رکھتے ہین پس بونا معرفت کے تخم کا انمین ممکن نہین اور اسی نکتے کیواسطے نفس کو نکرہ لائے ہین تاکہ دلالت کرے
ایک نوع پر نوعون سے نفس کے برخلاف دوسری قسمون کے کہ معرفہ لائے ہین کیونکہ وہ سب چیزین ایک ایک رکھتی ہین تعدد نوعی انمین منظور نہین ہے جیسے آفتاب اور ماہتاب
اور آسمان اور زمین کہ یہ سب کلیات منحصر فرد واحد مین ہین اور دن اور رات ہرچند کہ موافق نظر عقلی کے جدے جدے معدوم ہوتے ہین لیکن نظر عرفی اور عادت
اور تکرار یعنی بار بار اور لوٹ لوٹ آنے پر انکے حکم کرتی ہے اور تعدد اور جدا جدا ہونے پر انکے یقین نہین رکھتی **وَمَا سَوَّاهَا** اور قسم اس
حکمت الٰہی کے کہ درست کیا ہے اس نفس کو اور اعتدال مزاج کا اور حواس ظاہری اور باطنی اور قوائے طبعیہ و حیوانیہ و نفسانیہ سب اسکو دئے تاکہ
قابل تعلیم اور سمجھنے کے ہو جاوے اور اٹھانیوالا مشکل کاموں کا اور صبر کرنیوالا اور ثابت رہنے والا ہوا اور معرفت کے تخم کو ان اسبابون سے بو سکے
اور بعضے مفسرون نے وجہ ان چھ قسمون کے خاص سمجھنے کی سوائے نفس انسانی کے یون ذکر کی ہے کہ حق تعالی کو اس سورہ مین حال

بیان کرنا

بیان کرنا نفس انسانی کا منظور ہے اور مختلف ہونا اسکا الہام قبول کرنے مین فجور اور تقوی کے اور مذکور کرنا اسکی وسعت اور فراخی کا تاکہ موافق قوت علمیہ کے
نمونہ تمام جہان کا ہو جاوے اور تمام عالم اپنے وجود ظلی سے اسمین سما جاوے اور موافق قوت عملیہ کے خلیفہ حضرت ربوبیت کا ہو کہ ہر چیز کو مخلوقات
مین سے ایک کام مین صرف کرے اور کمال حاصل کرنا صنعتونمین اور پورا پہیر لینا صنعتونکا جو ہر ہر چیز مین عالم کے ودیعت ہین ارادہ کرے پس ابتدا مین کلام کے
چہہ چیزونکو بطور قسم کے یاد فرمایا کہ وہ چہہ چیزین عموم اطلاق اور وسعت مین نمونہ حضرت الوہیت کا ہین تفصیل اس اجمال کی یہہ ہے کہ حق تعالی نے دو چیز کو
عالم مین ایسی وسعت اور کشادگی بخشی ہے کہ کسی چیز کو حاصل نہین ہے اول تو زمان دوسرے مکان لیکن وسعت مکان کی ایک ڈہنگ رکہتی ہے اور وسعت زمان کی
دوسرا رنگ مکان کا اسلئے کہ عرش سے فرش تک ایک آن واحد مین بیشمار مخلوقات کو گہیر لیا ہے اور سبکو اپنے اندر جگہ دی ہے اور آپ ایک طور پر ثابت ہے اور اسکی
اندر کی چیزین گذرنیوالی ہین مصرع کہ یکے میرود دیگر آید بجاہ ۔ اور عام ہونا زمانے کا اس طور سے ہے کہ آپ گذرنیوالا ہے اور اسکے درمیانکی چیزین اپنے مکان
پر ثابت ہین اور وہ کوئی لحظہ اور کوئی لمحہ انکے ساتہہ قرار پکڑنیوالا نہین ہے اسی بے ثباتی کے ساتہہ محیط اور گہیرنیوالا اپنے اندر بے انتہا اور بیشمار چیزونکا ہے
یاد دلانیکو ان دونون عام قسمونکے آسمان اور زمین کو کہ عمدہ مکانونسے ہین ذکر فرمایا اور رات اور دن کو کہ اجزا سے زمانیکے ہین اور اختلاف ظاہر اور امتیاز باہم
رکہتے ہین اور باوجود تہوڑی دیر گذرنیکے تغیر اور تبدل قبول کرتے ہین لائے ہین اور اس جگہہ ایک قسم اور ہے کہ اسکے نور کا فیض سبکو شامل ہے بدون
فرق کے درمیان نیک و وضیع اور شریف اور غنی اور فقیر اور مسلمان اور کافر اور صالح اور فاسق کے اور کمال مشابہت رکہتی ہے حضرت الوہیت سے فیضان وجود اور
لوازم وجود مین اور یاد کرنیسے آفتاب اور ماہتاب کے جو اس قسم کی واقع ہین اوکیا کے پہنچائی ہے باقی رہی یہہ بات کہ ان تینون عام قسمونمین کس واسطے
دو چیزونکی قسمین کہائی ہین جواب اسکا یہہ ہے کہ باوجود عام فائدہ دینے کے اختلاف کمال اور نقصان اور نورانیت اور ظلمانیت اور اصالت اور تبعیت کا بہی
منظور ہے تاکہ آگاہی اختلاف پر نفوس انسانی کے باوجود عام ہونے تصرف کے ان صفتونمین کیجاوے اور سبیل ہو انکے واسطے ضرور ہوا کہ ان تینون قسمونمین دو دو چیزین یاد کیجاوین
سو اسکا بیان یہہ ہے کہ آفتاب عالم انوار مین اصل ہے اور ماہتاب عکس اسکا ہے اور دن اجزاو مین زمانیکے نورانی ہے اور رات اندہیری اور آسمان بلند اور محیط ہے
اور زمین پست اور محاط یعنے گہیری ہوئی ہے اور جو عام ہونیکو نفس انسانی کے عام ہونے پر ان چیزونکے قیاس کرین تو اسکی دورنگی بہی ظاہر ہو جاوے چنانچہ فرماتے
ہین **فالہمہا فجورہا** پس الہام کردی یعنے دلمین ڈالدی اس نفس کو بدکاری اسکی اور الہام لغت مین کہتے ہین کہہ ڈالنے کو کسی شخص کے
حلق مین اس طور سے کہ اس شخص کو دانت اور ہونٹ ہلانے نہ پڑین اور قرآن کے عرف مین عبارت ہے ڈالنے سے کام کے داعیہ کے دلمین خیر کے واسطے پہلی نیکی کے اور
جو اعمال بنی آدم کے خواہ خیر ہون خواہ شر سب تابع داعیہ اور ارادہ کے ہین پس رشتہ نیک اور بد کا بندہا ہوا اسی داعیہ اور ارادہ سے ہے اور اللہ تعالے نے اس رشتہ کو اپنے دست قدرت مین
رکہا ہے اور کبہی سرہ نکو نفس اور شیطان اور ملائکہ اور مشیرون اور مصاحبونکو نہین سونپا تاکہ یہہ چیزین مددگار اور سبب نیک اور بد داعیے کے فیضان کی عالم غیب سے ہین اور انہی سبب
سے عتاب اور ملامت کے لائق ہوتے ہین اور حدیث صحیح مین وارد ہے کہ ان قلوب بنی ادم بین اصبعین من ... احکام اور دعوت اسلام اپنی قوم کو کرنا شروع کی اور انکو
دل مرد انگلیون مین ہین اللہ تعالی کی انگلیون سے پہراتا ہے ان دلونکو جس طرح ... زمین موجب تمہاری خواہش کے معجزہ تمکو دکہاؤن اور پہر تمنے میرا کہا نہ مانا اور ایمان
ڈالنا بدی اور نیکی کے داعیہ کا اسی جانب سے ہے تو پس جبر لازم آیا ... تو یقین نکیا اور کہا کہ ہم سب فلانی تاریخ ہر سال شہر کے باہر جاتے ہین اور بتونکو پوشاک
رغبت دلانے کا سب برباد ہوگیا اور بہیجنا پیغمبرونکا اور نازل کرنی ... ان بتونسے اسدن مانگتے ہین اور وے ہمکو دیتے ہین تو بہی اسدن ہمارے ساتہہ چل اور اپنے خدا سے
کتاب کا سب بے فائدہ اور بے کار ہو گیا جواب اسکا یہہ ہے ... علیہ السلام نے اس بات کو قبول کیا اور اسدن جبکہ وعدہ ٹہرا تہا انکے ساتہہ باہر نکلے اور تہوڑے سے لوگ جو
اور عجب یہہ بات ثابت ہوئی کہ جو کچہہ کہ کرتے ہین سو ... کو پہنچے دیکہا کہ بتونکو نہایت زیب و زینت سے آراستہ کرکے اپنے سامنے تختونپر بٹہلایا ہے اور نہایت ادب اور حفاظت
اور بد کامونکو اپنے ارادے اور اختیار سے کرتا ہے ... مانگ رہے ہین حضرت صالح نے فرمایا کہ تم اپنے بتونسے کوئی چیز انکی مانگو تاکہ ہم بہی دیکہین کہ یہہ تمہارے
پس جبر اسکو کہتے ہین نہ اسکو اور جزا دینے کے ... کہا کہ اچہا پہر ان بتون سے ایک چیز انکی مانگنا شروع کیا اور نالہ اور فریاد اور عاجزی اور چاپلوسی
بہی اپنے ہاتہہ مین ہو اور جو بندیکی ذات ... بے فائدہ کے کچہہ بہی حاصل نہوا آخر کو عاجز ہو بیٹہہ رہے تب حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ اب

وبیت توّا یا الباب لاحمق یعنے زرق چوک جاتا ہی قوم مین عاقل کے دروازہ پر او ر رہتا ہی نگہبان ہر جگہ احمق کے دروازہ پر اسیواسطے ضرور ہوا کہ قد خاب من دسّٰہا کے مضمون پر تمثیل و شاہد کیطور پر ایک قصّے کو بیان کرین تا کہ اس قصّے کے مضمون سے خود بخود ظاہر ہو جاوے کہ شہوت و غضب کے حکم کو عقل اور شرع کے حکم پر غالب کرنا اور عقل اور شرع کو محکوم شہوت اور غضب کا بنانا رفتہ رفتہ دین کے انکار اور تکذیب کا سبب ہوتا ہی اور ہمیشگی کی ہلاکت کا موجب ہوتا ہی بلکہ بعضے وقت دنیا مین بھی سوائے خرابی اور رسوائی کے کچہہ فائدہ حاصل نہین ہوتا اب اس قصّے کی طرف اشارہ فرماتے ہین **كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِطَغْوٰىهَآ** انکار کی پیغمبر اور حق تعالی کے حکم کی ثمود کی قوم نے اپنی سرکشی کے سبب سے یعنے اپنی شہوت اور غضب کی خواہشونکو شرع اور عقل کے حکمونپر غالب اور حاکم کیا اور یہہ غلبہ انکار اور تکذیب کا سبب بن گیا انکے حق مین اور طغوٰی کی لفظ مین ایک اشکال ہی مشہور اسواسطے کہ یہہ طغیان سے مشتق ہی تو موافق قاعدے کے چاہیے تہا کہ طغیا ہوتا یے کو واو سے کس واسطے بدلا گیا سو صرف کے عالمونے اس اشکال کے جواب مین یون لکہا ہی کہ فعلیٰ کبہی اسم ہوتا ہی اور کبہی صفت تو واسطے فرق کے درمیان اسم اور صفت کے اسم مین یا کو واو سے بدل کرتے ہین اور صفت مین اپنے اصل پر رہنے دیتے ہین چنانچہ کہتے ہین **امراۃ صدیا و خزیا** یعنے ایک عورت ہی پیاسی اور رسوا اور ثمود نام ہی ایک شخص کا حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد سے بیٹا عامر بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام کا ہی کہ چوتہی پشت مین حضرت نوح علیہ السلام سے ملتا ہی سو اس شخص کی اولاد بعد ہلاک ہونے عاد کی قوم کے عرب کے ملکون مین پہیل گئی تہی اور ان ملکون کی مالک ہو گئی تہی اور انکا ملک اصلی یعنے وطن شام اور حجاز کے درمیان مین تہا اور انکے شہرون مین سے جو شہر شام کے قریب تہا نام اسکا حجر تہا اور جو شہر حجاز سے ملا ہوا تہا نام اسکا وادی القریٰ تہا اور ان دونون کے درمیان مین ایکہزار سات سو بستیان چہوٹی بڑی ملا کے یعنے گانون اور قصبے اور شہر انکے تصرف مین تہے اور بستی مین سنگین عمارتین بنائی تہین اور کہیتی کرتے تہے اور کنوین اور تالاب کہودتے تہے لیکن اس زمین مین پانی کم تہا اور پتہر کے سبب سے کنوا اور تالاب دشواری سے کہودا جاتا تہا اور اکثر مال انکا عمارتونکے بنانے مین اور باغون کے لگانے مین اور پتہر تراشنے کے مکان بنانے مین اور کنوا اور تالاب پہاڑون کے اندر کہدانے مین خرچ ہوتا تہا یہانتک کہ بڑے بڑے سنگ تراش کاریگر پہاڑون پر عمارتین منقش تراشتے تہے آخر کو ہوتے ہوتے پتہرون کی صورتین عجیب اور غریب تراشنے لگے اور انکو پوجنا شروع کیا اور یہہ رسم انمین رائج ہوئی یہانتک کہ بالکل بت پرستی انمین پہیل گئی اور حق تعالی سے بالکل غافل اور بیخبر ہو گئے تب حق تعالی نے حضرت صالح بن عبید علیہ السلام کو کہ صورت اور شکل مین سب سے بہتر تہے حسب و نسب مین بہی سب سے اعلی اور خوبتر اور لڑکپن سے نیکبختی اور صلاحیت کی نشانیان انمین پائی جاتی تہین مرتبہ رسالت کا عنایت فرما کے وحی نازل فرمائی اور حکم الہی انکو ہوا کہ اپنی قوم کو سمجہا کے بتون کی عبادت سے باز رکہو اور منع کرو اور عبادت رب الارباب کیطرف انکو رغبت دلاؤ اور مشغول کرو اور یہہ حکم الہی انکو پہنچاؤ اور خوب اچہی طرح سے سمجہاؤ کہ یہہ سب نعمتین کہ تمکو حاصل ہین اللہ تعالی کی عنایت کی ہوئی ہین ان نعمتونکا شکر ادا کرو اور ان نعمتونکو غیر خدا کیطرف منسوب نکرو اور سرکشی اور تکبر کو چہوڑو حضرت صالح علیہ السلام نے بموجب حکم الہی کے تبلیغ احکام اور دعوت اسلام اپنی قوم کو کرنا شروع کی اور قوم نے انکار پر اصرار کیا اور حضرت صالح علیہ السلام سے معجزہ طلب کیا آپنے فرمایا کہ اگر مین بموجب تمہاری خواہش کے معجزہ تمکو دکہاؤن اور پہر تمنے میرا کہا نہ مانا اور ایمان نہ لائے تو تم سب عذاب الہی مین گرفتار ہوگے ان لوگونے اس بات کو یقین نکیا اور کہا کہ ہم سب فلانی تاریخ ہر سال شہر سے باہر جاتے ہین اور بتونکو پوشاک اور زیور سے آراستہ کر کے باہر نکالتے ہین اور حاجتین تمام سال کی ان بتون سے اسدن مانگتے ہین اور وے ہمکو دیتے ہین تو بہی اسدن ہمارے ساتہہ چل اور اپنے خدا سے اپنا مطلب طلب کر دیکہین تو تیرا خدا کیا دیتا ہی حضرت صالح علیہ السلام نے اس بات کو قبول کیا اور اسدن جسکا وعدہ ہوا تہا انکے ساتہہ باہر نکلے اور تہوڑے سے لوگ جو ایمان انپر لا چکے تہے وے بہی انکے ساتہہ ہو لیے اور جب عیدگاہ کو پہنچے دیکہا کہ بتونکو نہایت زیب و زینت سے آراستہ کر کے اپنے سامنے تختونپر بٹہلا رکہا ہی اور نہایت ادب اور حفظ سے سب قوم انکے سامنے کہڑی ہوئی اپنی اپنی حاجتین مانگ رہے ہین حضرت صالح نے فرمایا کہ تم اپنے بتون سے کوئی چیز انکی مانگو تاکہ ہم بہی دیکہین کہ یہہ تمہارے بت کیسی قدر رکہتے ہین ان لوگون نے کہا کہ اچہا پہر ان بتون سے ایک چیز انکی مانگنا شروع کیا اور نالہ اور فریاد اور عاجزی اور چاپلوسی حد سے زیادہ کی لیکن سوائے محنت بے فائدہ کے کچہہ بہی حاصل نہوا آخر کو عاجز ہو بیٹہہ رہے تب حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ اب

جو تم لوگ ہمیں بتا دیتے اس ملک الملک ورقادر علی الاطلاق کے سامنے ہاتھ پھیلا کر ... شیا ہو
جو مانگو ویسی دیتا ہے جندع بن عمرو کہ انکے سردار ونمین بڑا سردار تہا دوسرونسے کہا کہ اب ایسی چیز طلب کیا چاہیے کہ عقل کے نزدیک محال ہو تاکہ ان کے لائق
نہ ہو سکے اور ہمارے بیچ میں بہی عزت اور آبرو باقی رہجائے والا ہم خفیف اور ذلیل ہوجاینگے سب نے کہا کہ تو ہمارا سردار ہے اور عقل اور دانائی میں بہی سب سے زیادہ ہے
تو کوئی ایسی چیز تجویز کر کے کہہ کہ یہ عاجز ہوجاوین اور لا نسکین تب جندع نے حضرت صالح علیہ السلام سے کہا کہ اس پہاڑ کے پتھر سے کہ ہمارے سامنے ہے
انکے عرف میں کاثبہ کہتے تھے ایک اونٹنی ہمارے واسطے نکال کہ اسکی پیشانی سیاہ ہو اور سارا بدن اسکا سفید اور بال اسکے بڑے ہوں اور نرم اور اسکے دس مہینے کا
حمل بہی ہو اور ڈیل اسکا بہت بڑا ہو کہ ہم سب کو اس ٹیکرے کے برابر معلوم ہووے اور اس پتھر سے نکلنے کے بعد ہمارے سامنے بچہ جنے اور وہ بچہ بہی اسی کی مانند
ہو شکل اور رنگ اور ڈیل میں حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر میں اسطرح کی اونٹنی اس پتھر سے نکالوں تو تم ایمان لاؤگے اور حق تعالے کے دین اور حکم
کے فرمان بردار ہوگے سب نے اقرار کیا کہ اگر یہہ امر ظہور میں آویگا تو ہم سب ایمان لاوینگے حضرت صالح علیہ السلام نے اس بات پر عہد و پیمان کیا اور قول
اور اقرار ان سے مضبوط لیا پہر ان لوگوں کو جو اُنپر ایمان لائے تھے اپنے ساتھ لیکر اس پتھر کے نزدیک تشریف لے گئے اور دو رکعت نماز ادا کی اور
درگاہ میں جناب الٰہی کے دعا میں مشغول ہوے اور ان مسلمانوں کو کہا کہ تم سب میرے پیچھے کہڑے ہو کر آمین کہو اور اس قوم ثمود کے معزز لوگ اور
لشکر گرداگرد انکے گہیر کے کہڑے ہوے اور تماشا دیکھنے لگے کہ کیا ہوتا ہے کہ یکایک قدرت سے اس قادر توانا کی اس پہاڑ کے پتھر سے آواز جانور کے جننے کی اور لگی
جسطرح جانور جننے کے وقت آواز کرتا ہے یہاں تک کہ وہ پتھر پہٹا اور ایک اونٹنی جیسے اُسنے طلب کی تہی ویسی ہی نکلی اور جنگل میں چگنے لگی اور بعد ایک
ساعت کے اسکے بہی درد زہ شروع ہوا اور وہ بہی ایک بچہ جنی اپنے برابر قد و قامت میں اور صورت اور شکل میں اس ماجرے کو دیکھ کر لوگ ایک آواز کرتے ہوے اس
بات کے قائل ہوے کہ حضرت صالح کا معبود بڑی قدرت رکہتا ہے اسی پر ایمان لایا چاہیے اور جندع بن عمرو جو ہمارا ... تہا ایمان لایا ... اسلام سے مشرف
ہوا اور حضرت صالح علیہ السلام کے قدموں پر گر پڑا اور پچہلی تقصیروں سے نادم اور شرمندہ ہوا اور اپنی بخشش طلب کی اور دوسرے سردار اپنے نفس کی شرارت
سے انکار پر قائم رہے اور اپنے تابعداروں کو بہی ایمان لانا اور پہرنا شروع کیا کہ ایسے جادو پر فریفتہ مت ہو اور اپنے دین اور مذہب کو مت چہوڑو اور اونٹنی
... ... آزمایش اور امتحان کا ہے وہ بدبخت اپنے رئیسوں کے بہکانے سے کفر کے کلمے کہنا شروع کئے اور حضرت صالح کو جادوگر ٹھہرایا پہر ...
پہر حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ یہہ تمنے خلاف عہد کے کیا اور مجہپر ایمان نہ لائے اب تمہارے بچاؤ کی عذاب الٰہی سے یہہ صورت ہے کہ اس اونٹنی اور اسکے
بچے کو نہایت تعظیم سے اپنے ملک میں رکہو اور کسی طرح سے اُسکو رنج مت دو اور برائی کی طرح سے مت چہیڑو کہ تمہارے امن اور بچاؤ کے سبب اور
جب تک یہہ اونٹنی اور اسکا بچہ تم میں رہیگا عذاب الٰہی نہیں آویگا اور جو کسی طور سے تم نے اسکو برائی پہنچائی تو عذاب الٰہی میں گرفتار ہوگے اب ... جاننا چاہیے
کہ اس معجزے کے خاص ہونے میں اس قوم کے واسطے بہید یہہ تہا کہ انکو پتھر تراشنے اور تصویر بنانے میں بڑا دخل تہا اور اس کام میں بڑی بڑی باریکیاں اور
کاریگریاں کرتے تھے تو اس معجزے کے خاص کرنے میں اس گروہ کیواسطے اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ ہر چند کہ تم لوگ پتھر کی تصویرین عجب طرح کی بناتے ہو لیکن
جان انمیں نہیں ڈال سکتے اور ہم پتھر سے ایک جاندار جانور کہ اس ملک کے جانوروں سے بڑا ہو نکال سکتے ہیں اور کافرانِ زبردست بیجان جو پتھر دار دل ہیں انکی
بہی صحبت کے جان دار ہووے اور اسمیں اشارہ ہے اس بات کیطرف بہی ہے کہ حق تعالیٰ کی ہدایت پتھر کے دلونکو نرم کر سکتی ہے اور اس سے روح کے وصف ظاہر کر سکتی ہے اب
آگے ہم باقی رہے قصے کے بیان پر کہ اونٹنی قد اور قامت اور ڈیل ڈول میں بہت بڑی تہی چنانچہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ بڑے جلیل القدر صحابی
ہیں ... ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں ثمود کے شہر میں جسکا حجر نام ہے گیا تہا اس اونٹنی کے بیٹھنے کی جگہہ کہ مشہور ہے اور لوگ اسکی زیارت کرتے ہیں اپنے
ہاتھ سے میں نے ناپی تہی تو ساٹھ گز دور اسکا ہوتا تہا اور اس اونٹنی کی خاصیت یہہ تہی کہ سب جانور اہلی اور جنگلی اسکے دیکھنے سے خوف کہا کر بہاگتے
تھے اور جب جنگل میں وہ چرتی تہی کوئی دوسرا جانور قدم نہیں رکہہ سکتا تہا اور جس کنوے اور تالاب اور ندی پر وہ پانی پینے کو جاتی تہی تو سب پانی اسکا
پی لیتی تہی اور جب چراگاہ میں وہ چرتی تہی اسمیں گہاس کا نام بہی نہیں رہتا تہا اور شام کیوقت جو شہر میں آتی تہی سب شہر والے اپنے اپنے برتن لا کے

اسکے دودہ سے بہر لیتے تہے اور تمام شہر والون کو اسکا دودہ کفایت کرتا تھا جب ایک مدت اسطور سے گذری تو مواشی اور جانورون والے اُسکے پہرنے
اور سیر کرنے سے عاجز ہوئے اور حضرت صالح علیہ السلام سے فریاد کی آپ نے مصالحہ کے طور پر ایسا ٹہرادیا کہ ایک دن تم سب اپنے جانور چرایا کرو اسدن
اونٹنی کو ہم اپنے گہر مین بند رکہینگے اور دوسرے روز ہم اس اونٹنی کو چہوڑ دینگے اُسدن تم اپنے جانورون کو بند رکہو اس قول اور اقرار پر ایک مدت تک گذران
کرتے رہے لیکن اکثر شہر والون پر جو جانورون کی پرورش کا ذوق اور شوق رکہتے تہے یہہ قسمت بہی گران گذری اور اپنے دلون مین کہتے تہے کہ
کسی حیلہ اور تدبیر سے اس اونٹنی کو یہان سے دور کیا چاہیئے تاکہ ہمارے جانور اچہی طرح فراغت سے پانی اور چارہ کہایا کرین لیکن عہد کے توڑنے اور قول
اور اقرار کے خلاف ہونے سے خوف کہاتے تہے اتنے درمیان مین ایک نوجوان اسی قوم کا کہ نہایت شورہ پشت اور ڈنگی تہا اور اسکا نام قدار
بن سالف تہا کوتہ گردن چار شانہ ماباپ کو آزار دینے والا زبان دراز ہتہ چہٹ پیدا ہوا اور وہ ایک عورت فاحشہ پر عاشق ہوا اور اس عورت کا نام
عنیزہ تہا کہ خوبصورتی اور خوش اسلوبی اور لطیفہ گوئی اور نزاکت طبع مین وہان مشہور تہی اور اس فاحشہ کے گہر مین آٹہہ شخصون سے جو اسکے ہم مشرب
اور ہم وضع تہے اور آٹہون مین سے ایک کا نام مصدع بن دامہر تہا کہ اُسکے چچا کا بیٹا تہا جاتا تہا اور اس سے حظ نفسانی حاصل کرکے روسیاہی دونون جہان
کی کمایا کرتا تہا اور اسکے یار اور ہمنشین شراب خوری کرکے اسکے گہر کی لونڈیون باندیون سے اپنا منہ کالا کیا کرتے تہے ایک روز اس حرام ابن یعنے قدار نے اُس
فاحشہ سے کہا کہ کبتک یہہ آشنائی چوری چہپی کی رہے گی کُہل کے مجہسے نکاح کیون نہین کرلیتی ہے کہ عمر بہر ہنسی خوشی سے گذران کرین اس قحبہ نے کہا کہ
اگر یہ بات کا تجہکو خیال ہو تو ایک فرمایش میری ہے اگر اُسکو تو بجا لاوے تو مین معہ مال و اسباب اور لونڈیان کے تیری تابعدار ہوکر رہون اور وہ کام یہہ ہے
کہ اس اونٹنی کو جسنے مجہکو اور تمام شہر کو ایک رنج اور بلا مین ڈال رکہا ہے اور تمام جانورون بے زبان کو بہوکہہ اور پیاس کے عذاب مین گرفتار
کر رکہا ہے کسیطرح مار ڈال اور اسکی کونچین کاٹ کہ ہم سب اس بلا سے نجات پاوین اور اس قحبہ کے جو جانور بہت تہے اس سبب سے اور لوگون سے زیادہ اسکو
اس اونٹنی سے دشمنی تہی غرضکہ قدار نابکار نے اس ادنی اور خسیس کام کیواسطے ایسے بڑے گناہ کے کرنیکا اقرار کیا اور اس اونٹنی کے مارنیکی تدبیر مین پڑا اور اپنے یارون
اور آٹہون ہمنشینون کو بہی اس کام مین اپنا رفیق کیا اور ایک روز ایک تنگ گلی مین جو اس اونٹنی کے آنے جانیکی راہ تہی اُسکی راہ روک کے گہات مین بیٹہا اور اپنے یارونکو بہی
اسکے پیچہے مین گہات کی جگہہ مین بٹہایا جسوقت وہ اونٹنی چراگاہ سے پہری اور اُس کوچہ مین پہنچی تو پہلے مصدع نے تیر اُسکی پیشانی پر مارا اور دوسرے ساتون شخص تلوار
کہینچ کے غل مچاتے ہوئے اونٹنی تک پہنچے لیکن اونٹنی باوجود زخمی ہونیکے کسیکو اپنے پاس نہین آنے دیتی تہی اور جسطرف حملہ کرتی تہی سبکو بہگا دیتی تہی آخرکو
قدار نابکار نے اُسکے پیچہے پہنچکر ایک تلوار اُسکی کونچون پر ماری کونچون کے کٹتے ہی وہ اونٹنی زمین پر گری زمین پر گرتے ہی سب اسکے یار گرد سے پہنچے اور تلوارون
سے اُسکو پرزے پرزے کر ڈالا اس بات کو سنکر شہر والے سب خوش ہوئے اور اسکے گوشت کو تقسیم کرکے سب شہر والے اپنے اپنے گہر کو لے گئے اسکا بچہ جو پیچہے سے آیا اور
اپنی ماکا یہہ حال دیکہا تو وہان سے بہاگ کر اُسی پہاڑ کے پشتے پر جا کر کہڑا ہوا جب یہہ خبر حضرت صالح علیہ السلام کو پہنچی تو افسوس کرتے ہوئے باہر نکلے اور شہر کے لوگون سے فرمایا
کہ یہہ تمنے اچہی بات نکی بلکہ خدا کے عذاب کو قصد کرکے اپنے واسطے منگوایا اب بہی ایک بچاو کی صورت ہے کہ میرے ساتہہ آو اور اسکے بچے کو اپنے شہر مین لاو تاکہ
اسکے سبب سے حق تعالی کے عذاب سے بچ جاو قدار نابکار اور دوسرے کافرون نے یہہ بات کو نہ سنا اور اس بات کی کچہہ حقیقت نجانی تب تو حضرت صالح علیہ السلام سب مسلمانون
کے ساتہہ اس بچے کے لانیکو جنگل کی طرف گئے جونہین بچے نے حضرت صالح کو دیکہا تین مرتبے آواز کی اور وہ پشتہ پہاڑ کا پہٹا اور وہ بچہ اسکے اندر گہس گیا حضرت
صالح علیہ السلام اس حال کو دیکہکر افسوس کرتے ہوئے پہرے اور شہر والون سے کہا کہ تمنے اپنی خرابی اپنے ہاتہہ سے کی اور اس بچے کے تین مرتبے آواز کرنیکی تعبیر یہہ ہے کہ تمکو
تین دنکی مہلت ہے عذاب الہی سے پہلے دن منہ تمہارے زرد ہو جاینگے اور دوسرے دن سرخ ہو جاینگے اور تیسرے دن سیاہ اور یہہ جو ہوا سو بدہ کے دن ہوا تہا جمعرات کی صبح
شہر والے جو سوکر اُٹہے تو دیکہا کہ سبکے منہ زرد ہوگئے ہین تب سبکو یقین ہوا کہ جو کچہہ حضرت صالح علیہ السلام نے کہا تہا سب سچ اور واقع ہونیوالا ہے
لیکن اسوقت انکی قوت غضبیہ نے جوش کیا اور قوت عقلیہ بالکل معزول ہوگئی یعنے قدار نے اپنے آٹہون یارون سے قسمیہ یہہ بات ٹہرائی کہ قبل آنے تیسرے
دن کے حضرت صالح کا کام تمام کیجیے یہہ ارادہ دل مین ٹہان کر اُسی رات کو یہہ نو آدمی حضرت صالح علیہ السلام سے بے ادبی

کرنیکو چلے اسوقت حضرت صالح علیہ السلام اپنی مسجد مین تھے ایک درخت اس مسجد مین تہا وہ بلند آواز سے بولا کہ قدار اپنے یارون کے ساتھہ آپکے مارنیکو آتا ہی سو آپ اپنے گہر مین تشریف
لیجائیے اور دروازہ بند کر لیجیے حضرت صالح علیہ السلام نے اُسکے کہنے کے بموجب عمل کیا اور گہر مین دروازہ بند کرکے جا بیٹھے جب قدار اپنے یارون کے ساتھہ مسجد مین آیا
اور حضرت صالح علیہ السلام کو وہان نہ پایا تو ارادہ کیا کہ آپکے مکان کا دروازہ توڑکر اندر گہس کے آپسے بے ادبی کرین وہ اسی سوچ مین تھے کہ یکایک فرشتے بموجب حکم الٰہی آپکی
حمایت اور مدد کو پہنچے اور اپنے پرونکو ان بختون کے منہ پر مارا جب اس مار سے وہ سب اندہے ہوگئے اور حیران و پریشان گرتے پڑتے بے نیل مرام بہاگے اور ایسے گئے
مین کسیکا سر دیوار مین لگکر پہٹ گیا اور کوئی کنوئے مین گرکر مرگیا یہانتک کہ سبکے سب مر گئے اور خسر الدنیا والاخرۃ کے مصداق ہوئے دوسرے دن شہر والے جو اٹہے تو سبکے منہ زرد
پائے اور قدار وغیرہ کے وارثون نے جو انکی تلاش کی تو حضرت صالح علیہ السلام کے گہر کے قریب انکو مرا ہوا پایا پہر اس حال کو شہر کے رئیسون اور سردارون سے جو کافر
تہے ظاہر کیا تو سردار اور سب شہر والے حضرت صالح علیہ السلام کے گہر پر چڑہ آئے اور گہر کو گہیر لیا اور کہا کہ تمنے اس دشمنی کے عوض مین ہمارے نو آدمی رات کو مار ڈالے
ہین ہم ان آدمیون کی عوض مین تمکو اور تمہارے سب گہر والونکو مار ڈالینگے حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم ان لوگون کے گہر مارنیکو نہین گئے تہے یہ خود ہمارے
گہر پر رات کو چڑہ کے آئے تہے اللہ تعالی نے غیب سے انکو سزا دی وہ سب اسی جواب و سوال مین تہے کہ جندع بن عمرو اس شہر کا بڑا رئیس کہ معہ اپنی قوم کے اسلام
سے مشرف ہوا تہا اور بڑا معتقد اور دوست حضرت صالح علیہ السلام کا تہا اس حال کی خبر پاکے معہ اپنی فوج حضرت صالح علیہ السلام کی مدد کو پہنچا اور ان رئیسون اور
شہر والون سے مقابلہ کیا آخرکو چند آدمی درمیان مین آکے اسبات پر صلح ٹہیرائی کہ حضرت صالح علیہ السلام اس شہر سے باہر جاوین حضرت صالح علیہ السلام نے
اسبات کو غنیمت جانا اور جندع بن عمرو اور دوسرے مسلمانونکو اپنے ساتھہ لیکر شہر سے باہر چلے گئے تیسرے دن کہ سنیچر کا دن تہا صبح کو شہر کے لوگ جو اٹہے
سبکے منہ کالے پائے اسدن پہر نہایت تشویش مین رہے کہ کیا ہونیوالا ہی آخر یہہ بات سوچی کہ سنگین مکانات خالی کیجیے او خدا کا عذاب جب آویگا تو ان
مکانون مین چہپ رہینگے کیونکہ عذاب الٰہی یا آسمان سے آویگا جیسے پانی یا پتہر کا برسنا یا زمین سے ہوگا جیسے زلزلہ اور ان سب چیزون سے ان مکانون مین بچاو ہی
اسواسطے کہ یہہ مکان پہاڑ کو تراش کے بنائے ہین ایسی چیزون سے ان مکانون مین کچہہ دہشت نہین ہی یہہ نہ سمجہے کہ حق تعالی کے غضب سے کوئی چیز بچا نہین سکتی
حاصل کلام کا پنجشنبہ کی صبحکو حضرت جبرئیل علیہ السلام بموجب حکم الٰہی کے درمیان آسمان و زمین کے ایک بڑی صورت دہشت ناک سے ظاہر ہوئے اور ایک ایسی سخت
آواز کی کہ اسکے سبب سے پہاڑ جنبش مین آگئے اور تند ہوا آندہی کے طور سے چلنا شروع ہوئی سب شہر والے دہشت کہاکے آہنی سنگین مکانون مین گہسے پہر حضرت
جبرئیل علیہ السلام نے ایک آواز پہلے سے بہی زیادہ سخت کی کہ اسکے سبب سے سب شہر والے اوندہے اپنے زانون پر گر پڑے اور انکے پتے پہٹ گئے اور
سب جہنم واصل ہوئے ایک بہی انمین سے باقی نہ رہا حضرت صالح علیہ السلام نے جو یہہ ماجرا سنا تو مسلمانون سے فرمایا کہ یہہ شہر غضب الٰہی کے نازل ہونیکی جگہہ
ہوئی یہان پر رہنا ہرگز مناسب نہین ہی اسکو چہوڑدو اور مکہ معظمہ کے حرم کا احرام باندہو اور وہین چلکر رہو چنانچہ وے سب حضرت صالح علیہ السلام کے
فرمانے کے بموجب عمل مین لائے اور نجات دارین کی حاصل کی اللهم ارزقنا اتباع نبیہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حدیث صحیح مین وارد ہی
کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک کے سفر مین شہر حجر کے دروازے پر پہنچے صحابہ سے ارشاد فرمایا کہ تم مین سے کوئی شخص اس شہر مین نہ بیٹہے
اور پانی نہ پیئے مگر یہہ کہ روتا ہوا اور ڈرتا ہوا اسواسطے کہ روحین ان کافرون کی اسی شہر مین عذاب الٰہی مین گرفتار ہین اور جس جاے پر عذاب الٰہی
نازل ہوتا ہی وہان سے دور رہنا خوب ہے۔ اور یہہ بہی حدیث شریف مین آیا ہی کہ ثمود کے قوم کے کافرون سے کوئی آدمی نہین بچا مگر ایک شخص
جسکا ابو رغال نام تہا کسی کام کے واسطے مکہ معظمہ مین آیا تہا سو جب تک حرم شریف کے اندر رہا تب تک عذاب الٰہی سے محفوظ رہا جو ہین
حرم سے باہر نکلا اور طائف کی طرف چلا راستے مین اسی عذاب مین جس مین اسکی قوم ہلاک ہوگئی تہی یہہ بہی ہلاک ہوا چنانچہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم طائف کی مہم پر جانیکے وقت جب اسکی قبر پر پہنچے اور عادت وہان کے لوگون کی یہہ تہی کہ جب اس قبر کے نزدیک پہنچتے
تو اسکو سنگسار کرتے تہے تب آپنے فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ یہہ قبر کسکی ہی صحابہ نے جواب مین عرض کیا کہ اللہ اور اسکا رسول خوب جانتا ہی
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سب قصہ اسکا مفصل اپنی زبان فیض ترجمان سے ارشاد فرمایا اور کہا کہ اس میری بات کی سچائی کی نشانی یہہ ہی کہ

اس شخص

اس شخص کی چہڑی سونیکی اُسکے ساتہی دفن ہوئی ہی صحابہ نے جو یہہ کلام سنا دوڑے اور اُسکی قبر کو تلوارون سے کہودا اور وہ سونیکی چہڑی اُس مین سے نکال لائے اور اُسکی
قبر کو پہر اُسیطرح بند کردیا یہہ ہی ثمود کا قصہ جو بیان ہوا چنانچہ یہہ قصہ بعضی بعضی سورتونمین زیادہ تفصیل سے مذکور ہی مگر اس مقام پر حق تعالی نے تہوڑا اُس
قصے سے جتنا یہان پر مناسب تہا بیان فرمایا کہ ثمود کی قوم سرکشی سے اور شہوت اور غضب کی خواہشون کے غالب کرنیسے عقل اور شرع کے حکمون یعنی حکم الہی کا انکار کیا
اور پیغمبر کو اور اُسکی اُونٹنی ہوئی چیز کو جہوٹہا جانا **اِذِ انۢبَعَثَ اَشۡقٰىهَا** جب اُٹہا اُترایا ہوا بدبخت اس قوم کا یعنے قدار بن سالف تو عقل و شرع
کے برعکس شہوت اور غضب کی تابعداری کی یعنے اونٹنی کی کونچین کاٹین اور حضرت صالح علیہ السلام کے قتل پر مستعد ہوا **فَقَالَ لَهُمۡ رَسُوۡلُ
اللّٰهِ** پہر کہا انکو اللہ کے رسول نے یعنے حضرت صالح علیہ السلام نے اور اس جگہ پر رسول اللہ فرمایا انکا نام یعنے صالح نہ فرمایا تاکہ اس بات کیطرف اشارہ ہو کہ جو کہنا
حضرت صالح علیہ السلام کا گویا خدا کا کہنا تہا اور انکا ڈرانا بعینہ خدا کا ڈرانا تہا اسواسطے کہ رسول جسکا ہوتا ہی اُسیکا پیغام پہنچاتا ہی اور جو کچہہ کہتا ہی اُسکی
زبانی کہتا ہی گویا رسول کا حکم مالک کا حکم ہی اور اگر نام حضرت صالح علیہ السلام کا ارشاد ہوتا تو یہہ فائدہ بوجہا نجاتا **نَاقَةَ اللّٰهِ** یعنے چہوڑ دو اور ہاتہ مت لگاؤ
اللہ کی اونٹنی کو تاکہ جہان چاہے چرے اور جس پانیکو چاہے پیوے اور کسیطرح کی رنج اور اذیت مت دو اور اسکی ہلاکت کے پیچہے مت پڑو اسواسطے کہ گنوار اور زمیندار
بہی جو ناقص عقل اور شعور سے اتنا جانتے ہین اور بوجہتے ہین کہ زور آور حکومت والیکے جانور کو چارے پانی پر سے ہانکنا نچاہیے بلکہ کسیطرح نہ چہیڑنا چاہیے تو
خدا کے جانور کو جو سب لوگون کا حاکم ہی اور سب زبردستونکا زبردست اور ہر وقت سزا دیسکتا ہی اور جو چاہے سو کرسکتا ہی بطریق اولی نہ چہیڑنا چاہیے اور اُسکے
قتل کے پیچہے نہ پڑنے کہ یہہ بات بالکل عقل کے خلاف ہی پہر گنوارون اور زمیندارون اور کمینون کے چرانیوالونکی برابر بہی نہ سمجہنا کمال نادانی اور بیوقوفی ہی اور یہہ بلا
عقل کے مغلوب کرنے سے اور شہوت کے غالب کرنے سے سر پر پڑتی ہی اور اس اونٹنی کی نسبت خدا کی طرف اسواسطے ہوئی کہ وہ کسیکے ملک مین سوائے خدا کے
نہتی اور ایک وجہ یہہ بہی ہی کہ بے ماباپ کے پتہر سے پیدا ہوئی تہی اور حق تعالی کی قدرت کا ظہور اتہا اور دلیل تہی قیامت کے قائم ہونے پر اور مُردون کے زندہ ہونے پر
گو سے ان سب باتونکے جمع ہونیکے سبب سے اُسکو ایک مرتبہ ایسا حاصل ہوا تہا کہ دوسرے جانورون مین وہ بات پائی نہین جاتی ہی جسطرح سب دنیا کے مکانو مین
بیت اللہ کا رتبہ ہی **وَسُقۡيٰهَا** اور چہوڑ دو پانی اُسکے پینے کا تاکہ تمہارے جانور اُسکے پانیکے حصہ مین شریک نہونے پاوین اسواسطے کہ تمنے عہد
باندہا ہی اور قول اور اقرار کیا ہی راضی ہو کہ ایک روز یہہ اونٹنی پانی پیوے اور دوسرے روز تمہارے جانور پہر عہد و پیمان کا توڑنا اور قول اور اقرار کے خلاف کرنا سب دینون
مین اور سب دینون مین حرام ہی اور منع اور شہوت اور غضب کو عقل پر غالب کرکے عہد کو توڑنا کمال بے دینی ہی **فَكَذَّبُوۡهُ** پہر جہٹلایا اس قوم
نے حضرت صالح علیہ السلام کو اس ڈرانے اور سمجہانے مین اور اُنکی نصیحت کو کہ اس آیت کا مضمون تہا **لَا تَمَسُّوۡهَا بِسُوۡٓءٍ فَيَاۡخُذَكُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ** قبول
نکیا **فَعَقَرُوۡهَا** پہر کاٹین اس اونٹنی کی کونچین ہرچند کہ کونچین کاٹنے والا وہی قدار بن سالف تہا اور اُسکے آٹہون یار جو اُسکے مددگار تہے لیکن جو
سب شہروالونکی مرضی کے موافق یہہ کام تہا اور سب اُسکے خوش ہوئے تہے تو گویا سب اُسمین شریک تہے اسیواسطے گروہ مین سے ایک شخص کا کام جو سب کے مشورہ اور صلاح
سے ہوتا ہی تو سب گروہ کی طرف نسبت کرتے ہین بموجب مضمون اس شعر کے ؎ جو از قومی یکی بیدانشی کرد ۔ نہ کہ را منزلت ماند نہ مہ را ۔ اور سورہ قمر مین
فَتَعَاطٰى فَعَقَرَ جو واقع ہی تو اس سے مراد فقط اس فعل کا کرنیوالا ہی اور بس تو ان دونون مین تعارض لازم نہوا **فَدَمۡدَمَ عَلَيۡهِمۡ رَبُّهُمۡ** پہر اُلٹ مارا
اُنپر زمانے کو اُنکے پروردگار نے جیسا کہ اُن لوگون نے اللہ تعالی کی اچہی ترتیب کو اُلٹ ڈالا تہا یعنے اللہ تعالی نے اُنکو قوت شہویہ اور غضبیہ اسواسطے دی تہی کہ ان
دونونکو عقل کا تابعدار کرین اور عقل کو اسواسطے دیا کہ شرع کا فرمانبردار کرین اور ان لوگون نے اسکا عکس کیا یعنے شرع کو تابع عقل کا اور عقل کو تابع شہوت اور غضب کے
کیا **بِذَنۡۢبِهِمۡ** انکے گناہ کے سبب سے اور گناہ حکمت الہی کی ترتیب کو بدل ڈالنا اور اُسکے ضد پر عمل کرنا تہا جیسے کوئی شخص اپنے غلام کو تلوار دے کہ
میرے دشمن کو جاکر قتل کر وہ غلام جاکے اُسکے لڑکونکو مار ڈالے **فَسَوّٰىهَا** پہر برابر کردیا اُس قصے کو اور خاکمین ملادیا اسواسطے کہ اُس اونٹنی کے قتل مین
سب شریک تہے باطن مین اور حدیث شریف مین آیا ہی کہ جسوقت زمین پر کوئی گناہ ہوتا ہی پہر جو کوئی اس مجلس مین حاضر ہو لیکن دل سے بیزار ہو اور اُسکو برا جانتا ہو تو وہ شخص
گویا اُس گناہ سے منزہ دور ہی کچہہ گناہ کی برائی اُسکو نلگیگی اور جو اس مجلس سے دور ہو اور دل سے راضی اور خوش ہوا اس گناہ کے کرنے سے وہ ایسا ہی کہ گویا اس مجلس مین

ع

موجود ہے اور اس گناہ میں شریک **وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا** ۝ اور نہیں ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس قوم کی ہلاکی کے انجام سے اسواسطے کہ انجام کار سے وہ شخص
ڈرتا ہے جسکو یہہ معلوم ہووے کہ انجام اسکا اچھا ہے یا برا اور نادانستہ وہ کام کر بیٹھے یا وہ شخص ڈرے جسکو اسکے انجام کا سنبھالنا مشکل ہو اور جو شخص اس کام کے
پیچھے آتے ہے اس کام کا تدارک قرار واقعی نکر سکے سو اللہ تعالیٰ ان سب باتوں سے کہ موجب نقصان کے ہیں پاک ہے وہ تو علام الغیوب ہے اور پہلے درجے کی
قدرت اور اختیار رکھتا ہے اسکو کیا پروا ہے جو ایک فرقہ اسکی مخلوقات سے کم ہو جائیگا اور اسکا کچھہ افسوس بھی نہیں ہے کہ میں نے مدتوں سے اس فرقے کو پالا ہے سو
سب پرورش میری اکارت گئی اور جس کام کے واسطے پرورش کیا تہا وہ کام نہوا آب یہاں پر جان لیا چاہیے کہ حدیث صحیح میں جو مسند امام احمد وغیرہ معتبر
کتابوں میں پائی جاتی ہے وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ کچھہ تمکو معلوم ہے کہ سب سے زیادہ بدبخت پہلی امتوں کا کون
شخص ہے اور اس امت میں زیادہ بدبخت کون ہے حضرت علی نے عرض کی کہ مجھکو معلوم نہیں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بڑا بدبخت اگلی امتوں کا ایک سرخ رنگ شخص ثمود
کی قوم کا تہا یعنے قدار بن سالف کہ حق تعالیٰ کی اونٹنی کی کونچیں کاٹیں اور اس امت کا بڑا بدبخت وہ شخص ہے جو تیرے سر پر تلوار ماریگا اور تیری داڑہی اسی
خون سے رنگین ہوگی اور اسی تلوار سے تو شہید ہوگا آب یہاں پر ضرور ہوا کہ اگلی امتوں سے قدار کے زیادہ بدبخت ہونیکی وجہ اور اس امت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے
قاتل کی زیادہ بدبخت ہونیکی وجہ بیان کیجاوے اور اسکا بیان موقوف ہے کئی مقدموں کی تمہید پر پہلا مقدمہ یہہ ہے کہ فرج کی شہوت سب شہوتوں سے خسیس اور بدتر ہے
اسواسطے کہ اس حالت میں آدمی عقل سے بہت دور ہو جاتا ہے اور جانوروں کی سی حرکتیں آدمی سے اسوقت ظاہر ہوتی ہیں اور اس شہوت کی جا بھی نجاست اور
ناپاکیوں سے بہری ہوئی ہے اور عورت کی جگہہ کا کہلنا اس شہوت کو لازم ہے جسکا تمام بنی آدم کے نزدیک چہپانا واجب ہے اسیواسطے عادت پیدایشی آدمی کی ہے
کہ اس شہوت کے نکالنے کے وقت بہت پردہ کرتا ہے اور سب سے چہپاتا ہے اور اسکا نام مجلس اور محفل میں کہول کر نہیں لیتا سوا اشارے اور کنایے کے اور جو گالی اسکا نام لیکر
سنی جاوے سو اسی شہوت سے کچھہ کتنی زیادتی کرکے نکلی ہوگی دوسرا مقدمہ یہہ ہے کہ شہوت کسی طرح کی ہو اس قسم مذکور کی ہو خواہ دوسری
قسم کی جیسے کہانے کی ہو یا پینے کی یا پہننے کی ہو یا مکانات کی سواری کی ہو یا سیر باغ اور بہار کی گانے بجانے کے سننے کی ہو یا خوشبوئیوں کے سونگہنے کی
اور جو سوائے اسکے ہیں بے کسر اور خسیس غضب اور غیرت سے ہیں اسیواسطے عرف میں ان لوگوں کو جو ان شہوتوں کے مغلوب ہوتے ہیں بدتر جانتے ہیں ان لوگوں سے
جو غضب اور غیرت کی شہوت سے مغلوب ہوتے ہیں جیسے پادشاہ عیاش اور تماشبین کو برا جانتے ہیں بادشاہ سفاک خونریز سے اور اسکا بہید یہہ ہے کہ غضبیہ قوت
سبب ہے غلبے اور قہر اور ریاست کی اور شہویہ قوت باعث ہے تملق اور چاپلوسی اور خوشامد کی اور سب لوگوں کے نزدیک غالب ہونا مغلوب ہونے سے بہتر ہے اسواسطے کہ
زبردست ہے منفعل ہونے سے اسواسطے کہ یہہ زیردست ہے تیسرا مقدمہ یہہ ہے کہ جب شہوت اور غضب کے سبب سے واجب حق تلف ہونے لگتے ہیں سب لوگوں
کے نزدیک وہ شخص معیوب اور مطعون ہو جاتا ہے اور جسقدر وہ حق بزرگ ہوگا اسیقدر طعن اور تشنیع زیادہ لاحق ہوگی تو اول بدبخت وہ شخص ہے جو اپنے نفس کے حق کی
شہوت اور غضب کو مقدم رکہے اور اپنے نفس کے حق کو تلف کرے اس سے بدبخت وہ شخص ہے کہ اپنی لذت شہوی اور غضبی کے سبب سے دوسرے کا حق تلف کرے
اور اس سے بہی زیادہ بدبخت وہ شخص ہے کہ ان دونوں لذتوں کے سبب سے بہت آدمیوں کے حقوں کو تلف کرے پہر حق بہی آپس میں مختلف ہیں جیسے دنیا کا حق کہ اسکا تلف ہونا
سہل ہوتا ہے آخرت کے حق تلف ہونے سے کہ اسکا دفعیہ بہت مشکل ہوتا ہے چوتہا مقدمہ یہہ ہے کہ آدمی پر تین حق بڑے اور عمدہ ثابت ہیں پہلا حق تعالیٰ کا
حق ہے کہ اسکا پیدا کرنیوالا اور نعمت دینے والا اور ہر کام کا درست کرنیوالا وہی ہے اور کسیوقت اور کسی دم آدمی اسکے احسان سے باہر نہیں ہو سکتا
اور ہر کام میں آدمی اسکی مدد اور مہربانی کا محتاج ہے اسیواسطے کوئی حق اور کسی کا حق اس حق کی برابری کر نہیں سکتا دوسرا حق اپنی قوم
اور برادری کا ہے کہ اپنی زندگی اور موت میں انکا محتاج ہے اور ہر طرح کی مدد کا انسے امیدوار تیسرا حق اپنے نفس کا اور اس حق کی حقیقت
خود ظاہر ہے کچھہ حاجت بیان کی نہیں ہے پس سب بدبختوں سے بدبخت وہ شخص ہے کہ ان تینوں حقوں کو ایک خسیس شہوت کی عوض میں تلف کرے سو یہہ صفت اگلی
امتوں میں سے قدار بن سالف میں تہی کہ ادنیٰ اور خسیس کام کے واسطے ان تینوں حقوں کو تلف کر ڈالا اول اپنے نفس کے حق کو تلف کیا اور کافر ہوا
اور دوزخ کا کندہ ہوا اور اپنی زندگی کو برباد کیا دوسرے اپنی قوم کے حق کو تلف کیا کہ اسکے سبب سے سب حق تعالیٰ کے عذاب میں گرفتار ہوے اور

کسی نشان آہی باقی نہ یا تغییر حق تعالی کا حق تلف کیا یعنے اُس اونٹنی کو جسکو اللہ تعالی نے اپنی طرف منسوب کیا تھا اور اللہ تعالے کے ہدایت کی صورت نہی
اور رحمت اور عنایت الٰہی کے نزول کا سبب تہی اور بیت اللہ کی سی بزرگی پیدا کی تہی اسکی کونچین کاٹین اور ہلاک کیا اور اس اُمت مین حضرت
علی رضی اللہ تعالی عنہ کا قاتل یعنے ابن ملجم ویسا ہی بدبخت ہے توضیح اس ابہام کی اور تشریح اس مقام کی یہہ ہے کہ وہ اللہ تعالی کی اونٹنی جسطرح حضرت
صالح علیہ السلام کے کمال کی صورت تہی اور انکی نبوت پر گواہ صادق تہی اور قوم ثمود کی ہدایت کے واسطے جو حق تعالی کی عنایت متوجہ ہوئی تہی اور حضرت صالح
علیہ السلام کو مرتبہ رسالت کا مرحمت کرکے اس قوم کی طرف مبعوث کیا تہا اور وہی ہدایت اُنکے سوال کے بموجب ناقہ کی شکل ہو کے نہین ٹہری تہی اور قرار پکڑا
تہا یہان تک کہ اس ناقہ کی تعظیم اور اُسکے حق کو ادا کرنا گویا حضرت صالح علیہ السلام کی شریعت کا قبول کرنا تہا اور عذاب الٰہی کے دفع کرنے کیواسطے انکے
دین قبول کرنے کے قایم مقام تہی گویا حضرت صالح علیہ السلام کی ولایت کا نور اس راہ سے جلوہ گر اور ظاہر ہوتا تہا اور اللہ تعالی کے نزدیک انکے منزلت
کی بزرگی اور انکی دعا کی قبولیت اس چہرہ کے سے ظاہر ہوتی تہی اسیطرح سے وجود جسمانی حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کا کہ ختم کرنیوالے خلافت
حقہ کے تہے اور جناب نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولایت کے کمال کی صورت تہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کا نور اس راہ سے جلوہ گر
تہا اور آنجناب کے قرب معنوی کی روشنی بہی راہ سے ظاہر تہی اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت اور نیابت اسوقت مین اسی ذات والا صفات مین
منحصر تہی اسیواسطے حدیث شریف مین جسطرح بیت اللہ کے حق مین وارد ہے کہ **النظر الی الکعبۃ عبادۃ** یعنے دیکہنا بیت اللہ کا عبادت ہے اور قران شریف
کے حق مین وارد ہے کہ **النظر الی المصحف عبادۃ** یعنے دیکہنا قرانکے حرفون کی طرف عبادت ہے اسیطرح حضرت علیؓ کے حق مین اپنے فرمایا ہی کہ
النظر الی وجہ علی عبادۃ یعنے دیکہنا حضرت علیؓ کے مُنہ کیطرف عبادت ہے سو اسوقت مین وجود شریف حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مثل وجود شریف حضرت نبوی
صلے اللہ علیہ وسلم کے تہا اسواسطے کہ اسوقتمین تشنگان اُمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی چشمہ خاص سے سیراب ہوتے تہے اور ہر حاجت ظاہری و باطنی
کو اسوقتمین بسبب جمع ہونے تمام صفات کمال بشری کے وہ ذات مبارک کفایت کرتی تہی ایسے وقتمین اس وجود با جود کو اس بدبخت ترین بدبختون نے شہید کیا تو
گویا ہدایت کے شمع کو گل کردیا اور اللہ تعالی کے حق کو تلف کیا اور تمام اُمت کے حق کو بہی تلف کیا یعنے ایسی ذات کو کہ اسوقتمین اپنا ثانی اور قایم مقام
فضیلت اور بزرگی مین نرکہتے تہے ہلاک کرکے تمام اُمت کو چہاڑو لے ریتی کی مانند منتشر اور فوج بے سردار کی طرح پریشان کردیا اور اپنے نفس کے حق کو
بہی تلف کیا اور کندہ دوزخ کا ہوا اور اپنی زندگانی کو برباد کیا اور یہہ سب بُرائی اس بدبخت کو اسی شہوت کے سبب سے حاصل ہوئی تہی چنانچہ روایات صحیحہ
مین وارد ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قاتل عبدالرحمن بن ملجم مرادی تہا خارجی مذہب کوفے مین آیا اور ناگہان اسکی نظر ایک عورت خوبصورت پر جسکا نام
قطام تہا پڑی اور دل و جان سے اُسپر فریفتہ ہوا اور وہ عورت بہی مذہب باطل رکہتی تہی اور باپ اور بہائی اسکا نہروان کی لڑائی مین حضرت علی
رضی اللہ عنہ کے ہاتہہ مبارک سے جہنم واصل ہوئے تہے جب ابن ملجم کو اُسکی ملاقات کا خیال دلمین پڑا اور خط کتابت اس مقدمے مین اس سے شروع کی اور بیچ
درمیان مین ڈالا تب اس عورت نے جواب مین یہہ کہا کہ ایک میرا کام ہے اگر وہ تجہسے ہوسکے اور تو اُسکے کرنیکا اقرار کرے تو البتہ مین تجہکو قبول کرون اور اپنے
تئین تیرے نکاح مین دون اور وہ کام یہہ کام ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تو شہید کر اس ملعون نے کہ مغلوب شہوت کا تہا اس بات کو اس ملعونہ کے قبول کیا اور اس
کام کی تدبیر مین پڑا ایک تلوار ہزار درم کو خریدکی اور اسکو زہر کے پانی سے بجہایا اور اپنے یارون سے اس کام کی تدبیر پوچہی اسکے یارون نے کہا کہ یہہ کام کچہہ مشکل نہین ہے
بہت آسان ہے اسواسطے کہ وے کوئی نگہبان اپنے ساتہہ نہین رکہتے ہین اور اکیلے رات کو اندہیرے مین مسجد کو جاتے ہین کسی دن مسجد مین اندہیرے مین چہپا اور اپنے
کام کو انجام کو پہنچا انیسوین ۱۹ رمضان مبارک کی صبح صادق کے وقت کہ ہنوز تاریکی باقی تہی حضرت علی رضی اللہ عنہ گہر سے تشریف مسجد شریف مین لائے اور یہہ
ملعون ایک ستون کی آڑ مین مستعد اسی کام پر کہڑا تہا اور آپ کی عادت شریف ایسی تہی کہ مسجد مین سوئے ہوئے آدمیونکو تکبیر کی آواز سے بیدار کرتے تہے تاکہ وے
اُٹہہ کے طہارت کرین اسی ارادے سے جونہین آپنے مسجد مین قدم مبارک رکہا وہین اُس ملعون نے پیچہے سے غفلت مین ایک تلوار کا ضرب آپکے
سر مبارک پر مارا اور بہاگا آدمی ہر طرف سے دوڑے اور اسکو پکڑ کے قید کیا ہر چند کہ زخم چندان کاری نہ تہا لیکن زہر کی تاثیر سے آپکا کام

تمام ہوا اور اس خاکدان ظلمانی سے فردوس برین کو انتقال فرمایا اکیسوین تاریخ کو رمضان کی جسد مبارک کو آپکے نجف الحیرۃ مین کہ ایک جگہہ کا نام ہے کوفے
سے نزدیک مسجد جامع سے ایک فرسنگ پر حیرۃ النعمان کی راہ مین وہان مدفون کیا اور آپ کی قبر کو بلند نکیا بالکل بے نشان رکہا تا خارجی کہ اس
زمانہ مین کوفے کی نواح مین بہت منتشر تھے کچھہ بے ادبی آپکے جسد مبارک سے نکرین اور یہہ قصہ سال چالیس ہجری مین واقع ہوا اور آپ کی شہادت سے نبوت کی
خلافت منقطع ہوگئی اور کوئی قائم مقام اس بتے کا نرہا یہی بات صحابہ نے سمجھہ کے نہایت افسوس کیا چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت
ہے کہ جب خبر شہادت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سنی تو فرمایا کہ اب عرب جو چاہین سو کرین اب ایسا کوئی نرہا کہ انکو کسی بدکام سے منع کریگا اب جاننا چاہیئے
کہ صحابہ مین بعد وفات حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علما اور واعظ بہت موجود تھے اور آدمیونکو بدکامون سے بے محابا یعنے بے دہشت منع کرتے تھے اور کسی کا
نہی انکیے بادشاہون سے یا دوسرے سردارون سے لحاظ اور خاطرداری کی بات کہدینے مین نہین کرتے تھے لیکن انکی امر و نہی مانند سمجہانے علما کے اور رہنمائی اولیا
کے تہی نہ پیغمبرون کے حکم کی مانند کہ وہ بات حضرت علی رضی اللہ عنہ پر ختم ہوگئی اسیواسطے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے یہہ کلمہ ارشاد فرمایا تہی جگہہ
سے قاتل حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اشقی ہونے کی وجہہ ظاہر ہوگئی کہ اسوقت مین تمام کمالات اس ولایت کے جو قائم مقام نبوت کے ہے اسی ذات مبارک مین
منحصر تھے دوسرا کوئی اسوقت مین ویسا نتہا بخلاف خلفاء سابقین کے کہ انکے زمانے مین دوسرے بہی جو لیاقت اس امر کی رکہتے تھے موجود تھے کہ
انکے معدوم ہونیکے بعد اس امر کو سنبھال لیا اور انکے قتل ہونے سے دین مین خلل نپایا گیا بخلاف قتل حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کہ خاتم الخلفا تھے تو
انکا قتل گویا اللہ تعالی کے نور کو بالکل بجہا دینا تہا اور ہدایت کی شمع کو گل کردینا اسیواسطے انکے قتل سے ایسی خرابی دین مین ہوئی کہ پہر تدارک نہوسکا
اور اگر کسیکو یہہ شبہہ خاطر مین گذرے کہ اس بدبخت ترین کی حرکت سے ثمود کی قوم سب ہلاک ہوئی اور اس امت کے بدبخت ترین کی حرکت سے باقیماندہ کو کچہہ
بہی نپہنچا اسکا کیا سبب ہے اسکا جواب یہہ ہے کہ ان دونون مین فرق دو وجہ سے ہے اور اول وجہ یہہ ہے کہ اونٹنی کے مارے جانے سے تمام ثمود
کی قوم راضی اور خوش ہوئی تہی اور اس امت مین اکثر لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قتل ہونے سے راضی نہوئے تھے بلکہ اس حرکت کرنیوالے پر لعنت اور
نفرین کرتے رہے دوسری وجہ یہہ ہے کہ اونٹنی کے مارے جانیکے بعد اسکا بچہ بہی غائب ہوگیا تہا اور بالکل اسکا نام اور نشان نرہا تہا اور حضرت علی رضی اللہ تعالی
عنہ کے وفات کے بعد آپکی اولاد امجاد باقی رہی اور آپکا نام اور نشان قائم رہا اور نور اس ولایت کا جسکے آپ حامل تھے نسلاً بعد نسل ایک حامل آپ کی
اولاد مین پیدا ہوتا رہا اور امام اپنے وقت کا ہوتا رہا ہرچند کہ وہ ہیئت اجتماعی ہٹ گئی تہی لیکن وہ نور متفرق اور منتشر ہوکے موافق استعداد کے
ہر ایک فرقے مین اہل خیر سے قائم رہا ان سببون سے یہہ امت اسطرح کے عذاب سے بچ رہی اور ایک سوانحہ عجیبہ آپکی شہادت کے یہہ ہے کہ اس رات
بیت المقدس مین کوئی پتہر نتہا جسکے نیچے سے خون جوش نمارتا تہا واللہ اعلم

سورۃ اللیل

تمہید

یہہ سورت مکی ہے اسمین اکیس آیتین اور اکہتر کلمے اور تین سو دس حرف ہین اور اس سورۃ کا ربط والشمس کی سورت سے یہہ ہے کہ دونونکو قسم سے شروع کیا اور اس
امر مین یہہ دونون سورتین مناسبت تمام رکہتی ہین اور اس سورت مین انسان کے نفسون کا اختلاف مذکور ہے اور بعضون کے دلمین بدکاری ڈالی جاتی ہے
اور بعضون کے دلمین پرہیزگاری اور ان لوگون کا حال مذکور ہے جو اپنے نفس کی پاکیمین مشغول ہین اور دوسرے ان لوگونکا حال ہے جو اپنے نفس کی
ذلت اور خواری کے پیچہے پڑے ہین شہوت اور غضب کی تابعداری کے سبب سے اور اس سورۃ مین بہی بنی آدم کے عملون کا اختلاف بیان ہے نیکبختی اور بدبختی مین اور
بعضونکو اچہی راہ چلنے پر توفیق دی ہے اور بعضونکو بری راہ بدبختی مین ڈالکے سرنگون کر رکہا ہے اور یہہ بہی ہے کہ دونون سورتون مین بدبختونکا حال بیان ہے چنانچہ
اس سورت مین ثمود کی قوم کے بڑے بدبخت کا حال بیان ہے جسکا نام قدار تہا اور اس سورۃ مین اس امت کے بدبخت کا حال بیان ہے جو اسلام کے شروع مین
تہا جسکا نام امیہ تہا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے شخص کی ایذا دینے مین پڑا تہا اور بلال رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتگاری اور صحبت سے
ایک بڑا رتبہ حاصل کیا تہا کہ حضرت صالح علیہ السلام کے ناقے سے مشابہت بہم پہنچائی تہی اور اس سورۃ کا نام واللیل اس سبب سے رکہا ہے کہ عرب کی زبان مین

[illegible]
ہوتے ہیں اور چور چوری میں اور عیاش لوگ حرام کاری میں اور شراب خوار میں اور آزاری دکھ اور مصیبت میں بعضے محبوبوں کی جدائی میں تڑپ تڑپ کے رات
کاٹتے ہیں اور بعضے باغ وصال سے اور چمن ہم آغوشی سے اپنے آرزو کے دامن کو مراد کے میوؤں سے پر کرتے ہیں مصرع شب تنور گذشت و شب سمور گذشت
بیت فرق ہست میان آنکہ یارش در برہ با آنکہ دو چشم انتظارش بر درہ ہر چند کہ دن میں بھی اسی قسم کے اختلاف اور رنگ برنگی معاملے ہوتے رہتے ہیں لیکن چونکہ
ظہور اور روشنی کا ہی تو ہر شخص تکلف اور بناوٹ کرتا ہی چور عابد بنکے نکلتا ہی اور فاسق صالح کے لباس میں اپنے تئیں ظاہر کرتا ہی بخلاف رات کے کہ تاریکی کے سبب سے
حجاب کا پردہ اٹھ جاتا ہی اور شرم و حیا بالکل جاتی رہتی ہی اور ہر شخص اپنے نفس کی خواہش کے موافق بے تکلف و بے پردہ ہو کے اپنے اپنے کام میں مشغول ہوتا ہی
اور ظاہر کا تکلف و بناوٹ بالکل جاتا رہتا ہی اور سبب نزول اس سورت کا یہہ ہی کہ مکہ معظمہ میں دو شخص تھے دونوں بڑے مالدار تھے ایک حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ
عنہ اور دوسرا امیہ بن خلف اور ان دونوں کا معاملہ مال کے صرف کرنے میں مختلف ہوا امیہ مال بہت رکھتا تھا اور بارہ غلاموں کو تربیت کرکے ہر ایک کو ایک ایک کام سپرد
کیا تھا چنانچہ ایک غلام کو کھیتی کا داروغہ کیا تھا اور ایک کو میووں کے باغ کا اور ایک غلام کو قیمتی کپڑوں کی تجارت کے واسطے یمن اور شام کی طرف بھیجتا تھا اور ایک کو
جانوروں پر مقرر کیا تھا کہ دودھ اور دہی اور نسل کی خبرداری کرکے اسکے حاصل کو جمع کیا کرے اور اسیطرح ہر غلام کو ایک کام سپرد کیا تھا اور اس تدبیر سے
مال بہت جمع کیا تھا اور باوجود اس ثروت اور مالداری کے ایک کوڑی فقیر کو نہیں دیتا اور اگر کوئی غلام کسی محتاج کو کچھہ آدھی دمڑی بھی دیتا تو اسپر خفا ہوتا بلکہ اسکو اس
کام سے موقوف کرتا تھا اور اگر کوئی شخص اس کمبخت کو بطور نصیحت کے کچھہ سمجھاتا تھا کہ باوجود اس کثرت مال کے اللہ تعالی کی راہ پر محتاجوں اور مسکینوں کو
کس واسطے نہیں دیتا ہی اور آخرت کا ذخیرہ کیوں نہیں کرتا ہی تو وہ بدبخت اسکے جواب میں کہتا تھا کہ اول تو آخرت ہی کہاں اور اگر بالفرض ہووی تو
بھی تو اسقدر مال و اسباب و اولاد میں نے جمع کیا ہی کہ مجھکو کچھہ احتیاج بہشت کی نعمتوں کی نہیں ہی اور ان چیزوں سے جنکی طمع اور لالچ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
فقیروں اور محتاجوں کو دیتے ہیں اور اس سبب سے ان لوگوں کو اپنا گرویدہ کرتے ہیں مجھکو کچھہ پرواہ نہیں ہی اور اسکے غلاموں میں سے ایک حضرت بلال
رضی اللہ تعالی عنہ تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص خادم تھے اور بزرگی میں انکا مرتبہ اس حد کو پہنچا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو عالم
معاملہ میں اپنے آگے آگے بہشت میں دیکھا اور انکے حق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہی کہ بہشت بلال کی مشتاق ہی سو حضرت بلال
جس وقت میں کہ مملوک اس بدبخت کے تھے تو پوشیدہ اسلام لائے تھے آخر کو رفتہ رفتہ انکے اسلام لانے کی خبر اسکو پہنچی تو اول انکو معزول کیا اور خزانے
اور بتخانے کی داروغگی جو انسے تعلق رکھتی تھی دوسرے غلام کو سپرد کی پھر انکو اپنے سامنے بلوا کے پوچھا کہ تو کسکو پوجتا ہی حضرت بلال نے کہا کہ محمد صلی اللہ
علیہ وسلم کے خدا کو اس ملعون نے کہا کہ اس دین کو چھوڑ دے نہیں تو میں تجھکو بری طرح سے پیش آؤنگا اور مارتے مارتے مار ہی ڈالونگا حضرت بلال نے کہا
کہ میں تو اس دین سے پھر نہیں سکتا تیرا جو جی چاہے سو کر میں تیرا غلام ہوں اس شقی ازلی نے اپنے غلاموں سے ایسا حکم کیا کہ دن چڑھتے انکے بدن میں
ببول کے کانٹے چبھویا کرو اور جب آفتاب خوب گرم ہو تب دھوپ میں انکو چت لٹا کر سر سے پیر تک نہایت گرم پتھر رکھا کرو تاکہ ہل نہ سکیں اور گرد انکے آگ
جلا دیا کرو اور جب شام ہو تب ہاتھ پیر باندھ کے اندھیرے مکان میں قید کرو اور باری باری سے رات بھر کوڑے مارا کرو اور صبح تک یہہ موقوف نکرو اسیطرح
کتنے دنوں تک حضرت بلال اس مصیبت میں گرفتار رہے اور پکار پکار کر احد احد کہا کیے یعنے معبود میرا ایک ہی معبود میرا ایک ہی ایک روز حضرت
صدیق اکبر رضی اللہ عنہ رات کے وقت اس طرف سے گذرے اور اس ملعون کے گھر سے آواز نالہ وزاری کی آپ کے کان میں پڑی پوچھا کہ اس
گھر میں کیا ہوتا ہی اور یہہ آواز کیسی ہی لوگوں نے کہا کہ بلال نام ایک غلام ہی اسکو مارتا ہی یہہ آواز اس غلام کے رونے کی ہی حضرت صدیق
رضی اللہ عنہ کو یہہ بات سنکے نہایت رنج ہوا اور صبح کے وقت اسکے گھر میں آپ تشریف لے گئے اور اس مردود کو
نصیحت کرنا شروع کیا کہ خدا سے ڈر اور اس غلام پر اتنا ظلم ناحق مت کر اس واسطے کہ اسنے سچے دین کو قبول کیا ہی
اور اللہ تعالی کی دوستی اور رضامندی کو اختیار کیا ہی تجھکو چاہیے کہ اس غلام کو غنیمت جان اور اسکے ساتھہ احسان کر کہ آخرت میں

ف حضرت بلال کا قصہ

تیرے کام دیگا اور تجہکو اسکی نعمتی سے بچا دیگا اس مضمون [illegible] معلوم ہوا کہ سچا ہے اور اگر بالفرض آخرت ہوئی بہی تو مجہکو دنیا مین کس
چیز کی کمتی ہے کہ آخرت کی نعمتون پر جو فقط وہم اور خیال ہے فریفتہ ہوں صبر یا من دنیا مین بہی بہشت موجود ہے چنانچہ تم بہی جانتے ہو کہ کوئی چیز ایسی
نہین ہے جو میرے کارخانے مین کثرت سے موجود نہین ہے اور مضمون ان بیتون کا ادا کرتا تہا ٭ صبح تو جام سے گذرتی ہے شب دلارام سے گذرتی ہے ٭
عاقبت کی خبر کسے معلوم ٭ یہان تو آرام سے گذرتی ہے ٭ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پہر اسکو سمجہایا اور نصیحت کی کہ میرا کہا مان اور اس بیچارے مسکین پر
ظلم کرنے سے باز آ اس بدبخت نے کہا کہ اگر تمہارا دل اسپر ترس کہاتا ہے تو تم بہی مالدار ہو اور آخرت کا اعتقاد رکہتے ہو تم ہی ثواب کماؤ اور اس غلام کو مجہسے
خرید کر لو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نے کہ اس بات کی آرزو رکہتے تہے فرمایا کہ اس سے کیا بہتر ہے اسکی عوض مین جو تو طلب کرے مین دونگا اور
اسکو خرید کر لونگا اس کافر نے عاجز کرنیکو کہا کہ تم اسکو نہ خرید سکوگے اور اگر یون ہی تمہین منظور ہے اور تمہین اسکے خرید کرنے کا بڑا شوق ہے تو
اپنا غلام نسطاس رومی کہ وہ آپ کے غلامون مین سے بڑی لیاقت اور قابلیت تجارت کی رکہتا تہا اور دو ہزار دینار کے قریب پونجی جمع کی تہی اسکی
دو اور اس غلام کو یعنے بلال کو مجہسے لو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نے کہ اللہ تعالی کی رضامندی کے واسطے جان تک دینے مین عذر نہ رکہتے
تہے اس بات کو دل اور جان سے قبول کیا بلکہ چالیس اوقیہ اور اسپر زیادہ کرکے اس کافر کو دئے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو قید سے چہڑا کر اپنا
اپنے ساتہ لیکر چلے وہ کافر آپکو دیکہتا تہا اور ہنستا تہا اور اپنے مصاحبون سے کہتا تہا کہ یہہ شخص باوجود اس عقل اور دانائی کے اس معاملہ مین کیسے دہوکا کہا گیا
اور اپنا نقصان کیا ہے اور ایسے غلام قابل کو جو دو ہزار دینار کی پونجی بہی رکہتا تہا ایسے نکمے غلام کی عوض مین جو کسی کام کا نہین ہے اور ایک کوڑی
بہی پونجی نہین رکہتا ہے دیا ہے اور مین ایسے غلام کو یعنے بلال کی مانند کو ایک دانق کی عوض مین کہ درم کا چہٹا حصہ ہوتا ہے نہ خرید کرون بلکہ
مفت بہی نہ لون حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نے جو یہہ بات سنی تو فرمایا کہ اس غلام کا مرتبہ یعنے بلال رضی اللہ عنہ کا اسقدر میرے نزدیک ہے کہ
تمام زمین کی بادشاہت کی عوض مین تو بیچتا تو بہی مین سے لیتے نہ چہوڑتا پہر بلال رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور مین حاضر کیا
اور سب حال جو گذرا تہا عرض کیا کہ اسطرح سے مین نے انکو خرید کیا ہے اور آپ گواہ رہیے کہ اللہ کی رضامندی کے واسطے انکو مین نے آزاد کیا جناب رسالتمآب
صلی اللہ علیہ وسلم اس بات سے بہت خوش ہوئے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ اس سبب سے فارغ البال ہو کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت شریف بابرکت مین
رہنے لگے اور نیکبختی دونون جہان کی حاصل کی اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ابتداء اسلام سے کہ مسلمانون کی نہایت ضعیفی اور عاجزی کا وقت
تہا اپنے مال کو اللہ تعالی کی رضامندی کے واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مصارف اور حاجتمندون اور کافرون کے ہاتہ سے مسلمانون کو
چہڑا لینے مین اور سوائے اسکے دوسرے اچہے کامون مین صرف کرکے ذخیرہ آخرت کا جمع کیا تہا چنانچہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے خرید کرنے مین جو کچہہ خرچ کیا سو
ابہی معلوم ہو چکا اسیطرح سے سات شخص غلام اور لونڈی قریش کے کہ دین اسلام کو دل سے قبول کیا تہا اور انکے مالک اس سبب سے انکو ایذا دیتے
تہے خرید کرکے اللہ کی رضامندی کے واسطے آزاد کر دیا تہا چنانچہ انمین سے ایک عامر بن فہیرہ ہین کہ بنی جدعان کے غلام تہے حضرت ابوبکر صدیق
رضی اللہ عنہ نے انکو انکے مالکون سے ایک رطل بہر سونیکی عوض مین خرید کرکے آزاد کر دیا تہا اور وہ ہجرت کے سفر مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمراہی
مین مشرف تہے اور بیر معونہ کے دن شہید ہوئے اور وہ بڑے اولیاء اللہ مین سے تہے اور انہین سے ایک زبیرہ ہین کہ کمال کی نہایت کو پہنچی تہین اور درجہ
ایمان کامل انکو نصیب ہوا تہا انکو بہی انکے مالکون سے لیکر آزاد کر دیا تہا لیکن قضائے کردگار سے بعد آزاد ہونیکے انکی آنکہون مین درد ہوا اور بینائی انکی
آنکہون کی جاتی رہی انکے مالکون نے یہہ بات سنکر انکو طعن کے طور سے کہا کہ دیکہا لات اور عزی کی مار نے تجہکو کیسا اندہا کر دیا انہون نے جواب دیا کہ یہہ بات
تمہاری جہوٹی ہے لات اور عزی کو ہرگز یہہ قدرت نہین ہے کہ کسیکا کچہہ اچہا یا برا کر سکین سوائے اللہ تعالی کے وہ مالک ہے جو چاہتا ہے سو کرتا ہے
یہہ بات انکی اللہ تعالی کی جناب مین پسند ہوئی اور اسوقت انکی آنکہین اچہی ہو گئین اور جیسی بینائی تہی ویسی ہی ہو گئی اور انہی مین سے نہدیہ اور انکی بیٹی
کہ یہہ دونون ایک عورت یعنے عبدالدار کی لونڈیان تہین اور وہ عورت انکو نہایت ایذا پہنچاتی تہی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ انکے حال سے خبر پا کے اس عورت کے

پہر شرارت نہ کرینگے اور اسکو نصیحت دی کہ انکو ایذا مت دے اور جو کچھ انکی قیمت ہو مجھسے لے اس عورت نے قیمت بہت مانگی آپ نے بلا تکرار انکی قیمت موافق انکی خواہش کے اسکو ادا کی اور ان دونوں سے کہ اس عورت کے آٹا پیسنے میں مشغول تہین کہا کہ خوشخبری ہو تم کو کہ مین نے تم دونوں کو مول لیکر اللہ تعالی کی رضا کے واسطے آزاد کر دیا اب اٹہو اور آٹے کو چہوڑ دو اور میرے ساتہہ آؤ ان دونوں نے عرض کی کہ یا ابا بکر صدیق رضی اللہ عنک بہت برسوں سے ہم نے اسکے گھر مین پرورش پائی ہے اور اسکا نمک کھایا ہے اب یہہ اسکا کام ادہورا چہوڑنا مناسب نہین ہے اس آٹے کو پیس کے اسکو دیکر ہم آتے ہین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایسا انکو سنکر انپر آفرین کہی اور انکو انہیں کے کہنے کے بموجب اجازت دی اور انہین مین سے ایک عورت وہ ہے کہ بنے موئل کی مملوک تہی اور بنی موئل ایک فرقہ ہے بنی عدی سے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسوقت تک ایمان سے مشرف نہوئے تہے اس لونڈی کو اسلام لانیکے سبب سے سخت تعزیر اور تعذیب کیا کرتے تہے یہان تک کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسکو خرید کرکے آزاد کر دیا اور اسیطرح ام عبیدہ کو بہی خرید کرکے آزاد کیا تہا اور سوائے انکے جو مذکور ہوئے اور بہت بردون کو آزاد کیا ہے اور بعد ان تمام خرچ کے چالیس ہزار درم کہ سرمایہ انکے پاس باقی رہا تہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پہ اور بموجب آپ کے فرمانے کے دوسرے مسلمانوں پہ تیرہ برس کے عرصے مین صرف کیا اور چہہ ہزار درم کہ باقی رہے تہے کچہہ ہجرت کے سفر مین اور کچہہ مسجد نبوی کی زمین کے خرید کرنے مین اور کچہہ دوسرے نیک کاموں مین خرچ کیئے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہا اپنی زبان فیض ترجمان سے اس کلمہ کو ارشاد فرمایا ہے کہ مانفعنی مال احد قط ما نفعنی مال ابی بکر یعنے کسی کے مال سے مجہکو اسقدر فائدہ نہین پہنچا جسقدر ابوبکر کے مال سے مجہکو فائدہ ہوا اسواسطے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا مال اور ابوطالب اور عبدالمطلب کا مال آپ کے کہانے اور لباس مین اور صلہ رحم مین یعنے خویش اور اقربا کے دینے لینے مین اور مہمانوں کی ضیافت مین اور محتاجون کی خبرگیری مین صرف ہوا تہا اور ابوبکر رضی اللہ تعالی عنہ کا مال اسلام کی شوکت اور دبدبے کی زیادتی مین اور مسلمانوں کی خلاصی مین کافرون کے پنجے سے اور ضعیف مسلمانوں کی مدد اور دستگیری مین صرف ہوا تہا اور دونوں مصرفوں مین زمین اور آسمان کا تفاوت ہے حاصل کلام کا جسوقت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا سب مال تمام ہوا اور اللہ تعالی کی راہ مین خرچ ہو چکا اور بالکل فقیر اور محتاج ہو گئے ایک دن ایک کملی کو کرتے کی طرح گلے مین ڈالکر اسکو کانٹے سے گونتہکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مین حاضر ہوئے تہے اسوقت حضرت جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچہا کہ ابوبکر تو بڑے مالدار اور تونگر تہے یہہ کیا ہوا کہ فقیرون کی سے کپڑے پہنے بیٹہے ہین جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہون نے اپنا مال مجہپر اور دین کے واسطے خرچ کر ڈالا اور اپنے پاس کچہہ نہ رکہا حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ حق تعالی نے ابوبکر کو سلام فرمایا ہے اور پوچہا ہے کہ اس فقیری مین بہی مجہسے راضی ہے یا کچہہ رنج دلمین رکہتا ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس کلام کے سننے سے ایک عجب حالت پیدا ہوئی اور صاحب حال کی مانند بیخود ہوکر کہا مین کیونکر اپنے پروردگار سے کدورت رکہونگا اور اس کلمہ کو بار بار اپنی زبان سے کہتے تہے انا عن ربی راض انا عن ربی راض یعنی مین اپنے پروردگار سے راضی ہون مین اپنے پروردگار سے راضی ہون سو حق تعالی نے اس سورۃ مین ان دونوں حالتون کو ذکر فرمایا یعنے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا اور امیہ بن خلف کا اب سب اچہائی اور برائی کو اور دونوں کی ہمت اور کوشش نیکی اور بدی کی تحصیل مین مختلف ہونیکو انہین دونوں حالتون پر قیاس کر لیا چاہیے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَىٰ قسم کہاتا ہون مین رات کی جب چہپا لیوے اور چہا جاوے یعنے آفتاب کے نور کو چہپا لے اور سب دنیا کے نور کو تاریک کر دے اور وہ ایک نمونہ ہے بد عمل کا یعنے اسیطرح برے کام آدمی کی روح اور دل کی روشنی کو چہپا لیتی ہے اور رات چہپاؤ اور پردہ پوشی کا وقت ہے اور جو کام چہپاؤ اور پردے سے تعلق رکہتے ہین اسی وقت ہوتے ہین جیسے کوئی بد کہنا یا بہاگنا چہپ کے اور چوری کرنا یا زنا کرنا یا مکر کرنا یا جادو کرنا اور اکثر شیطانوں کے تصرف اسیوقت ہوتے ہین وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلَّىٰ اور قسم کہاتا ہون مین دن کی جب روشن ہو جاوے اور آفتاب کے نکلنے سے اور نہایا بدلی اور غبار کا نمونہ ہے نیک عمل کا روح اور دل کے روشن کرنے مین اور جو کام کہ روشنی اور بے پردگی سے علاقہ رکہتے ہین وہ اکثر اسیوقت واقع ہوتے ہین جیسے روزی طلب کرنا اور دینکا کمائی کو اور تحصیل ملاقات کے واسطے ادہر ادہر جانا اور فائدہ دینا یا لینا جیسے پڑہنا یا پڑہانا اور سکہنا یا سکہانا وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنثَىٰ

اور قسم کہاتا ہون مین اس حکمت الٰہی کی کہ پیدا کیا ہے نر اور مادہ کو اور ہر قسم کے جاندار کو تاکہ آپسمین جمع ہون یعنے جفتی کرین اور نسل بڑہے اور دودہ اور دہی اور گہی پیدا ہو
اور یہہ پیدا کرنا نر اور مادہ کا خیر اور شر کے اختلاط کا نمونہ ہے اور کمال اور نقصان کے ملنے کا نشان ہے سب موجود اور بنی آدم اور سب جاندارونکی اولاد کی زیادتی
کا سبب ہے اور اس اولاد کی کثرت سے بہتیرے فائدے متصور ہین جو ہر ہر واحد مین یعنے فقط نر یا فقط مادہ مین پیدا ہو جاتی اور برائی اور کمال کو پہنچنا اور ناقص اور نکما رہنا معہ
نسکتا تہا اور وہ مضمون جسپر یہہ تینون قسمین کہائی ہین وہ یہہ ہے **إِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتَّىٰ** تحقیق کوشش تمہاری عملون اور شغلون کی بہت مختلف اور
رنگارنگ ہے جیسے ایمان اور کفر صلاح اور فسق سخاوت اور بخل اسیطرح دوسرے عمل ہین اور آدمیون کے نیک اور بد کامون کا مختلف ہونا اسقدر کثرت سے ہے کہ اسکا شمار کوئی
نہین کرسکتا مگر اصل اور جڑ انکی تین قسم سے باہر نہین ہے پہلی نری خیر کہ کچہہ بہی ملاوٹ شر کا نہین رکہتی دوسرے نری شر جسمین کچہہ بہی بہلائی کی نہو تیسرے خیر اور شر
ملے ہوئے چنانچہ تینون قسمون مذکورہ مین انہی تین قسم کی طرف اشارہ فرمایا ہے اب جاننا چاہیے کہ عملون مین خیر محض وہ ہین جو ظاہر اور باطن مین نیک
ہون اور انکے واسطے تین شرطین ضروری ہین اول یہہ کہ صورت انکی شرع کے موافق ہو دوسرے یہہ کہ نیت خالص ہو تیسرے یہہ کہ اعتقاد صحیح اور
یقین کامل سے کیا ہو اور شر محض وہ ہین کہ تینون شرطین مذکورہ اسمین پائی نجاوین یعنے صورت اسکی خلاف شرع کے ہو اور نیت بہی بری ہو اور
بداعتقادی سے اسکو کیا ہو اور جسمین خیر اور شر ملی ہووے اسکی بہی کئی قسمین ہین ایک تو یہہ کہ صورت اسکی موافق شرع کے ہو مگر نیت فاسد ہو جیسے نماز کے
دکہلانے کے واسطے پڑہنا دوسری قسم یہہ ہے کہ صورت اسکی شرع کے خلاف ہووے مگر نیت نیک ہووے جیسے رونا پیٹنا کربلا کے شہیدون کے واسطے یا باجا
سننا تاکہ ذوق شوق حق تعالی کا زیادہ ہووے تیسرے یہہ کہ صورت اور نیت دونون درست ہون لیکن اعتقاد کی درستی سے نکیا ہو جیسے کافر کا
للہ خیرات کرنا اور ہر ایک مین ان تینون قسمون سے بہت سی قسمین ہوسکتی ہین اور بڑا لنبا چوڑا پہیلاؤ ہوسکتا ہے چنانچہ فکر کرنیوالے اور سوچنے والے
پر یہہ بات چہپی نہین ہے لیکن ان سب قسمون کا مرجع انہی تین قسمون کی طرف پہرتا ہے اور یہی تین قسمین جزا اور سزا کے اختلاف کا سبب پڑتی ہین اور ہر ایک
انہین سے علیحدہ علیحدہ یا ملکے ثواب کو یا عذاب کو چاہتی ہے چنانچہ اس اختلاف کی تفصیل مال کے خرچ کرنیکے بیان مین کہ بیان اسی اختلاف کا اس سورت مین منظور
ہے ارشاد ہوتا ہے **فَأَمَّا مَنْ أَعْطَىٰ** پہر جس کسی نے دیا اپنا مال **وَاتَّقَىٰ** اور ڈرا او کہلانے اور ستانے سے خلقت کے اور بچا گناہون اور نفس کی
خواہشون اور بدعتیون اور گنہگارون کی مدد کرنیمین خرچ کرنے سے اور بعد دینے کے بہی بچا احسان رکہنے اور بدلا چاہنے سے **وَصَدَّقَ**
بِالْحُسْنَىٰ اور سچا جانا پیغمبر کی شریعت کو اور نیک جزا کو جسکا بعد مرنیکے امیدوار ہے تو اس شخص نے ایسا کام کیا کہ سب طرح سے اچہا ہے اور برائی کا
لگاؤ بہی نہین ہے یعنے اسکا ظاہر عمل مال کا خرچ کرنا ہے اور سب دینون اور شریعتون مین بہتر ہے اور اسکا باطن کا عمل اتقا ہے یعنے بچا رہا اور جسسے کہ نیت
کی درستی ہین اور فائدے کے باقی رہنے مین کافی ہے اور اسکا اعتقاد بہی درست ہے یعنے پیغمبر کی شریعت کو سچا جانتا ہے اور نیک کام کے ثواب کا آخرت مین امیدوار
ہے اور اسی امید پر اپنے مال کو خرچ کرتا ہے تو نیک جزا کے لائق بہی ہوا چنانچہ ارشاد ہوتا ہے **فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرَىٰ** پہر جلدی
آسان کرینگے ہم اسپر راہ آسانی کی یعنے اسکو دنیا کے سب اچہے کامون کی توفیق دینگے اور ان سب عبادتون کی توفیق دینگے جو آخرت مین
اسکے کام آوین تاکہ اس توفیق کے سبب سے اسپر عبادتون کا کرنا آسان ہو جاوے اور دل اور جان سے اسمین مشغول رہے اسواسطے کہ نیک کام کا خاصہ یہہ ہے
کہ جو کوئی اسکو ہمیشہ کرتا ہے تو اسکے نفس مین ایک قوت نورانی پیدا ہوتی ہے کہ اسکے سبب سے اچہی راہ چلنا اور نیک بات کو اختیار کرنا اسپر آسان ہو جاتا ہے
بلکہ وہ ظاہری تکلیف اسکی عادت ہو جاتی ہے اور بموجب حکیمون کے قول کے کہ العادة طبيعة ثانية یعنے عادت ایک دوسری طبیعت ہے کچہہ رنج اور مشقت
اسکو اس کام کرنیمین نہین ہوتا ہے بلکہ اسکے نکرنے سے اسکے دلکو رنج ہوتا ہے پہر جب موت اسکی آتی ہے اور اس عالم سے جدا ہونیکا وقت پہنچتا ہے تو اسکو
بڑی آسانی نصیب ہوتی ہے کہ گویا قید سے چہوٹتا ہے اور بعد مرنیکے بہی منکر نکیر کا جواب اور حشر اور نشر کا ہول اور حساب کا خوف اور میزان کا دغدغہ
اور پل صراط کے آفتین کی سختی سب اسپر آسان اور ہیچ ہو جاتی ہین اور کچہہ بہی رنج اور مصیبت ان سختیون کی اسکو معلوم نہین ہوتی ہے **وَ**
أَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنَىٰ اور جس کسی نے بخل کیا اپنے مال دینے مین اور بے پروائی کی آخرت کی نعمتون سے اور اس مال کو

سبب جانا بے پروائی کا **وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى** اور جھٹلایا پیغمبر کی شریعت کو اور آخرت کی نیک جزا کو تو اس آدمی نے ایسا کام کیا کہ بڑا
برا ہی اسواسطے کہ بخل سب دینون اور مذہبون مین برا ہی اور معیوب اور بے پروائی آخرت کے ثواب سے مال کے گھمنڈ پر خیر کی نیت کو بالکل درہم برہم
کردیتی ہی اور پیغمبر کی شریعت کو جھٹلانیکے سبب سے اسکا اعتقاد فاسد ہوگیا تو کسی وجہ سے اُسکے عمل مین بہتری پائی نگئی اسواسطے کہ ظاہر عمل اُسکا
بخل ہی اور باطن عمل اسکا بے پروائی ہی مال کے گھمنڈ پر آخرت کے ثواب سے اور عقاد اُسکا شریعت کو جھوٹا جاننا ہی اور یہہ سب باتین بدین تو نتیجا بھی
اسکی بری بد ہوگی چنانچہ فرماتے ہین **فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى** پہر شتابی آسان کرینگے ہم اسپر سختی اور دشواری کی راہ کو تاکہ باطل یا بجھین
اور بدعملونمین محنتین اور مشقتین کھینچے اور رنج اُٹہاوے اور نماز کی دو رکعتین پڑہنے مین سستی کرے اور دل چراوے چنانچہ دوسری جگہہ ایسے شخصون کے
حقمین ارشاد ہوا ہی وَاِذَا قَامُوْا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى اور دوسری جگہہ پر فرمایا ہی وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ اور جب موت
ایسے لوگونکو پہنچتی ہی تو نہایت سختی اور رنج سے اس جہان سے جاتا ہی گویا باغ سے نکل کے قید خانے مین پڑا اور منکر نکیر کے سوال مین اور حشر اور نشر مین
اور حساب اور میزان مین طرح طرح کی سختیان اور عذاب دیکھتا ہی اور بعد ان سب کے دوزخ مین پڑتا ہی سب سے زیادہ عذاب ہی اعوذ باللہ منہا
اور جس مال کو جوڑ جوڑ کے رکھا تھا اس امید پر کہ سختی اور مصیبت کے وقت کام آویگا اور اُسکے سبب سے مصیبت آئی ہوئی ٹل جاویگی سو ایسے وقتمین اُس سے جدا
ہوگیا اور وارثون کے ہاتھ مین پڑا اور اُنھون نے بموجب اس مثل کے کہ مال مفت دل بے رحم لٹاکے برابر کردیا چنانچہ ارشاد ہوتا ہی **وَمَا
يُغْنِيْ عَنْهُ مَالُهٗۤ اِذَا تَرَدّٰى** اور کچھہ کام نہ آویگا مال اسکا اس سے جب ہلاک ہوگا اور قبر مین جائیگا اور سوائے دو ہاتھہ کفن کے کچھہ ساتھہ نہ
نہ لیجائیگا اب یہان پر جاننا چاہیے کہ بنی آدم کے عمل جیسا کہ قسم کے ذکر مین اشارہ ہوا ہی تین قسم کے ہین اور جزا کے بیانمین دو ہی قسمین ذکر ہوئین یعنے
نری خیر اور نری شر اور جزا اس عمل کی جو خیر اور شر سے ملا ہی کچھہ بیان نہوئی اسکی وجہ یہہ ہی کہ عاقل بعد دریافت کرنیکے ان دونون قسمونکے حکم کو اُسکے حکم کو
بھی دریافت کرلیگا اسواسطے کہ جب خیر اور شر یعنے اچھا اور برا مل جاتا ہی تو بموجب اس قول کے النتیجۃ تتبع الاخس الارذل یعنے نتیجہ خسیس اور
ذلیل کے تابع ہوتا ہی مابا پ سے یعنے ما اور باپ مین جو کمینہ اور بدخصلت ہوتا ہی بچہ اسیکی عادت سیکھتا ہی تو معلوم ہوا کہ شر کا حکم غالب ہوتا ہی اور خیر کا حکم

مغلوب جسطرح شریعت مین مقرر ہی کہ جو بچہ حلال اور حرام جانور سے مل کے پیدا ہووے تو وہ حرام ہوتا ہی جیسے خچر کہ گھوڑی اور گدہے سے مل کے پیدا ہوتا ہی
اور اسکا کہانا حرام ہی اور اسیطرح سے جو مال حلال کہ حرام مین ملکر یکسان ہوگیا جیسے اپنا دودہ غصب کے دودہ مین مل گیا یا اپنی مٹہائی غصب کے
پانیمین ملکر شربت ہوگئی تو یے سب قسمین حرام مین اُسکا کہانا کسی طرح درست نہین ہی تو اسی قیاس پر بوجہہ لیا چاہیے کہ جس عمل مین خیر اور شر جمع
ہوجائینگے وہ عمل شر کا حکم پیدا کریگا اور بہتری اُسکی مغلوب ہوجائیگی واللہ اعلم اور بعضے مفسرون نے ان تینون قسمونکی تخصیص کی وجہ مین ایسا ذکر کیا ہی
کہ جو یہان پر بنی آدم کے عملون کے اختلاف کا بیان کرنا منظور ہی تو پہلے قسم دن اور رات کی لائے کہ یہہ عملونکے مختلف ہونیکا زمانہ ہی جیسے رات چورونکی
اور رات عابدون کی اور رات زانیون کی اور رات نیکبختون کی جو اختلاف اور فرق رکھتی ہی ظاہر ہی کچھہ حاجت بیان کی نہین ہی اسیطرح دنکے کامونکا
حال ہی کہ صالحون اور فاسقون کے کامونمین تفاوت زمین اور آسمان کا ہوتا ہی اُسکے پیچھے جڑ اور بنیاد بنی آدم کی نر اور مادہ ہی کہ آپسمین اختلاف
رکھتے ہین مردون کے باطنی عمل اور ظاہری فعل اور ہمت اور رغبت اور طرح کی ہی یعنے بہت بلند ہی اور عورتون کی دوسری طرح کی یعنے پست چنانچہ
مردون کی رغبت نام اور جاہ کے حاصل کرنیمین مصروف ہی اور عورتون کی رغبت پوشاک اور زیور سے آراستہ ہونیمین تو قسم ان دونون اصل کی ہی یاد فرمائی
یعنے نر اور مادہ کے اختلاف کی تاکہ بنی آدم کے عملون اور ارادون کے اختلاف کی دلیل ہو اسواسطے کہ اصل کا حکم فرع پر جاری ہی جیسا کہ کہا گیا ہی کہ الولد سر لابیہ
یعنے بیٹا بھید ہی اپنے باپ کا اور حضرت امیر خسرو قدس سرہ فرماتے ہین ؎ در جوانمردی و مردی ہر کہ کارے پیش برد ٭ نا جوانمردی بود کہ بر زبان
آرد سخن ٭ آنکہ او کرد و نگفت او را شمر مرد تمام ٭ وانکہ او کرد و بگفت او زن بود سے ہیچ ظن ٭ آنکہ نی کرد و نگفت آن زمان خر نیم مرد ٭ وانکہ ناکرد
بگفت او مخوان جز نیم زن ٭ یعنے اگر کسی نے کوئی کام اچھا جوانمردیکا کیا اسکا زبان پر لانا نامردی ہی پہر جسنے کیا اور نکہا وہ تو پورا مرد ہی اور جسنے کیا اور کہا

وہ سب شب جو عورت ہے اور جسنے نہ کیا اور نہ کہا وہ آدھا مرد ہے اور جسنے نہ کیا اور کہا وہ آدھی عورت ہے اور زمانے کا علم بھی اکثر زمانے والوں پر طاری ہوتا ہے چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ الناس بزمانہم اشبہ منہم بآبائہم یعنے اکثر آدمی اپنے زمانہ میں آپسمین ایک دوسرے سے بہت مشابہ ہوتے ہیں بہ نسبت اسکے کہ باوجود ایک باپ سے پیدا ہونیکے آپسمین مشابہ ہوں کہ آدمی اپنے زمانہ کے آدمیوں سے بہت مشابہ ہوتے ہیں چال ڈھال میں اپنے باپ دادوں سے اور حدیث شریف میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے وارد ہے کہ آپنے کہا ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک شخص کے جنازہ کے ساتھ گئے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قبر کے تیار ہونیکے انتظار میں بیٹھ گئے اور ہم سب آپکے گرداگرد بیٹھ گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان فیض ترجمان سے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص نہیں ہے مگر اسکا مکان اللہ تعالی کے علم میں مقرر ہے بہشت میں ہو یا دوزخ میں اور لوح محفوظ میں لکھ چکا ہے اور تغیر اور تبدیل یعنے مٹنا مٹانا اسکا کسیطور سے ممکن نہیں ہے ہمنے کہا یا رسول اللہ اگر یہی بات ہے تو تقدیر پر بھروسہ کر کے کیوں نہ بیٹھ رہیں اور عمل کو کیوں نہ چھوڑ دیں اسواسطے کہ جب بات ایسی ہوئی کہ جو لکھا ہے وہی ہوتا ہے اسکا خلاف کسیطرح سے ممکن نہیں ہے تو عمل کرنا بے فائدہ ہے جو کچھ ہونا ہے سو ہوگا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمل کیے جاؤ اسواسطے کہ ہر شخص کو توفیق اسی کام کی دی جاتی ہے جسکے واسطے وہ پیدا کیا گیا ہے سو اگر اسکو نیکبخت پیدا کیا ہے تو کام بھی نیکبختوں کے اس سے کراتے ہیں اور اگر بدبخت پیدا کیا ہے تو کام بھی بدبختوں کے اس سے کراتے ہیں سو جس طرح سے کہ مکان ہر شخص کا بہشت میں مقرر ہے یا دوزخ میں اسیطرح عمل بھی نیک اور بد ہر شخص کے واسطے مقرر ہو رہے ہیں پھر اس آیت کو آخر تک آپنے پڑھا کہ **فاما من اعطے واتقی** لیکن اس مقام پر پہنچنے سے اس آیت کے معنے دوسرے طور سمجھے جاتے ہیں یعنے اللہ تعالے کے علم میں تمہارے کام مختلف اور رنگا رنگ ہیں کیونکہ کسیکو بھلا اور کسی کو برا تقدیر میں لکھا ہے اور اسی سرنوشت کے موافق ہر ایک سے بھلائی اور برائی دنیا میں ہوتی ہے تو مراد **اعطے وصدق بالحسنے** سے یہ ہے کہ اللہ تعالے کے علم میں یہ عمل اسکے مقدر ہیں خواہ مخواہ کریگا اور مراد **فسنیسرہ للیسرے** سے یہ ہے کہ ان کاموں کی توفیق دنیا میں ضرور پاویگا۔ حاصل کلام کا یہ ہے کہ عملوں کو جس مرتبے میں لحاظ کیجیے خواہ علم الہی میں خواہ دنیا کے پائے جانے میں ہر طرح سے ایک ثمرہ رکھتے ہیں اسواسطے کہ عمل خیر اور شر کے علم الہی میں مقدر ہیں اور ثمرہ انکا حاصل ہونا توفیق کا ہے خیر میں اور حاصل ہونا خذلان اور رسوائی کا ہے شر میں دنیا کے پائے جانے میں اسواسطے کہ دنیا سایہ ہے تقدیر کے عالم کا اور دنیا کی نسبت تقدیر کے عالم سے ایسی ہے جیسے ڈھلی ہوئی چیز کی نسبت اسکے سانچے سے ہوتی ہے کہ اس سانچے سے وہ چیز کم اور زیادہ نہیں ہو سکتی اور اگر انہی عملوں کو صادر ہونے اور کرنیکے بعد ملاحظہ کیجیے تو انکا پھل جزا ہے آخرت کی اسواسطے کہ آخرت اس کھیتی کے کاٹنے کا وقت ہے جو دنیا میں بو گئے تھے جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے ؎ از مکافات عمل غافل مشو ۔ گندم از گندم بروید جو ز جو ۔ اینچنین گفتہ است پیر معنوی ۔ کای برادر ہرچہ کاری بدروی ۔ یعنے عمل کے بدلے سے غافل نہ ہو گیہوں بونے سے گیہوں پیدا ہوتے ہیں اور جو سے جو ایسا کہا ہے پیر معنوی نے کہ اے بھائی جو کچھ بوؤگے وہی کاٹوگے اور جو اس مسئلہ میں اسباب کا شبہ ہے اگر نیکی اور بدی کی توفیق جناب الہی کی طرف سے ہے تو کسواسطے سبکو توفیق نیکی کی نہیں دیتے ہیں اور بدی سے زبردستی کیوں نہیں روکتے ہیں تا کہ سب آدمی آسانی کی اچھی راہ چلیں اور کوئی شخص سختی اور برائی نہ دیکھے تو اس شبہ کے جواب میں دو مقدمے ارشاد ہوتے ہیں پہلا یہ ہے کہ **ان علینا للہدی** بیشک ہمارے ذمے ہے راہ دکھلانا اور پہنچانا نیکی یا بدی کی طرف اور اس ہدایت کو سبکے ساتھ مصروف کیا ہے ہمنے کئی واسطوں سے پہلے تو حواس خمسہ ظاہری کہ سمع اور بصر اور شم اور ذوق اور لمس ہیں اور حواس خمسہ باطنی کہ حس مشترک اور خیال اور وہم اور حافظہ اور متصرفہ ہیں اور قوت عقلیہ کہ جسکے سبب سے اچھائی اور برائی میں فرق اور تمیز کرتے ہیں ہر شخص کو دئے ہیں پھر بعد اسکے رسولوں کے بھیجنے سے اور کتابوں کے اتارنے سے اور شریعتوں اور حکموں کے بیان کرنے سے اور بہشت کی نعمتیں اور دوزخ کی سختیاں ذکر کرنے سے اور مرشدوں اور نصیحت کرنیوالوں کو مقرر کرنے سے اور ہوشیاری اور سمجھ کے اسباب پیدا کرنے سے سبکو سیدھی اور ٹیڑھی راہ میں جدائی اور فرق بتلا دیا ہمنے اب بعد ان سب باتوں کے نیک راہ پر زبردستی چلانا اور بد راہ سے زور سے روکنا ہمارا ذمہ نہیں ہے بلکہ ان دونوں راہوں میں سے ایک راہ کو اختیار کرنا اور اسپر چلنا بنی آدم مکلف یعنے عاقل بالغ کے ارادے اور قصد پر وابستہ اور حوالہ کیا ہے ہمنے کہ ان دونوں میں سے

جو چاہے اختیار کرے اور اگر ایسا نہو تو آزمایش اور اختیار ثابت نہووے اور فرمان بردار اور گنہگار مین کچہہ فرق اور جدائی نرہے اس واسطے کہ اس صورتین ہی
راہ چلنے مین سب مجبور اور بے اختیار ہوجاتے اور نیکبخت کی بدبخت اور گمراہ پر کچہہ زیادتی اور بہتری نہوتی بلکہ ہدایت اور گمراہی کے معنے بہی بوجہہ بجا
اور آدمی بہی آسمان اور ستارون اور ہوا اور خاک اور پانی اور آگ کی طرح چار اور ناچار قید اور بے بسی مین رہتا اور انسان کی پیدایش کے خاصے جو اینجنون
مین بالکل جدائی اور امتیاز سب مخلوقات سے چاہتے ہین سب معطل اور بے کار ہوجاتے اور کیا نہ کیا برابر ہوجاتا اور دوسرا مقدمہ یہہ ہے کہ وَإِنَّ
لَنَا لَلْآخِرَةَ وَالْأُولَىٰ اور بیشک ہمارے واسطے ہے اور ہمارے ہی تصرف مین ہے آخرت کا عالم اور دنیا کا عالم سو جو کوئی چاہے آخرت
چاہتا ہی اسکو ہم آخرت دیتے ہین اور جو کوئی دنیا مانگتا ہے اُسکو ہم دنیا دیتے ہین اور جو کوئی ان دونونکو طلب کرتا ہے تو ہم دونون دیکر اسکو سرفراز کرتے ہین اور
اگر سبکو زبردستی اور زور سے آخرت ہی کی راہ مین چلاتے تو دنیا کا کارخانہ خراب اور بیقید ہوجاتا اور زیبایشین اور بناوٹین دنیا کی نیست اور نابود رہتین اور
کوئی شخص دنیا کے حاصل کرنیکی خواہش نکرتا سو دونون جہان کے آباد کرنیکے واسطے خواہشین اور ارادے بنی آدم کے بہانت بہانت کے تئے بہنے اور ہر شخص
کے دلمین محبت اور خواہش ایک کام کی جو کسی ایک کے دونون جہانون کی آبادی مین درکار اور مطلوب ہے ڈالی ہے ونعم ما قیل یعنے کیا اچہی بات کہی ہے
کسی شاعر نے ۵ ہر کسی را بہر کاری ساختند ۰ میل او را در دلش انداختند ۰ یعنے ہر کسیکو ایک کام کے لیئے پیدا کیا ہے اور اس کام کی رغبت اُسکے دلمین ڈالدی ہے
اور جو فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْعُسْرَىٰ کی لفظ مین اُن سختیون کا بیان جو بدکارونکو درپیش ہین مجمل یعنے گول گول مذکور ہوچکا تہا اب ان سختیون مین سے جو بہت سخت اور
بری ہے اُسکو ذکر کرکے ڈراتے ہین فَأَنذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظَّىٰ پہر ڈر ساتے ہین ہم تمکو بہڑکتی آگ سے جسکی لپک دو سو برس کی راہ سے
کافرکو اپنے اندر کہینچ لیگی اور وہ آگ خاص ہے کافرون کے واسطے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے لَا يَصْلَاهَا إِلَّا الْأَشْقَى نہ پہنچیگا اسمین مگر بڑا
بدبخت کہ وہ کافر ہے اب یہان پر جاننا چاہیئے کہ بدبختی کئی قسم کی ہوتی ہے کسی کو دنیا کے ظاہر کامون مین بدبخت کرتے ہین کہ بدن اُسکا سخت بیماریون
مین گرفتار رہتا ہے اور ہر کسب اور دہندے مین مال پیدا کرنے سے محروم رہتا ہے یہان تک کہ آدمیون کی نظرون سے گرپڑتا ہے اور سب کے
نزدیک ذلیل اور بیقدر ہوجاتا ہے اور کسی کو آخرت کے کامون مین بدبخت اور بے نصیب کرتے ہین اور اُسکے بہت مرتبے ہین کسی کو گناہ صغیرہ کے اصرار
پر اور عبادت مین سستی کرنے پر مبتلا کرتے ہین اور کسی کو گناہ کبیرہ کا مرتکب کرکے توبہ کی توفیق سے دور رکہتے ہین اور کسیکو شرک اور کفر مین کہ پچہلے
درجے کی بدبختی کے مرتبے ہین گرفتار کرتے ہین پہر جو دنیا کے کام ایک دن نیست اور نابود ہونیوالے ہین تو یہان کی بدبختی چندان اعتبار نہین رکہتی ہے
حقیقت مین بدبخت عنداللہ وہ شخص ہے جو آخرت کے کامون مین بدبخت ہے اسمین بہی دو قسم ہین ایک اس قسم کے بدبخت ہین کہ سختیونکے دیکہنے اور عذاب کے
چکہنے سے عالم برزخ مین اور حشر اور نشر کا ہول اور حساب و میزان کا رنج اور مشقت کہینچنے سے قیامت کے میدان مین اور انبیا اور اولیا کی شفاعت سے
اُنکی بدبختی بالکل جاتی رہیگی جیسے گنہگار صغیرہ پر اصرار کرنے والے اور کبیرہ کرکے بے توبہ مرنے والے اور دوسری قسم کے وہ بدبخت ہین جنکی بدبختی
ہرگز اُنسے جدا ہونیوالی نہین ہے جیسے کافر اور مشرک کہ کسی کی شفاعت اُنکے حق مین کام نہ آویگی اور قبول نہوگی سو جو پہلی قسم مین مبتلا ہین
وہ شقی ہین اور جو دوسری قسم کے گرفتار ہین وے اشقی ہین اسواسطے اشقی کی تفسیر مین پہلا ارشاد ہوا الَّذِي كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ یعنے سب
بدبختون سے بڑا بدبخت وہ ہے جسنے دین کو جہٹلایا اور اللہ تعالی کے حکم سے منہ کو موڑا اور یہہ تفسیر مطابق نہین ہوتی مگر کافر پر اسواسطے کہ مسلمان کتنا ہی بڑا
گناہ کرے لیکن دین کی تصدیق مین اُسکی کچہہ فرق نہین آتا یعنے دین اسلام کو ہرگز جہوٹا نہین جانتا اور اللہ تعالی کے حکم کی قبول کرنے سے کبہی منہ
نہین موڑتا یعنے یہہ نہین کہتا ہے کہ یہہ حکم جہوٹے ہین بلکہ یہی کہتا ہے کہ یے برحق ہین مگر نفس کی شامت سے مجہسے ہو نہین سکتے اب یہان باقی
رہا ایک سوال اور وہ سوال یہہ ہے کہ جب اشقی سے مراد کافر ہوا تو آگ مین جانیکا انحصار کافر ہی کے واسطے ہونا اسکے کیا معنے ہونگے اسواسطے کہ
گنہگار ایماندار کا آگ مین جانا اُسکے گناہ کی قدر ثابت ہے اُسکا جواب یہہ ہے کہ پہلے بیان ہوچکا ہے کہ یہان وہ آگ مراد ہے جسکی لپک دو سو برس کی راہ
سے کافرونکو کہینچ لیگی اور یہہ آگ خاص ہے کافرونکے واسطے اور مومن گنہگار اگرچہ بقدر گناہ کے آگ مین رہیگا لیکن وہ آگ اور ہے یہہ آگ نہین ہے

جو کافرون کے واسطے خاص ہی تو اس صورت مین حصر درست ہو گیا اور بعضے مفسرون نے اس شبہ کے جواب مین ایسا کہا ہی جو کہ مسلمان گنہگار کا دوزخ مین جانا چند تھوڑی
یعنے گہری کی اور ادب دینے کے طور پر ہوگا تو گویا آگ مین جانا نہوا آگ مین جانا وہ ہی جسکے بعد کبہی نکلنا نہو ایسا جانا خاص ہی کافرون کیواسطے تو حصر سے اسطرح
کا داخل ہونا مراد ہی نہ مطلق داخل ہونا چنانچہ بولتے ہین کہ کوئی نہ لڑا مگر زید اور غنیمت نپائی مگر عمرو نے یعنے لڑنا جیسا چاہیئے ویسا کوئی نہ لڑا مگر زید اور غنیمت
کا مال بہت کسی نے نپایا مگر عمرو نے اور جو اگلی آیت مین سیجنبہا الاتقی کی لفظ وارد ہی حصر کا حرف مذکور نہین ہی تو وہان یہہ شبہہ ہی نہین وارد ہوتا ہی
اور وہ جو بعضون نے کہا ہی کہ جب نارا تلظی کی لفظ سے خاص آگ مراد ہوئی جو کافرون کے نصیب ہی تو اس آگ سے دور رہنے مین سب ایماندار شریک ہین
خاص اتقی کی تعریف بوجہی نگئی اسکے جواب مین ہم کہتے ہین کہ اس آگ سے دور رہنا بہی بہت طرحون سے ہوتا ہی سو انتہا دوری اتقی کے واسطے ہی اور دوسرے
مومنونکو وہ دوری حاصل نہین ہی اور یہہ بہی احتمال ہی کہ سیجنبہا کی ضمیر آگ مطلق کی طرف پہرتی ہو آگ مقید مذکور کے قرینے سے یعنے جب اس آگ کا جو
کافرون کے واسطے خاص ہی ذکر ہوا تو مطلق آگ بہی اُسمین پائی گئی تو اس مطلق کی طرف ضمیر پہر سکتی ہی اور اس صورت مین متقیون کی تعریف بہی
نکل آئی یعنے اس آگ سے بالکل بچ جاوینگے **وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى** اور نزدیک ہی کہ دور رکہا جاویگا اس آگ سے جو بڑا متقی ہی اور اہل شرع
کی اصطلاح مین تقوی اُسے کہتے ہین جو کفر سے اور گناہ کبیرہ اور صغیرہ سے بچا رہے اور اگر کبہی کوئی گناہ اس سے ہو جاوے تو اس سے اسیوقت نادم ہو توبہ اور
استغفار کرے تا کہ اس گناہ کا اثر اور نشان دلپر باقی نرہے اور گناہ دلمین گہر کرنے نپاوے اور اتقی کا مرتبہ اس سے بہی بڑہکر ہی یعنے شریعت
اور طریقت کے آداب کو بہی نچہوڑے اور گناہ کا خطرہ اور بُری نیت کا خیال بہی دلمین نہ آنے دے اور اپنے ظاہر اور باطن کو ایکسان
رکہے سو یہہ باتین بہت نادر اور کمیاب ہین اللہ تعالی جسکو اپنے کرم اور فضل سے یہہ رتبہ نصیب کرے اُسیکو ملتا ہی اور اس جگہہ اتقی سے
سب مفسرون کے نزدیک مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ ہین اور یہہ سورت انہین کی شان مین نازل ہوئی ہی جیسے اشقی سے
اُمیہ بن خلف مراد ہی کہ کفر کی شقاوت اور سچی کو بخل اور دوسرے گناہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی ایذا کے ساتھہ جمع کرکے اشقی کے
مرتبے کو پہنچا تہا اور اہل سنت اور جماعت نے حضرت ابوبکر صدیق رض کی خصلت اور بزرگی سب امت پر بعد پیغمبرون صلی اللہ علیہم وسلم کے سب اور نہین
سب مسلمانون سے علیحدہ ہوتے ہین نکالی ہی اور یہی آیت اسکی دلیل ہی اور تقریر اس دلیل کی اسطرح پر ہی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کو حق تعالے
نے اتقی فرمایا ہی اور دوسری آیت مین فرمایا ہی کہ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ یعنے بیشک بڑا بزرگ تم مین سے اللہ تعالی کے نزدیک وہ ہی جو بڑا
متقی ہی تو ان دونون آیتون مین توفیق دینے سے ایسا ثابت ہوا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آدمیون مین بڑے بزرگ ہین اللہ تعالی کے نزدیک اور
یہی معنے ہین فضیلت کے اور تفضیلی لوگ کہتے ہین کہ یہان پر اتقی سے متقی مراد ہی نہ یہہ کہ جو سب سے زیادہ ہو تقوی مین وہ مراد ہو اسواسطے کہ حضرت
ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بلاشبہ کمتر تہے تو ان معنون سے اُنپر اتقی ہونا ثابت نہوا بلکہ یہہ لفظ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ
وسلم پر البتہ صادق ہوتی ہی اور جب اتقی تقی کے معنون مین ہوا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کا افضل ہونا سب امت پر ثابت نہوا اور اہل سنت انکے جواب مین
کہتے ہین کہ اتقی کو تقی کے معنون مین کہنا عربی لغت کے خلاف ہی اور اللہ تعالی کے کلام کو کہ ٹہیٹ عربی ہی ایسے معنون پر ڈہالنا جو عرب کے محاورے کے
خلاف ہو درست نہین ہی اور جو ضرورت کہ ان معنون کے مراد لینے مین بیان کرتے ہین وہ مردود ہی کیونکہ کلام دوسرے آدمیون مین نہ پیغمبرون مین ہی اسواسطے
کہ شریعت کے قاعدون سے معلوم ہو چکا ہی کہ سب پیغمبر بزرگی اور مرتبے مین اللہ تعالی کے نزدیک سب سے بڑے ہین پیغمبرونکو دوسرے آدمیون پر اور دوسرے آدمیونکو
پیغمبرون پر کسی امر مین قیاس نکیا چاہیئے اسواسطے کہ ایسے لفظون کے بولنے سے بزرگی اور بڑائی کے مقام پر عرف شرعی مین امت ہی مراد ہوتے ہین
پیغمبر ہرگز اس سے مراد نہین ہوتے اور عرف کی تخصیص فرک کی تخصیص سے قوی ہوتی ہی جیسا کہ اگر کوئی شخص کہے کہ گیہون کی روٹی دوسری روٹیون سے اچہی ہوتی
ہی تو اس کلام سے یہہ پوچہا جائیگا کہ بادام کی روٹی سے بہی بہتر ہوتی ہی باوجود یہ بات کے کہ بادام کی بہی روٹی ہوتی ہی لیکن وہ اس کلام سے عرف
مین خارج ہی اسواسطے کہ اس کلام کے بولنے سے وہ روٹی مراد ہی جو غلے سے ہو نہ وہ روٹی جو میوے سے بنی ہو اور بعضے اہل سنت اور جماعت کے

ف — متقی کی تعریف

ف — حضرت ابوبکر صدیق کی فضیلت سب پر ثابت ہونے کا بیان

ف — تفضیلی لوگون کا اعتراض اور اسکا جواب

بزرگون سے

بزرگون سے سُنا گیا ہی کہ فرماتے تھے کہ اتقی یہان پر اپنے اصل معنی تفضیل پر ہی یعنے وہ شخص کہ تقوی مین زیادہ ہو اپنے سوا کل پر خواہ پیغمبر ہون خواہ غیر لیکن
یہہ خاص اُن لوگون کی نسبت سے ہی جو زندہ ہین تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آخر عمر مین بعد رحلت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ آپکی خلافت کا زمانہ تھا
اس کلمے کے مصداق ہو سکتے ہین یعنے اتقی کا لفظ اُسوقت اُنپر صادق آتا ہی اور حضرت عیسی علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام جو زمین پر نہین ہین بلکہ آسمان
مین تو دنیا والون کے نزدیک مُردے کا حکم رکھتے ہین اور اتقی کو یہہ لازم نہین ہی کہ ہر وقت اور ہر شخص کی نسبت سے زندہ ہو یا مُردہ تقوی مین زیادہ ہو اور اگر
ایسا ہو تو کسیکو متقی کہنا بھی درست نہو اسواسطے کہ لڑکپن مین تقوی ہو نہین سکتا ہی اور ہر منصب اور ہر مرتبے کو جو شرع مین مجوز ہین اُنسب مین
آخر عمر کا اعتبار ہی جیسے صالح ہونا یا غوث ہونا یا قطب ہونا یا ولی ہونا یا نبی ہونا اسیواسطے جو شخص کہ اپنی عمر مین اُن مرتبون کو پہنچے ہین اُنکو بھی انہین القاب
سے ذکر کرتے ہین اگرچہ لڑکپن مین اور جوانی مین انکو یہہ مرتبہ حاصل نہوا تھا تو معلوم ہوا کہ اتقی اُسیکو کہتے ہین جو اپنی آخر عمر مین کہ وہی علو کے اعتبار کا وقت ہی
اپنے زمانیکے لوگون سے جو زندہ ہین افضل ہو اور تقوی مین زیادہ ہو الغرض اس تقریر سے اپنا مطلب ثابت ہوا بغیر تکلف اور تاویل کے اور جو دوزخ کی آگ سے
دور رکھنے مین ابوبکر کو اتقی فرمایا ہی تو ثواب کے عمل اُنکے جو اس سورۃ کے اترنیکے وقت درگاہ الٰہی مین مقبول ہو چکے تھے یاد فرماتے ہین کہ **الذی یوتی مالہ**
یعنے وہ تقوی والا اور ڈرنیوالا کہ اپنے مال کو دیتا ہی اللہ کی راہ مین چنانچہ بلال سے شخص کو اور سوائے اُسکے دوسرے غلام اور لونڈیون کو
کہ اسلام لائے تھے اور اس اسلام لانیکے سبب سے اُنکے مالک انکو ایذا دیتے تھے اور طرح طرح کی تکلیفین پہنچاتے تھے اِن سبکو اُن کافرون سے مول لیکر
آزاد کردیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کام مین اور ہجرت کے سفر کے سامان مین اور مسجد نبوی کی زمین کے خرید کرنے مین اپنے مال کو خرچ کیا اور غرض
اُسکی اُس مال کے خرچ کرنے سے یہہ ہی کہ **یتزکی** کہ اپنے تئین پاک کرے اور ہر دم مال کے دینے مین اس نیت سے ترقی کرتا ہی اور اُسکا کمال بنے پودے
کی طرح سے کہ پانی اور ہوا کے پہنچنے سے بڑہتا ہی روز بروز زیادہ ہوتا جاتا ہی اسواسطے کہ زکوۃ کی لفظ مین دو معنے پائے جاتے ہین ایک طہارت اور دوسرے
زیادتی اور یہہ دونون باتین اسکو حاصل ہین **وما لاحد عندہ من نعمۃ تجزی** اور نہین ہی اُسپر کسیکا احسان کہ اس مال کے
دینے سے اسکا عوض اور بدلا کیا جاوے ہر چند کہ مال کا دینا احسان اور سلوک کے بدلے مین بھی نیک ہی لیکن جو اسمین اپنا نام بھی منظور ہوتا ہی تو کمال خلوص
کے مرتبے کو نہین پہنچتا ہی اور حدیث صحیح مین وارد ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ کسیکا سلوک اور احسان مجھپر ایسا نہین ہی جسکا عوض اور
بدلا دنیا مین مین نے اُسکے ساتھ نکیا ہو سوائے ابوبکر کے کہ اُسکے احسان اور سلوک کا عوض مینے نہین کیا اسکا عوض اللہ تعالی اسکو قیامت کے
دن عنایت فرماویگا اسی جگہہ سے ثواب کا اندازہ اور مرتبہ کا کمال حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا بوجھا چاہیے کہ کسقدر ہی **ذلک فضل اللہ یوتیہ
من یشاء** اسپر بھی اگر کسیکو انکے مرتبہ مین شک و شبہ باقی رہے تو یہہ سمجھے کہ ایمان کے آفتاب کا پرتو بلکہ پرچھاون بھی اُسکے دلپر نہین پڑا ہے ؎ گر نبیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ ؎ اور دوسری صحیح حدیث مین آیا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی دن پہلے اپنی وفات سے خطبہ پڑہا اور اُسمین تعریف حضرت ابوبکر
صدیق رضی اللہ عنہ کی بہت ارشاد فرمائی اُسمین سے یہہ بھی فرمایا کہ کسی کا احسان مال کا اور سلوک اور حق الخدمت بدن کا اور جان کا مجھپر اس قدر نہین
ہی جسقدر ابوبکر کا ہی اپنی بیٹی میرے نکاح مین دی اور مجھسے مہر نہ لیا اور بلال کو اپنے خاص مال سے مول لیکر آزاد کیا اور مکے
سے مدینے کو ہجرت کے سفر مین سب اسباب زاد اور راحلہ کا درست کرکے مجھکو پہنچایا اور اپنی جان اور مال سے ہمیشہ میری
غمخواری کرتا رہا سو اب سب کے دروازے مسجد کی طرف سے بند کردو سوائے ابوبکر کے دروازے کے کہ اسکو کہلا رہنے دو
اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کمال کا مرتبہ اس سے زیادہ کیا ہوگا کہ علام الغیوب خود آپکے اخلاص پر گواہی دیتا ہی
اور اپنے کلام پاک مین فرماتا ہے کہ وہ یہہ کام نہین کرتا **الا ابتغاء وجہ ربہ الاعلی** مگر واسطے
چاہنے رضامندی اپنے پروردگار کے جو سب بڑون سے بڑا اور بزرگ ہی اور کسی طرح کی نفسانیت اس خرچ کرنے مین
اسکو منظور نہین ہی بلکہ ثواب کا لالچ اور عذاب سے دوری بھی اس دینے مین اسے مقصود نہین ہی چنانچہ حدیث صحیح مین آیا ہی کہ جیسا

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لیے تہا غلامون اور لونڈیون کو جو اسلام لائے تھے بڑی بڑی قیمتون سے خرید کرکے آزاد کیا ابو قحافہ جو آپ کے باپ تھے یہہ بات کہنی شروع کیا کہ اگر تمکو لونڈی غلامون کا آزاد کرنا ہی منظور تھا تو اچھے چست اور چالاک جو سب کام کے قابل ہوتے اور تمہارے ہر کام مین مدد کرتے انکو لیکر آزاد کیا ہوتا تو کچہہ فائدہ بہی تہا ایسے لونڈی غلامونکو جو کسی کام کے نہین مین مول لیکر آزاد کرنا اور پہر آزاد کرنے کے بعد انکے کہانے کپڑے کا بہی ذمہ دار ہونا اس سے کیا فائدہ ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے باپکے جواب مین یہی کہا کہ اس کام سے مجھکو صرف اللہ تعالی کی رضامندی منظور ہے اسکے سوائے کوئی دوسری چیز منظور نہین ہے اور جامع عبد الرزاق مین صحیح طریق سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی کا مال مسلمانون مین سے میرے ایسا کام نہین آیا جیسا ابوبکر کا مال میری ضرورت پر کام آیا راوی کہتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مال کو اسطرح سے صرف کرتے تہے جیسے کوئی اپنا مال خرچ کرتا ہے اور کسی طرح کی جدائی اور فرق اپنے اور ابوبکر کے مال مین نہین جانتے تہے اور ابن ماجہ کی سنن مین مذکور ہے کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی کے مال سے مجھکو اسقدر نفع نہین ہوا جسقدر ابوبکر کے مال سے مجھکو نفع ہوا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وہان پر حاضر تہے گریہ اور زاری کرکے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مین بہی آپکا ہون اور میرا مال بہی آپکا ہی اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بہی اس قصے کو روایت کیا ہے اور بڑے کمال کے مرتبے پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی یہہ بات دلالت کرتی ہے کہ حق تعالی نے جسطرح سے اپنے پیغمبر کی دلجوئی اور خاطرداری کیواسطے والضحی کی سورت مین وعدہ فرمایا ہے کہ **ولسوف يعطيك ربك فترضى** اسی طرح سے اس سورت مین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے واسطے وعدہ فرمایا ہے کہ **ولسوف يرضى** اور یقین ہے کہ ابوبکر راضی ہوگا حق تعالی سے یا حق تعالی جل شانہ ابوبکر سے راضی ہوگا اسواسطے کہ **يرضى** مین جو ضمیر ہے وہ دو احتمال رکہتی ہے ایک احتمال یہہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف پہرے دوسرا احتمال یہہ ہے کہ حق تعالی کی طرف پہرے لیکن دونون صورتون مین اپنا مطلب حاصل ہے **ولنعم ما قيل** یعنے کیا اچھی بات کہی ہے کسی شاعر نے ؎ بخت اگر مدد کند دامنش آورم بکف ٭ گر بکشم زہی طرب ور بکشد زہی شرف یعنے اگر اپنے نصیب کی مدد سے معشوق کا دامن ہاتہہ مین آوے پہر اگر مین اسکو کہینچون تو زہے نصیب میرے اور اگر وہ کہینچے تو زہے بزرگی اپنی اور حضرت جابر بن عبد اللہ سے مروی ہی کہ کہا ہی انہون نے کہ مین اور بہت سے مہاجر اور انصار ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے کے پاس حاضر تہے اور لوگونکی فضیلت اور بزرگیان آپسمین بیان کررہے تہے کہ فلانا اس رتبہ کا ہی اور فلانا اس رتبہ کا اور اسی گفتگو مین آوازین ہماری بلند ہومین جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم دولتخانہ مبارک سے تشریف شریف باہر لائے اور ہم لوگون کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ کس شغل مین مشغول ہو ہمنے عرض کیا کہ بعضے لوگون کی بزرگیان بیان کرتے ہین تب آپنے اپنی زبان مبارک سے ارشاد فرمایا کہ اگر اسطرح کا ذکر ہے تو خبردار ابوبکر پر کسی کو بزرگ مت جانیو اسواسطے کہ وہ افضل ہے تم سب کا دنیا اور آخرت مین اور ابو درداء سے دارقطنی مین صحیح سند سے روایت آئی ہی کہ کہا ابو درداء نے ایک روز مین آگے آگے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے رستے مین جاتا تہا کہ یکایک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رستے مین مل گئے اور فرمایا کہ کیا تو اس شخص کے آگے آگے چلتا ہے جو دنیا اور آخرت مین تجہسے بہتر ہے قسم ہے خدا کی کہ آفتاب طلوع اور غروب نہین کیا ہے کسی پر بعد انبیا اور مرسلین کے کہ وہ بہتر ہو ابوبکر سے اور ابن السمان کتاب الموافقہ مین حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے صحیح سند سے روایت کرتا ہے کہ وہی اپنے والد بزرگوار امام باقر سے اور وے اپنے والد بزرگوار امام زین العابدین سے اور وے اپنے والد ماجد جناب سید الشہداء حضرت امام حسین سے اور وہ حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ تعالی عنہم سے روایت کرتے ہین کہ آپ فرماتے تہے کہ مینے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہی کہ آفتاب طلوع اور غروب نہین کیا ہی کسی پر بعد پیغمبرون اور رسولون کے کہ بہتر ہو ابوبکر سے اور حافظ بغدادی خطیب جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے کہ مین ایکدن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر تہا کہ آپنے ارشاد فرمایا کہ اسوقت ایک شخص ایسا آتا ہی کہ حق تعالی نے میرے بعد اس سے بہتر کسیکو پیدا نہین کیا اور اسکی شفاعت قیامت کے پیغمبرون کی شفاعت کے مانند ہوگی جابر کہتے ہین کہ کچہہ دیر نگذری تہی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اٹہے اور انکی پیشانی پر بوسہ دیا اور بغلگیر ہوکر ایکساعت انست حاصل کی یہہ بات سے

معلوم ہوا اسیطرح سے رضامندی حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت کی شفاعت مین منحصر ہے اسیطرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بہی رضامندی اُمّت کی شفاعت مین ہے اسواسطے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رضا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا مین فانی تہی اور بس واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

سورۃ الضحیٰ

والضحیٰ کی صورت مکی ہے اسمین گیارہ آیتین اور چالیس کلمے اور ایک سو بانوے حرف ہین[۱۹۲] اور اسکو سورۂ والضحیٰ اسواسطے کہتے ہین کہ اس سورت مین اول قسم ضحیٰ کی کہائی ہے اور ضحیٰ کے معنے دن چڑہنے کا وقت اور آفتاب بلند ہونیکا وقت ہے اور اُسوقت کا ہر روز مین رات کے اندہیرے کے بعد آنا وحی بار بار آنیکی دلیل ہے اور اس سورت کے نازل ہونیسے یہی مقصود ہے کہ وحی اکثر اوقات آیا کرے اسواسطے کہ اُسکے نازل ہونے کا سبب ایسا کہتے ہین کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ مین اسلام کی دعوت شروع کی اور لوگون کو مسلمانی کی راہ پر بلانے لگے تب مکے والون نے مدینے کے یہودیون کے پاس آدمی بہیجے کہ ہم مین سے ایک شخص ایسا پیدا ہوا ہے جو نبوت اور پیغمبری کا دعویٰ کرتا ہے اُسکے دعوے کی سچائی آزمانے کے واسطے کچہہ نشانی بتلاؤ کہ تم اہل کتاب ہو اور پیغمبرون کی نشانیون سے خوب واقف ہو تاکہ اُس نشانی سے ہم اُسے امتحان کرین یہودیون نے کہا کہ تم اُس سے تین چیزین پوچہو سکندر ذوالقرنین کا احوال اور اصحاب کہف کا قصہ اور روح کی حقیقت مکے کافرون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر ان تین چیزونکا سوال کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ مین ان تینون چیزون کی خبر تمکو کل دونگا اور اسوقت انشاء اللہ تعالیٰ کہنا آپ کی زبان مبارک پر نہ آیا تو کئی دن تک وحی کا آنا بند رہا بعضے کہتے ہین دس دن تک اور بعضے پندرہ دن تک اور بعضون نے اس سے بہی زیادہ کہا ہے یعنے چالیس دن تک وحی نہ آئی اس سبب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑا غم ہوا دشمن اسکی خوشی سے طعنے اور بدگوئی کرنے لگے یہانتک کہ ابولہب سر مجلس کہتا تہا کہ ان محمدا ودعہ ربہ وقلی یعنے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اُسکے خدا نے چہوڑ دیا اور ناخوش ہوا اور ابولہب کی دو جورون سے ایک نے جو بڑی بے شرمی اور ہنسی ٹہٹہولی سے کہ عورتون کی طبیعت مین ہوتی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور شریف مین آکر بولی کہ ما اری شیطانک الا قد ترکک یعنے تیرا شیطان جو تیرے پاس آتا تہا تجہکو چہوڑ کر چلا گیا ایسی وحشتناک باتون سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ غم ہوا اور بی بی خدیجہ کبریٰ رضی اللہ عنہ کے پاس جاکر یہہ بات کہنے لگے اُسی حالتمین یہہ سورت نازل ہوئی اور اُسکے شروع مین دن رات کا آنا جانا اور عالم مین روشنی اندہیری کے ہیر پہیر پانے کا بیان فرمایا تا اس امر کو سمجہین کہ دنیا کی چال ڈہال ایک حال پر نہین کبہی روز روشن سارے جہان کو روشن کرتا ہے اور کبہی اندہیری رات اندہیرا کر دیتی ہے جیسا نور ہمیشہ قیام نہین کرتا ویسا اندہیرا بہی سدا نہین ٹہیرتا اندہیرے کے بعد اُجالا آتا ہے اور اُجالے کے بعد اندہیرا ہو جاتا ہے اسی موجب وحی کا آنا اور اُسکا بند ہونا سمجہا چاہیے اگر کئی روز اُسکا آنا جاتا رہے تو دل تنگ نہوا چاہیے کہ اُسمین بہی حکمتین ہین جسطرح رات کے آنےمین حکمتین ہین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَالضُّحٰی قسم کہاتا ہون مین ضحیٰ کے وقت کی یعنے پہر دن چڑہے کی کہ آفتاب بلند ہونیکا اور اُسکی بادشاہی ظاہر ہونیکا وقت ہے اس لیے کہ آفتاب دن رات مین دو چالین چلتا ہے ایک چال پچہہنے کی کہ آدہی رات ہونیسے شروع ہوتی ہے اور دوپہر دن تک رہتی ہے اور یہہ ضحیٰ کا وقت آفتاب کی اوپر کی چال کی انتہا کا وقت ہے تو یہہ وقت نزول وحی کے وقت سے کہ ربانی اور امکانی حقیقتونکے پورے ظاہر ہونے کا وقت ہے نہایت مشابہت رکہتا ہے اور یہہ وقت اور بہی خصوصیتین رکہتا ہے ایک یہہ کہ روزی کی تلاش کا اور علم و ہنر حاصل کرنے کا اکثر یہی وقت ہے دوسرے یہہ کہ یہہ وقت فرض نماز سے خالی ہے اور نفلی عبادت کے واسطے فراغت تیسرے یہہ کہ اسیوقت مین خدا تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے ساتہہ کلام کیا تہا چوتہے یہہ کہ اسیوقت مین فرعون کے جادوگر موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ دیکہکر ایمان لائے تہے اور سجدہ کیا پس یہہ وقت نور حق کے کمال ظاہر ہونے کا وقت ہے باطل کے اندہیرے پر کہ اسکا اثر انکی آنکہون پر ہو گیا تہا پانچوین یہہ کہ ضحیٰ کی نماز جسکی ادنیٰ چار رکعتین اور اعلیٰ بارہ رکعتین ہین اور اوس نماز کی بہت سی فضیلتین ہ

جو حدیث شریف مین آئی ہی اسیوقت مین مقرر ہی اور تجربہ والون نے کہا ہی کہ جو فقر و فاقہ سے ڈرتا ہو تو اُسے چاہیے کہ ضحی کی نماز پڑہا کرے اور جو قبر کے اندہیرے سے ڈرتا ہو تو چاہیے کہ تہجد کی نماز پڑہتا رہے اور مشائخون کے اوراد مین مقرر ہی کہ ضحی کی نماز کی چار رکعتون مین یہ چار سورتین سورۂ والشمس اور سورۂ والیل اور سورۂ والضحی اور سورۂ الم نشرح پڑہتے ہین

وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى یعنے مین سوگند کہاتا ہون رات کی اسوقت کہ اپنی اندہیری سے چیزونکو خلائق کی نظرون سے ڈہانک لیوے اور ڈہانک لینا رات کا جب ہی ہی کہ اس رات مین چاند اور مشعل و شمع اور چراغ کی روشنی نہووے اس طور کی رات جاہلیت کے زمانے کا نمونہ ہی اور ضحی کا وقت کہ نور کے کمال کا وقت ہی سو وحی کے نازل ہونیکے وقت کا نمونہ ہی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف کے بعد وحی منقطع ہو سے اور آنکے خلفای راشدین رضی اللہ عنہم کے باقی رہنے سے گویا کہ رات آئی لیکن ایسی رات کہ اس رات مین شروع سے آخر تک چاند کی چاندنی موجود اور جیسا کہ چاند آفتاب کا خلیفہ ہی کہ اسکی روشنی اپنی ذات مین ہمیشہ عالم کے روشن کرنیکو آفتاب کی جگہہ پر بیٹہا ہی ویسا ہی خلفاے راشدین رضی اللہ عنہم نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے سینۂ مبارک سے نور حاصل کرکے عالم کو اپنے نور سے روشن کیا ہی آور خلافت کا زمانہ گذر جانیکے بعد رات کی اندہیری نے ہجوم کیا اور طالبان حق کے ہر گروہ اپنی مقدور بہر چراغ اور شمع اور مشعل سے مدد لیکر اپنا کام چلاتے ہین اور اس اندہیر کو دفع کرتے مین یہی سبب ہے کہ مجتہدونکے مذہب اور اولیا اللہ طریقے اُس نور کا فیض پہنچانے مین قسم قسم اور جدا جدا ہوئے ہین پس ضحی کا وقت گویا قلب محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر نور آلہی کی تجلی ہونے کا وقت ہی اور رات ظلمت بشری کی مانند یعنے انسانی کسافت اور میل کی مانند ہی جو تن من پر غلبہ اور ہجوم کرکے ہر چیز کو نگاہ سے چہپا دیتی ہی اور یہان ایک بحث یہہ ہی کہ سورۂ والیل مین اول رات کی قسم کہائی ہی بعد اُسکے دن کی اور سورۂ والضحی مین برخلاف اُسکے فرمایا یعنے پہلے ضحی کی قسم کہائی ہی کہ روز ہی اُسکے بعد رات کی اُسکا کیا سبب ہے مفسرون نے یون فرمایا ہی کہ اللہ تعالی نے رات کو بہی ایک طرح کی فضیلت اور شرافت سے خصوصیت بخشی ہی کہ راحت اور آرام اور سکون اور خواب اور پردہ پوشی کا سبب ہے علی ہذا القیاس دن کو بہی ایک طور کی بزرگی اور کرامت سے مخصوص فرمایا ہے کہ وہ معیشت کے کاروبار کی درستی کا ایک دوسرے کی ملاقات کا آمد و رفت کی آسانی کا اور دوسرے بہت سے کامونکا باعث ہی اس لیے قسم کہانے مین کبہی رات کو دن پر اور کبہی دنکو رات پر مقدم کیا ہی تاکہ مقدم ہونیکی بزرگی سے دونون بہرہ مند ہووین آور یہان سے معلوم ہوا کہ جو اسد طوسی نے دن رات کے مناظرے اور جہگڑے کی بیتون مین کہا ہی کہ اللہ تعالی نے قسم مین راتکے ذکرکو پہلے ذکر کیا ہی سو یہہ اُسکا کہنا سورۂ والیل سے غافل رہنے کے سبب سے ہی اسواسطے کہ سورۂ والیل کی شروع مین رات کی قسم ہی اور اسد طوسی کی وہ ساری بیتین جو فارسی بولی مین ہین سو یہ ہین **نظم** بشنو از حجت کفتار شب و روز بہم ٭ سر گذشتیکہ زدل دور کند شدت غم ٭ ہر دو را خاست جدل از سبب بیشی فضل ٭ در میان رفت فراوان سخن از مدحت و ذم ٭ گفت شب فضل من از روز فزون آمد ازانکہ ٭ روز را کرد شب باز خداوند قدم ٭ نزد یزدان پرستیدن شب عابد و ساجد و عابد شب راست فزون قدر و قیم ٭ قوم را سوی مناجات بشب برد کلیم ٭ ہم بشب گشت جدا لوط ز بیداد و ستم ٭ قمر چرخ نبی شب کرد محمد بدو نیم ٭ معراج شب رفت ہم از بیت حرم ٭ ہست در روز شدہ اوقات کشیع سنت نماز ٭ ونماز ہمہ شب فخر نبی بود و امم ٭ آسمان لیز بود ہمچو یکی فرش کبود ٭ و زمن آرا پرشش یکی باغ ارم ٭ بہرہ سال عرب عدد از ماہ من ست ٭ نیز بیاد من ست از پر جبریل قلم ٭ روز کہ این قصہ شنیدہ شدہ آشفتہ و گفت ٭ خامشی کن چہ درائی بسخن بس محکم ٭ روز را عیب بطعنہ چہ کنی کایزد عرش ٭ روز را پیش ز تو کرد ستایش بقسم ٭ روزہ خلق کہ دارند بروز ست ہمہ ٭ حرم حج بروز ست ہم از بیت حرم ٭ روز خواہد کہ بود خاستن خلق بحشر ٭ روز بدبیز وجود ہمہ مردم ز عدم ٭ روی آفاق ز من خوب نمایند ز تو زشت ٭ دیدۂ خلق ز من نور فزاید ز تو نم ٭ مر مرا گوہر اسلام و ترا گوہر کفر ٭ مر مرا جامۂ شادی و ترا جامۂ غم ٭ سپہ و خیل نجوم تو چہ باشند کہ پاک ٭ بگریزند چو خورشید من افراخت علم ٭ گر زماہ تو شناسندہ مہ و سال عرب ٭ نہ آفتاب من دانندہ مہ و سال عجم ٭ ماہ تو از ضو خورشید من افزاید نور ٭ از پی خدمت خورشید کند پشت بخم ٭ از فریضہ سہ نماز ست بروز و دو بشب ٭ زان نماز تو کم آمد من ہستی کم ٭ آب آگے ہم اسبات پر کہ کس واسطے سورۂ والیل کو رات کی قسم مقدم لانے سے خاص کیا اور سورۂ والضحی کو کس سبب ابر ذہب ہے یعنے ضحی کی قسم اول مین لانے سے مخصوص فرمایا اسمین یہہ بہید ہی کہ والیل کی سورت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان مین ہی

اور انکو نور اسلام کے اول کفر کی تاریکی لاحق تہی اور یہہ والضحی کی سورت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مین ہی اور انکو ابتدا سے عصمت کا نور حاصل تہا اس لیئے والضحی کی سورت کو روز کے ذکر سے شروع کیا اور نور ایمان کی مانند ہی اور اس جگہہ ایک لطیفہ اور ہی کہ اگر شروع مین رات کو ذکر کرین کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مناسب ہی پہر اس سے اوپر چڑہین تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملین کہ دن کی مانند ہین جیسا کہ رات کے بعد دن آتا ہی اور اگر روز کو شروع مین ذکر کرین کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہی بعد ازان اترین بلا فاصلہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پا دین کہ رات کی مانند ہین کیونکہ روز کے پیچہے بلا فاصلہ رات آتی ہی اور اس لطیفے سے ان دونون بزرگوارون کی رفاقت ایک تن ایک من کی بہت اچہی طرح سے جلوہ گر ہوتی ہی چنانچہ اس رفاقت کا اثر غار کے قصے سے اور ایک جگہہ مدفون ہونے سے اور دوسری صحبتون سے ظاہر ہوا ہی حاصل کلام اس سورت کے شروع مین دن اور رات کی قسم آئی ہی سو گویا اسمین یہہ اشارہ ہی کہ ہم کبہی دن کی ساعتین گہٹاتے ہین اور رات کی ساعتین بڑہاتے ہین اور کبہی اسکے برعکس یعنے دن کی گہڑیان زیادہ کرتے ہین اور رات کی گہڑیان کم کرتے ہین اور یہہ گہٹانا بڑہانا کم زیادہ کرنا کچہہ محبت اور عداوت کی راہ سے نہین ہی بلکہ حکمت کے طور سے ہی اسیطرح رسالت اور وحی نازل ہونیکے مقدمے کو سمجہا چاہیئے کہ کبہی حبس ہی یعنے بند اور کبہی فیضان یعنے جاری اور یہان ایک لطیفہ یہہ ہی کہ جب کافرون نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وصحابہ وسلم پر بہتان کیا کہ تجہکو تیرے پروردگار نے چہوڑ دیا اور رخصت کیا اور مدعی ہوئے تب مدعی پر شاہد لانا اور منکر پر قسم کہانا ضرور ہوا تو پہلے انکو کہا کہ تم اس دعوی کے شاہد لاؤ جب شاہد لانے سے عاجز ہوئے تب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وصحابہ وسلم کو قسم کہانا لازم ہوا تو دن اور رات کی قسم کہا کر انکے اس مدعا کا انکار کیا اور اس قسم مین اشارہ ہی کہ دن رات بہی بڑہنے اور گہٹنے سے نہین بچے تجہکو کہان سے طمع رکہنی چاہیئے جو خلق کی زبان سے بچے اور یہہ بہی کہ رات تنہائی اور وحشت کا وقت ہی اور دن ملنے جلنے اور کام دہندے کا وقت ہی پس گویا ایسا فرمایا کہ خوش رہ کہ وحی بند ہونیکی وحشت کے بعد تجہے فرشتون کے ساتہہ مل بیٹہنا میسر ہوگا اور یہہ بہی ہی کہ دن عیش وعشرت کا وقت ہی اور رات کلفت اور وحشت کا وقت اور دن سے ضحی کا وقت پسند کیا اور اسکی قسم کہائی اور رات کی قسم کہانے مین ساری رات لایا اسمین اس بات کا اشارہ ہی کہ دنیا کے غم اسکی خوشی سے بہت زیادہ ہین اور بعضے مفسرون نے یون کہا ہی کہ ضحی سے مراد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا دن ہی اور لیل سے مراد معراج کی رات اور بعضے کہتے ہین کہ ضحی مراد رسول کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کا چہرہ مبارک ہی اور لیل سے مراد آنسرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال کہ سیاہی مین رات کی مانند ہین اور بعضے کہتے ہین کہ ضحے سے مراد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا دن ہی اور لیل سے مراد آنسرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت مین مشغول ہونیکی رات اور بعضے کہتے ہین ضحی سے مراد اس عالم کا نور ہی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا تہا اور اسکے سبب سے عالم غیب کے اسرار روشن اور منکشف ہوئے اور لیل سے مراد عفو اور بخشش کا خلق ہی جس سے امت کے عیبون کو ڈہانک لیا اور بعضے کہتے ہین کہ ضحی سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ظاہری احوال ہی جو خلق اللہ اس سے آگاہ ہوئی اور لیل سے مراد انکا باطنی احوال کہ حق تعالی کے سوا کسی کو اسکی خبر نہین اور بعضے کہتے ہین کہ ضحی سے مراد اسلام کا اقبال ہی اور اسلام کے غریب اور سست ہونے کا زمانہ چنانچہ حدیث شریف مین آیا ہی اِنّ الاسلام سیعود غریبا یعنے تحقیق اسلام نزدیک ہی کہ غریب اور سست ہو جائیگا اور بعضے کہتے ہین کہ ضحی سے مراد زندگانی کا وقت ہی اور لیل سے مراد قبر مین جانے کا وقت اور یہہ سب باتین ہو سکتی ہین **مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى** یعنے تیرے پروردگار نے تجہکو جدا نکیا اور ناخوش نکہا یعنے وحی بند ہونیکی مدت جو دراز ہوئی سو اسواسطے نہین کہ اللہ تعالی کی تربیت کرنے مین کچہہ قصور ہی یا تمہارے کمال کی صفاتون مین کچہہ نقصان اور فتور بلکہ کسی حکمت کے واسطے ہی اور عنقریب پہر وحی کا آنا ہوگا جیسے دن جلدی سے رات کے بعد پہر آتا ہی اگر بعضے اوقات بشریت کے اندہیرے کے آجانے کے باعث وحی کا بند ہونا نمود ہو تو کچہہ اندیشہ نکر آخر نور حق کا غالب آویگا اور ظلمت بشریت کو بالکل مٹا دیویگا اور وصال بلے فراق حاصل ہوویگا چنانچہ فرماتے ہین **وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى** اور بیشک پچہلی ہر حالت بہتر ہی تیرے واسطے اگلی حالت سے یہانتک کہ تیری بشریت اصلا نرہیگی اور نور حق کا غلبہ ہمیشہ تجہپر رہا کرے گا اور اگر آخرت کو

بعد الموت کے احوال پر خیال کرین تو بہی بجا ہے آخرت کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سرداری کا مرتبہ اور آنکی طرف سارے عالم کا رجوع لانا اور انکی مبارک
ذات کے چشمے سے بخشش اور فیض الٰہی کا جاری ہونا نہایت زور شور اور موج میں ہوگا یہان تک کہ قیامت کے دن سب اگلے پچھلے لوگ انکی شفاعت
کے محتاج ہونگے اور انکے جہنڈے کے تلے چھانون مین آرام پاوینگے اور انکے حوض کوثر کے پانی سے سیراب ہونگے اور مراتب اور مکانات بانٹ دینا
اُنہین سے ہوگا یعنے جسکو جس لایق دیکہین گے ویسے اُسکو مرتبے اور منزلین تقسیم کردینگے اور دنیا تک کے لفظ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑی تسلی ہے یعنے
کہان ہوسکتا ہے کہ جس خاوندنے تمکو اس مرتبے سے پرورش کیا ہو اور اچہی طرح بطرح کی تربیتین تمہارے حق مین عنایت فرمائی ہون اس حدتک کہ اپنے نور کی
تجلی بے واسطہ اور بے وسیلہ کسی مرشد اور پیغمبر کے تمہاری مبارک روح پر نازل کی ہو وہ تمکو چہوڑے اور جدا کرے یہہ بات مجازی خاوندون سے بہی بعید ہے
چنانچہ مشہور ہے کہ اپنے نوازے اور سرفراز کیے ہوئے کو گرانا نچاہیئے تو اس حقیقی خاوند کی کیا بات کہ جو ہر چیز کے پیدا ہونیکے پیشتر اُسکے حوصلے اور اُسکے
عمل سمجہ بوجہکر ہر ایک کو کسی مرتبے اور منصب سے ممتاز اور مخصوص کرتا ہے اور بے شک کیا خوب کہا ہوا ہے **رباعی** چون بعلم ازل مرا دیدی ۞ دیدی
انکہ بعیب بگزیدی ۞ من بعیب آن و تو بعلم ہمان ۞ رد مکن آنچہ خود پسندیدی ۞ ترجمہ جبکہ تو نے مجہے علم ازل سے دیکہا ۞ دیکہا اور عیب کے ساتہ سکو ہی
برچیدہ کیا ۞ مین ہون وہ عیب سے اور علم سے ہے تو بہی وہی ۞ رد نکر تو نے جو کچہ آپ پسندیدہ کیا ۞ یہان سمجہا چاہیئے کہ جب کوئی صاحب مہربان قدردان اپنے
نوکرون سے ایک نوکر کو کسی خدمت پر اسوار مقرر کرتا ہے اور وہ نوکر بڑی کوشش اور کمال استقلال سے اس خدمت مین مشغول رہتا ہے تب حاسد بیگانے اور
ضبتی اُس نوکر کی دل شکنی کے درپے ہوکر جہوٹی باتین بے اصل مشہور کرتے ہین کہ فلانا اپنے خاوند کی نظر سے گرا اور اس خدمت سے کہ مشغول تہا معزول ہوا
تو ایسے وقت اس خاوند کو نہایت الطاف اور اشفاق کی رو سے اُس نوکر کی دلداری کرنا اور تسلی دینا لازم ہوتا ہے اور ان جہوٹی باتون کے سننے
سے جو اُسکے دل پر گرانی اور آزردگی کا اثر پہنچا ہے سو دفع کرنے کے واسطے خلعت اور انعام اور اُسکے منصب کی ترقی کا وعدہ دینے سے اُسکو ممتاز
اور مخصوص کرتا ہے سو اسی نوع کا یہہ کلام ہے **وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ** یعنے اور بیشک
دیویگا تجہکو پروردگار تیرا اسقدر کہ تو راضی ہوگا اور اس سے تیرے استعداد اور حوصلے کا جام بہرپور ہو جاوے گا اور کچہ آرزو اور خواہش باقی
نرہیگی اور یہہ وعدہ نہایت وسعت اور فراخی رکہتا ہے خصوصاً وہ مخاطب یعنے وہ پیغمبر جسکو یہہ وعدہ دیا ہے ایسے پیغمبر عالی شان ہین
اُنکے حوصلے اور استعداد پر نظر کرکے دیکہا چاہیئے کہ کس قدر اور کیا کیا الٰہی بخششین اور عنایتین انکو دی جاوینگی تا محظوظ اور خوشنود
ہووین اور حدیث شریف مین آیا ہے کہ جس وقت یہہ آیت نازل ہوئی اسوقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اصحابون سے بولے کہ تب
ہرگز راضی نہین ہونے کا جب تک کہ اپنی اُمّت سے ایک ایک آدمی کو بہشت مین داخل نہ کرونگا اور اس جناب رسالتمآب کے حق مین
انکی روح مبارک پیدا ہونے کی ابتدا سے بہشت مین داخل ہونے تک جو جو الٰہی بخششین اور عنایتین عطا ہوئی ہین اور ہوتی ہین اور ہووینگی سو قیاس کے
احاطے سے اور بیان کرنیکی حد سے باہر ہین اُنہین سے کچہہ مجمل اور خلاصہ بیان کرنے مین آتا ہے سمجہا چاہیئے کہ جب کوئی کسی کو اپنے وسیلے رکہنے
والون سے اپنا پیارا اور محبوب کرتا ہے تو اُسکو بہت چیزون سے پوشاک مین سواری مین بیٹہنے کی جگہہ مین اور اس سوا اور احوالون مین ممتاز
فرماتا ہے تا اسکا پیار اپنا اور محبوبیت خاص وعام کی نظر مین جلوہ گر ہو جاوے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو جو خصوصیتین جناب قدس
الٰہی سے حاصل ہوئی ہین سو دو قسم کی ہین پہلی قسم وہ ہے جسمین اور پیغمبر بہی شریک ہین لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ نعمت سب سے
آگے اور ان سب سے زیادہ دی ہے اور اس سبب سے انکو ان سب سے ممتاز فرمایا ہے اور دوسری قسم وہ ہے جو اُنہین کو مخصوص ہے اور خاصہ
اُنہی کا ہے دوسرے کسیکو اسمین شراکت اور بہرہ نہین اور بیان مختصر کرنے کے سبب ان دونون قسمون سے باہم ملاکے کچہہ
تہوڑا سا بیان کرتا ہون تاکہ اس آیت کے معنے بہت اچہی طرح سے سننے والون کے ذہن مین گڑ جاوین اور دلنشین ہووین
ان خصوصیتون سے جو رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک مین تہین ایک یہہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم

اپنے پیٹہہ کے پیچہے ایسا دیکہتے تہے جیسے روبرو اور رات کے وقت اور اندہیرے مین ایسا دیکہتے تہے جیسا دنکو اور روشنی مین اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے
منہہ مبارک کا لعاب کہاری پانی کو میٹہا کر دیتا تہا اور شیرخورے بچونکو اپنے منہہ مبارک کے لعاب سے ایک قطرہ چکہاتے تہے تو وہ بچے سارا دن پیٹ
بہرے رہتے تہے دن بہر دودہ طلب نکرتے تہے چنانچہ عاشورے کے دن اہلبیت کے بچون سے تجربہ ہوا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بغلین سفید رنگ اجلی
شفاف تہین انہین اصلا بال کا نام نتہا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز اتنی دور جاتی تہی جو اورونکی آواز اسکے دسوین حصے تک نجاتی تہی اور
آپکی آواز اتنی دور سے سنتے تہے جو اورونکی آواز اس پتے سے سن نسکتے تہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکہین سوجاتی تہین اور دل جاگتا
رہتا تہا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری عمر مین جمہائی نہ آئی اور کبہی احتلام نہوا اور آنکے بدن مبارک کا پسینا مشک سے بہت خوشبودار
تہا یہانتک کہ اگر کسے رستے سے تشریف لیجاتے تو لوگ آنکے پسینے کی خوشبو کے سبب سے جو اس ہوا مین پہیل جاتی تہی معلوم کرلیتے تہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم اس رستے سے تشریف لیگئے ہین اور کسی آدمی نے آنکے جہاڑے پہرنیکو زمین پر نہ دیکہا زمین پہٹکر نگل لیتی تہی اور اس جگہہ سے مشک کی خوشبو نکلتی تہی
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تولد کے وقت ختنہ کئے ہوئے ناف کٹے ہوئے اور پاک وصاف کہ اصلا آنکے بدن مبارک پر پلیدیکا اثر نتہا پیدا ہوے اور زمین
پہ سجدہ کرتے ہوئے اور اپنی شہادت کی انگلی آسمان کیطرف اٹہائے ہوے تہے اور آنکے تولد کے وقت ایک نور چمکا اور ایسی روشنی ہوئی جو انکی ماکو اس
روشنی کے سبب سے شام کے شہر نظر آئے اور فرشتے آنکا جہولا جہولاتے تہے اور چاند آنکے ساتہہ بچپن کے وقت جہولی مین باتین کرتا تہا اور جب آپ اسکو اشارہ
کرتے تو آنکی طرف جہکتا تہا اور بارہا جہولے مین جہولتے کلام کیا ہے اور بادل آنپر ہمیشہ دہوپکے وقت سایہ کرتا تہا اور اگر جہاڑ کے تلے آتے جہاڑ کا سایہ
آنکیطرف متوجہ ہوتا تہا اور آنکا سایہ زمین پر نگرتا تہا اور آنکی پوشاک پر مکہی نبیٹہتی تہی اور اگر آپ کسی جانور پر سوار ہوتے تو وہ جانور آنکی سواری کی مدت تک پیشاب نکرتا تہا
اور عالم ارواح مین جو اول پیدا ہوا سو آپ تہی اور پہلے جسنے الست بربکم کے جواب مین بلی کہا سو بہی آپ تہے اور معراج اور براق کی سواری بہی مخصوص آپکو
تہی اور آسمان پر جانا اور قاب قوسین تک پہنچنا اور دیدار الہی سے مشرف ہونا اور فرشتونکو انکی فوج اور سپاہ بنانا کہ لشکر کی طرح آنکے ہمراہ ہوکر لڑے یہہ بہی خاصہ
آنہین کا ہے اور چاند کا دو ٹکڑے کرنا اور دوسرے عجایب معجزے بہی انہین کے ساتہ مخصوص ہین اور قیامت کے دن جتنا کچہہ آنکو ملیگا اتنا کسی اور کو نملیگا اور
جو پہلے قبر سے اٹہیگا سو آپ ہونگے اور جو پہلے بیہوشی سے ہوشیار ہوگا سو بہی آپ ہونگے اور آنہین کو حشر مین براق پر لاوینگے اور ستر ہزار فرشتے آنکے
جو گرد ہونگے اور آنہین کو عرش عظیم کے داہنی طرف کرسی پر بٹہلاوینگے اور مقام محمود سے مشرف کرینگے اور لواء الحمد یعنے الحمد کا جہنڈا آنکے ہاتہہ دینگے کہ حضرت
آدم اور آنکی تمام اولاد اسی جہنڈے کے تلے ہونگے اور سارے انبیا اپنی امتون سمیت آنہی کے پیچہے چلینگے اور پروردگار کا دیدار دیکہنا پہلے آنہین سے شروع ہوگا اور
آنہین کو شفاعت عظمی سے مخصوص کرینگے اور پل صراط پر جو پہلے گذر کریگا سو آپہی ہونگے اور محشر کے ساری خلایق کو حکم ہوگا کہ اپنی آنکہین بند کرلو تا آنکی
بیٹی حضرت بی بی فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا پلصراط پر سے تشریف لیجاوین اور پہلے جو بہشت کا دروازہ کہولیگا سو آپ ہونگے اور آنہین کو قیامت کے وسیلے
کے مرتبے سے مشرف کرینگے اور وہ وسیلہ ایک ایسا نہایت بلند مرتبہ ہی جو مخلوقات سے کسیکو میسر نہوا اور اسکی حقیقت یہہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
قیامت کے دن جناب الہی سے قرب و منزلت مین ایسے ہونگے جیسا وزیر بادشاہ سی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعتون مین جن چیزون سے مخصوص ہین
سو بہت ہین آنکی گنتی طول طویل ہے انہین سے ایک یہہ ہے کہ انکو کافرونکی غنیمت کا مال حلال کیا اور آنکے واسطے زمین کو مسجد بنادی یعنے جس جگہہ چاہین نماز
پڑہین اور آنکے واسطے زمین کی مٹی کو پاک اور پاک کرنیوالی کیا اور پانچ وقتونکی نماز اور وضو اس طرح سے اور اذان اور اقامت اور سورہ الحمد اور آمین
اور جمعہ کا روز اور قبولیت کی ساعت جو جمعہ کے روز مین ہے اور رمضان شریف اور شب قدر کی برکتین کہ یہ سب آنہی کے واسطے مخصوص
ہین اور یہ خصوصیتین دریافت کرنے کو ظاہر نظر پہونچتی ہے اور آپکی وے خصوصیتین جو باطنی مراتب کے موجب ہین اور وہ انوار اور وہ تجلیات
جو روز بروز بڑہتے اور زیادہ ہوتے جاتے ہین اور وہ احوال اور مقامات جو آن کے امتیون کو آن کے پیروی اور تابعداری
کرنے کے طفیل سے حاصل ہوئے ہین اور ہوتے ہین اور قیامت تک حاصل ہونگے اور وہ علوم اور عرفان جو آن کو عطا ہوے ہین

آنحضرت [illegible]

سو بے انتہا ہین اور بن سیف کی آیت مین ان سب چیزون کا اشارہ ہی یعنے پہلے سب تہین دینگے اسواسطے عطا کو خاص نکیا یعنے یہہ کچہہ اور اتنا کچہہ نہ فرمایا اور جسوقت
کسیکو کچہہ نعمت زبان سے مستقبل مین دینے کا وعدہ کرتے ہین تو جو نعمت زمان ماضی مین دی ہوئی تہی اس نعمت کے شاہدون اور علامتون سے اس
وعدیکو محکم اور مضبوط کرتے ہین تا پچہلے وعدہ کو اگلے وعدے پر قیاس کرے اور امید اسکی قوی ہو جاوے اسیواسطے ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو
اس وعدیکے بعد ان اگلی خدمت سے اور بدون درخواست کرنیکے ملی تہین اور کبہی کسیکے خیال مین نہین آتا کہ وہ نعمتین کسی خدمت اور ثواب کی
عوض مین ملی ہین چنانچہ فرماتے ہین **أَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيمًا فَآوَىٰ** کیا نہین پایا تجہکو یتیم پہر جگہہ دی اس نعمت کا بیان یہہ ہی کہ
جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ماکے پیٹ مین تہے آپ کے والد عبد اللہ نے وفات پائی اور جب تولد ہوئے اور قریب چہہ برس کے تہے کہ آپ کی والدہ نے
انتقال کیا پہر اسکے دو برس کے بعد آپ کے دادا عبد المطلب نے بہی رحلت کی اور آپکو تین طرح کی یتیمی باپ ما اور دادا کے گذر جانے سے حاصل ہوئی
اور اس طور کی حالت مین اندیشہ تہا کہ لڑکا ضایع ہو جاوے اور بخوبی پرورش نپاوے اللہ تعالی نے ابتدا سے آپ کے پرورش ہونیکی صورت اسطرح پر
ظاہر فرمائی کہ والد کے انتقال کے بعد انکے ماکے اور دادا عبد المطلب کے دل مین آنحضرت کی محبت ایسی بڑہائی کہ اشفاق پدری کے قایم
مقام ہوئی اور دن اور رات آنحضرت کی محبوبی اور دلبری کے کرشمے انکی ما اور دادا کو دکہلاتا تہا تا عاشق ہو کر عاشقون کے طور پر انکے پالنے اور
سنبہالنے مین بڑی کوشش کرتے تہے اور اپنی جان سے زیادہ عزیز رکہتے تہے پہر جب عبد المطلب کی وفات کا وقت آیا تب انہونے آنحضرت کو
اپنے بیٹے ابوطالب کو جو آپ کے حقیقی چچا تہے سپرد کیا اور نہایت تاکید سے آپکی خدمت اور خبرگیری کی ترغیب دی ابو طالب انکی تاکید اور وصیت
کے موافق حضرت کی خبرداری اور خدمت گذاری مین نہایت سرگرم رہتے تہے اور اس بچپن مین باطنی تربیت اور تعلیم الہی مخفی نیک اخلاق اور پسندیدہ
آداب پیدا کرنے مین اپنا کام کرتی تہی یعنے انکی چال چلن اور سارے بچپن سلوک مین ہاتہ لگاتے تہے یہانتک کہ حد بلوغ کو پہنچے اور بالغ ہوئے اور کمالات کی
خوبیان جمع کرکے اپنی قوم کے عزت بخش اور فخر خاندان ہوئے **وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ** اور پایا تجہکو راہ بہولا ہوا پہر راہ
بتائی یعنے اس آیت اور ضلال کا بیان وہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بالغ ہونیکے بعد کمال عقل اور دانائی کے سبب سے اسقدر معلوم ہوا کہ بتون کی پوجا اور کفر
وجاہلیت کی رسمین سب بے اصل اور پوچ ہین تو حق دین کی کہوج اور تلاش کے درپے ہوئے اور بڑے بوڑہون کی زبانی سنا کہ ہمارا اصل مین حضرت ابراہیم علیہ السلام کا
دین ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہہ خیال بندہا اور یہہ تدبیر سوجہی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کیطرح خدا کی طرف پورا رجوع ہو جاؤن اور اسکی عبادت بندگی
کرون لیکن جب وہ دین ابراہیمی نکسی کو یاد رہا تہا اور نہ کسی کتاب مین لکہا ہوا اور نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کتاب پڑہ سکتے تہے بالضرور اس دین کے احکام کی
کہوج اور تلاش کرنے مین بیقرار رہ کر تسبیح تہلیل تکبیر اعتکاف جنابت کا غسل حج کے مناسک ادا کرنے اور خلوت اور گوشہ نشینی سے اور اسی نوع کے اور دوسرے
امورات سے جسقدر معلوم ہوا اسقدر مشغول رہتے تہے اسوقت تک کہ اللہ تعالی نے اپنی وحی سے انکو پاک دین کے اصول پر مطلع فرمایا اور آگاہ کیا اور اس پاک دین کے
فروع بہی بہت اچہی طرح سے انکے لیے معین و مقرر فرمائے تسدم وہ انکی بیقراری جو حق دین نپانیکے سبب تہی تہی جاتی رہی گویا اپنی کہوئی ہوئی
چیز پائی اور جس راہ سے چلا چاہتے تہے اور وہ راہ سوجہہ پڑتی نہ تہی سو راہ آپکو دکہلائی اسباعث اس مرتبے کا نام پانیکی بیقراری کو راہ بہولنے سے نسبت دیکے
یعنے **ضَالًّا** فرمایا اور تفسیر والے جنہونے ہدایت جیسی چاہیے ویسی پوری نسمجہے سو اس بہولنے کی تفسیر مین بہت دور جا پڑے ہین تھے کہتے ہین ضلال سے
مراد ظاہر کی راہ بہولنی ہی جو بچپن کی حالتین مکے کے پہاڑون کی بیچ درون مین گہر کی راہ بہولکر حیران بہٹکتے پہرتے تہے کہ ابوجہل اونٹنی پر سوار اچانک ادہر جانکلا
اور آپکو بٹہلا کے اونٹنی پر سوار کر عبد المطلب کے پاس لے آیا اور کہنے لگا ہم نہین جانتے کہ اس تیرے بیٹے سے ہمکو کیا کچہہ پہنچیگا عبد المطلب نے پوچہا کیون اے ابوجہل بولا
کہ مینے اس لڑکے کو فلانے درے مین رستا بہولا ہوا بہٹکتا پایا سو اسکو اٹہا کر پہلے اپنی پیٹہہ کے پیچہے سوار کر لیا تو اونٹنی ہرگز نہ چلی بیٹہہ بیٹہہ
جاتی تہی جب اسکو مین نے اپنے آگے بٹہلایا تب یہہ اونٹنی اوٹہکر چلنے لگی اس قصے مین حضرت موسی علیہ السلام کے قصے سے وہ
شباہت ہی کہ جیسا اللہ تعالی نے موسی علیہ السلام کو انکے دشمن کے ہاتہ سے جو فرعون تہا پرورش کروا یا ویسا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو

انکے دشمن کے ہاتہہ سے جو ابوجہل تہا انکے دادا عبدالمطلب کے پاس پہنچوا دیا اور بعضے کہتے ہین کہ بی بی حلیمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دائی آپکو اپنے گہر سے عبدالمطلب
کے یہان پہنچانے کو لائین اور مکہ معظمہ کے دروازے پر آپکو گنوا دیا تو بیقرار ہوکر ہبل کے پاس گئین کہ وہ ایک بڑا بت تہا اور وہان جاکر بلند آواز سے
رونے لگین جو ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک لیا وہین سارے بت اوندہے منہ گر پڑے اور بتون کے اندر سے ایک آواز نکلی کہ یہ جو
یہہ کیا نام لیتی ہی کہ اسی لڑکے کے ہاتہہ مین ہماری ہلاکی اور خرابی ہی اسی عرصے مین جبرئیل علیہ السلام نے آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتہہ اپنے
ہاتہہ مین لیکے انکے دادا عبدالمطلب کے پاس پہنچا دیا آپ کی دائی بی بی حلیمہ بت خانے سے بے آس ہوکر اسی ارادے سے نکلی کہ عبدالمطلب کو آپکے گم ہونیکی
خبر دون تا آپکو ڈہونڈہین وہان گئین تو کیا دیکہتی ہین کہ آپ عبدالمطلب کے پاس ہین یہہ دیکہکر بہت اچنبہے مین پڑین اور دنگ ہوگئین پس اسی
ووجدک ضالا فہدی کی آیت مین اس قصّے کی طرف اشارہ ہی اور بعضے کہتے ہین کہ ضلال سے مراد ہجرت کی برخ کا ہونا ہی کہ
کس طرف جانا چاہیے یا تو قبلے کا گم کرنا یا تو جبرئیل علیہ السلام کا پہلے پہل نہ پہچاننا یا تو دنیا کے کاروبار کی راہ بہولنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جاتو
مین نہایت مشغول ہونیکے سبب سے دنیا کے کام کاج اور لین دین کے دستور سے خبردار نہ تہے اور صرف کاروبار کرنے کے تہے یا تو آسمانی رستون کا گم کرنا کہ وہ
رستے معراج کی رات معلوم ہوے اور بعضے کہتے ہین کہ ضلال ہی جگہہ مل جانیکے معنے مین ہی چنانچہ عرب کہتے ہین ضلّ الماء فی اللبن یعنے مل گیا
پانی دودہ مین ایسا کہ فرق تمیز نہین کر سکتے سو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کے آگے کافرون مین رلے ملے تہے کوئی آپکو ممتاز کر پہچانتا نہ تہا اور بعضون نے
کہا ہی کہ ضلال کے معنے محبت اور عشق کا مرتبہ ہی چنانچہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹون نے اپنے باپ کی کمال عاشقی اور محبت کو جو حضرت یوسف علیہ السلام
کے ساتہہ رکہتے تہے اسی لفظ سے کہا ہی کہ انک لفی ضلالک القدیم اسکے یہہ معنے کہ بیشک تو اپنے قدیم ضلال مین ہی تو اسی پہلے اگلے عشق
اور محبت مین ہی اور ہدایت سے مراد وہ ہی کہ تجہے اپنے محبوب مطلوب سے ملنے کی راہ بتلا دی الغرض تفسیر والون کی باتین اسی طرح کی مین یہان
اسقدر سمجہا چاہیے کہ تمام انبیا علیہم السلام پیغمبری پانے کے آگے ہی اور پیغمبری پانیکے بعد بہی جبلی اور طبعی کفر اور گمراہی سے پاک اور معصوم اور
محفوظ ہین بلکہ جان بوجہہ کر گناہ کرنے سے بہی پاک ہین چنانچہ حدیث شریف مین ہی کہ مینے کبہی کوئی کام انکا مونین سے جو جاہلیت والے
کرتے تہے نہ چاہا کہ مین بہی کرون مگر دو وقت اور ان دو نون وقتین لطف الٰہی نے مجہے وہ کام کرنے نہ دیا اور اللہ تعالے کا تہامنا او نگاہ رکہنا
سے اور اس کام کے بیچ مین حائل اور مانع ہوا اور وہ دو کام یہہ تہے کہ ایکدن قریش کے ایک نوجوان کو جو مکے شہر کے باہر میرے ساتہہ بکریان اور
بہیڑیان چراتا تہا مینے کہا میری بکریون اور بہیڑیون کی خبرداری کر تا کہ مین مکے شہر مین جاکر جوکہی ایک نوجوان گبرو مل بیٹہکے کہانیان کہتے ہین
سو سنون جب اس عزم سے کے شہر مین داخل ہوا تو پہلے ہی گہر مین سے جو میرے سر راہ تہا گانے بجانے کی آواز سنی اور پوچہا کیا ہی بولے
فلانے شخص کی فلانی عورت سے آج شادی ہوتی ہی یہہ سنکر مین گیا اور جا کر بیٹہکر تماشا دیکہنے بیٹہا ہی اللہ تعالے نے مجہپر نیند ایسی غالب کر دی کہ
دن نکلے تک جاگا جب آنکہہ کہلی تو دیکہا کہ وہ مجلس برخاست ہوگئی اسیطرح پہر بہی دوسرے مرتبہ قصد کیا تو پہر بہی میرے اور باجے گاجے
کہیل تماشے اور قصّے سننے کے درمیان نیند حائل ہوئی اور خدا تعالے کے تہامنے اور نگاہ رکہنے کے سبب سے مین بچ رہا پہر اسکے بعد کبہی میرے
خیال مین نہ گذرا یہانتک کہ مجہے اللہ تعالے نے اپنی رسالت اور پیغمبری سے سرفراز فرمایا اور اسکی پرہیزگاری کو دوچندان کیا لیکن شریعت کے
احکام نجاننے اور انکی سمجہہ نہ پڑنیکی بیقراری پیغمبرون کو بہی پیغمبری پانے کے آگے ہوتی ہی اور حق دین کی تلاش مین رہتے ہین تو لفظ
ضلال کے معنے کے لیے اس قدر بس ہی جیساکہ اوپر بیان کرنے مین آیا ووجدک عائلا فاغنی اور تجہکو
پایا عیالدار بے مایہ پہر غنی اور بے پروا کیا تجہے یہہ وہ نعمت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے انکے دادا عبدالمطلب کے مال
سے مستغنی کیا کہ انکو اپنے سب بیٹون سے بہتر اور عزیز جانکر پرورش کرتے تہے انکے بعد ابو طالب کے ہان سے کہ
چچا تہے نباہ لیا کہ وہ بہی انکو اپنے والد عبدالمطلب کی وصیت کے بموجب اپنے فرزندون پر مقدم کرکے سب سے زیادہ چاہتے تہے پہر جب

آپ پچیس برس کی ہوئے تب حضرت بی بی خدیجہ کبریٰ رضی اللہ عنہا کو کہ نہایت مالدار تہین اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نکاح مین آئین اسقدر انکی محبت اور خدمت
پر لبہایا کہ اپنا سارا مال نقد اور جنس انکے آگے لا رکہا اور قریشیون کے رئیسون کو بلا کر شاہد کیا کہ اب یہہ مال اس شخص کا ہے چاہے لٹا دیوی چاہے رکہہ لیوے
جب بی بی خدیجہ کبریٰ رضی اللہ عنہا خلد برین کو سدہارین تب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالے عنہ کے مال سے فارغ البال کیا کہ حضرت صدیق اکبر
رضی اللہ عنہ کے دلمین اسقدر آنسرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضامندی اور دلبری کی محبت آپڑی کہ اپنی پونجی کے چالیس ہزار درم انکے کاروبار مین خرچ
کر بیٹہے تہے بعد ہجرت کی مدینے کے رہنے والے انصار کے مال سے غنی کیا اس پیچہے کفار نابکار کی فتوح اور غنیمتون کے مال سے نہال کر دیا اگرچہ
انمین سے بعضے معاملے اس سورت کے نازل ہونے کے بعد ظہور مین آئے ہین پر جو کچھہ کہ علم الٰہی مین ہے سو گویا ظہور مین آ کے سر ہو چکا ہے اسواسطے انکو بہی
منت رکہنے کے مقام مین فرمایا اور باوجود ان سب ظاہری بے پروائیون کے باطنی بے پروائی جسے قناعت کہتے ہین اس نہایت تک عنایت فرمائی
تہی جو آپ کے نزدیک سونا اور پتہر برابر تہا سو تواریخ والے خوب بیان کرتے ہین اور تحقیق والی صاحب کمالون نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس
سبب سے یتیم کیا تا لوگ یتیمون کی حقارت نکرین اور جب کسی یتیم کو دیکہین تو یاد کرین کہ ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم بہی کسی وقت مین یتیم تہے اور یتیم کو مانع نہین
کہ ہے کہ اتنا مان جتنا جاہل لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر کو مان دیتے ہین اور اس سبب سے بہی ہے تا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم یتیمون کی قدر بوجہین اور یتیمون
پر مہربانی رکہین اور یاد کرین کہ یتیمی کا دکہ کتنا کچہہ بہاری ہے اور اس باعث سے بہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منظور یہہ تہا کہ اپنی عمر کے شروع سے آخر
عمر تک خدای تعالے کے سوائے کسی اور پر بہروسا نہ رکہین اور سب سے عالی توکل کا مرتبہ انہی کو ملے اور یہہ بات یتیمی کے سوا نہین ملتی اور اس باعث سے
بہی ہے کہ یتیم ہونا سو عادت کے بموجب بچون کی اوقات ضایع ہونے اور انکے بے ادب ہو جانے کا سبب ہے اور جب کوئی شخص یتیمی کی حالت مین کوئی
نشے سے بچے اور بہلی چال سے سدہر جاوے تو بلا شک بڑے کی طرح سے مانتے ہین اور اسکو نبوت کی نشانی جانتے ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کے فقر و مسکینی مین اور دادا اور چچا اور زوجہ محترمہ اور یار غار اور انصار جان نثار کے مال سے مستغنی ہونے مین یہہ بہید ہے کہ اگر آپ مالدار ہوتے تو مالدار کے
اخلاق کہ فی الجملہ برائی خودپسندی خودبینی اور خودنمائی کو چاہتے ہین سنت اللہ جاری ہونے کے بموجب آپ اثر کرتے اور آپ کی نشست برخاست
اٹہہ بیٹہہ مالدارون کے ساتہ ہوتی اور آپ کو تواضع اور انکساری اور آشنا پروری اور اللہ کیطرف دمبدم التجا کرنے اور مسکینی کی لذت معلوم
نہوتی اور یہہ بہی ایک سبب ہے کہ جس صورت مین آپکو آپہی کے مال سے مستغنی کرتے تو آپ کے تابعدارون پر بدگمانی وہ رہتے کہ شاید لوگ اس شخص
عالیشان کی شان داری اور مالکی خواہش کی طمع کے سبب سے اس شخص کے تابعدار ہو گئے ہین اور خالص اخلاص اور صرف ایمان اور حق کی بات ہرگز
سمجہی نہ جاتی اُن باتون کے واسطے آپ کو فقیر بے مایہ پیدا کر کے لوگون آپ کی صحبت کی کشش سے گرویدہ کیا تا خود بخود اپنی جان اور مال
کو آپ پر نثار کرین اور یہہ بات آپکے کمال پر پہلی دلیل ہے کہ لوگ ظاہری اسباب کے بغیر اسقدر آپ پر گرویدہ ہوتے ہین اور یہان ایک نکتہ ہے
سمجہا چاہیے کہ ہر آدمی کیا فقیر کیا غنی ابتدا مین بے مایہ اور تہی دست پیدا ہوتا ہے اور دوسرون کے مال سے جمعیت پاتا ہے لیکن اگر وہ آدمی
اپنے طرف سے ہوس اور لالچ کر کے مال زیادہ کرنے کی تلاش مین سرگردان رہتا ہے تو سبکی نظرون مین ذلیل اور خوار ہو جاتا ہے اور اگر وہ آدمی اور ون
کو طرافت اور دانائی کی تدبیرون سے اپنا تابع اور فرمانبردار کر کے انکے مال سے فائدہ لیتا ہے تو اسکی عزت اور شوکت کا باعث ہو پڑتا ہے اور یہی
باعث ہے کہ بادشاہ عزیز ہے باوجود اسبات کے کہ رعیت کے مال سے مستغنی نہی انکے پاس سے ایک تدبیر کے ساتہ باج خراج اور محصول کے پیسے لیتا ہے اور فقیر
طمع رکہہ کے آدمیون سے طلب کرتا ہے بلکہ اس سے بہت کم مانگتا ہے مگر وہ ذلیل ہے پس معلوم ہوا کہ مال کا ہونا عزت کا سبب نہین ہوتا اور اسکا نہونا ذلت اور حقارت
کا باعث نہین تا آن سمجہے جہال کہ قناعت بے پروائی اور لالچ ترک کرنے سے بادشاہی ہو عزت کا باعث ہے اور جو فقیر کہ طمع اور تلاش کے سبب دہوپ مین لگا رہی سو ذلت و خواری کا موجب ہے
الحاصل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اور وں کے مال سے عزت اور حرمت اور غنیمت کے حاصل پر استقلال حاصل ہوا تب آپکا جاہ و جلال زیادہ اور کامل ہوا اور کبہی کوئی ننگ اور عار کا کلنک نہ لگا
اور جب اللہ تعالیٰ ان تینون نعمتون کا بیان ہو ادا کر چکا تب انکے شکر کی ادا کے لئے فرمایا کہ فَأَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ یعنے پہر یتیم کو کبہی

یتیمی کا فقر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت ... بیان تعظیم

مت دبا اور قہر مت کر یعنے یتیم کا مال و حق تلف مت کر اور اُسکے ساتھہ بات کرنے مین تندی اور سختی مت کر کیونکہ تو بھی یتیم تھا اور یتیم کی لاچاری اور ناتوانی تجھے خوب معلوم ہے کہ ذراسی بات سے شکستہ دل اور آزردہ خاطر ہو جاتا ہے اور یہہ شکر وہ ہے جو الم یجدک یتیما فاوی کی نعمت کے بدل اور مقابلے مین ہے وَاَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ یعنے اور مانگتے کو نہ جھڑک کیونکہ تو بھی عیال دار اور مسکین تھا اور تو مسکینی کا دکھہ درد خوب جانتا ہے اور یہہ وہ شکر ہے جو ووجدک عائلا فاغنی کی نعمت کے عوض اور مقابلے مین ہے وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ یعنے اور اپنے پروردگار کی نعمتون کو بیان کر کیونکہ تجھے بہت نعمتین دی ہین اور بہت علوم اور عرفان بے پایان تیرے دل پر نازل فرمائے اور اس نعمت کا شکر وہ ہے جو اورون کو بھی اُنکے پانے کی راہ بتادین اور عنایت فرماوین اور یہان ایک لطیفہ ہے سو یہہ ہے کہ منت گزاری کے مقام مین دین کی نعمت کو جو ہدایت ہے دنیا کی نعمت پر کہ تونگری ہے مقدم کیا اور جو دین کی نعمت کی عوض اور مقابل تھا اُسکو اسواسطے پیچھے لائے کہ دنیا کی نعمت کے بدل اور مقابلے مین خلق اللہ پر شفقت منظور ہے اور دین کی نعمت کے مقابلے مین باطنی نعمتون کے حاصل کرنے کی راہ دکھلانی ضرور ہے اور خلق اللہ پر شفقت اور مہربانی کرنا اُنکے ہدایت کرنے پر مقدم رکھا ہے اسواسطے کہ جب تلک قوت اور گذران کے کام انتظام نہ پاوین تب تلک شرعی احکام عمل مین لانے اور عاقبت کے سرانجام کی تلاش مین رہنے کی خاطر جمعی میسر نہین ہوتی اور یہہ بھی کہہ سکتے ہین کہ سائل کو یتیم کے ساتھہ پوری برابری ہے اسلیئے کہ جو شکر گزاری کہ سائل کے حق سے نسبت رکھتی تھی سو یتیم کے بیان سے لگادی اور نعمتون کی گنتی مین ہدایت کی نعمت کو تونگری کی نعمت پر مقدم کیا اسواسطے کہ تونگری اُسوقت نعمت ہوتی ہے کہ جب مال مین تصرف کرنیکی چال معلوم ہو اور تصرف کی چال ہدایت بن خیال مین آتی نہین اور ان تینون شکر گزاریون کی مناسبت تینون نعمتون کے ساتھہ ظاہر ہے جیسا کہ بیان ہوا اور ایک مخفی مناسبت اور ہے کہ یہہ تینون شکر گزاریان قیامت کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اُمت کے واسطے شفاعت کرنے پر دلیل ہو سکتی ہین کیونکہ یتیم بیچارا تو اُسوجہ سے نہایت ناتوان ہے اُسکی مدد کرنے مین کوشش کرنا کمال شفقت اور لطف اور رحمت کی دلیل ہے اور سائل اکثر اوقات بیمحل چاپلوسی و منت اور زاری کے ساتھہ سوال کرنیسے ستاتا ہے پس باوجود ایذا دینے اسکے ستانے پر صبر کرنیکے اُسکے ساتھہ احسان کرنا اُمت کے گناہون سے درگذرنے کی اور کیئے ہوئے کو نہ کیا ہوا خیال کرنیکی دلیل ہے اور اللہ تعالے کی نعمتونکا بیان کرنا ایک شفقت چاہتا ہے جو اُمت کے فائدے کے لیئے اُس مشقت کی برداشت کرنی جناب الہی مین عرض معروض کرنیکی مشقتین اُٹھانے کے اور اُنکو عذاب سے چھڑانیکی دلیل ہے اور یہہ آیت وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ اسبات کی دلیل ہے کہ خدا تعالی کی نعمتونکو جو اپنے اوپر اور اپنے دوستون پر ہوئی ہین ظاہر کرنا کہنا سنانا مستحب ہے لیکن اُسوقت کہ نیت خالص ہے جیسا پروردگار کے شکر کرنیکا زبان سے رواج دینے پر اور پیروی اور لوگونکو حاصل ہونے پر ارادہ کرے اور جو کوئی ان نعمتونکے ظاہر کرنیسے اپنے جی مین شیخی اور خود پسندی کا خوف رکھتا ہو تو اُسکے حق مین چھپا رکھنا اور کسی سے نہ کہنا بہتر ہے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ ہر روز اپنی عبادت کا احوال لوگون سے کہا کرتے تھے کہ مین نے آج رات اس قدر نماز پڑھی اور اسقدر قرآن مجید کی تلاوت کی بعضے نافہمون نے اُنپر اعتراض کیا کہ یہہ ظاہر کرنا ریا کا طور ہے اُنہون نے کہا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ اور میرے نزدیک کوئی نعمت اس نعمت کے برابر نہین جو اللہ تعالے نے مجھے اپنی عبادت بندگی کی توفیق عنایت فرمائی مین کسواسطے اس نعمت کو ظاہر نکرون اور اُسکی شکر گزاری سے محروم رہون سمجھ لینا چاہیئے کہ اللہ تعالی نے اس سورت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تین چیزون کی بہت تاکید فرمائی ہے ایک یتیم کے حق کی رعایت رکھنا دوسرے سائل کے حق کا لحاظ اور دھیان رکھنا اور تیسرے اللہ تعالی کی نعمتون کا بیان کرنا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس تاکید کے بموجب تینون چیزون مین نہایت کوشش کرتے تھے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک اخلاق اور اطوار کے واقف کارونکو خوب معلوم ہے حدیث صحیح مین آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یتیم کا پالنے والا خواہ وہ یتیم اسکا قرابت والا اسکا ہو خواہ بیگانہ کہین کا ہو قیامت کے دن بہشت مین میرے ساتھہ ایسا ملا رہیگا جیسے یہہ دو انگلیان میرے ہاتھہ کی ملی ہوئی ہین اور دونون انگلیان سے بتایا اور یہہ بھی حدیث شریف مین ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر عرض کرنے لگا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا دل نہایت سخت ہے

کچھ اسکا علاج فرماتے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا اپنے پاس یتیم کو بلا کر اسکے سر پر ہاتھ پھیر کر شیرینی اسکو کھلا دے تیرا دل نرم ہو جاویگا اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو کوئی
پیار سے یتیم کے سر پر ہاتھ پھیریگا تو اسکے واسطے جتنے اس یتیم کے سر پر بال ہونگے اتنے ہر ہر بال کے حساب سے ایک ایک نیکی لکھی جاویگی اور بستان سلف کے بزرگوں نے
کہا ہے کہ جب یتیم روتا ہے تو عرش ہلنے لگتا ہے پھر جو یتیم کو دلبری اور خاطرداری کے ساتھ رونے سے خاموش کرے تو گویا عرش کو ہلنے سے تھہرایا اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی بخشش اور داد و دہش مانگنے والوں پر یہاں تک تھی کہ کبھی لا یعنے نہیں آپکی زبان مبارک سے نہیں نکلی چنانچہ صحیح بخاری میں جابر رضی اللہ
عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے کبھی کوئی چیز کا سوال نہ کیا کہ آپنے اسکے جواب میں لا فرمایا ہو جیسا کہ فرزدق شاعر اس مضمون کو مبالغے کے
طور پر اس شعر میں نظم کر کے کہتا ہے ما قال لا قط الا فی تشہدہ • لولا التشہد کانت لاءہ نعم ترجمہ نبولے لا کبھی ہرگز مگر اپنے تشہد میں
تشہد گر نہوتا تو وہ لا انکا نعم ہوتا اور صحیح ترمذی میں روایت کی ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بحرین کے ملک سے نوے ہزار درم آئے آپنے
انکو ایک بوریے کی چٹائی پر ڈھیر کروا کے صبح کی نماز پڑھ کے بانٹنے لگے پھر ظہر تک ان میں سے ایک درم بھی باقی نرہا اور اس بیچ میں جو مانگنے والا آیا اسکو دیا
بانٹنے سے فارغ ہونیکے بعد اتفاقا ایک مانگنے والا وہاں آنکلا اس سے آپنے فرمایا کہ اب تو میرے پاس کچھ باقی نرہا جو تجھے دوں پر تو بازار کو جا اور بیوپاریوں سے
میرے نام پر جو کچھ چاہیے سو خرید کر اور میرے ذمے پر لکھوا دے جب کچھ میرے ہاتھ آویگا تب میں ادا کر دونگا اتنے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حق تعالی نے آپکو مقدور سے زیادہ تکلیف فرمائی نہیں پھر کا ہیکو اسقدر اپنے اوپر قرض کا بوجھ اٹھاتے ہو آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کو یہہ بات خوش نہ آئی اور آپکے چہرہ مبارک پر خفگی کے اثر ظاہر ہوئے ایک انصاری نے جو وہاں حاضر تھا عرض کیا کہ انفق ولا تخش
من ذی العرش اقلالا ترجمہ دیئے جا اور عرش کے مالک سے محتاج ہونیکا خوف مت کر یہہ سخن سنتے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے اور آپکے
چہرہ مبارک پر خوشی کے آثار نمودار ہوئے اور فرمانے لگے کہ اسیطور سے مجھے حکم ہے اور یا مور ہوں حاصل کلام یہہ ہے کہ آنسرور انام علیہ الصلوۃ والسلام کی
بخشش اور انعام نہایت عام اور ایسی تمام تھیں کہ اللہ تعالے نے انکو میانہ روی سے مامور کیا اور بہت دے دینے اور زیادہ خرچ کرنے پر نہی کی آیت
نازل ہوئی چنانچہ سورہ اسرا کی تفسیر میں مذکور ہے کہ ایکدن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک لڑکے نے آکر گذارش کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم میری ما عرض کرتی ہے کہ میرے پاس کوئی کرتہ نہیں جو پہنوں ایک کرتہ مجھے عطا کیجیے آپنے فرمایا کہ گھڑی بھر رہ کہ آویگا تو میں دونگا وہ لڑکا گیا اور
پھر آکر عرض کرنے لگا کہ میری ما عرض کرتی ہے کہ یہی کرتہ جو آپ پہنے بیٹھے ہیں مجھے عنایت فرمائیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسیدم دولتخانہ کو
تشریف فرما ہوئے اور اس کرتے کو اپنے بدن مبارک سے اتار اور تہہ کر اس لڑکے کے ہاتھ بھجوا دیا کہ لیجا اپنی ما کو دے اور آپ ننگے بدن بیٹھے رہے
اصحاب کہ آپکے آنیکے انتظار میں بیٹھے تھے تنگ ہو کر اٹھ کر چلے گئے حق تعالی نے یہہ آیت نازل فرمائی ولا تبسطہا کل البسط یعنے نہ کھول دے
اپنا ہاتھ کشادہ مت کر کہ برہنہ ہو کر گھر بیٹھ رہے اور اپنے مخلص یاروں مصاحبوں سے جو دین کے فائدے حاصل کرنیکو تیری خدمتگاری میں ہیں صحبت چھوٹ
جاوے اور صحیح بخاری میں آیا ہے کہ ایک وقت کسی عورت نے ایک چادر اپنے ہاتھ سے بنکر اور درست کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گذرانی اور التجا کی کہ
میری آرزو یہی ہے کہ اسے آپ ہی اوڑھیں کیونکہ میں نے اپنے ہاتھوں سے سی ہے اور کنارے بہت سنہرے لگائے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اسوقت چادر کی حاجت
تھی لیکر اوڑھی اتنے میں ایک شخص آیا اور التماس کرنے لگا کہ یہہ چادر کیا خوب ہے اور اسکے کناری بہت خاصی خوش اسلوب لگی ہے اور یہہ مرغوب ہے یا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم یہہ چادر مجھے عنایت کیجیے فرمایا بہت خوب ہے وہ چادر اسے بخشی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجلس مبارک سے برخاست فرمائی تب صحابیوں نے اس
شخص کو ملامت کی اور کہا کہ تو نے اچھا نکیا کیونکہ وہ چادر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کمال ضرورت اور رغبت سے اوڑھی تھی اور تو جانتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی
سائل کو رد نہیں کرتے پھر تو نے کس واسطے سوال کیا اسنے کہا کہ میں نے یہہ چادر اس دنیا میں اوڑھنے کے لیے نہیں مانگی بلکہ اپنے کفن کے واسطے مانگی ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک بدن کی متبرک اور محبوب ہو گئی تھی اور بہت مطلوب اور مرغوب تھی اور اللہ تعالے کی نعمتوں کا بیان کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں جناب اقدس الہی سے
ہوئیں اور آخرت میں ہونے والی ہیں ریت کی مانند بیشمار ہیں سو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے راتدن ظاہر ہوتی تھیں اور شکر گذاری کے مقام میں یکے بعد دیگرے ذکر انکا بیان فرمایا ہے چنانچہ

حدیث شریف کی کتابوں میں یہ واقعہ بیان ہوا ہے اس مبارک سورت کی ایک تاثیر یہہ ہے کہ گم کیے ہوئے کے واسطے اس سورت کو سات مرتبے پڑہ کر شہادت کی انگلی اپنے سر کے چوگرد پہراوے پہر تمام ہوئے پر اصبحت فی امان اللہ فامسیت فی جوار اللہ امسیت فی امان اللہ واصبحت فی جوار اللہ سات مرتبے پڑہکر دستک دیوے تو وہ گیا ہوا مال پہر آوے گا واللہ اعلم بالصواب

سورۃ الم نشرح

یہہ سورت مکی ہے اسمین آٹہہ آیتین اور انتیس کلمے اور ایک سو تیس حرف ہین اور اس سورت کا ربط والضحی کی سورت سے پورا ہے تو وہ یہہ ہے کہ ان دونون سورتون مین اللہ تعالی کو اپنی نعمتون کی گنتی اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر منظور ہے اور دونون سورتون کی عبارت کا انداز اور طور بہت ملتا ہوا ہے اسیواسطے بعضے اسلام کے فرقون مین سے یعنے رافضیون نے ان دونون سورتونکو ایکہی سورت گنا ہے اور دونونکو بدون بیچمین بسم اللہ لانیکے نماز کی ایک رکعت مین ملا کر پڑہنا مقرر کیا ہے لیکن اگر خوب تامل سے ان دونون سورتونمین غور کرین تو البتہ انکو معلوم ہووے کہ انمین ایک باریک بات ہے کہ اس سبب سے ان دونونکو ایک کہنا درست نہین ہے نہ لفظ مین نہ معنونمین سو لفظون کے اعتبار سے ایک کہنا اسواسطے نہین درست ہے کہ والضحی کی سورتمین استفہام غائب کے صیغے سے ہے جیسے الم یجدک یتیما فاوی آخر تک اور اس سورت مین متکلم کے صیغے سے ہے اور یہہ بڑا فرق ہے کہ اسکے سبب سے دونونکا ایک ہونا درست نہین ہے کیونکہ یہہ بات جدائی پر دلالت کرتی ہے اور اگر اس بات کی نظر کیجیے کہ ان دونون سورتونمین شمار نعمتونکا پیغمبر پر منظور ہے تو دونون ایک ہوئین بیچمین بسم اللہ الرحمن الرحیم کا لانا نچاہیے تو یہہ بات غلط ہے کیونکہ ایسی مناسبت بہت سورتونمین پائی جاتی ہے بلکہ اگر سچ پوچہو تو تمام قرآن شریف ایک ہی کلام ہے تو اس صورت مین بسم اللہ الرحمن الرحیم کا نکال ڈالنا اکثر سورتون سے بلکہ تمام قرآن مجید سے لازم آتا ہے اور یہہ بات غلط ہے اور معنون کے اعتبار سے بہی ان دونون سورتونکو ایک کہنا درست نہین ہے اسواسطے کہ جو جو نعمتین کہ حق تعالی نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عنایت فرمائی ہین دو قسم کی ہین ایک قسم کی وہ نعمتین ہین جو ظاہر آپ مین پائی جاتی تہین اور سب عام اور خاص انکو جانتے تہے اور دیکہتے تہے اور دوسری قسم کی نعمتین ایسی تہین کہ عوام کی نظر سے بلکہ خواص کی نظر سے بہی پوشیدہ تہین سو ان دونون قسمونکی نعمتونکو علیحدہ علیحدہ بیان کرنا ضرور تہا اسیواسطے حق تعالی نے اول قسم کو والضحی مین اور دوسری قسم کو اس سورت مین بیان فرمایا تاکہ کسی طرحکا اس بات مین شبہ اور وہم کہا باقی نرہے اور یہہ بہی ہے کہ وہ نعمتین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیواسطے خاص تہین انکی دو قسمین تہین پہلی وہ قسم جو آپکے ظاہر سے تعلق رکہتی تہی اور دوسری قسم وہ جو آپکے باطن سے علاقہ رکہتی تہی سو سورہ والضحی مین پہلی قسم کا بیان منظور ہوا اور اس سورت مین دوسری قسم کا تو گویا ایک سورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصیات ظاہری کے بیانمین ہے اور دوسری سورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصیات باطنی کے شمار مین ہے اور ظاہر اور باطن مین جو فرق ہے سو ظاہر مین ایسا ہی ہے اور اس سورت کے نازل ہونیکا سبب بعضے مفسرون نے ایسا بیان کیا ہے کہ ایکدن رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے درگاہ الہی مین عرض کیا کہ ای میرے پروردگار تو نے حضرت ابراہیم کو خلت کا مرتبہ بخشا اور حضرت موسی کو کلیمی کی خلعت سے نوازا اور حضرت داود کو لوہا اور پہاڑونکو تابعدار کرکے ممتاز کیا اور حضرت سلیمان کو جنون اور آدمیون کی سلطنت دیکر اور آگ اور ہوا کو انکا فرمان بردار کرکے سرفراز کیا میرے واسطے کون سی چیز خاص کی تو نے اس سوال کے جواب مین حق تعالی نے یہہ سورت نازل کی اور ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہہ سوال معراج کے ہونیسے پہلے ہوا ہوا اسواسطے کہ بعد معراج کے ایسی نعمتین مخصوص جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم کو عنایت ہوئین کہ کسی نبی کو انبیاؤن سے عشر عشیر اسکا حاصل نہوا تہا اور سورۃ الم نشرح کی نکتون سے ایک یہہ بہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تعالے نے یہہ مرتبہ یعنے شرح صدر کا بدون طلب کے عنایت فرمایا اور حضرت موسی علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کو باوجود طلب کرنے کے جناب الہی سے کہ رب اشرح لی صدری تو بہی یہہ مرتبہ حاصل نہوا بموجب

ہندی میں جسکے سوا مٰن مانگے ہوتی ملین مانگے سلے نہیں چنانچہ اسی قصے سے جو ثابت ہے اور انکے بھائی حضرت ہارون علیہما السلام سے واقع ہوا تھا یعنے ازری کا
کھینچنا پڑے بھائی کی یہہ بات ظاہر ہے کہ اپنے مقام پر مفصل بیان ہوگا تا کہ اس بات کی طرف اشارہ ہو کہ جو کام حق تعالی کی عنایت سے بے چاہے اور بے درخواست
آدمی کے ہوتا ہے اُسکا مرتبہ بڑا ہوتا ہے اس کام سے جو آدمی کے طلب کرنے سے ہوتا ہے اور اس سورت کا نام سورۂ الم نشرح اسواسطے رکھا ہے کہ اس سورت کا
مضمون کلام محمدی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کی اصل اور جڑ پر قرار واقعی دلالت کرتا ہے اسواسطے کہ اس کمال کی حقیقت یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کا صدر معنوی جسکی تفصیل آگے آتی ہے کشادہ اور وسیع ہوکے تجلیات الٰہی کی روشنیوں سے پر ہوجاوے سو یہی مضمون اس سورت
مین بیان ہے اور اس سورت کی خاصیتوں سے ایک یہہ ہے کہ جو شخص اس سورت کو سونے کے وقت سترہ مرتبہ پڑھ کے اپنی چھاتی پر پھونک لے
تو اُسکو وسوسے اور خطرے شیطانی کبھی حیران اور پریشان نکرین اور معاملے کی تدبیرون مین خطا اور بھول چوک نہونے پاوے

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلَمۡ نَشۡرَحۡ کیا نہین کھولدیا ہے **لَكَ صَدۡرَكَ** تیری بہتری کیواسطے سینہ تیرا تا کہ وحی کا بوجھ سنبھالے اور حق تعالی کے بھیدون کا وہ سینہ
گنجینہ ہووے اور دعوت کا یعنے امت کو اسلام کیطرف بلانیکا اور احکام الٰہی کے پہنچانیکا غم اور امت اور دین کا غم اور دنیا اور آخرت کا غم سب اس مین
سما جاوے یعنے تحمل اور بردباری حاصل ہووے اور تنگی اور کدورت اور دشمنی اور بدخواہی اور سب بری خصلتین اس سے نکل جاوین اور روشنی علم اور ایمان
اور حکمت کی اُسمین بھر جاوے اور لک کی لفظ کو اسواسطے لائے ہین کہ تیرے سینے کو کشادہ کرنا تیرے ہی نفع کیواسطے ہے تا کہ بڑا کمال حاصل کرے تو
اور اگر یہہ لفظ لک کی نہوتی تو یہہ معنی بوجھے نجاتے اور صدر عرب کی زبان مین سینے کو کہتے ہین اور طریقت والونکی اصطلاح مین ایسا مقرر ہے کہ
قلب کے دو دروازے ہین ایک دروازہ نفس کی طرف ہے اُسیکا نام صدر ہے اور دوسرا دروازہ روح کی طرف ہے وہ بہت کشادہ اور وسیع ہے صدر کی
نسبت سے اور صدر اُسکی نسبت سے بہت تنگ واقع ہوا ہے پھر جب صدر کو کشادہ کیا تو ظاہر ہے کہ وہ دوسرا دروازہ اس سے زیادہ کشادہ ہوجاویگا اسیواسطے
اس جگہہ صدر کی لفظ کو لائے اور قلب کو مذکور نکیا اسواسطے کہ صدر سینے قلعے کے ہی قلب کے واسطے اور اکثر دنیا کی فکرون کی اور اُسکے ظاہری اسباب
کی حرص اور خواہشون کے سبب سے شیطان قلب پر اسی صدر کی طرف سے دہوم مچاتا ہے اور تنگ کرتا ہے اور اسکی تنگی سے قلب بھی تنگ ہوجاتا ہے
اور عبادت کی لذت اور ایمان کا مزا دلکی تنگی کے سبب سے کم ہوجاتا ہے اور جب قلب کی یہہ طرف یعنے صدر کی کشادہ ہوگئی تو عبادت کا ادا ہونا
بخوبی دلکی خوشی سے میسر ہوا اور مطلب حاصل ہوا اس جگہہ پر جاننا چاہیے کہ شرح صدر عبارت ہے حوصلے کی فراخی سے اور حوصلے کی فراخی ہر شخص
کی اُسکی استعداد کی قدر اور اُسکے کمال اور مرتبے کے اندازے اور قدر سے ہوتی ہے اور ہر مرتبے کے حوصلے کی فراخی اور ہر کمال کی جب تک کہ اس مرتبے
اور اس کمال کو نہ پہنچے ہرگز دریافت نہین کرسکتا ہے سبب ہے کہ اکثر عوام الناس چاہتے ہین کہ بادشاہون کے حوصلے کی فراخی کو پہچانین اور اسکو
دریافت کرلین بات چیت سے لیکن ہرگز دریافت نہین کرسکتے اسیواسطے کہا ہے لا یعرف الولی الا الولی ؛ ولا یعرف النبی الا النبی + یعنے ولی کو ولی
پہچانتا ہے مینے کوئی اور اسی مضمونکی ایک مثل بھی فارسی بولی مین مشہور ہے یعنے ولی را ولی می شناسد [illegible]
وارد بھی [illegible] کے کمال کا مرتبہ کہ نہایت [illegible] اُنکے مرتبہ کی پہچان بھی اُسکو حاصل ہوگی ولنعم ما قیل یعنے کیا اچھی بات
کہی ہے کسی شاعر نے یا صاحب الجمال ویا سید البشر + من وجہک المنیر لقد نور القمر + لا یمکن الثناء کما کان حقہ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر یعنے اے صاحب جمال کے اور اے سردار آدمیون کے تیرے چہرے روشن سے تحقیق روشن ہوا ہے چاند نہین ممکن ہے تعریف کرنا جیسا کہ لائق
ہے اُنکے بعد خدا کے بزرگ تو ہی ہے قصہ کوتاہ لیکن وہ شرح صدر یعنے حوصلے کی فراخی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ظاہر اور باطن مین حاصل
ہوتی ہے تمثیل کے طور پر تھوڑا سا مجمل یعنے گول گول بیان کرنا ضرور ہے سو شرح صدر معنوی یعنے حوصلے کی باطنی فراخی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اسطرح پہ

سمجہا چاہیے کہ آپکے سینے مین ایک بڑا میدان لق و دق واقع ہی اور اس میدان مین ایک بڑی عمارت عظیم الشان بنی ہی اور اس عمارت مین بارہ مجلسین ہین کہ بعضی
انمین دنیا سے تعلق رکہتی ہین اور بعضی آخرت سے اور بعضی دین اور دنیا سے اور پہلی ایک مجلس مین یہہ خیال کیا چاہیے کہ ایک بڑا بادشاہ عظیم القدر
اسمین بیٹہا ہے اور سب روی زمین کے بادشاہ اُسکے حضور مین حاضر ہین اور سلطنت کے دستور اور ملک گیری کے آئین پوچہتے ہین اور توقیعات کسریٰ اور
توزک تیموری اور کلمات طیبات عالمگیری اور واقعات بابری اور آئین اکبری ان سب کتابون کے مضمون کو جانچتے ہین کہ یہ آئین اور
قاعدے جو ان کتابون مین لکہے ہین ٹہیک ہین یا نہین اور ملکون کے انتظام کی تدبیرین اور صلح اور لڑائی کی گہاتین ہر ہر اقلیم اور ہر ہر
شہرون کی اس بادشاہ عالیجاہ سے پوچہتے ہین اور سیکہتے ہین اور دوسری مجلس مین ایک بڑا حکیم حاذق بیٹہا ہوا تدبیرین خانگی اور
اخلاق کا سنوارنا اور آداب کا درست کرنا موافق قاعدے کے جیسا کہ چاہیے بیان فرما رہا ہے اور بڑے بڑے زمانے کے حکیم اور جہان کے دانا
یہہ قاعدے اس سے سیکہہ رہے ہین اور جو قاعدے کہ وہ ارشاد فرماتا ہی ارسطو اور نصیر طوسی اور ابن مسکویہ اور ابن سینا اور سوا انکے جو بڑے بڑے دانا تہے
بہت سے علم اس سے نکالتے ہین اور اپنے اپنے فنون مین برتتے ہین اور تیسری مجلس مین ایک قاضی عدالت کی مسند پر بیٹہا ہوا جہگڑے اور قضیے
لوگون کے چکا رہا ہے اور دونون جہگڑنے والون کو راضی کر رہا ہی اور تمام جہان کے قاضی اسکے حکمون اور فیصلون کو دستور العمل جانکر
بڑی احتیاط سے لکہہ رہے ہین اور چوتہی مجلس مین ایک مفتی علامہ دہر فتوے کی مسند پر بیٹہا ہی اور ایک فتوون کا دریا اسکی زبان سے جوش مار رہا ہی
ہر ایک نئے معاملے کا حکم موافق اصول کے قاعدون کے کتاب و سنت سے نکال کر بیان کر رہا ہی اور روایتون کے لکہنے والے اور فقہ کے کہینچنے والے
جہان کے اسکے گرد بیٹہے ہوئے ہر ہر لفظ کو اسکی نقل کر کے اپنی اپنی حاجتون کے وقت اس پر عمل کرتے ہین اور پانچوین مجلس مین ایک محتسب حکومت
پر بیٹہا ہے اور جلاد اسکے سامنے کہڑے ہین اور گنہگارون کو اور فاسقون کو اسکے سامنے لاکر ہر ایک کو موافق اسکے گناہ کے سزا دیتے ہین کسی پر
حد جاری ہے اور کسی پر تعزیر اور کوئی قیدخانہ مین اور کسی کو فقط چشم نمائی ہو رہی ہی اور جتنا قاعدے جیسے کوتوالی کے حکم اور حدون اور تعزیرونکی
اقامت اور بدعتیونکی تنبیہ اسلام کے لوگ اس سے سیکہہ رہے ہین اور وہ برائیونکے بند کرنے کے گہاتون مین اور شہوت اور غضب اور ظلم کے راستون سے
روک دینے کی باتون مین خوب کوشش کر رہا ہی اور چہٹی مجلس مین ایک قاری خوش خوان اور خوش الحان ساتون قرأتین وجوہ اور روایات سے یاد
کیے ہوئے سب کے سامنے پڑہ رہا ہی اور جہان کے قاری وہان حاضر ہین اور ہر وجہ اور ہر روایت کی تحقیق اس سے کر رہے ہین اور وہ کسی سے ادغام کا قاعدہ ارشاد
فرما رہا ہی اور کسی سے ہمزہ کی تخفیف کی بحث اور کسی سے مدون کا قاعدہ اور کسی سے اظہار اور اخفا اور ہر ہر حرکت کی تعلیم ہو رہی ہی اور ساتوین مجلس مین ایک عابد
اوراد وظائف اور نوافل مین ایسا مشغول ہی کہ دنیا اور مافیہا سے کچہہ خبر نہین رکہتا اور صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک تلاوت قرآن مجید مین اور اذکار
امام نووی اور حصن حصین جزری اور حزب اعظم ملا علی قاری اور اوراد شیخ الشیوخ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے مطالعے مین مشغول ہی اور انوار و اذکار کی کثرت سے
فرشتے آسمان اور زمین کے اسکی مجلس سے منتفع حاصل کرکے گروہ کے گروہ گرداگرد اسکے آتے ہین اور سکو انکی حضور مین نہایت انس اور بڑی لذت
حاصل ہوتی ہی کہ دنیا اور مافیہا کو فراموش کر دیا ہے اور اس کام کے تلاشی لوگ وہان حاضر ہو کے اس سے اس بحث مین پوچہہ پاچہہ کرتے ہین
اور وہ کسی کو دن اور رات مین نفلون کے ادا کرنے کی کیفیت تعلیم کر رہا ہی اور کسیکو کپڑا پہننے کی اور پانی پینے کی اور کہانا کہانے کی اور نئے چاند دیکہنے کی
اور سوائے اسکے دعائین بتا رہا ہے اور سب لوگ اسکی ہدایت کے سبب سے ذکر اور ورد سے اپنے اپنے عمر کے وقتون کو معمور کرتے ہین اور آٹہوین
مجلس مین ایک عارف کامل سب ذات اور صفات اور افعال الٰہی کے اسرار جو سب جہان مین پہیل رہے ہین اور انکے سوا اور دوسرے علوم بے نہایت
اپنی زبان سے اس طرح بیان کر رہا ہے کہ گویا موتی جہڑ رہے ہین اور اس علم کے شوقین لوگ فتوحات مکیہ اور فصوص الحکم کے مضمون اور عبارت کو
اسکے زبانی لکہہ رہے ہین اور اسکی لذتین حاصل کر رہے ہین اور نوین مجلس مین ایک واعظ منبر پر بیٹہا ہوا کلمات وعظ اور نصیحت کے نہایت فصیح اور
تشریح سے بیان کر رہا ہی اور ایک مجلس عام جمع ہی اور اسکے کلمات پند آمیز کی تاثیر سے دل جنبش مین اور روحین حرکت مین ہین کسیکو بہشت کی رغبت لاکر

راہ پر لاتا ہی اور کسیکو برے عذاب اور آگ سے خوف دلا کر توبہ کراتا ہی اور قبر کے احوال اور حشر نشر کی تکلیفین اور حساب و میزان کی کیفیتین اور پل صراط پر چلنے کی مشقتین اور دوزخ کے طرح طرح کے رنج اور عذاب اور بہشت کے بڑے بڑے مرتبے اور ثواب اور وہ عمل جو ایسے مقام پر نفع کرین یا نقصان پہنچا دین ان سبکا احوال خوب شرح اور بسط سے بیان کر کے خاطر نشان کر رہا ہی تاکہ کسیطرح کا شبہ اُنکے دلونمین باقی نرہے سو اُسکی مجلس مین کافر زنار یعنی جنیو کو توڑتے ہین اور گنہگار فاسق فاجر توبہ کرتے ہین اور سخت دل نرم ہو جاتے ہین اور حق ناشناس حق شناس ہو جاتے ہین اور دوسری مجلسمین ایک رسول اولو العزم علیہ السلام بیٹھا ہوا امت کو راہ پر لانے اور سمجھانیکے واسطے ہزارون تدبیرین اور حیلے سوچ رہا اور کر رہا ہی اور جن لوگونکو اس کام کی تدبیر کے واسطے اپنا رفیق کر رکھا ہی اُنمین سے ہر ایک کو اُنکے حوصلے کے موافق احکام الٰہی کے پہنچانے کے واسطے اور لوگونکو اسلام کیطرف بلانے کے واسطے چارون طرف بھیج رہا ہی اور ہر قوم کا معاملہ اپنے رسول سے سنکر اس معاملے کے بندوبست کے واسطے تدبیرین کار گر اپنے عقل اور فکر سے خوب سوچ کر اُن رسولونکو تعلیم کر رہا ہی اور گیارھوین مجلسمین ایک مرشد کامل طریقہ والا بیٹھا ہی اور ہزارون مرید خدا کے طالب اُسکی خدمتمین حاضر ہین اور اپنی اپنی مشکلین اُس سے حل کر رہے ہین اور وہ ہر ایک کے استعداد اور حوصلے کے موافق بیگانگی کے پردے دور کرنیمین کوشش کر رہا ہی اور مطلب کے پہنچنے کی راہ کا پتا بتلا رہا ہی اور ہر ایک احوالون اور مقامون اور مرتبون اور منصبون کی راہ نمائی کر رہا ہی اور مریدون اور فائدہ لینے والون کے باطنون مین طرح طرح کی تاثیرین اپنی توجہ باطنی سے پہنچا رہا ہی اور ہدایت اور نفس کی پاکی کے کارخانے کو رونق دے رہا ہی اور بارھوین مجلسمین ایک محبوب نازنین چاندکا سا ٹکڑا بلکہ کعبے کی مانند بیٹھا ہوا ہی کہ اللہ تعالیٰ کے جمال کی تجلی نے اُس گلبدن کے بدن کو اپنا گھر پاک ٹھیرایا ہی اور طور کی طرح کی ایک شکل ہی کہ حسن ازلی کے انوار نے اُسکو روشن کر کے خدا کی محبوبیت کی شان اسمین جلوہ گر کر رکھی ہی اور اپنی محبت کی کشش سے لوگونکے دلونکو شکار کر رہا ہی اور لاکھون اس ازلی حسن کے عاشق بڑی بڑی دور سے بغیر امید کسی منفعت کے اور بدون خواہش کسی کمال کے حاصل کرنیکے فقط دیدار کے بھوکے دیوانے کی طرح دوڑے چلے آتے ہین اور اپنی اپنی پیشانیان اُسکے فیض کے آستانے پر گھستے ہین اور اُسکے جمال کی ایک جھلک کے مشتاق ہین اور یہہ مرتبہ اُن مرتبون سے ہی کہ کسی بشر کو حاصل نہین ہوا مگر اُسی محبوب اور مقبول کی طفیل سے اور اُسکے سبب سے بعضے اولیا کو بھی تھوڑا حصہ اس محبوبیت الٰہی سے نصیب ہوا ہی اسی سبب سے وہ اولیا جو اس مرتبے سے بہرہ مند ہوئے ہین تو سب لوگونکے محبوب اور خلائق کا مرجع ہو گئے ہین اور تمام مخلوقات کا جھکاؤ اُنکی طرف ہوا ہی جیسے حضرت غوث الاعظم شیخ عبد القادر جیلانی اور سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیا قدس اللہ تعالیٰ سرہما اور اگر کسیکو ان بارہ مجلسونمین یا ان مجلسون کے مضمونونمین کسیطرح کا شک یا شبہ خاطر مین آوے تو اُسکو چاہیے کہ ان عالمونمین جو ان بارہ مجلسونمین بیان ہوئے ہین تامل کرے اور خوب غور کر کے دیکھے کہ ان کامونکی اصل کہان ہی تو بیشک اُسکو یقین ہو جاویگا کہ یہہ سب کارخانہ ایک جھلک ہی کمال محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار کی جیسے درخت کی جڑکی تازگی سے شاخ شاخ اور پتا پتا ہرا رہتا ہی اور جیسے دریا سے نہرین نکل کے چارونطرف جاری ہوتی ہین اسیطرح سے حقیقت مین سینہ بے کینہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حوض کے خزانے کی مانند تمام کمالات ظاہری اور باطنی سے بھرا تھا اور ہر ملت اور مذہب و طریقے مین دن و رات وہی نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم تواریخ کی مانند اُسی خزانے سے جوش مار رہا ہی اور اُن گروہونکو اپنے ہمجنسون سے ممتاز کر دیا ہی چنانچہ تاریخ کے جاننے والون پر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات مطالعہ کیا کرتے ہین یہہ بات چھپی نہین ہی اور یہہ حکمت کا قاعدہ ہی کہ ہمیشہ ایکطرح کا مونکا ہونا بغیر حاصل ہونے اُن کامون کے ملکے نہین ہوتا اور وہ کام کمال کے مرتبے مین جسقدر منتظم ہونگے اُسیقدر اس ملکے کے کمال پر دلالت کرینگے اور ظاہری شرح صدر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بغیر بیان کرنے ایک مقدمے کے سمجھنا بہت مشکل ہی سو وہ مقدمہ یہہ ہی کہ غیب کے عالم کی نسبت ظاہر کے عالم سے ایسی ہی جیسے اصل کی نسبت فرع سے ہوتی ہی اور جیسے آدمی کی نسبت اُسکے سائے سے سو جو چیز کہ عالم ظاہری مین پائی جاتی ہی اگر عالم غیب مین اُسکی کچھ اصل ہی تو وہ بچی ہی اور پائدار ہی جیسے دیکھا کہ ایک دم مین مٹ جاتا ہی اور جیسے جھوٹھا خیال کہ کچھ اصل نہین رکھتا اسیطرح سے جو چیز کہ عالم غیب مین پائی جاتی ہی اگر اُسکی کوئی مثال یا کوئی صورت ظاہر کے عالم مین نہین ہی تو اُسکی مثال ایسی ہی جیسے بے پھل کا درخت اور مدلول بے دلیل اور بے نشان اسیواسطے کہا ہی کہ

جو کچھ عالم ارواح اور عالم غیب میں ہے وہ مصدر اور جڑ ہے اور جو کچھ عالم اجسام اور عالم ظاہری میں ہے وہ مظہر اور شاخ اسکی ہے پہر جب یہ مقدمہ جانا گیا تو اب
جاننا چاہیئے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معنوی شرح صدر عالم غیب میں ثابت ہوا تو عالم ظاہری میں یہہ معاملہ چار مرتبے ظہور پایا پہلے مرتبے میں
اسوقت ہوا تہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ماکے پیٹ میں تہے کہ آپکے باپ نے وفات پائی پہر جب آپ پیدا ہوئے تو آپکی ماں نے چاہا کہ پرورش کیواسطے کسی دائی کو سپرد
کریں اسواسطے کہ عادت عرب کی اسطور کی تہی کہ اپنے لڑکونکو پرورش کیواسطے باہر کی دائیونکو دیدیتے تہے اور وے دائیاں اپنے اپنے گہروں میں
لیجاکر پرورش کرکے دو چار برس کے بعد پہنچا دیتی تہیں اتفاقاً ان دنونمیں بہی کتنی عورتیں دودہ والیاں بنی سعد کے قبیلے کی کہ طائف کے گرد و
نواح میں رہتے تہے بچوں کے لینے کیواسطے مکہ معظمہ میں آئی تہیں اور مالداروں کے بچے انکو لے کر اپنے اپنے گہر انکو روانہ ہوئیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کو یتیمی کے سبب سے کسی نے قبول نکیا ایک عورت جسکا نام بی بی حلیمہ تہا انہیں عورتوں کے ساتہہ آئیں تہیں اور بہت مفلس تہیں اس سبب سے
کسی نے اپنا بچہ پرورش کرنیکو انکو ندیا تہا وہ بیچاری نہایت حیران اور پریشان تہیں کہ بغیر کوئی بچہ لیئے خالی ہاتہہ لوٹ جانا بڑی خفت اور شرمندگی
ہے لاچار ہو کر یہی دلمیں ٹہیرائی کہ اس لڑکے یتیم کو اگرچہ کچہہ نفع انکے پرورش کرنیمیں نہیں ہے لیکر چلیے یہہ سوچ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لیکر روانہ
ہوئیں اور انکی سواری کا ایک گدہا نہایت دُبلا تہا کہ چل نسکتا تہا جوہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گود میں لیکر اسپر سوار ہوئیں ویسہیں وہ گدہا اسقدر قوی
اور تیز رو ہوگیا کہ سب گدہوں سے آگے نکل گیا باوجود اسکے کہ وہ سب آگے سے چلیں تہیں تمام قافلہ والوں کو اس بات کے دیکہنے سے نہایت تعجب ہوا جب بی بی
حلیمہ اپنے گہر میں پہنچیں اپنی بکریونکو کہ دُبلی بے دودہ کی چہوڑ آئی تہیں سبکو موٹا تازہ دودہار پایا ان سب باتوں کے دیکہنے سے انکو یقین ہوا کہ یہ سب انہیں بچے کے
قدمونکی برکت سے ہے تو نہایت شفقت اور پیار سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پرورش کرنے لگیں یہانتک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انکے گہر میں چار سال کے
ہوئے ایکدن بی بی حلیمہ کے بیٹوں کے ساتہہ بکریاں چرانیکو تشریف لیگئے تہے اور وہ لڑکے آپکو جنگل میں بکریوں کے پاس چہوڑ کر اپنی ماکے پاس کہانا
لینے کو گئے تہے اور آپ اکیلے بکریوں کے پاس کہڑے تہے کہ یکایک دو گدہ کی شکل کے جانور نمودار ہوئے اور ایک نے دوسرے سے پوچہا کہ یہہ وہی شخص ہے دوسرے
نے کہا ہاں یہہ وہی شخص ہے پہر دونوں آپکی طرف متوجہ ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو انسے خوف معلوم ہوا تو ان سے آپ بہاگے آخر ان جانوروں نے
آپکو آکے لیا اور دونو بازو آپکے پکڑ کر زمین پر چت لٹایا اور اپنی چونچ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک کو چاک کیا اور سینے کے اندر سے دلکو بہی نکال کر
چاک کیا اور اس دلکے اندر سے ایک پہٹکی جمی ہوئی سیاہ خون کی نکال کر پہینکدی اور کہا یہہ خون جما ہوا مردار شیطان کا حصہ ہوتا ہے ہر آدمی میں اسیواسطے انکے
دلسے نکال ڈالا تاکہ کبہی شیطان کے وسوسے کو انکا دل قبول نکرے بعد اسکے ایک نے دوسرے سے کہا او برف کا پانی لایا پہر اس سے آپکے سینے کو دہویا پہر اولے
کا پانی منگوا کے اس سے دلکو دہویا اسکے بعد سکینہ منگوایا اور سکینہ ایک چیز ہتی قدرو کی طرح اور ذرور کہتے ہیں چہڑکنے والی چیز کو اسکو آپکے قلب مبارک
پر چہڑکا پہر ایک نے دوسرے سے کہا کہ اب اسکو سی دے پہر سکو سی دیا اور نبوت کی مُہر کر دی پہر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک کو بہی سیکر برابر کر دیا
چنانچہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص خادم تہے کہتے ہیں کہ میں نے اس سینے کا نشان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سینے مبارک
پر دیکہا تہا القصہ بی بی حلیمہ کے لڑکے کہ کہانا لینے گئے تہے آپہنچے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہہ حال دیکہکر بہت گہبرائے اور اسیوقت اپنی
ماسے جاکر کہا وے بہی یہہ حال سنکر نہایت گہبرائیں اور اپنے خاوند کو لیکر اسیوقت آپکے پاس اس جنگل میں آ پہنچیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکہا کہ
ہونچکے سے کہڑے ہیں اور رنگ مبارک آپکا زرد ہو رہا ہے بی بی حلیمہ نے آپکو نہایت شفقت سے اپنے گود میں لیکر تسلی اور دلاسا دیا اور احوال پوچہا کہ کیا گذرا
آپنے اپنی زبان مبارک سے جو کچہہ کہ گذرا تہا سب بیان فرمایا بی بی حلیمہ نے اس روز سے آپکی نگہبانی بہت کرنا شروع کی اور آپکو اکیلا گہر سے باہر نجانے
دیتی تہیں یہاں تک کہ انکے خاوند نے انسے کہا کہ یہہ لڑکا کچہہ عجیب غریب ہے ایسے ایسے معاملے انکے ساتہہ ہوتے ہیں کہ ہماری عقل میں نہیں آتے
ایسا نہو کہ اسکو کسیطرح کی اذیت یہاں پہنچے بہتر یہہ ہے کہ انکو انکے دادا عبدالمطلب کے پاس پہنچا دیں چنانچہ آپکو اسی عمر میں آپکے پاس پہنچا دیا اور اسوقت کے شرح
صدر سے حق تعالی کو منظور یہہ تہا کہ لڑکوں کے دلونمیں جو محبت کہیل کود کی اور دوسرے نالایق کاموں کی ہوتی ہے وہ آپکے دلسے نکل جاوے چنانچہ

ایسا ہی ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بچپن اور طفولیت کی حالت میں بھی کھیل کود کی طرف اور خواہش نہ تھی جس طرح اس عمر میں دوسرے لڑکوں کو
ہوتی ہے اور آپ کا اٹھنا بیٹھنا ایک اندازے سے تمکین اور وقار کے ساتھ تھا اور دوسرے مرتبے کا بیان یہہ ہے کہ ابن حبان اور حاکم اور
ابو نعیم اور ابن عساکر اور ضیاء مقدسی اور عبد اللہ بن احمد نے مسند کی زوائد میں صحیح سند سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جب دس برس
کے ہوئے تو ایک جنگل میں تھے وہاں دو آدمیوں کو دیکھا اور آپ فرماتے ہیں کہ میں نے تمام عمر ایسے نورانی چہرے کے آدمی نہیں دیکھے
اور ایسی خوشبو انمیں آتی تھی کہ میں نے کسی عطر میں نہیں سونگھی ہے اور اُنکے کپڑے ایسے نفیس و صاف اور براق تھے کہ پھر ایسا کپڑا دوسرا
آج تک میری نظر میں نہیں آیا اور وے دونوں شخص جبریل اور میکائیل تھے اُن دونوں نے میرے دونوں بازو ایسے آہستگی سے پکڑے کہ مجھکو
کچھہ بھی معلوم نہوا اور مجھکو پیٹھہ کی ہڈی پر چت لٹایا کہ کوئی جوڑ میرا بیکل نہوا اور دکھہ نپایا پھر انھوں نے میرا پیٹ چاک کیا اس طرح سے کہ
کچھہ دکھہ درد نہوا اور خون بھی نہ نکلا اور ایک آدمی تو سونے کے طشت میں پانی لاتا تھا اور دوسرا اندر سے پیٹ میرا دھوتا تھا پھر ایک نے دوسرے کو کہا
کہ انکے دلکو چاک کرکے کینہ اور بدخواہی کو اس سے دور کرو اُسنے دلکو چیر کے ایک پھٹکی بندھے خون کی نکال کے پھینکدی پھر کہا شفقت اور مہربانی
کو انکے دلمیں ڈالدے سو ایک چیز چاندی کے تل کیطرح کی لاکر میرے دلمیں ڈالدی اور ایک سوکھی دوا جیسے ذرور یعنے چھڑکنے کی چیز
کی طرح کی لاکر اُسپر چھڑکی پھر انگوٹھا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا پکڑ کر کہا جاؤ ہمیشہ خوش رہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں
اُس وقت سے اپنے دلمیں ہر چھوٹے بڑے پر شفقت اور رحمت پاتا ہوں اور اسوقت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سن بلوغ کے
قریب پہنچے تھے اور جوانی کے لوازمات میں سے شہوت یعنے نفس کی خواہشوں کی طرف جھکنا اور غصہ اور غضب کا جوش مارتا ہے سو اُن
گناہوں سے بچانیکے واسطے جو شہوت اور غضب سے تعلق رکھتے ہیں اور اکثر اُنکا جوش اور خروش جوانی میں یا بعد اُسکے ہوتا ہے آپ کے
سینۂ مبارک کا چاک کرنا دوسرے مرتبے ہوا تیسرے مرتبے کا بیان یہہ ہے کہ جب زمانہ بعثت کا قریب پہنچا اور وقت وحی کے نازل ہونیکا
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل مبارک پر نزدیک آیا تو پھر تیسرے مرتبے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک کو صاف کرنے اور قوت دینے کے واسطے
چاک کیا اور اس قصے کو بیہقی نے اور ابو نعیم نے دلائل میں اور ابو داود طیالسی نے اور حارث بن ابی اسامہ نے اپنی مسندوں میں حضرت عائشہ
صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہینے کا اعتکاف نذر مانا تھا اور اپنے اوپر لازم کیا
تھا اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی آپ کے ساتھہ اس اعتکاف میں شریک ہوتی تھیں اور اتفاق سے وہ مہینہ رمضان کا تھا اور
دونوں ایک غار میں اعتکاف کی نیت سے بیٹھے تھے ایک رات کو اسی رمضان کی راتوں سے وقت کے دیکھنے اور تاروں کے پہچاننے کے
واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے تھے کہ یکایک ایک آواز السلام علیک کی آئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے جانا
کہ یہہ آواز جنوں کے جھپٹ کی سی ہے یعنے کسی جن کا اس مکان میں گذر ہوا ہے یہہ سوچ کر میں دوڑا اور غار میں پہنچا اور حضرت خدیجہ کو اس حال سے
خبردار کیا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ یہہ خوشخبری کی آواز ہے اسواسطے کہ سلام علیک کا لفظ امن اور بہشت کا نشان ہے اس آواز سے
مت ڈرو پھر دوسرے مرتبے آپ باہر نکلے تو کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت جبریل علیہ السلام ایک تخت پر جسکی چمک آفتاب کی سی ہے بیٹھے ہیں اور ایک پنّا
مشرق کو اور ایک مغرب کو پہنچایا ہے آپ فرماتے ہیں کہ اس حالت کے دیکھنے سے مجھکو پھر ڈر معلوم ہوا اور چاہا کہ پھر میں غار میں گھسوں لیکن جبریل
علیہ السلام نے اتنی فرصت مجھکو نہ دی اور جھپٹ غار کے دروازے پر آگئے یہاں تک کہ اُنکے دیکھنے اور انکے کلام کے سننے سے میری وحشت جاتی رہی
بلکہ انسیت حاصل ہوئی پھر جبریل علیہ السلام نے مجھسے وعدہ لیا کہ فلانے وقت اکیلے آنا آپ فرماتے ہیں کہ میں اُس عہد کے وقت اکیلا آگیا دیر تک انتظار میں ٹھہرا رہا
جب بہت دیر ہوئی تو میں نے ارادہ کیا کہ اب گھر کو جاؤں یکایک کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت جبریل اور حضرت میکائیل علیہما السلام دونوں درمیان آسمان اور زمین
کے بڑی عظمت اور شان سے آتے ہیں پس آتے ہی مجھکو زمین پر لٹایا اور میرے سینے کو چاک کیا اور میرے دل کو نکال کے سونے کے

ف دوسرے مرتبے شق صدر کا بیان

ف تیسرے مرتبے شق صدر کا بیان

طشت مین زمزم کے پانی سے دہویا اور ایک چیز اس سے نکال ڈالی کہ مجہہ ہی مجہکو معلوم ہوا پہر دلکو اپنے مکان پر رکہہ کر سینے کو درست کر دیا اور دونون فرشتون نے میرے ہاتہہ پاؤن پکڑکے اٹہا لیا جسطرح کوئی برتن کو اسکے اندر کی چیز گرانے کو اوندہا کرتے ہین پہر ایک مہر میری پیٹہہ پر کر دی یہان تک کہ اس مہر کرنیکا صدمہ مین نے اپنے دل پر پایا چونکہ مرتبے معراج کی رات کو اور اس مرتبے مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک کے چاک ہونیکا سبب یہہ تہا کہ آپکا دل مبارک عالم ملکوت یعنے عالم ارواح کے سیر کی قوت حاصل کرے اور ان تجلیات کی روشنی اور چمکتے ہوئے انوار کے دیکہنے کی طاقت پیدا کرے کہ جن کے دیکہنے سے دل مین دہشت آجاتی ہے اور قصہ معراج کا معروف اور مشہور ہے اسکے بیان کرنے کی اس جگہہ پر کچہہ حاجت نہین ہے اور اس قصے مین ایمان اور حکمت سے دل کو پر کرنا بہی مذکور ہے چنانچہ اپنے مقام پر گذرا ہے حاصل کلام کا یہہ ہے کہ ظاہر مین چاک کرنا آپ کے سینۂ مبارک کا معنوی شرح صدر کا نمونہ ہے کہ دنیا مین کئی مرتبے ظہور مین آیا اور اس شرح صدر ظاہری کے مکرر ہونے کی وجہ بہی اس قصے کے بیان مین ذکر کی گئی چنانچہ پوشیدہ نہین ہے اور جو پہلی نعمت کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی تہی کہ سینۂ مبارک کو اس قدر کشادہ کر دیا کہ بے انتہا کمالون کی گنجایش جسمین ہو سکے اسیواسطے اس سورت کے اول مین اس نعمت کو استفہام انکاری کے طور پر یاد دلایا ہے بموجب قول نفی النفی اثبات کے یعنے نہین کی نہین سے مطلب ثابت ہوتا ہے تو یہہ نفی بہی اثبات کہ مفید ہوئی یعنے لم نشرح صیغہ نفی کا ہے جب اسپر ہمزہ استفہام انکاری کا لائے تو پہلے نفی کی نفی ہو گئی یعنے کیا نہین کہولا ہمنے سینہ تیرا بلکہ بیشک کہولا ہے اور یہی مطلب ہے اور اسکے بعد دو نعمتین اور بہی کہ اسی نعمت کے تاثیرات سے ہین تنبیہ کے واسطے لائے ہین ان دونون مین سے ایک یہہ ہے **ووضعنا** اور اتار لیا اور دور کیا ہمنے اس حوصلے کی کشادگی کے سبب سے **عنك وزرك** تجہسے تیرا بوجہہ اسواسطے کہ جو کچہہ کہ آدمی کی روح مین استعداد ہوتی ہے سو اپنی جبلت اور پیدایش کے موافق اسکے حاصل کرنیکو رغبت کرتا ہے اور جب سکے اور جو طبیعت اسکا بوجہہ نہین اٹہا سکتے ہین تو وہ چیز اسپر بہاری ہو جاتی ہے جیسے کوئی شخص قصد رکہے کہ سرداری و بادشاہی لینیکے واسطے موافق استعداد کے اسکی طبیعت خواہش کرتی ہے اور یہہ بات بغیر بہت مال خرچ کئے اور بغیر بہت فوج جمع کئے اور بغیر بڑی بڑی محنتین بدنی کہینچے اور بڑے بڑے رنج روحانی اٹہائے حاصل نہین ہو سکتی لاچار اسکے دلپر بہاری پڑتی ہے پہر اگر حوصلے کی فراخی حاصل ہوئی تو ہر کمال کے حاصل کرنے مین جو مخالف چیزین اسکے مزاحم ہونگی اور پیش آوینگی تو اسکے سبب سے اسکا دل تنگ اور خفا ہو گا اور اس بوجہہ کا اثر جلد ہی اسکے دل سے دور ہو جائیگا اور اسکے دلکو نہایت سبکی اور آسانی حاصل ہو گی **الذی انقض ظهرك** وہ بوجہہ جسنے تیری کمر توڑ دی تہی اور ٹوٹنے کے قریب کر دی تہی پیٹہہ تیری اسواسطے کہ تیری ہمت چاہتی تہی کہ ان کمالون کو حاصل کرے اور نفسانی تشویشات کے سبب سے تیرا دل تنگی کرتا تہا پہر جو ہمنے تیرے حوصلہ کو کشادہ کر دیا تو یہ سب تشویشین تجہپر آسان ہو گئین اور تفسیر کرنیوالے عالمون کی فکر اس بوجہہ کے بیان مین ادہر ادہر گئی ہے لیکن بات کی حقیقت کو نہین پہنچی چنانچہ بعضون نے کہا ہے کہ وہ مکہ معظمہ سے نکلنے کا غم تہا اور مدینے مین پہنچا دینے سے وہ غم جاتا رہا اور بعضون نے کہا ہے کہ وہ غم کافرون کی شرارت اور ستمگاری کا تہا اور حق تعالی کی تائید سے وہ غم جاتا رہا یعنے اسلام غالب ہوا اور بعضون نے کہا ہے کہ وہ غم دین حنیفی اور اسکے حکمون کے نبہانے کا تہا سو قرآن کے نازل کرنے سے اور شریعت کے حکمون کے بیان کرنے سے اس غم کو بالکل مٹا دیا اور بعضون نے کہا ہے کہ وہ غم امت کا تہا سو شفاعت کے مقام کو دینے سے اس غم کو کہو دیا اور بعضون نے کہا ہے کہ وہ رسالت کی باربرداری کا غم تہا سو وہ جان نثار یارون کے بہم پہنچا دینے سے نیست اور نابود کر دیا جیسے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان ذی النورین اور حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہم اجمعین بہر حال جو کچہہ ان بزرگوارون نے ذکر کیا ہے ایک قطرہ ہے اسی دریا سے اور ایک پیچ ہے اسی طومار کا اور دوسری نشانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شرح صدر کی یہہ ہے کہ **ورفعنا لك ذكرك** اور بلند کیا ہمنے تیرے واسطے ذکر تیرا یعنے جب اس مرتبے کے کمالون کی جمعیت تجہکو حاصل ہوئی کہ الوہیت کے مرتبے کا ظل اور سایہ تیرا اور اس جمعیت کے ساتہہ منفرد اور طاق ہوا تو اب تیرا ذکر حق تعالی کے ذکر کے ساتہہ کرتے ہین جیسے کہتے ہین کہ اللہ اور اسکا رسول خوب جانتا ہے یا کہتے ہین کہ اللہ اور رسول کا ایسا حکم ہے کہ اسکی تابعداری واجب ہے اور اسی پر اور باتین قیاس کر لیا چاہیئے اور حدیث شریف مین وارد ہے کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچہا کہ میری ذکر کو کس طرح سے بلند کیا ہے

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ تمہاری ذکر کو حقتعالی نے اپنی ذکر کے نزدیک کیا ہے اذان میں اور تکبیر میں اور التحیات میں اور خطبہ میں اور کلمہ طیب میں اور کلمہ شہادت میں اور تابعداری کے کام میں جیسے کہ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول اور گناہ کی حرمت میں جیسے ومن یعص اللہ ورسولہ فان لہ نار جہنم خالدین فیہا ابدا　آب جاننا چاہیے کہ جسجگہ ذکر حقتعالی کا ہے اسجگہ رسول کا بھی ذکر ہے تین جائی پر پہلے اذان کے آخر میں کہ فقط لا الہ الا اللہ کہا جاتا ہے دوسرے چھینکنے کے بعد کہ فقط الحمد للہ کہا جاتا ہے تیسری ذبح کیوقت کہ فقط بسم اللہ کہا جاتا ہے اور ان جگہ پر رسول کا نام نہ لینے کی ایک وجہ ہے کہ اپنی مقام پر ذکر کیجاویگی اور جب تینوں نعمتوں کو اصلی اور فرعی تمہیں بیان فرمایا تو وہ خصوصیت کہ ساری انبیاؤں سے آنحضرت صلعم کو حاصل ہے ثابت ہوئی اب بیان فرماتے ہیں کہ تمام سبب اس صبر کی برکت سے ہے کہ سختیوں پر کیا تم نے اور ہماری راہ میں رنج اوٹھایا فان مع العسر یسرا پہر تحقیق ہر مشکل کی ساتھہ آسانی ہے کہ درگاہ الہی سے عین اس سختی میں نصیب ہوتی ہے اور وہ آسانی اس سختی کے بوجھہ اوٹھانیکی طاقت دیتا ہے کہ اس سبب وہ سختی آسان ہوجاوے کہ اگر اس مصیبت گذر جانیکے بعد یا پہلے آسکے اس سختی کو یاد کریں تو آسکے اوٹھانیکی طاقت اپنی میں نپاویں کمالات کے حاصل کرنیمیں اس قسم کی آسانیان آنحضرت صلعم کو شرح صدر اور فراخی حوصلے کے سبب سے عنایت ہوئی تہین تاکہ آپکے دلکو تنگی اور کدورت حاصل نہو اور ہر کمال کے تحصیل کو باوجود پیش آنے مزاحم اور موانع طرح طرحکے انجام کو پہنچاویں ان مع العسر یسرا تحقیق اسی مشکل کے ساتھہ آسانی دوسری بھی ہی اور وہ دوسری آسانی مرتبوں اور درجوں کی بلندی ہی اسواسطے کہ مصیبت میں صبر کرنا اگر حقتعالی کی رضامندی کیواسطے ہے تو حقتعالی کی درگاہ میں مرتبوں اور درجوں کی بلندیکا سبب ہے اور اگر بندوں کیواسطے ہے تو اس بندی اپنی خدمت اور شفقت کا حق ثابت کرنی کا سبب ہے کہ منصب اور مرتبے کی زیادتی دیکہیں وہ سختی اور مصیبت بالکل آسان ہوجاتی ہی چنانچہ یہ معاملہ دنیادار ونمیں مجرب اور آزمودہ ہے کہ دنیا کے مرتبہ اور جاہ کیواسطے سختیں دینی میں بھی آہ نہیں کرتے ہیں آور اس تقریر پر وہ اعتراض جو اسمقام پر مشہور ہے وارد نہیں ہوتی ہی وہ یہ ہے کہ مع کا لفظ عربکے لغت میں ملنی اور ساتھہ ہونیکے معنو میں ہے تو چاہئے کہ تنگی اور فراخی کا ایکسا ہی ہوا اور یہ ممکن نہیں ہے اسواسطے کہ دو ضدونکا جمع ہونا ایک آن میں لازم آتا ہے والضدان لا یجتمعان اور دو ضدین آپسمین اکٹہی نہیں ہوسکتین اس جوابکے توضیح علما کے قاعدونکے موافق یہ ہے کہ دو ضدونکا جمع ہونا جدی جدی دو اعتبار و سے ہوسکتا ہے جیسے کہتے ہیں مسافر کو روزہ رکھنا اگرچہ مشقت ہے لیکن مسلمانوں کی موافقت اور ہمراہی کے سبب آسان ہوجاتا ہے اور مصیبت والیکو اگرچہ دکھہ ہے لیکن ثواب کا پانا اور اللہ تعالی کی خوشنودی کو پہنچنا آسانی ہے اور افلاس اور تنگدستی اگرچہ فقیر کو دنیا کی مشقت کا سبب ہے لیکن آخرت کے حساب کتاب سے نجات پانا اور چوروں اور ہتیاروں کی وحشت سے بچنا اور ظالم حاکمونکے تاوان لینے سے بچنا کمال آسانی ہے تو ہوسکتا ہے کہ ایک چیز ایک ہی زمانہ میں ایک اعتبار سے مصیبت ہے اور دوسرے اعتبار سے آسانی اور بعضی مفسرین نے کہا ہی کہ مع کا لفظ لغت میں اگرچہ مقارنت اور نزدیکی کیواسطے ہی لیکن جو ایک چیز بعد ایک چیز کے جلدی حاصل ہوتی ہے تو اہل نزدیکی کو بھی ملنا بولتی ہیں اور مع کے لفظ کو وہاں استعمال کرتے ہیں اور یہ مقام بھی اسی قسم کا ہی اسواسطے کہ دنیا کی سختی اگرچہ لمبی اور دراز ہو لیکن آخرت دنیا سے بہت متصل ہی تو گویا جدائی نہیں ہے اور دنیا سے ملی ہوئی ہی اور اس آیتکے مکرر لانیکی دو وجہیں ہیں پہلی وجہ یہ ہے کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ آنحضرت صلعم اس آیتکے نازل ہو چکنے کے بعد ہنستی ہوئی گہر سے باہر تشریف لائے اور صحابہ سے فرمایا کہ خوش ہو کہ حقتعالی نے دنیا کی سختی کے بعد دو آسانیکا وعدہ فرمایا ہے ایک آسانی دنیا میں اور ایک آخرت میں چنانچہ بعضے ذی فنون نے اس بیت میں اسی مضمون پر اشارہ کیا ہے ع اذا اشتدت بک البلوی ففکر فی الم نشرح فعسر بین یسرین اذا فکرتہ فافرح یعنی جب ہجوم کرین تجہپر بلائیں تو غور اور فکر کر الم نشرح کے معنوں میں اسواسطے کہ ایک سختی دو آسانیوں میں مع ہوئی ہی پہر جب اسمضمون کو غور کریگا تو خوشیان کر اور شادمان کہ میری بہی سختی ٹہرنے والی نہیں ہے اور حدیث صحیح میں وارد ہے کہ لن یغلب عسر یسرین یعنی ایک سختی دو آسانیوں پر غلبہ نکر سکیگی اور اگر کسیکے دلمیں یہ شبہ گذری کہ جسطرح یسر دو جگہ مذکور ہی اسطرح عسر بھی دو جگہ پر مذکور ہی پہر عسر کی وحدت اور یسر کا تعدد

[illegible]

کہا اسے بوجہا گیا اسکا جواب یہ ہے کہ عربیت کے جاننے والے کہتے ہین کہ جب نکرے کو بعد نکرے یا معرفہ کے لاتی ہین تو وہ جدائی کو چاہتا ہے اور دونو نکے مضمون جدا ہوتے ہین اور جب معرفے کو بعد نکرے یا معرفے کے لاتی ہین تو وہ اتحاد کو چاہتا ہی اور دونونکا مضمون ایک ہوتا ہے چنانچہ حقتعالی فرماتا ہے ارسلنا الی فرعون رسولا فعصی فرعون الرسول کی لفظ معرفہ ہے نکرہ کے بعد یعنی رسولا کے بعد آئی ہی اور دونو لفظونسی ایک ہی مراد رسول ہے اسیطرح جاء نی رجل فقال رجل مین بہی ظاہر ہے کہ نکرہ کے بعد نکرہ آیا ہے اور دونوی علحدہ علحدہ رجل مراد ہین تو یہان عسر کو دو مرتبہ معرفہ لائی لیکن دونو ایک ہین اور یسر کو دونو جای پر نکرہ لائے تو دو یسر ہو جہی گئے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ تکرار تاکید کیواسطے ہی سوا کہ مصیبت مین امید آسانی کی منقطع ہوجاتی ہی تو اسمقام مین گمان اسبا تکا تہا کہ مصیبت مین پہنچے ہو تو نکو شاید حاصل ہونا آسانی کا بعد اس سختی کے یقین نہو اسواسطے آسانیکی تاکید لانیکی احتیاج ہوئی اور جب آنحضرت صلعم پر اپنی نعمتونکی شمار اور یاد دہی سے فرغت ہوئے تو ان نعمتونکا شکر آنحضرت صلعم سے طلب فرماتی ہین کہ فاذا فرغت فانصب پہر جب تو فارغ ہو ہر فرض سے اور ہر منصب کے حق کے ادا کرنیسے وہی فرض ہے اور منصب کہ تمکو دیے ہین ہم نے جیسے نبوت اور رسالت اور ہدایت اور معرفت اور خلافت کبری او قضا اور افتا اور احتساب اور تعبد اور ولایت اور سوای انکے جو ہین پہر رنج کہینچ اور محنت کر اللہ تعالی کی یاد کر نیمین والی ربک فارغب اور اپنی پروردگار کیطرف رغبت کر اور دل لگا ایسا پروردگار جسنی تجہکو کسطرح سے پرورش کیا اور ایسی کمال کو پہنچایا کہ کسیکو بہی آدم سے میسر نہوا اور سوای اسکے کسیکو اپنی نظر مین جگہ مت دو اور بعضی مفسرین تی اسکے معنی یہ کہے ہین کہ جب فرض نماز سی فارغ ہو تو دعا کیواسطے ہاتہہ اوٹہا او اور بعضو نے کہا ہی کہ جب التحیات کے پڑہنی سی فارغ ہو تو اپنی دنیا اور آخرت کیواسطے دعا کیجے اب یہان پر باقی رہا ایک سوال کہ عربیت کے واقفکار ذکر کرتے ہین وہ یہ ہی کہ الم نشرح کو مضارع کے صیغہ سے اور اسکے معطوفونکو جیسی وضعنا اور رفعنا کو ماضی کے صیغے کیواسطے ذکر کیا اسکا جواب یہ ہین تفسیر مین اشارہ کیا گیا ہی کہ شرح صدر کا پہلی نعمت ہے بلکہ سب نعمتونکی جڑ ہے تو ہمزہ استفہام انکاریکا اسکی نفی پر لائے اور مضارع کے صیغہ سے ذکر کیا تاکہ شرح صدر کے تجدد اور دوام پر دلالت کرے اور وضع اور رفع فرعی نعمتیں ہین اور تجلی کہ شرح صدر کے سبب سے حاصل ہوئی ہین تو انکو ماضی کے صیغہ سے ذکر کیا کہ استمرار پر دلالت کریں اور اس ترکیب مین اسبات کیطرف بہی اشارہ ہوا کہ شرح صدر کے سبب سے وضع اور رفع سی بہی فراغت پائی ہمنی یعنی جب شرح صدر کا کیا تو وضع اور رفع دونو عمل مین آ چکے اور ہو چکے اسواسطے کہ وضع اور رفع اوسی شرح صدر کا ثمرہ ہی اور نتیجہ ہی

سورۃ والتین

یہ سورت مکی ہی اسمین آٹہہ آیتین اور چونتیس کلمے اور ڈیڑہ سو حرف ہین اور اس سورتکا نام سورۂ تین اسواسطے رکہا ہے کہ تین عرب کے لغت مین انجیر کے پہل کو کہتے ہین اور انجیر فایدہ بخشنے اور خوبیون مین سب میوون سے جامع ہے جیسی آدمی کا بدن سب بدنون سے جامع ہی اور اسی جامعیت کے سبب سے مستحق فیضان روحی کا ہوا ہی کہ جامع کمالات کا ہی ایسا ہی یہ قرآن کی لفظونکی ساتھہ کہ سمیٹ لی ہوئی بہت اسرارونکو ہین اور اسصورت مین ثابت کرنا شرع اور معاد کا یعنی آخرت کا کمال تاکید کے ساتہہ منظور ہے اسیواسطی اس سورتکے ابتدا مین چار قسمین کہائیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

والتین قسم ہے انجیر کی اور انجیر کو اور میوون سی ایک خصوصیت ظاہری ہی اور ایک خصوصیت باطنی سو جو ظاہری خصوصیت ہے وہ یہ ہے کہ وہ غذا بہی ہی اور دوا بہی ہی اور میوہ بہی ہے اسواسطے کہ وہ ایک چیز ہے لطیف سریع الہضم لین طبع اور کثیر غذا اور سخت مواد کو بدنکے اندر سے پسینے کی راہ نکالدیتا ہے اسیواسطے باوجود حرارت کے تپ کو مفید پڑتا ہے اور بلغم کو تحلیل کرتا ہے اور گردی اور مثانے کو سنگریزی سی پاک کر دیتا ہی اور بدنکو موٹا کرتا ہے اور مسام کو کہولدیتا ہے اور دفع کرنیمین کبد اور طحال کے سدونکو بینظیر ہے اور ایک عجایبات سے اس میوکی یہہ ہے کہ سب کہانیمین آتا ہی کوئی چیز پہینکنے کے لایق نہین رکہتا قرآن کیطرح بالکل مغز ہی مغز ہے ایسا چہلکا رکہتا ہے کہ کہانیمین آوی نہ گٹہلی رکہتا کہ پہینکی جاے

تمہید

س

ع

انجیر ایک میوہ ہے

اور حدیث شریف مین وارد ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے ایک طباق بہرا ہوا انجیرون کا بطور ہدیہ کے لایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
کچہہ انمین سے نوش جان فرمائے اور یارون کو بہی ارشاد فرمایا کہ کہاؤ کیونکہ یہہ میوہ گٹہلی نہین رکہتا اور بہشت کے میوے بہی ایسے ہی ہین سو اسکو
کہاؤ کہ بواسیر بادی کو دفع کرتا ہے اور نقرس کے درد کو نہایت مفید ہے اور حضرت امام علی موسی رضا رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ہمیشہ انجیر کہانا
گندہ دہنی کو دفع کرتا ہے اور سر کے بالون کو بڑہاتا ہے اور فالج سے امن دیتا ہے اور عجائبات سے اس میوے کے ایک یہہ ہے کہ برابر ایک لقمے کے بنایا ہے
نہ چہوٹا نہ بڑا تا کہ کہانیوالے کو کسیطرح کی محنت اور مشقت نہو اور وہ جو اسکی باطنی خصوصیتین ہین سو انمین سے ایک یہہ ہے کہ میوہ کمال والون سے نہایت مشابہت
رکہتا ہے کہ ظاہر اور باطن اسکا ایکسان ہے اسواسطے کہ نہ گٹہلی رکہتا ہے نہ چہلکا بخلاف اور میوون کے کہ باہر کا انکے کہانے کے لایق ہے اور اندر کا پہینک دینے
کے قابل دوسرے یہہ کہ اس میوے کا عجیب درخت ہے کہ اپنے کمال کو قبل دعوے کے ظاہر کرتا ہے کہ اول پہلتا ہے اور پیچہے پہولتا ہے بخلاف اور
میوون کے درختون کے کہ اول انکے پہول پتے نکلتے ہین بہر پیچہے سے میوہ ظاہر ہوتا ہے گویا کہ یہہ درخت صفت ایثار کی رکہتا ہے کہ اول غیر کو
فائدہ پہنچاتا ہے بعد اسکے اپنی آراستگی اور فائدے کی تدبیر کرتا ہے اور دوسرے درخت معاملہ دار لوگون کی طرح سے ہین کہ اول اپنا بہلا کر لیتے
ہین اسکے بعد اورونکو فائدہ پہنچاتے ہین اور ایک یہہ بہی ہے کہ جس قدر فیض یہہ میوہ رکہتا ہے اور میوون مین نہین ہے کہ ایک سال مین کئی بار
پہلتا ہے اور باوجود ان سب باتون کے اس میوے کے درخت کو ایک بڑی مناسبت ہے انسان سے کیونکہ جب حضرت آدم علیہ السلام
کی بہشت مین بسبب تقصیر چہر جانے کے بہشتی پوشاک انکی اتاری گئی اور ننگے رہ گئے تو گہبرا کر جس درخت کے نزدیک گئے کہ اسکے
پتے لیکر اپنا تن ڈہانکین وہ درخت اونچا ہو گیا اور پتے نہ دئے اور جب انجیر کے درخت کے پاس گئے تو یہہ اونچا نہوا تب انہون نے اسکے پتے بہت سے
توڑ کر اپنی شرمگاہ کو چہپایا اور بعضے کسان لوگ یعنے کہیتی کرنیوالے کہتے ہین کہ کامل چہار وہ ہے کہ جسمین دس چیزین موجود ہون جڑ اور ڈالیان اور پتے
اور پہول اور میوہ اور گٹہلی اور گوند اور چہال اور چہلکا اور شیرہ جیسے کہجور کا درخت کہ یہہ سب چیزین اسمین موجود ہین اور جس درخت مین ان دس چیزون سے کم ہو وہ
درخت ناقص ہے پس انجیر گٹہلی نہین رکہتا ہے تو چاہیئے کہ وہ ناقص ہو جواب اسکا یہہ ہے کہ یہہ نقصان مین کمال ہے کیونکہ گٹہلی کچہہ کہانیکی چیز نہین ہے پہینک دینے
کی چیز ہے پس نہونے سے نہونا بہتر ہے حاصل کلام کا یہہ ہے کہ جناب باری نے اسکی جمعیت پر یعنے سب میوون کی خوبیان اسمین موجود ہین اور فوائد پر اور بعضے دوسری
پر نظر فرما کر اسکی قسم کہائی ہے اور اسکی مناسبت کو جو انسان کی جامعیت کے ساتہہ رکہتا ہے رعایت فرمائی ہے **وَالزَّيْتُونِ** اور قسم ہے زیتون
کے درخت کی کہ پہل کو بہی اسکے زیتون کہتے ہین اور وہ بہی جامع یعنے جمع کرنیوالا ہے بہت سے فائدون کو ظاہر مین بہی اور باطن مین بہی پہر وہ جو ظاہر
کے فائدے ہین انمین سے ایک یہہ ہے کہ جب پہل کو اسکے سرکے مین اچار بنا کر استعمال کرتے ہین تو معدہ کو قوت دیتا ہے اور بہوک کو بڑہاتا ہے اور زیتون
کا پختہ پہل کہانے سے بخوبی سیری حاصل ہوتی ہے اور بدن کو موٹا کرتا ہے اور قوت باہ کو بڑہاتا ہے اور اگر زیتون کی گٹہلی کا مغز چربی اور آٹے مین ملا کر
کوڑہی کے بدن پر ملین تو کوڑہ دفع ہو جاتا ہے اور اگر زیتون کے شیرہ کا عورت فرزجہ لیوے تو بچہ دان کا بہنا موقوف کر دیتا ہے اور جس نمک پانی مین کہ زیتون کے
پہل پڑے ہون اگر اسکی کلی کرین تو دانتون کی جڑونکو مضبوط کرتا ہے اور جو کچہہ کہ انجیر مین فائدے جمع ہین کہ غذا بہی ہے اور میوہ بہی ہے اور دوا بہی ہے
وہی فائدے زیتون مین بہی موجود ہین کچہہ زیادتی کے ساتہہ اور وہ فائدے یہہ ہین کہ زیتون کا سالہا سال تک فائدہ باقی رہتا ہے اس طور سے کہ جسقدر
کہ اسمین سے کچے جہڑتے ہین اسکا تیل بنتا ہے اور اسکو زیت الانفاق کہتے ہین کہ قندیلون اور چراغون مین جلانیکے کام آتا ہے اور روشنی اسکی نہایت صاف اور لطیف
ہوتی ہے کہ اور چیزون کے تیل کی ویسی روشنی نہین ہوتی اور جو پک جاتا ہے تو اسکا بہی تیل نکالتے ہین اسکو زیت الطیب کہتے ہین کہ خوشبودار رہتا ہے اور فائدہ
بخشنے مین بے نظیر ہے اور قولنج کے دفع کرنیکے واسطے اور سدون کے اور اسہال کے واسطے خاصیت ارنڈی کے تیل کی رکہتا ہے اور ملنے مین اور لیپ کرنے مین روغن گل
کی مانند ہے اور بثرے اور جمرہ اور قوبا اور صداع اور بالون کی سیاہی اور درد نقرس اور وجع مفاصل اور سبل اور رطوبت غلیظ کو کہ پلکون مین پہنچتی ہے بہت مفید
ہے اور اگر بچہہ کے کانٹے پر لگاوے تو بہت فائدہ کرتا ہے اور جو خصوصیتین کہ باطن مین ہین انمین سے ایک یہہ ہے کہ جب اسکا تیل بنتا ہے تو کمال نورانیت اور چمک

فوائد درخت زیتون کے بیان

۱۷۱

پیدا کرتا ہے اور اس سبب سے یعنے باطنی خصوصیت سے کمال والون کے ساتھہ نہایت مناسبت رکھتا ہے کہ جب اپنے حیات کے پہل کو ریاضت کے
گہریا مین گلا کر روح کے لطیف کرنے مین کوشش اور جانفشانی کر کے نہایت نرمی اور لطافت پیدا کرتے ہین تو بڑی نورانیت اور روشنی
حاصل ہوتی ہے اور باوجود اس بات کے تیل اسکا دہوونکی سیاہی سے پاک ہوتا ہے ارواح کاملہ کی نورانیت کی مانند بخلاف اور تیلون کے کہ بلا
ریاضت کرنیوالون کی طرح سے ملی ہوئے دہونکی سیاہی سے ہوتے ہین اور یہہ بہی ہے کہ فکر اور استدلال والون سے کمال مناسبت رکہتا ہے کہ
معلومات کے احوال کو فکر کی قوت مین ڈالکر گلاتے اور اوٹاتے ہین تاکہ روشنی اور چمک پیدا کرے اور چیزونکی حقیقت دریافت کرنین چراغ کی روشنی
کی طرح کام مین لاوین اور یہہ بہی ہے کہ کمال مناسبت رکہتا ہے قرآن کے لفظون سے کہ جب اسکے معنون کو لفظون کی آمیزش سے علیحدہ کرین تو حقایق
الٰہی کے نور کی تابش اور روشنی دکہاتا ہے اور یہہ بہی ہے کہ کوئی درخت دُنیا مین اتنی بڑی عمر نہین رکہتا جتنی کہ یہہ درخت رکہتا ہے کہ فلسطین جو ایک
شہر مشہور و معروف ہے اقلیم شام مین وہان زیتون کے جہاڑ یونانیون کے ہاتہہ کے لگائے ہوئے اب تک موجود ہین کہ وہ لوگ سکندر کے زمانے مین
اُس ملک کی طرف آئے تہے پس ہر درخت کی عمر اُن درختون مین سے آج کی تاریخ تک دو ہزار برس کے قریب ہوئی ہے اور یہہ بہی ہے کہ بہت پیدایش کی
جگہہ اس درخت کی شام کا ملک ہے کہ جگہہ انبیاؤن اور اولیاؤن کے رہنے کی ہے اور یہہ بہی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس درخت کے لیے برکت
کی دعا کی ہے اور یہہ بہی ہے کہ قرآن مجید مین اس درخت کا نام شجرۂ مبارکہ فرمایا ہے اور یہہ بہی ہے کہ اہل تعبیر نے لکہا ہے کہ جو کوئی اپنے کو خواب مین دیکہے کہ زیتون کے
پتے ہاتہہ مین لیے ہے اُسکو خوشخبری ہے کہ عروۃ الوثقیٰ یعنے شریعت کی سیدہی راہ اُسکے ہاتہہ آویگی اور ایک مرد نے ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کے پاس
کہ رئیس المعبرین یعنی سردار تعبیر کرنیوالون کے تہے آکر کہا کہ مجہکو خواب مین بتایا ہے کہ دونون لامین سے کہا ابن سیرین نے کہا کہ زیتون کے تیل کہا کہ
حق مین قرآن شریف مین لا شرقیۃ ولا غربیۃ وارد ہوا ہے اور حدیث شریف مین ہے کلوا من الزیت وادھنوا بہ فانہ من شجرۃ
مبارکۃ یعنے کہاؤ زیتون کا تیل اور بدن پر ملو کہ اسکو کہ وہ برکت والے درخت کا تیل ہے حاصل کلام کا یہہ ہے کہ اس قسم مین ترقی واقع ہوئی ہے پہلی قسم کی نسبت سے
یعنے پہلی قسم مین انجیر کو یاد فرمایا تہا کہ ظاہری فائدے رکہتا ہے بغیر باطن کی نورانیت کے اور اس قسم مین زیتون کو یاد فرمایا کہ ظاہری فائدون کے ساتھہ باطن کی نورانیت
بہی رکہتا ہے تو انسان کے کمال سے اسکو مناسبت زیادہ ہے **وطور سینین** اور قسم ہے پہاڑون والے پہاڑ کی سمجہا چاہیے کہ طور لغت مین پہاڑ کو کہتے ہین اور پہاڑ
دو قسم کے ہوتے ہین ایک پہاڑ والے کہ انمین سے چشمے جاری ہوتے ہین اور بسبب تری پانی کے طرح طرح کے جہاڑ انمین اُگتے ہین جیسے اخروٹ اور چرونجی اور انجیر اور زیتون
اور دوسرے کہلے بڑے درخت جیسے سال و ساکوان خودرو کہ آپ ہی آپ پیدا ہوتے ہین اور دوائین جیسے عقاقیر اور مصالح گرم جیسے لونگ الائچی وغیرہ اور جدوار جیسے
نربسی و زہر اور لاکہون بوٹیان نقصان کرنیوالی اور فائدہ بخشنے والی نمودار ہوتی ہین اور جانور عجیب جیسے پہاڑی بکری نہایت بڑے بڑے اور ہرن جسمین سے مشک
نکلتا ہے اور مرغ زرین اور انکے سوا اور بہت جانور عجیب و غریب وہان پیدا ہوتے ہین اور قسم سے معدنون کی جیسے بلور اور یشب اور بہت سی چیزین اس قسم کی
پیدا ہوتی ہین تو ایسی جامعیت ایسے پہاڑ کی نہایت عالی مرتبے مین ہے کہ نباتات بہی اسمین موجود ہین اور حیوانات بہی اور ارواح جناتی بہی مثل دیو پری کے ایسے
پہاڑون مین بہت ہوتے ہین اور ان چیزون کے فائدے کی امید پر بہت سے آدمی بہی وہان بستے ہین پس ایسا پہاڑ کہ ایسے ایسے عجائبات کا مجمع ہو رہا ہے کہ عشر
عشیر اُسکا کسی جگہ پر معلوم نہین ہوتا لیکن باوجود جمعیت کے ہر پہاڑ جہاڑ دار تجلی الٰہی سے خالی ہے جب ایسے پہاڑ مین تجلی الٰہی بہی حاصل ہوئی تو جامعیت کامل
اُسکے واسطے حاصل ہوئی سو اس قسم کا پہاڑ پہاڑون مین الا ایک پہاڑ ہے مدین اور مصر کی راہ مین کہ اس پہاڑ کو فلسطین کہتے ہین اور حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام
کو اس پہاڑ پر تجلی الٰہی سے سرفراز کیا اور آواز انی انا اللہ رب العالمین کا اُنکے کان مین پہنچایا اور کلیمی کا مرتبہ اس پہاڑ پر انکو حاصل ہوا اور بعد اس قصے کے
بہی حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام نے جا کر اسمین مناجاتین کی ہین اور چلے کہینچے ہین اور عبادتین کی ہین اور توریت کی تختیان بہی جناب الٰہی سے اسی پہاڑ پر انکو
عنایت ہوئی ہین پس یہہ پہاڑ باوجود ظاہری جامعیت کے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی روحی اسرارون کا اور انکی عبادت کی نورون کا بہی جمع کرنیوالا ہوا اور حق تعالیٰ
نے کہ اس پہاڑ مین تجلی فرمائی تہی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بیہوش کیا تہا اس قدر اس جگہہ پر اثر اسکا مستقیم اور باقی رہا کہ علی اسم اللہ ہو [illegible]

یعنی قرنون اور زمانون تک ترقی حاصل کرینگے حضرت موسیٰ کی تابعداری کے اور احکام شرعی کے امداد ہونے مین کافی ہوا لیس شروع اور انتہا انوار موسوی کی کہ تمام بنی اسرائیل اُس سے نورانی اور آراستہ ہوئے وہی مبارک پہاڑ تہا۔ اسیواسطے اس قسم مین پہلی قسم سے بہی ترقی فرمائی کہ جو نور زیتون مین ہے وہ نور عنصری ہے اور جس نور سے اس پہاڑ پر تجلی فرمائی اور اُسکو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا نور الٰہی تہا کہ علی مر الدہور والایام یعنی قرنون تک ورد توتک تاثیر اُسکی باقی رہی ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کمالات کی جہاڑ کو ابدالآباد تک تر و تازہ رکہتا ہے دوسرے خشک پہاڑ لوگ اُن مین پانی نہ جہاڑ تو وہ مردے آدمی کے جسم کی مانند مین کہ ظاہر مین آدمی نظر آتا ہے اور باطن مین کوئی انسانی کیفیت نہین رکہتا اُس سطح قابل قسم کے نہ تہے اس سببسے سمجہنے کے واسطے لفظ سینین کا فرمایا ہرچند اصل لغت مین طور سینین ہریالے والی پہاڑ کو بولتے ہین لیکن عرف مین یہہ لفظ خاص اُس پہاڑ کے واسطے ہی جسپر حضرت موسیٰ کو تجلی الٰہی واقع ہوئی تہی اور لفظ سینین کا نبطی قوم کی لغت ہے کہ شام کی اقلیم کی کہیتی کرنیوالی ہین اور اس لفظ کو عرب کے لوگ کبہی ہر طرح کی تصرف سے استعمال کرتی ہین کبہی سینین کہتے ہین اور کبہی سیناسین کے زیر کے ساتہہ چنانچہ سورۂ قد افلح مین واقع ہے اور کبہی سیناسین کے زبر کے ساتہہ چنانچہ ابو عمرو اور نافع اور ابن کثیر پڑہتے ہین اور بعضی مفسرون نے کہا ہے کہ مراد انجیر سے اصحاب کہف کی مسجد ہے کہ اسکے گرد انجیر کے جہاڑ بہت ہین اور مراد زیتون سے بیت المقدس کی مسجد ہے کہ گرداگرد اسکے یہہ درخت کثرت سے ہین اور بعضون نے کہا ہے کہ زیتون سے مراد زیتا کا پہاڑ ہے کہ وہ بیت المقدس سے مشرق کیطرف واقع ہی بلند ہے مسجد اقصی سے اور حدیث شریف مین آیا ہے کہ جب ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ تعالی عنہا کہ ازواج مطہرات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہین بیت المقدس کو تشریف لیگئین اور مسجد اقصی مین نماز پڑہکر فارغ ہوئین تو مسجد سے نکلکر طور زیتا پر تشریف فرما ہوئین اور وہان بہی نماز پڑہی پہر اس پہاڑ کے کنارے پر کہڑی ہوکر ارشاد کیا کہ اسی جاگہہ سے لوگ قیامت کے دن متفرق ہونگے کچھہ بہشت کو جاوینگے اور کچہہ دوزخ کو اور یہہ وہی پہاڑ ہے کہ حضرت عیسیٰ کو یہان سے آسمان پر لیگئے ہین اور اس مکان کی نصاری بہت تعظیم کرتے تہے اور کرتے ہین اور اس پہاڑ کے سر پر فرنگیون نے تلمن نے ذکر اسکا نام صلیانہ تہا ایک کنیسہ بنایا تہا اور اُسکے اندر ایک قبہ بنایا تہا کہ اُسکو مصعد عیسیٰ علیہ السلام کا کہتے تہے یعنی عیسیٰ علیہ السلام کی چڑہنے کی جاگہہ۔ اب وہ کنیسا ڈہ گیا لیکن بالفعل اس پہاڑ مین خرنوب نبطی کا درخت ہے کہ قریب اُسکے ایک مسجد بنائی ہوئی ہے اور اس مسجد کی بائین مین ایک غار ہے صاف کہ بہت لوگ اس مکانکی زیارت کے واسطے جاتے ہین اور اس درخت کو خرنوبۃ العشرہ کہتے ہین اور جب سلطان صلاح الدین نے بیت المقدس کو فرنگیونکے ہاتہہ سے فتح کر لیا تمام زمین طور زیتا کی شیخ احمد حکاری کو اور شیخ علی حکاری کو برابر آدہون آدہ تقسیم کرکے وقف کر دی اور یہہ قصہ ستر ہوین ذیحجہ کے سال پانچسو چوراسی ۵۸۴ مین واقع ہوا اور وہ زمین ابتک اُن دونون شیخونکی اولاد کی ہاتہہ مین ہے لیس صورت مین اول اس جاگہہ کی قسم کہائی کہ اصحاب کہف کی ولایت کا انوار جائی ہے اور وہ لوگ پہلے گروہ مین اولیا کے ہین کہ فنا کی راہ چلی ہین بعد اسکے انوار نبوت عیسوی کی جائی کی قسم یاد فرمائی بعد اسکے انوار موسوی کی جائی کی قسم کہائی بعد اسکے فرماتی ہین **وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ** اور اس شہر امانت والی کی یا امن والی اور مراد اس شہر سے مکہ معظمہ کا شہر ہے کہ جامعیت مین نہایت کو پہنچا ہے اس لئے کہ ہر شہر قسم قسم کے لوگون کو بستے ہین جیسے اور سوداگر اور پیشے والے اور غنی اور فقیر اور عورت اور مرد اور سوا اسکے اور قسم قسم کی چیز انکو جامع ہوتا ہے جیسے بادشاہ اور حاکم اور مکانات متبرک اور مقام جیسے اور قبور اولیا اور انبیا کی اور عبادتخانے اور مسجدین اُنمین ہوتی ہین اور طرح طرح کی بوٹیان اور قسم قسم کے جانور پرند اور چرند اس مین پرورش پاتی ہین لیکن کسی شہر مین بیت اللہ یعنی خدا کا گہر کہ ہمیشہ تجلی الٰہی اُترنیکی جگہہ ہو اور سب مخلوق کی عبادت کا قبلہ نہین مگر یہی ایک شہر یعنی مکہ معظمہ کہ یہہ بزرگی بہی اسکو نصیب ہوئی ہے اور اس سبب سے اسکو جامعیت کامل حاصل ہوئی ہے اور ان سب صفتونکے ساتہہ پیدا ہونے اور نبی ہونے خاتم الانبیا صلعم کی جائی ہونے پس جامع ہے وحی محمدی صلی اللہ علیہ کے اسرار کا اور اُس جناب کی نبوت اور ولایت کے نور اُسمین ظاہر اور نمایان ہین اور نبوت اور ولایت نہایت جامع دوسرے نبوتان اور ولایتون سے ہے پس اس قسم مین بڑی ترقی ہو گئی جمعیت کی اگلی قسمونکی بہ نسبت گویا کہ یہہ جمعیت ایسی جمعیت ہے کہ سب عالم اسفل کے اور عالم اعلی کی اسرار انکو اور بہید انکو اپنے اندر سمیٹ لیا ہے اور خالق اور خلق مین رلا ملا دیا ہے اور شہر مکہ ایک شہر ہی لیکن کہ لنباؤ اسکا

زیتون پہاڑ کا بیان ۱۲

زیادہ ہے چوڑا وسے اور پہاڑ گرداگرد اُسکے قلعہ کی مانند واقع ہوئے ہیں اور اُن پہاڑوں کے ہونیکے ساتھہ بعضی طرف دیوار شہر پناہ کی طور پر بنائی ہے۔
سو جو دیوار کہ مشرق کیطرف ہے وہ باب معلات کی دیوار کر کے مشہور ہے کہ مقبرہ شریف اُس شہر کا ہے اور وہ دیوار کہ مغرب کیطرف اور کچھہ شمال کیطرف
مقابل مدینہ مقدسہ نبویہ کے ہے اُسکو سور باب الشبیکہ کہتے ہیں اور جو دیوار کہ یمن کی طرف ہے اُسکو سور باب الیمن اور سور باب الماجن بھی کہتے ہیں اور
تعمیر اُن دیواروں کی سنہ ۸۱۶ آٹھہ سو سولہ میں حکم سے بانیکے شریف کی کہ سید حسن بن عجلان تھا واقع ہوئی اور طول اور عرض اس شہر کا اسقدر ہے کہ باب معلات سے
باب ماجن تک ۴۲ ہزار چار سو بہتر گز ہے اور باب معلات سے شبیکہ تک بھی اتنا ہی ہے مگر دو سو بیس گز زیادہ ہے اور گرداگرد اُسکے دو پہاڑ ہیں ایک کو ابو قبیس کہتے
ہیں اور دوسرے کو کہ وہ سنگ سرخ کا ہے مقابل ابو قبیس کے قعیقعان کہتے ہیں اور ان دونوں پہاڑوں کو اخشبین مکہ کہتے ہیں اور ابو قبیس کو اخشب شرقی
اور قعیقعان کو اخشب غربی کہتے ہیں اور مکہ معظمہ میں عمارتیں بہت ہیں اور بہتیرے چشمے اور چشمہ دار کوئے اور واقعی حوض اور حمام بہت سے ہیں چنانچہ فاکہی کے
زمانہ میں کہ اس مقام کا مورخ ہے سولہ حمام گرم ہوتے تھے اور اس شہر کو دو قسم پر بانٹا ہے ایک معلات ایک مسفلہ اور ایک دار الخیزران کے نزدیک کوہ صفا کے داہنی
طرف مکہ معظمہ کی حد ہے معلات کی ہی اور دار العجلہ کہ بائیں طرف مکہ معظمہ کے ہے نشانی حد مسفلہ کی ہے اور یہہ شہر مکرم اور معظم حجاز کی ولایت میں داخل اور وہ
ولایت مدینہ اور ملک شام اور عراق اور مصر اور یمن کے واقع ہے اور اس ولایت میں کئی شہر داخل ہیں چنانچہ ایک اُن میں سے یہی شہر ہے اور ایک مدینہ منورہ اور ایک
یمامہ اور بہت سے گنے اُن تینوں شہروں کے ساتھہ تعلق رکھتے ہیں اور عمل مکہ معظمہ کا بعضی طرف سے دس منزل ہے خصوصا جو حد کہ یمن کی طرف واقع ہے
اُسکو عسفان کہتے ہیں وہ مکہ معظمہ سے دس روز کی راہ ہے اور بعضی طرف سے کم ہے جیسے مدینہ مکرمہ کی طرف کہ حد اس طرف کی ایک گانون ہے
کہ اُسکو جحفہ بن صیفی کہتے ہیں اور وہ ایک گانون ہے درمیان عسفان اور مکہ کے ڈیڑہ منزل پر ہے اور عراق کیطرف ایک گانون ہے کہ
اُسکو عمیر کہتے ہیں وہ بھی اسی قدر ہے اور گرداگرد مکہ معظمہ کے حد حرم کی ہے کہ وہاں شکار کرنا اور درخت کاٹنا درست نہیں ہے اور اگر اتفاقا کسی نے وہاں شکار
مارا یا جھاڑ کاٹا تو اُسپر کفارہ آتا ہے اور حد حرم کے دروازے سے مسجد الحرام کے کہ مشہور باب بنی شیبہ ہے دو میناروں تک کہ عرفہ کی طرف حرم کی حد پر گڑے
ہیں سینتیس ہزار دو سو دس گز ہے اور باب معلات سے اُنہیں دونوں میناروں تک پینتیس ہزار تراسی گز ہے اور عراق کی طرف اُن دونوں میناروں
تک کہ راہ پر وادی نخلہ کی بنائی ہیں ستائیس ہزار ایک سو باون گز ہے اور باب معلات سے اُنہیں دونوں میناروں تک پچیس ہزار پچیس گز ہے
اور تنعیم کی طرف سے کہ مدینہ منورہ کی سمت کو واقع ہے حد حرم کی بارہ ہزار چار سو بیس گز ہے اور یمن کی طرف دیوار باب ابراہیم کی حرم کی حد کے
نشان تک چوبیس ہزار پانچسو نو گز ہے اور دیوار سے باب الماجن کے حرم کی حد کی علامت تک اسی طرح کو کہ وہ بھی یمن کی طرف ہے بائیس ہزار آٹھہ سو چھتیس گز ہے اور
کی رو سے حرم کے اندر کو سینتیس کوس لکھا ہے واللہ اعلم اور خصوصیات سے حرم کے ذی ہیں جو مذکور ہوئیں یعنے شکاری جانور وہاں شکار کرنا درست ہے اور نہ سایہ دار یا سبز درخت کا
اور درخت اور سبزہ وہاں کا کاٹنا اور اکھیڑنا اور بعضے جھاڑ یا پتے بھی جائز نہیں مگر اذخر اور سنا کہ دوا کی ضرورت کے واسطے جائز کہا ہے اور یہہ بھی ہے کہ اس جگہ آدمی ارادہ کرے کسی گناہ کا مگر
جاتا ہے سو اور بھلا نیکی اور عبادت اور بندگی وہاں کی بہت ثواب رکھتی ہے چنانچہ حسن بصری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ایک روزہ مکہ معظمہ کا برابر لاکھہ روزہ کے ہے اور ایک
درہم دینا اس مکان مبارک میں برابر لاکھہ درہم کے ہے اور حاکم کی مستدرک میں ابن عباس سے نقل کی ہے کہ حسنات الحرم كل حسنة بمائة الف حسنة یعنی ہر نیکی
کہ حرم میں کیجاتی ہے برابر لاکھہ نیکی کے ہے اور یہہ بھی ہے کہ جو کوئی مکہ معظمہ میں مریگا شرف اور بزرگی اُسکو حاصل ہوگی چنانچہ حدیث شریف میں واقع ہے کہ من مات
بمكة بعثه الله تعالى في الآمنين يوم القيمة یعنی جو مرا مکہ میں اُٹھاویگا اُسکو اللہ تعالی قیامت کو امن والوں میں اور یہہ بھی حدیث شریف میں ابن عمر سے مروی ہے
من مات بمكة فكانما مات في السماء الدنيا یعنی جو کوئی مرا مکہ میں تو گویا کہ مرا دنیا کے آسمان پر اور نشانیاں عجیب غریب وہاں نظر آتی ہیں کہ اگر درندہ جیسے بھیڑیا یا چیتا کسی جانور کے
پیچھے دوڑتا ہے اور وہ جانور جب حرم کی حد میں داخل ہوجاتا ہے تو وہ درندہ پھر جاتا ہے اور ہرگز حرم میں داخل نہیں ہوتا اور بہت لوگوں نے حرم کی حد میں ہرنوں کو درندوں کے ساتھ
ایک جگہ چلتے دیکھا ہے اور یہہ بھی ہے کہ پرندے جب اُڑتے ہوئے بیت اللہ کے قریب آتے ہیں تو ادہر ادہر کو پھٹ جاتے ہیں اور خانہ کعبہ کے اوپر ہو کر نہیں جاتے یہہ بات
ہمیشہ لوگ دیکھتے ہیں اور یہہ بھی ہے کہ پانی زمزم کا کوئی کا شب برات کو جوش کرتا ہے اور یہہ بھی ہے کہ زمزم کے پانی میں ایک خاصیت ہے کہ اُسکے پینے سے

سیری حاصل ہوتی ہے جیسے کہانا کہانے سے حاصل کلام کا یہہ ہے کہ یہہ شہر مبارک بسبب کمال جامعیت کے نہایت عالی مرتبے کو پہنچا ہے اسیواسطے اس سورۃ میں اسی شہر
کی قسم پر ختم فرما کر مطلب کو ارشاد کرتے ہیں کہ لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ یعنے قسم ان چاروں چیزوں کی اس بات
پر ہے کہ تحقیق ہمنے پیدا کیا انسان کو بہت اچھی صورت اور ترکیب میں اسواسطے کہ اگر ظاہر اسکا دیکھیے تو کمال حسن اور جمال کے ساتھہ موصوف ہے قد اور قامت اسکا
اور دوسرے اعضا ہونکی خوبی اور برابری میں گردن اسکی نہ بہت لمبی ہے اونٹ کی سی نہ بہت چہوٹی ہے کچہوے کی سی ناک اسکی نہ ایسی لمبی جیسے ہاتہی کی سونڈ
نہ اور چوپایوں کی طرح بے معلوم اسیطرح سب اعضا میں فکر کیا چاہیے اور خوبی اور حسن اور جمال دریافت کیا چاہیے اسیواسطے امام شافعی رحمۃ اللہ کے زمانے میں
ایک شخص نے اپنی عورت سے کہا تہا کہ ان لم تکونی احسن من القمر فانت طالق یعنے اگر تو چاند سے اچھی نہوگی تو تجہکو میں نے طلاق دی سب علما اسوقت
کے حیران ہوے اور طلاق پڑنے کا حکم دیا جب یہہ استفتا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچا فرمایا کہ طلاق واقع نہیں ہوتی اسواسطے کہ اسکی عورت
انسان ہے اور انسان کو حق جل وعلی نے فرمایا ہے کہ ہمنے اچھی صورت میں اسکو بنایا ہے اگر چاند کی صورت اس سے اچھی ہوتی تو احسن تقویم اسکی تعریف
میں کیوں فرماتا ولنعم ما قیل ما انت مادحها من یشبهها بالشمس والبدر لا بل انت هاجیها این الشمس خالک
فوق وجنتها ومضحکت من نظام الدر فی فیها من عین البدر اجفان مکحلة بالسحر تجری فی حواشیها یعنے نہیں ہے تو تعریف کرنیوالا اسی وہ شخص
جو تشبیہ دیتا ہے انسان کو آفتاب اور ماہتاب سے بلکہ تو ہجو کرنیوالا ہے اسکا کہاں ہے آفتاب کے تل جسکا ہے اور ہنسنے میں بڑی موتیوں کی منظم لڑی
اسکے کہاں ہے چاند کے پلکیں سرمہ والیاں جادو بہری اور فتح اور نصرت جاری ہے کنارونمیں اسکے اور ظاہر بات ہے کہ چاند میں سوا روشنی اور چمک
کچہہ اور نہیں ہے اور یہہ نسخہ جامع ہے نقاشی کی نزاکتوں کا اور طرح طرح کی شکلوں کا چنانچہ کہا گیا ہے مہ پارہ ندیدہ ام کلہ دار سرو ندیدہ ام قبا پوش یعنے
میں نے چاند نہیں دیکہا ٹوپی دیے ہوے اور سرو کو نہیں دیکہا میں نے قبا پہنے ہوے اور اس سبب سے بہی ہے کہ کوئی صورت دنیا میں لائق عبادتوں کی سوا اسکے نہیں جیسے آدمی
کی صورت ہے کہ قیام اور رکوع اور سجود سب اس سے ہو سکتا ہے اور اگر اسکے حسن کا بیان تفصیل کے ساتھہ کیا جاوے جیسا کہ علم تشریح میں بیان ہے تو اسکو بڑے دفتر
چاہیے اسواسطے اس بیان سے خاموش ہونا اور زبان قلم کو روک کہنا بہتر ہے اور اگر اسکے باطنی معنے کو غور کریں تو چار عالم اس نسخہ جامعہ میں لپیٹے ہیں عالم شہوت کا
اور عالم غضب کا اور عالم وہم کا اور عالم خیال کا اور ان چاروں عالم کو غیبی حاکم کے حکم کا مسخر اور تابعدار کیا ہے اور اس حاکم کو شرع کے نورانی مشعل سے آنکہوں کو بینائی بخشی کہ
بہلے برے کو اس نور سے پہچانے پہر جب حکم اس حاکم کا ان چاروں عالم پر غالب ہوتا ہے تو آدمی بڑے مرتبے کے کمال اور جامعیت کو پہنچتا ہے اور جو چیز کہ کسی
عالم متفرق میں اسکے حاصل ہونیکی توقع نہیں ہوتی ہے اس نسخہ جامعہ سے کہ انسان ہے حاصل ہوتی ہے جیسے معجون مرکب کی خاصیت کہ کسی جز میں اسکے
اجزا میں سے وہ خاصیت حاصل نہیں ہوتی لیکن غلبہ اس حاکم کا محض غیبی مدد اور آسمانی توفیق سے ہوتا ہے اسواسطے ہر کسیکو میسر نہیں ہوتا چنانچہ فرماتے ہیں ثُمَّ
رَدَدْنَاهُ پہر ڈال دیا ہمنے ایسے عجیب مخلوق کو جسکو اسقدر نوازا تہا اسکے قصور کرنیسے عقل کے اور اسکے دوسرے رعایا جیسے شہوت اور غصہ اور وہم اور
خیال کے کارخانے کے انتظام میں أَسْفَلَ سَافِلِينَ نیچے سے نیچے کہ چوپایوں کے مرتبے سے بہی گذر جاتا ہے اور شہوت اور غصے
کے جال میں ایسا پہنس جاتا ہے اور پہندے میں وہم اور خیال کے ایسا بندہ جاتا ہے کہ اسکا مرتبہ سب نکمی اور ذلیل مخلوقوں سے بہی زیادہ
ذلیل ہو جاتا ہے اس لیے کہ دوسری مخلوقات کو جو کمالات حاصل کرنے کی استعداد نہیں ہے تو پکڑ اور مار ڈہار بہی نہیں ہے اور اس
مخلوق کو باوجود کمالات حاصل کرنے کی استعداد کے اگر کمالوں سے محروم اور بے نصیب رہا تو ہمیشگی کی پکڑ اور سدا رہنے والا عذاب
درپیش ہے إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا مگر جو لوگ کہ ایمان لائے اور اپنی عقل کو اپنے وہم اور خیال پر غالب کیا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ اور کام کیے اچہے
اور اپنی عقل کو شہوت اور غصے پر غالب کیا اور بہت محنت اور کوشش کی فَلَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ پہر انکو مزدوری ہے بے انتہا اگرچہ
ظاہر میں کوشش انکی بیماری اور بڑہاپے اور موت کے سبب سے تمام ہو جاتی ہے لیکن جو کیفیت کہ انکی روح میں بسبب خوب جم جانے جوہر نیکی کے نیکوئی پر حاصل ہوئی
ہے ہر روز زیادتی میں ہے اور ہر آن اور ہر لحظہ بے نہایت ثواب کے مقابلے میں اسکے بڑہتے جاوینگے چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ جو مسلمان بندہ

ایسے دین کے چلن اور طریق پر ہوتا ہی اور وہ طریقہ اس سے بڑہاپی یا مسافری یا بیماری کے سبب سے چھوٹ جاوے تو حق تعالی کاتب الحسنات یعنے نیکی کے لکہنے والے فرشتون
کو فرماتا ہے کہ نامۂ اعمال مین اس شخص کے ثواب اُن طاعتون اور نیکیون کا کہ ہمیشہ کرتا تہا لکہہ دو اور اُسکا ثواب اُس سے روکو مت بلکہ بعضی روایتون مین
آیا ہی کہ مرنیکے بعد اُسکے فرشتونکو حکم کرینگے کہ اُسکی قبر کے پاس تسبیح اور تکبیر و تحمید سے مشغول ہوا کرو اور وہ سب اُس بندے کے نام لکہو یہانتک کہ قیامت کے دن جب
قبر سے اُٹہے تو اُن سبہی انتہا خیر انونکو جرح مین لاو اور بعضے مفسرون نے ثم رددناه اسفل سافلین کی آیت کو بڑہاپے اور سٹہہ جانیکی حالت پر قائم
کیا ہی کہ اس حالت مین آدمی کی صورت بدل جاتی ہی اور جوڑ بند ڈہیلے ہوجاتے ہین اور پیٹہہ جہک کر کمان سی ہو جاتی ہی اور سیدہا پن قد کا برباد ہوجاتا ہی
اور سارا بدن اور سر کے بال سفید ہو کر مبروص یعنے سفید داغ والیکی صورت بن جاتا ہی اور جہریان اُسکے چہرے پر پڑجاتی ہین تو اُسکا چہرہ بدزیب معلوم ہوتا ہی
اور دانت اُکہڑ کر منہ کہنڈر کی صورت بن جاتا ہی لیکن ان معنون کو استثنا الا الذین امنوا وعملوا الصلحت کی مناسب نہین ہے مگر جب
استثنا کو منقطع کہین ہو اسمین بڑا تکلف ہے اور جو ان آیتون سے معلوم ہوا کہ حقیقت دین کی غالب کرنا عقل کا ہے تمام قوتون پر جیسے
شہوت اور غصہ اور وہم اور خیال اور عقل کو نور سے شرع کے روشن کرنا پس دین کے تکذیب کرنے کی کوئی وجہ باقی نرہی اسواسطے کہ انسان
کی معنوی خوبصورتی عین دین ہے اور وہ حُسن ہر کسیکو مطلوب و مرغوب ہے اسیواسطے اس تکذیب کے رد کے مقام پر فرماتے ہین **فما
یکذبک بعد بالدین** پہر کونسی چیز تیرے جہٹلانے کا باعث ہوتی ہے اے آدمی باوجود ظاہر ہونے ایسے ایسے دین کے مقدمات کے
جو اوپر بیان ہو چکے حاصل یہہ کہ جو حقیقت اپنی صورت معنوی کی معلوم کر لی تو نے اور جان لیا کہ حُسن اُس صورت معنوی کا موقوف اسبات پر ہی
کہ اول عقل کو شرع کے نور سے روشن کر کے پہر اُسکو اپنی قوتون پر حاکم کرے پس کوئی وجہ دین کی تکذیب کی باقی نرہی کیونکہ وہ نور دین ہی کا
ہی جسکے بغیر [illegible] ہی اسواسطے کہ عقل مانند بینائی کے ہی اور نور دین کا جیسے آفتاب کی شعاع پہر اگر شعاع آفتاب کی درمیان مین نہو تو بینائی سے
اُسکے کچہہ کام نہین نکلتا پس دین کا نور انسان کی صورت معنوی کے کمال حاصل کرنیکے واسطے ضروریات سے ہے اور جسطرح کہ انسان خلل پڑجانے سے
ظاہر کی صورت مین انسانیت سے نکل جاتا ہی اور حیوانون کی مانند مسخ ہوجاتا ہی اسیطرح سے صورت معنوی مین خلل پڑجانے سے اُس حد سے نکل جاتا ہی اور مسخ
معنوی مین گرفتار ہوجاتا ہی اور ایسا کون نادان ہے کہ نکلجانیکو انسانیت سے اور داخل ہونیکو حیوانیت مین اپنے اوپر روا رکہے اور اگر مزاج کے فساد کی راہ سے
کوئی شخص حیوانی صورت کیطرف رغبت کرے تو اُسکو اس مقدمے سے سمجہا دینا چاہئے کہ **الیس الله باحکم الحاکمین** کیا نہین ہے
الله سب حاکمون کا حاکم اور جو دوسرے حاکم اپنی رعیت کے واسطے یہہ بات نہین چاہتے ہین کہ ایک فرقے سے دوسرے فرقے مین جا ملین یا اعلی مرتبے سے ادنی
کیطرف جہکین تو حق تعالی کیونکر ایسی حرکت پسند کریگا کہ حکمت کے خلاف ہے اور یہہ بہی ہو سکتا ہی کہ دین کو جزا کے معنون مین لین تو اسصورت مین نظم ان آیتون اور
اگلی آیت کا یون سمجہنا چاہیے کہ جب قدرت حق تعالی کی احوال بدل کرنے پر انسان کی خلقت کے شروع سے کہ نطفہ تہا یہانتک کہ خلقت مین کمال اعتدال کو اور صورت
کی خوبی کو پہنچا اور زینت مستوی عقل کے دینے اور روشن کرنے سے اُسکے شرع کے نور سے بہی اُسکو بخشی پہر لگا یک بعضیونکو مرتبہ البیا طا مین گرا دیا کہ نہایت ذلیل کا
ذلیل ہونا آدمی پر کہل گیا پہر جزا دینا قیامت کے دن اور مُردونکا زندہ کرنا اور احوال کا بدلنا کہ دنیا کے سرکشونکو ذلیل کر دیا اور بہت سے عاجزونکا مرتبہ بلند کر دینا
اُسکے نزدیک کیا بعید ہی اور اسقدر کہ بیان کیا گیا ثابت ہونا جزا کے اعتبار حق تعالی کی قدرت کے ہے اور اگر نظر اُسکی حکمت و عدالت پر کرین اور معلوم کرلین کہ بدلا
نیک کا اور بدکا پہنچانا اور فرق بدکار اور نیکو کار مین کرنا حکمت و عدالت کے واسطے واجب ہے پس جب ہونا جزا کا ثابت ہوا چنانچہ الیس الله باحکم الحاکمین
مین اشارہ ہی اسی بات کیطرف ہے اب جاننا چاہیے کہ جزا کا ہونا باعتبار قدرت کے ممکن ہے اور حکمت اور عدالت کی راہ سے واجب ہے اور حدیث شریف مین آیا ہی کہ جو
کوئی سورۂ والتین کو پڑہے اور اس آیت پر پہنچے کہ الیس الله باحکم الحاکمین تو چاہیئے کہ کہے بلی وانا علی ذلک من الشاهدین یعنی سچ ہی کہ تو سب حاکمونکا
حاکم ہی اور مین بہی اسبات پر گواہ ہون اور حدیث شریف مین آیا ہی کہ آنحضرت صلی الله علیہ وسلم عشا کی نماز مین اس سورہ کو اکثر پڑہا ہی اور حضرت امیر المومنین عمر بن الخطاب
رضی الله عنہ بہی اکثر اسسورت کو بیچ مکہ معظمہ کے سامنے فرض نماز مین پڑہتے تہے کہ اشارہ ہو وے حرم کی بزرگی پر کیونکہ اس سورہ مین قسم کہائی ہے والله اعلم بالصواب

سورۂ اقرأ

تمہید

یہہ سورت مکی ہی اسمین انیس آیتین اور بہتر کلمے اور ایکسو اسّی حرف ہین اور اس سورتکو سورۂ علق بہی کہتے ہین کیونکہ اس سورتمین مذکور ہی کہ آدمی کو علقے سے یعنے جمے ہوئے لہو سے بنایا ہی اور یہہ مذکور دلالت کرتا ہی اسبات پر کہ اللہ تعالے اپنی رحمت سے ذلیل کو عزیز کردیتا ہی جیسے اس لہو کی پھٹکی کو کہ نہایت ذلت کے درجہ مین تہی انسان کی صورت بناکر اور اسمین روح پہونککر کیا کچہہ عزت بخشی اسیطرح سے آدمی کو باوجود کمال ذلت اور محتاجگی کے آتارنے سے قرآن کے اور سکہانیسے وحی کے علومکے عزت دیتا ہی اور جو شک اور شبہ کہ اس مقدمے مین کافرونکے دلمین کہٹکتا تہا سو انسان کی خلقت کی ابتدا کو دیکہنے سے کہ لہو کی پھٹکی سے بنا ہی دفع ہوجاتا ہی اور اس سورتکو اکثر مفسرین نے اول ما نزل من القرآن کہا ہی یعنے اول جو قرآن سے نازل ہوا سو یہی آیتین ہین اور وہ جو حضرت امیر المؤمنین مرتضی علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہی کہ اول ما نزل من القرآن فاتحۃ الکتاب یعنے اول جو قرآن سے نازل ہوا ہی سو سورۂ فاتحہ ہی اور حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت ہی کہ اول نازل سورۂ مدثر ہی سو یہہ بات ظاہر مین تو ایک دوسرے سے مخالف معلوم ہوتی ہی لیکن مطابقت اور توفیق ان تینون قولونکی اسطور سے ہی کہ اول حقیقی یعنے سب سے پہلے نازل ہوئین یہی پانچ آیتین اس سورتکی ہین اور بعد اسکے نمازکی تعلیم کیواسطے سورۂ فاتحہ نازل ہوئی ہی پہر بعد بند ہونے وحی کے اول جو نازل ہوئی ہی سورۂ مدثر ہی پہر بعد اسکے قرآن کا نازل ہونا پے درپے شروع ہوگیا پس جس شخص نے کہ سورۂ مدثر کو اول نازل کہا ہی تو گویا اسنے متصل پے درپے نازل ہونا مراد لیا ہی اور نازل ہونیکو اس سورتکے باقی قرآن کے نازل ہونیکی تمہید ٹہرایا ہی اور سورۂ فاتحہ کے نازل ہونیکو مناجات کی تعلیم کیواسطے قرار دیا ہی اور پہنچانا دینکے حکمونکا سورۂ مدثر کے نازل ہونیسے شروع رکہا ہی اور جسنے کہ سورۂ فاتحہ کو اول نازل کہا ہی سو اسکا مراد یہ ہی کہ اول جو چیز کہ اسکے سبب سے قرب اور نزدیکی حاصل ہوتی ہی یعنے عبادت ہو وہ یہی سورۂ فاتحہ ہی اور سورۂ اقرأ فقط پڑہنے کا طریقہ سکہانیکو اور عادت ڈالنے کو نازل ہوئی تہی اور اس سورۂ اقرأ کے نازل ہونیکی کیفیت یہہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو چیز کہ علامتون سے وحی کی اول نمودار ہوئی سچے خواب ہے کہ جو کچہہ آپ انکو خواب مین دیکہتے تہے وہ بعینہ یعنے اسیطرح دنکو ظہور مین آتا تہا بعد اسکے محبت خلوت اور گوشہ نشینی کی آپکی خاطر مبارک پر غالب ہوئی اور کوہ حرا مین کہ مکہ معظمہ کے شہر سے متصل ہی تشریف فرما ہوکر ایک غار اپنی خلوت کے واسطے مقرر فرمایا کہانا پانی کئی روز کا ہمراہ لیجاکر اس غار مین بیٹہا کرتے تہے اور اللہ تعالے کی حمد اور ثنا اور تسبیح و تہلیل مین مشغول رہتے تہے جب کہانا تمام ہوجاتا تہا تو دولتخانہ کو تشریف فرما ہوتے اور ایک دو روز رہکر اہل و عیال کا حق ادا کرکے پہر کہانا پانی ساتہہ لیکر اس غار مین جا بیٹہتے اور آپکے رہنے کی مدت اس غار مین اکثر ایک مہینے سے کم ہوتی تہی اور کبہی اتفاقاً ایک مہینہ پورا بہی اس غار مین رہا کرتے ایک روز اسی خلوتکے دنونمین اس غار سے نکلکر ہاتہہ پانون دہونیکے واسطے پانیکے کنارے کہڑے تہے کہ یکایک جبرئیل علیہ السلام نے اوپر سے آواز دی کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اوپر کو دیکہنے لگے لیکن کچہہ نظر نہ آیا پہر دوسری بار اور تیسری بار بہی اسی قسم سے آواز آئی تو آپ حیران ہوکر ادہر ادہر دیکہنے لگے کہ اچانک ایک شخص نوری چہرہ جیسے آفتاب ایک نور کا تاج سر پر دہرے سبز لہلہاتی پوشاک پہنے آدمی کی صورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگا کہ پڑہ اور بعضی روایتون مین آیا ہی کہ انکے ہاتہہ مین ایک سبز ریشمی کپڑا تہا کہ اسمین کچہہ لکہا ہوا تہا اس ٹکڑےکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دکہایا اور کہا کہ پڑہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین حرف کی صورتون نہین پہچانتا اور پڑہا ہوا نہین ہون اس نے پہر کہا پڑہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گلے لگاکر ایسے زور سے بہینچا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہایت تکلیف ہوئی اور بدن مبارک تمام پسینہ پسینہ ہوگیا اسیطرح سے تین مرتبے کیا اور چوتہے مرتبے کہا اقرأ باسم ربک الذی خلق خلق الانسان من علق اقرأ و ربک الاکرم الذی علم بالقلم علم الانسان ما لم یعلم اور یہہ پانچون آیتین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذہن مین بیٹہہ گئین اور آپکو یاد ہوگئین اور بعضی روایتون مین آیا ہی کہ اسی بزرگ نے ان آیتونکے سکہانیکے بعد اپنا پانون زمین مین مارا اور وہان سے ایک چشمہ بہتے پانیکا پیدا ہوا پہر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو طریقہ نہانے کا اور وضو کرنیکا اور استنجا کرنیکا سکہایا اور دو رکعت نماز پڑہائی اور سورۂ فاتحہ بہی سکہائی کہ نماز مین پڑہا کرین بعد اس حالت کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس صدمے کے خوف سے کانپتے ہوئے اپنے دولتخانے مین تشریف لائے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کہ اسوقت آپکے نکاح مین تہین فرمایا کہ مجہکو بالاپوش اڑہا دو کہ تہرتہری میری موقوف ہوجاوے پہر جب تہرتہری کم ہوئی

وہ لرزہ موقوف ہوا تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ یہہ کیا حال تہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام احوال انکے سامنے بیان فرمایا کہ مین اپنی جان سے ڈرتا ہون کہ اس صدمہ مین ہلاک نہو جاؤن حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی کہ آپ ہرگز خوف نکرین کیونکہ حق تعالی نے آپکی ذات پاک مین اپنی رحمت کی صفتین بہت ظاہر فرمائی ہین چنانچہ ضعیفون پر رحم کرتے ہو اور اپنے ناتے والون سے احسان اور سلوک اور محبت کرتے ہو اور مہمانون کی ضیافت کرتے ہو اور محتاجون کے کامونمین مددگاری کرتے ہو پہر جو شخص کہ اس قدر خلق اللہ پر رحم کرتا ہی وہ رحمت الہی کے سزاوار ہونیکے لائق ہوتا ہی نہ غصہ اور غضب کے بعد اسکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ورقہ بن نوفل کے پاس کہ انکے چچازاد بہائی تہے اور دین عیسوی رکہتے تہے اور عبرانی کتابون سے اور توریت اور انجیل سے خوب واقف تہے بلکہ عربی زبان مین انکا ترجمہ کرتے تہے لے گئین اور کہا کہ بہائی ذرا اسنو تو یہہ تمہارے بہتیجے کیا احوال بیان کرتے ہین القصہ جب ورقہ نے یہہ تمام قصہ سُنا تو کہا کہ یہہ شخص ناموس اکبر تہا اور اہل کتاب کی اصطلاح مین ناموس اکبر جبرئیل علیہ السلام کو کہتے ہین اور کہا کہ یہہ وہی ناموس ہے کہ اللہ تعالی کیطرف سے پیغمبرون پر وحی لاتا ہی اور موسی علیہ السلام پر بہی نازل ہوتا تہا اب خوش ہوا اور کچہہ خوف نکرو لیکن تمہاری قوم اس نعمت کی قدر نہ جانیگی اور تمکو تکلیف پہنچاوینگے یہانتک کہ تمکو اس شہر سے نکالدینگے سو کیا خوب بات ہو کہ مین اسوقت تک زندہ رہون اور تمہاری تائید اور مدد کرون اور دونون جہانکی سعادت اس وسیلے سے حاصل کرون القصہ اس قصہ سے چند روز کے بعد ورقہ نے اس جہان فانی سے رحلت کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکو خواب مین سفید کپڑے پہنے دیکہا تو تعبیر فرمائی کہ یہہ شخص بہشتی تہا اور اس قصے مین کئی نکتے دریافت کرنا چاہیے اول تو یہہ ہی کہ عادت بنی آدم کی پرورش کی اسبات کو چاہتی ہی کہ سہج سہج ہو پہر اگر اول ہی بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی سے قرآن کی مشرف فرماتے تو اسکے اُٹہانیکی تاب نلاسکتے اسواسطے اول خواب مین کہ اس عالم سے غفلت کی حالت ہی دلمین ایک ایک چیز کے علم کا ڈالنا شروع فرمایا کہ آہستہ آہستہ عادت علم سیکہنے کی عالم غیب سے پیدا ہو اور رفتہ رفتہ اس تعلیم غیبی کے خوگر ہوجاوین بعد اسکے چاہا کہ انکی بیداری اور ہوشیاری مین انقطاع اور بے پروائی جورو بچون اور گہربار سے حاصل ہوتا کہ بالکل غیب کے عالم کی طرف متوجہ ہوجاوین تو اسوقت انکو محبت خلوت اور گوشہ گیری کی دلمین پیدا ہوئی اور ایک ایسا مکان انکو بتا دیا کہ وہان کوئی آدم زاد نہ تہا تا کہ وحی اُترنیکے وقت کسیکے دلمین شبہ پڑہنے اور سیکہنے کا نہ گذرے پہر وحی نازل ہونیکے وقت ایک بڑا صدمہ اور تہرتہرانا اور خوف آپکے دلمین ڈالا تاکہ کسیکو خیال بناوٹ اور ملاوٹ کا نہ آوے دوسرے نکتے یہہ کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کی تاثیر کو آپکی روح مین پہنچنے اور گلے لگانیکے سبب سے پرلے درجے پر کمال کے ثابت اور قائم کردی اسواسطے کہ کاملونکی تاثیر جو دوسرے کے اندر اثر پیدا کرتی ہی جسکو اہل طریقت کے عرف مین توجہ کہتے ہین چار طرح سے ہوتی ہی اول تو تاثیر انعکاسی وہ ایسی ہی جیسے کوئی شخص خوب عطر لگا کر مجلس مین آوے اور اس عطر کی خوشبو سب ہمنشینون کے دماغ کو معطر کردے پس یہہ قسم سب قسمون مین توجہ کی ضعیف ہی کیونکہ اسکا اثر تبہی تک ہی جب تک اسکی صحبت ہی بعد اسکے کچہہ باقی نہین رہتا دوسری تاثیر القائی وہ اس قسم کی ہی جیسے کوئی شخص بتی اور تیل سکورے مین ڈالکر لایا اور دوسرے شخص کے پاس آگ تہی اُسنے اُسکو روشن کردیا پس چراغ تیار ہوگیا اس قسم کی تاثیر البتہ کچہہ قوت رکہتی ہی کہ سیکہنے سکہانیکی صحبت کے بعد بہی اُسکا اثر باقی رہتا ہی لیکن جب کوئی صدمہ پہنچا جیسے آندہی یا مینہ یا کوئی اور آفت تو اسکا اثر جاتا رہتا ہی اسواسطے کہ یہہ تاثیر نفس اور لطیفونکو درست نہین کرسکتی ہی جیسے ناکارہ تیل اور بتی اور سکورے کو فقط شعلہ سنوار نہین سکتا تیسری قسم تاثیر اصلاحی ہی وہ اسطور کی ہی جیسے پانی کو دریا سے یا کوئے سے لاکر خزانہ مین جمع کرین اور خزانیکی راہ کو حوض کے فوارے تک کوڑے کرکٹ سے صاف کردین پہر خوب زور سے اسمین پانی چہوڑدین کہ فوارہ خوب جوش اور خروش سے چہوٹنے لگے اس قسم کی تاثیر اگلی تاثیرون سے بہت قوی ہی کہ نفس کی اصلاح اور ستہرائی لطیفون کی بہی اسمین ہوتی ہی لیکن خزانیکی استعداد اور راہ کی مسافت کے موافق فیضان ہوتا ہی نہ کوئے اور دریا کے برابر اور ان سب باتونکے ساتہہ بہی اگر خزانہ مین کچہہ آفت یا فتور واقع ہوجاوے تو البتہ نقصان پڑجاتا ہی چوتہی تاثیر اتحادی کہ شیخ اپنی روح باکمال کو طالب کی روح کے ساتہہ خوب زور سے ملاوے کہ شیخ کی روح کا کمال طالب کی روح مین اثر کرجاوے اور یہہ مرتبہ سب قسم کی تاثیرون سے زیادہ تر قوت رکہتا ہی کیونکہ صاف معلوم ہوتا ہی کہ ایک ہوجانے سے دونون روحون کے جو کچہہ کہ شیخ کی روح مین ہی طالب کی روح مین سما جاتا ہی اور بار بار حاجت فائدہ لینے کی نہین رہتی ہی سوا اولیاء اللہ مین اس قسم کی تاثیر بہت کم پائی گئی ہی ؛؛

بزرگ خیال چنانچہ نسبت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ منقول ہے کہ ایک روز آپکے مکان پر کئی مہمان آگئے اور آپکے پاس کچہہ کہانیکو نہ تہا اسواسطے خواجہ فکرمند
ہوئی اور انکے کہانیکی تلاش کرنے لگے اتفاقاً ایک نانبائی کی دوکان آپکے مکان کے متصل تہی اسبات کی خبر پاکے ایک خوان بہر امیلو روٹیوں کا خوب
مکلف مرغن تیاری ساتہہ آپکے سامنے لاکر حاضر کیا آپ اُسکو دیکہکر نہایت خوش ہوے اور فرمایا کہ مانگ کیا مانگتا ہے اُسنے عرض کی کہ مجہکو اپنا سا کر دیجیے فرمایا
کہ تو اس حالت کا تحمل نکر سکیگا کچہہ اور مانگ وہ اسی بات کا سوال کئے جاتا تہا اور خواجہ انکار کرتے تہے جب بہت سی عاجزی کرنے لگا تو ناچار ہوکر اُسکو اپنے
ساتہہ حجرہ میں لے گئے اور تاثیر اتحادی اُسپر کی جب حجرہ سے باہر نکلے تو خواجہ میں اور اس نانبائی کی صورت شکل میں کچہہ فرق باقی نرہا تہا لوگونکو پہچاننا
مشکل پڑا تہا لیکن اسقدر تہا کہ خواجہ ہوشیار تہے اور وہ نانبائی بیہوش اور سرشار الغرض اس نانبائی نے تین روز کے بعد اسی سُکر اور بیہوشی میں وفات
کی رحمۃ اللہ علیہ حاصل کلام کا یہہ ہے کہ تاثیر جبرئیل علیہ السلام کی اس بہینچنے میں تاثیر اتحادی تہی کہ اپنی روح لطیف کو بدنکے مساموں کی راہ سے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کے بدن میں داخل کرکے آپکی روح مبارک سے ملادی اور شیر و شکر کی مانند گہل مل گئیں تو ایک عجیب حالت ملکیت اور بشریت کے درمیان میں پیدا ہوئی
کہ بیان میں نہیں آسکتی تیسری یہہ کہ ورقہ بن نوفل کو کہ تسلی بخشنے والا اس خیال کا ہوا تہا اور وحی کے نازل ہونے پر گواہی دی تہی اور جبرئیل علیہ السلام
کو پہچانا تہا اور آپکی نصرت اور مدد کیواسطے کمر باندہے تہی جلد اس عالم سے اُٹہا لیا کہ کسیکو یہہ گمان نہو کہ یہہ سب اگلے قصے اور دوسرے کا شرع کے وہی
ورقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سکہاتا اور یاد دلاتا ہوگا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بعد اس واقعہ کے صحبت بہی اُس سے ہمیشہ کی نہیں ہوئی سو اسکے گنجایش اس
احتمال کی بالکل بند ہوگئی اور یہہ بہی منظور تہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دین کے مقدمے میں اول کتاب کی بلکہ کسی اگلے دین والیکی تائید و مدد شامل نہو جبکہ یہہ سب ہو لیکی ابتدا کیسی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ پڑہ تو اپنے پروردگار کا نام لیکر اپنے پروردگار کا نام ہے اسواسطے کہ اللہ تعالی کے کلام قدیم کو آدمی پڑہ نہیں سکتا اور تمام
... اللہ تعالی کی تربیت تیرے اوپر ظاہر اور کہلی ہوئی ہے اور تمام مخلوق سے تربیت میں تو ممتاز اور جدا ہوا ہے پہر نہیں ہوسکتا
... قدیم کے پڑہنے میں مدد مانگ اور اگر تیرے خیال میں یہہ شبہ گذرے کہ کلام قدیم کو کس طرح سے پڑہ سکونگا کیونکہ ہمارا پڑہنا
حادث اور نوپیدا ہے اور وہ قدیم اور ازلی ہے تو ایک اور صفت کو اپنے پروردگار کی خیال کر کہ **الَّذِيْ خَلَقَ** وہ پروردگار جسنے پیدا کیا ہے چیزونکو اپنے
ناموں کی صورت پر لباس اُسنے کیا اور یہہ کہ کلام قدیم کو حرفوں کے قالبمیں لاکر اول تیرے خیال میں ڈالا ہے بعد اُسکے تیری زبان پر جاری کرادے اسواسطے کہ پیدایش سب چیزون کی
اسیطور ہے کہ صفات قدیمہ کو حادث صورتوں کے ساتہہ ظاہر کیا ہے اور اگر تیرے دلمیں شبہ گذرے کہ کلام الہی قدیم نہایت مرتبے کو عزت والا ہے اور آدمی نہایت ذلیل اور
قسم کی عزیز چیز کو ذلیل میں ڈالنا نہایت عجیب معلوم ہوتا ہے تو ایک دوسری صفت کو اپنے پروردگار کی لحاظ کر **خَلَقَ الْاِنْسَانَ** پیدا کیا ہے انسان کو
اور کمال عزت دی ہے اُسکو ایسی روح سے کہ اُٹہانیوالی اسرار الہی کی ہے اور جوہر کہ اُسکو مختلف اعضا دیئے کہ اسماء الہی اُن سے ظہور کرتے ہیں اور ربط دیا ہے اُسکی روح لطیف
کو اُسکے جسم کثیف سے اسطرح پر کہ لطافتیں روح کی اپنے ٹہکانے ہیں اور کثافت جسم کی اپنے ٹہکانے ہے نہ روح جسم کی کثافت سے بگڑتی ہے نہ جسم روح کی لطافت سے
بکہرتا ہے اور یہہ روح اور جسم ایک ہی چیز سے بنے ہیں کہ سراسر نجاست اور ذلت ہے کہتا ہے چنانچہ فرمایا ہے **مِنْ عَلَقٍ** جمے ہوئے خون سے کہ شرع کے حکم میں اور
لوگوں کی نظر میں بہی ذلیل اور نجس ہے پہر کیا عجب ہے کہ کلام پاک قدیم کو حادث لفظوں کے ساتہہ جمع کرکے اور ترتیب دیکے تو تیرے خیال اور بولنے کے آلات اور اسباب پر ڈالدے اور
وہ کلام پاک جیسا کہ ہے ویسا ہی اپنی ستہرائی اور پاکیزگی پر رہے اور اُس میں تغیر نہ آوے اب یہان پر سمجہہ لینا چاہیے کہ آدمی کی پیدایش جمے ہوئے لوہو سے تو الدکی صورت میں
ظاہر ہے کہ جب نطفہ ماں کے پیٹ میں ٹہہرتا ہے تو قوت جاذبہ رحم کے جو اُسکو عنایت ہوئی ہے بہت سا لہو ماں کے بدن سے اپنی طرف کہینچتا ہے اور جمانیوالی قوت سے
جامن کی مانند لہو کو جما دیتا ہے یہانتک کہ رفتہ رفتہ صورت ہڈیوں اور گوشت اور پوست کی حاصل کرتا ہے لیکن حضرت آدم علیہ السلام کی
مانند پیدا ہونیکی صورت میں نہیں پیدا ہونا علق سے ان معنوں میں ہے کہ انسان کے اعضا میں سے پہلا اُس چیز کا ہے جو آتش سے تحلیل

اور فنا ہوتی رہتی ہین اور غذا بعد طی ہونیکے ہضم کے مرتبون کے جما ہوا لہو بنکے اعضاؤن کی صورت ہوجاتی ہے بلکہ توالد کی صورت مین بہی بعد جدا ہونے
بچے کے ماکے پیٹ سے اسیطور سے خلقت انسان کی واقع ہوتی ہے اور اسیواسطے انسان کی پیدایش کی سب اصلون مین سے علق کو مذکور فرمایاہے کہ یہہ مادہ
ہر وقت مین اسی صورت سے دکہائی دیتاہے برخلاف مٹی اور نطفہ اور سوائے ان دونون کے کہ شروع پیدایش مین درکار ہوتے ہین اور بقا مین درکار نہین اب فکر کیا
چاہیے کہ ایک ایسی چیز کہ وہ جما ہوا لہو ہے وہی روح کی صورت بنکے سمجہنے والی اور حرکت دینے والی قوتون کا حامل ہوتاہے اور وہی اعضا کی صورت
پکڑکے ہڈی اور مغز اور گوشت و پوست بہی بنجاتاہے اور روح لطیف مجرد کو اعضا کے ساتہہ کہ ایسی ناپاک چیز سے پیدا ہوئے ہین کیسا کچہہ لگاؤ کیفیت اور
اتحاد حاصل ہوتاہے پس اس جگہہ سے نازل ہونا ذات اور صفات کے معنونکا خیال مین اور بولنے کے آلات مین بوجہا جاہیے اور یہہ بہی سمجہہ لیا جاہیے
اقرا کا لفظ کہ شروع اس سورۃ مین واقع ہوا ہے اکثر عوام کو شبہہ مین ڈالتاہے اور وہ خیال کرتے ہین کہ چاہیے تہا کہ یہہ لفظ قرآن مین داخل نہوتا کیونکہ یہہ لفظ
قرآن شریف کے پڑہنے کے واسطے فرمایاہے اسکو قرآن مین کسواسطے لکہنا چاہیے بلکہ قل کے لفظ مین بہی کہ سرے پر پانچ سورتون کے واقع ہے قل اوحی اور
قل یا ایہا الکفرون اور قل ہو اللہ اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس مین یہی شبہہ وارد کرتے ہین اسیواسطے بعضے صحابہ نے
قل کے لفظ کو معوذتین مین سے موقوف کردیا تہا لیکن اس شبہہ کو اس طور سے دفع کیا چاہیے کہ اقرا کا لفظ اور اسیطرح قل کا لفظ پیغمبر علیہ السلام کیطرف خطاب
ہے دوسرے امر و نہی کی طرح پر تو اسکا قرآن مین داخل ہونا ضرور ہوا جس طرح سے خط کی ابتدا مین لکہتے ہین یا بادشاہت یا فرمان کی ابتدا مین لکہتے
ہین بادشاہ اور شہنشاہ اسیطرح ان لفظونکو بہی سمجہا چاہیے اور اگر کسی شخص کو سب قرآن سنانا دوسرے کو تبلیغ کے طور پر منظور ہو یا خط کا مضمون سمجہانا دوسرے
کو منظور ہو تو ان لفظونکا بولنا بہی اسپر ضرور ہو جاویگا اب آئے ہم اس بات کی طرف کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو امی محض تہے انکو کہنا کہ پڑہہ اس قسم سے
ہے جیسے اندہے کو دیکہنے کو اور شل کو دوڑنے کو کہین کہ یہہ تکلیف مالا یطاق ہے یعنے ایسی چیز کی تکلیف دیناہے کہ ہو نسکے اور تکلیف مالا یطاق ممنوع ہے
چنانچہ اللہ تعالی خود فرماتاہے لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا جواب اس شبہہ کا یہہ ہے کہ یہہ حکم تکلیفی نہین ہے بلکہ تلقینی ہے جیسے بچے کو جو اول مکتب مین
لیجاتے ہین تو استاد کہتاہے کہ پڑہہ اگرچہ وہ بچہ اسوقت پڑہنا نہین جانتاہے لیکن استاد کا مطلب یہہ ہے کہ جیسے مین پڑہتا ہون تو بہی اسی طور سے میرے
پڑہنے کو سنکر پڑہہ اور یاد کرلے اور جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تعجب اس بات کا تہا کہ مین تو امی محض ہون مجہسے کسطرح سے پڑہا جاویگا تو تاکید کے
واسطے پہر دوسری بار فرماتے ہین اقرا پڑہہ اور بعضے مفسرون نے کہاہے کہ اول بار جو اقرا فرمایا اس سے مراد یہہ ہے کہ قرات قرآن کی اپنے نفس کے ثواب کیواسطے کر
اور دوسرے بار جو اقرا فرمایا اس سے مراد یہہ ہے کہ قرآن کو اور لوگون پر پہنچا اور جسطرح سے امت کو پڑہنا اپنے نفس کے واسطے ضرور ہے اسیطرح نبی کو امت پر
پہنچانیکے واسطے بہی ضرور ہے کیونکہ اگر وہ نہ پہنچاوین تو امت کو پڑہنا قرآن کا کسطرح سے میسر ہو اور بعضون نے کہاہے کہ پہلا اقرا نماز مین ہے اور دوسرا اقرا
خارج نماز کے اور بعضون نے کہاہے کہ پہلا سیکہنے کے واسطے ہے اور دوسرا سکہانیکے واسطے اور بعضون نے کہاہے کہ پہلے سے مراد یہہ ہے کہ قاری ہو بغیر اسکے
کہ کسی چیز کو قرات کیواسطے معین کرین اور دوسرا متعلق ہے اسم ربک سے جو پہلے گذر چکاہے یعنے اپنے پروردگار کے نام کو پڑہہ اور اسمیت کے تاکید کے
دفع کرنیکے واسطے جو بار بار خاطر مبارک مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گذرتا تہا اور خیال فرماتے تہے کہ امی کو علم حاصل کرنیکا طریقہ خصوصا وہ علم جو متعلق صفات
الہی سے اور کلام قدسی سے اور اسکے ہر روز کے چکہنے سے ہو کیونکر حاصل ہوسکیگا اسواسطے ایک اور مقدمہ ارشاد فرماتے ہین کہ اس مقدمے سے طریقہ علم غیبی کے حاصل
ہونیکا لوگونپر واضح ہوتاہے وربک الاکرم اور پروردگار تیرا بڑا کریم ہے کہ امی کو دانا کردیا اور جاہل کو عالم بنا دیا اسکے نزدیک بہت آسان کام ہے کیونکہ امی کو
اگر مانع ہے تو یہی بات ہے کہ علم حاصل کرنیکے اسباب نہین رکہتاہے اور اس قسم کے مانع اسی کے واسطے ہے جسکو بسبب نسبت بعضے علمون کے موجود ہین پہر وجود انکا ہو حق تعالی ان
علمونکو بعضی مخلوقات کے واسطے سے انکو پہنچا دیتاہی چنانچہ فرمایاہے الذی علم بالقلم وہ ایسا ہے کہ تعلیم فرمایا ہے آدمیونکو قلم کے واسطے سے وہ چیز جو حواس اور عقل سے
خبر سے دریافت نہین کرسکتے ہین بسبب بعد ہونے زمانیکے جیسے اگلی امتونکے اور گذشتے نبیون کی سرگذشتون اور اگلے بادشاہون اور انبیا اور اولیاؤن متقدمین کے احوال یا بسبب بعد مکان کے جیسے
دور دور کی ولایتون اور اقلیمون اور شہرون کے بلکہ عادت بادشاہونکی اسیطور پر جاری ہے کہ امیرون اور رعیت کو اپنی دلکی باتون پر قلم کے واسطے سے

ملاحظہ کرنے ہیں اور ... بہت کلام ... رتے اور جو کارخانہ بادشاہت کا کہ الوہیت کے کارخانہ کا ظل ہی تو اسکا رخانیسے اسکا رخانیکو سمجھ لیا چاہیے جیسے تعداد
محل کے اندر کی سپاہیون کی نظارت کے قلم کیواسطے سے دریافت کرنا چاہیے اور دکانون اور باغون اور قلعون کی تعداد دیوتات کے قلم سے معلوم ہوتی ہی
اور نوکرون اور ملازمون کو انکے مواجبون اور منصبون کے ساتھ کہ کیتے ہیں بخشیگری کے قلم سے پہچانا چاہیے اور مستحقو نکو اور وجہون کو خیرات اور
روزینون کی کہ انکے واسطے مقرر کیئے ہیں صدارت کے قلم سے معلوم کیا چاہیے اور عرض و طول اپنے ملک کا اور گنتی جریبون کی اور آبادی اور ویرانی گانون کی
اور شمار دریا اور نالاون کا جو اس ملک مین واقع ہین دفتر کے تقسیم کے قلم سے معلوم کیا چاہیے اور تعداد جاگیرون اور خالصے کی وزارت کے دفتر سے دریافت کیا
چاہیے اور بندیوانون اور قیدیون کی اور واجب القتلون اور واجب التعزیرون کی تعداد انکی سیاست کے مرتبون کے ساتھ دفتر سے اطلاق کے کہ تعلق زندان خانے
اور کوتوالی سے رکھتے ہین پوچھا چاہیے اور تعداد خزانون اور دوسرے کارخانون کی میر سامانی کے دفتر سے جاننا چاہیے اور علی ہذا القیاس اور جو آدمیون کو
موافق انکی استعداد کے کارخانے پر الوہیت کے اطلاع دینا اور خبردار کرنا منظور تھا تو انکو لکھنے کی صنعت قلم کیواسطے سے سکھائی اور ہر فرقے کو انمین سے شوق
مطالعہ ہو نیکا ایک کارخانے پر اپنے بے انتہا کارخانون سے دلمین ڈالدیا کہ اپنے قلم سے ضبط اسکا رخانیکا کرین تاکہ دوسرے فرقے اُنسے سیکھین اور اسیطرح سے دوسرے
فرقے کو شوق دوسرے کارخانیکی اطلاع کا خیال مین بسا دیا کہ اُنہون نے قلم سے ضبط اُسکا کیا اور دوسرونکو اُنکے قلم کے واسطے سے اطلاع اُن کارخانون پر حاصل
ہوئی اور اس عجیب تدبیر سے ہر ہر فرد کو انسان کے اس اطلاع سے فائدہ مند کیا اور جسطرح سے معاش کے مقدمے مین مدد اور تائید ایک کو دوسرے کی کرنا انسان کا
خاصہ ہی اسیطرح سے سمجھنے بوجھنے مین بھی مدد اور تائید کرنا اُسکا خاصہ ہی اور یہہ مدد و تائید بغیر قلم کے وسیلے کے ممکن نہین ہی کیونکہ بعضے لوگ ایک زمانے مین
پیدا ہوئے ہین اور دوسرے لوگ اُنسے سیکڑون برس کے بعد پیدا ہوے سو پچھلونکو پہلون کے علمون پر اطلاع نہین ہوتی مگر قلم کے واسطے سے اور اسیطرح سے
بعضے لوگ ایک ملک و اقلیم مین رہتے ہین اور دوسرے لوگ دوسری اقلیم مین ہین تو ان دور والونکا مطلع ہونا اُنکے علوم اور معلومات پر بغیر قلم کی مدد کے
ممکن نتہا اسیواسطے جو حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام نے جنون سے سخن کی فضیلت سے پوچھا تو جنون نے عرض کیا کہ یا حضرت سخن ایک ہوا ہی کہ منہ سے نکلا اور فنا
ہوگیا پہر حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ اُسکے باقی رہنے کی کیا تدبیر ہی اُنہون نے عرض کی کہ اُسکی تدبیر لکھنا ہی تب قلم صیاد ہی علمون کا اور جاری
کرنیوالا ہی ہر بات کا اور مفہوم ایک نعمت ہی بہت بڑی اور نہایت بزرگ چنانچہ قتادہ نے کہا ہی کہ **لولا القلم لما قام الدین ولا صلح**
العیش یعنے اگر قلم نہوتا تو دین قایم نرہتا اور نہ زندگانی درست ہوتی اسواسطے کہ دین کی کتابونکو قلم سے لکھتے ہین اور حساب کی باریکیان دریافت کرنا
اور حقداروں کے حق قایم رہنے کے واسطے سجلون کا لکھنا اور علمون کا اور مال کا محفوظ رکھنا یہہ سب قلم سے متعلق ہین اور اگر نظر کو کچھہ تہوڑا سا بھی دوڑا وین
اور غور کرین تو بوجہین کہ بادشاہت حق تعالی کی بہت سی ولایتین رکھتی ہی اور ایک ولایت اُنمین سے جو سب سے چھوٹی ہی سو عالم شہادت کی ولایت
ہی اور یہہ ولایت بہت سے کارخانونکو شامل ہی چنانچہ اُنہی مین سے ہی کارخانہ عمارتون اور بناوات کا اور اسکو کہہ ... سے دریافت کیا چاہیے اول تو
علم ہیأت کا کہ اسمین عدد آسمانون کے اور ہیأت اور ترتیب اُن کی مذکور ہوتی ہی دوسرا علم جغرافیا کا کہ ... زمین کی اور صورتین اقلیمون کی اور
جو کچھہ کہ اُنمین ہین دریا اور پہاڑ وغیرہ مذکور ہوتے ہین تیسرا علم مسالک و ممالک کا کہ ... شہر اور گانون اور تفصیل پہاڑون کی اور
نہرون وغیرہ کی ذکر کی جاتی ہین چوتہا علم ابعاد اور اجرام کا کہ ... زمینی اور آسمانی شکلون کا دلیل کے ساتھہ ثابت کیا جاتا ہی
اور انہی سب مین سے ہی کارخانہ روشنی اور مشعل جلانے کا اور ... سورجون کے علم سے معلوم کیا جاتا ہی اور علم شعبہ کا لینے شعاعون کے دریافت
کرنے کا بھی اسمین دخل رکھتا ہی اور انہی مین سے ہے ... توشک خانہ کا اور اصطبل اور کبوتر خانہ اور بارہ دار خانہ اور تفصیل اسکا رخانیکی علم سے حیوانات
کے کتاب حیوۃ الحیوان مین تصنیف ہوئی ہی دریافت کرنا چاہیے ... ہین مین سے ہی دوائی خانہ کہ اسکی تفصیل مفردات سے ابن بیطار کی اور جامع بغدادی اور شیخ کی
قرابادین سے معلوم کرنا چاہیے اور انہی مین سے ہی جواہر خانہ اور نقدی ... معادن اور احجار کے علم سے کہ بہت سی کتابین اس فن مین بنی ہین پوچھا چاہیے اور انہی
مین سے تحویل الجرخزانے عامرہ ہین اور انکو علم احصا اور مناظرہ اور ... سے حاصل کر سکتا ہی اور انہی مین سے ہی کارخانہ منصبدارون اور جاگیردارون اور ملکیونکا

اسکا ... تو تعلیم ... بادشاہون ... چاہیے حاصل کلام کا یہہ ہی کہ [illegible]
فیض کو جو قلم کے وسیلے سے واقع ہوئے ہین بوجہا چاہیے کہ قلم روایت کشون اور مفتیون کا احکام الہی کے دریافت کرنیکا سبب ہے معاملات اور عبادات
مین اور قلم فرائض والون کا ہر میت کے وارثون کے حصے معلوم کرنیکا سبب ہے اور قلم تاریخ والون کا گویا تمام اگلے زمانونکا عرض حال ہی بلکہ اخبار وال
کے وقائع نامہ کی مانند ہی اور اگر تقدیر کے قلم کو خیال کرین اور اسکے علمون کے فیض کو جو اسکے طفیل سے آسمانیون اور زمینیون کو پہنچا ہی غور کرین
تو عقل خیرہ اور وہم حیران ہوتا ہی اور جو صورت تعلیم کی قلم کے وسیلے سے اس طور پر ہی کہ اول تو معنے ذہن مین معین ہوتے ہین بعد اسکے خیال مین
لباس الفاظ مناسب کا پہنتے ہین بعد اسکے مدد سے قلم کی وہ الفاظ نقوش خطیہ کی صورت پر ظہور کرتے ہین بعد اسکے ہر خط کا پڑھنے والا اسکو دریافت
کر سکتا ہی اور یہہ صورت کمال مشابہت وحی سے اور قرآن کے نازل ہونے سے رکہتی ہی کیونکہ اول کلام قدسی نے لوح محفوظ مین لفظون کی صورت پہنی بعد
اسکے حضرت جبرئیل علیہ السلام کی معرفت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صفحۂ خیال مین منقش ہوئے پہر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ہر خاص
عام کو پہنچے پس اس نعمت کو وحی کے ممکن ہونیکے اثبات مین لانیسے کمال مناسبت پیدا ہوئی اور جسطرح سے کہ بسبب قلم کے ان چیزونکو کہ ہرگز کسب بشری
کی قوت انکو حاصل کر نہین سکتی ہی حاصل کر لیتا ہی اسیطرح سے بسبب وحی کے جو معلومات کہ انکا حاصل ہونا ممکن نہین ہی حاصل ہو جاتے ہین چنانچہ
فرماتے ہین **عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ** سکہایا آدمی کو جو نجانتا تہا کیونکہ اسباب علم حاصل کرنیکے آدمی مین تین ہین اول تو حواس
صحیح سالم ظاہر اور باطن کے کہ انکے سبب سے جو کچہہ اپنے مین اور اپنے پاس ہوتا ہی جیسے بہوکہہ پیاس اور خوشی اور غصہ اور خوف اور امن اور رنگ اور بو
اور مزہ اور آواز اور گرمی اور سردی اور سوائے انکے دوسری چیزونکو معلوم کرتا ہی دوسری عقل کہ اسکے سبب سے غائب کی چیزونکو جو حواس ظاہری اور باطنی سے
معلوم کرتا ہی اور طریقہ ادراک عقلی کا تین قسم سے باہر نہین ہی کیونکہ جس چیز کو کہ معلوم کرنا اسکا منظور رکہتا ہی یا تو اسکے سبب کو حواس سے دریافت کیا ہی تو برہان لمی
کو ترکیب دیگا مثلا چاہتا ہی کہ گہر مین دہوین کا ہونا معلوم کرے اور اسنے آگ جلنا اس گہر مین معلوم کیا تو اس سبب سے دریافت کریگا کہ البتہ اس گہر مین دہوان
ہوگا اسواسطے کہ آگ دہوین کا سبب ہے اور سبب بدون مسبب کے نہین ہوتا یا اسکے مسبب کو معلوم کرکے اسکے ہونے پر حکم کرتا ہی اور ترکیب دلیل انی کی کرتا ہی مثلا
دہوین کو دور سے دیکہکر دریافت کیا کہ یہان پر آگ بہی ہوگی کیونکہ ہونا دہوین کا بغیر آگ کے محال ہی یا ایک مسبب سے دوسرے مسبب کو دریافت کریگا اور اسی تان کو لم اور
ان سے مرکب کرکے درست کریگا کیونکہ وجود مسبب کا بغیر سبب کے محال ہی اور سبب کا وجود دوسرے مسبب کے وجود کا باعث ہی مثلا ایک جگہہ پر دہوین کو معلوم کیا اور آگ کی گرمی
مین ہی قیاس کرکے سمجہہ لیا کہ وہ مکان یقینی گرم ہوگا کیونکہ دہوان بغیر آگ کے نہین ہوتا ہی اور جب آگ تان موجود ہوئی تو گرمی بہی موجود ہوگی لیکن ان
... ہے وہ یہہ ہی کہ حواس ہر شخص کا ہر چیز کو نہین پہنچتا اور عقل بہی مختلف اور متفاوت ہی یعنے ہر شخص کی عقل برابر نہین ہی اور ان
سب باتون سے ... یہہ اسباب اور مسببات کہ عقل کی نظر سے چہپ جاتے ہین تو ان کا دریافت کرنا ممکن نہین ہوتا سو اسواسطے ایک اور سبب بہی
اسکے معلوم کرنے کے واسطے دیا ہی اور وہ تیسرا ہی یعنے سچی خبر کہ اپنے جنس کے لوگون کی دیکہی ہوئی اور دریافت کی ہوئی بات ہے سنکر یقین کرے اور اپنے
مطلبون کے دریافت کرنیکے کام مین لاوے اور جو خبر دینے والا اسیکا ہم نوع ہی اور وہ بہی اسی شخص کی طرح سے حواس اور عقل کے دام مین گرفتار ہی پہر
جو چیزین کہ اسکے نوع کے حواس اور عقل کی حد سے بلند ہین وہ انسان کی دریافت کے احاطے سے باہر ہین سو اسکو نازل کرنیسے وحی کے تعلیم فرمایا کہ وحی علم الہی کی
وسیلے سے بڑے درجون والے فرشتون کے نوع انسان کو پہنچے اور کام مین آوے اور الہام اور کشف اور خبر دینا ہاتف کا اور صورت پکڑنا غیب کے کامونکا کہ عارفونکو اور اولیا
انبیا علیہم السلام کی ارواح کے وسیلے سے اور انکی اقتدا اور پیروی کے طفیل سے حاصل ہوتا ہی یہہ سب وحی کے توابع سے ہی اور جو کہ معنے مالم یعلم کے یہہ ہین کہ تو بشر نہین معلوم کرتا
اسکا ممکن ہونا ... لغو ہونے **مالم یعلم** کے ذکر کا دفع ہو گیا نہین تو بظاہر مشکل معلوم ہوتا ہی کیونکہ تعلیم نہین ہوتی مگر بے معلوم چیز کی پس ذکر **مالم یعلم** کا کیا ضرور ہی
كَلَّا سمجہہ لیا چاہیے کہ کلا حرف عرب کی لغت مین زجر اور توبیخ یعنے خفگی اور جہڑکی کے واسطے استعمال کیا جاتا ہی تو اس کلام کے بعد ایسا کلام ایسا چاہیے
کہ انکی طرف زجر اور توبیخ متوجہ ہو اور اس مقام پر ایسا کلام کہ رد اور باطل کرنے کے قابل ہو ظاہر مین ذکر نہین کیا گیا اسیواسطے بعضے علمانے کہا ہے کہ

کلا اس جا ئے پچھلے کے مضمون مین ہے کیونکہ زجر کی صورت مین بہی اسکے خلاف کا اثبات تاکید و تقریر کے ساتھہ اسی کلمے سے کیا جاتا ہی پس مفہوم اس کلمے کا مرکب ہے
باطل کرنیسے یا سبق کے اور تحقیق کرنیسے یا لحق کے ہے اور اگر تجرید کے سبب سے محض تحقیق کے لیئے استعمال کرین تو بہی روا ہے لیکن حق یہہ ہے کہ قبل اسکے ایک کلام ہی پوشیدہ
یعنے گزشتہ کے ۱۲ یعنے اپنے اسلے کے ۱۲
کہ ہر شخص کا ذہن اسکی طرف نہین جاتا ہے اور منظور کلا سے باطل کرنا اور رد کرنا اس کلام پوشیدہ کا ہی اور توضیح اس ابہام کی یہہ ہے کہ جو آگے آیت کو حق تعالی کے بندونکی
طرف بیان فرمایا اور ارشاد کیا کہ بے نہایت کرم اس ذات پاک کا ہر نوع کی تکمیل اور تربیت کے واسطے متوجہ ہے یہان تک کہ تعلیم ان چیزون کی جو انکے
مقدور سے باہر تہین قلم کے واسطے سے انکو بتا دین اور الوہیت کا رخانون پر اس تدبیر سے انکو آگاہ کر دیا تاکہ خلافت کبری کے حکم سے ربوبیت کے کامون کی پیروی اور
مخلوقات مین تصرف کرین اور تصرف الہی کا ظل ہوا انمین ثابت ہو جاوے اب یہہ جگہہ یہہ بات کی تہی کہ شاید اس کلام کے سننے والیکے خیال مین یہہ شبہ گذرے اور کہے کہ جو
انسان اس مرتبہ کو جناب خداوندی مین عزیز اور مکرم ہے پہر کس واسطے اسکو فقر اور احتیاج کے حال مین پیدا کیا ہے اور ہر مخلوق کی طرف اسکو محتاج کیا ہے
بلکہ استعداد [illegible] احتیاجگی ہر چیز کی طرف دی ہے کہ عشر عشیر اسکا دوسرے حیوانات اور مخلوقات کو نہین دی ہے چنانچہ اپنے کہانے مین چکی کا اور آگ کا اور اسیطرح
دوسری چیزون کا محتاج ہے اور اپنی بیماری مین دوا کا اور حکیم کا اور عطار کا اور جراح کا اور فصاد کا اور کحال کا محتاج ہے اور اسیطرح اپنی پوشاک اور
لباس مین اور گہر بار مین اور چلنے پہرنے مین جو جو احتیاج مین کہ یہہ کہتا ہے ظاہر اور کہلی ہین دوسرے حیوانون کو ان چیزون مین سے ایک کی بہی احتیاج
نہین ہے اور بزرگی جو اسکو عنایت ہوئی ہے وہ ہرگز ایسی چیزونکو نہین چاہتی ہے اگر بہت مکرم اور بزرگ کرنا اس مخلوق کو سب مخلوقات پر منظور تہا تو پہلے
لازم تہا کہ اسکو [illegible] احتیاج [illegible] دور رکہتے اور نزدیک [illegible] اسلئے فرشتون کی طرح کسی چیز کا محتاج نکرتے اور اگر خلافت کے سبب حاصل کرنے کے واسطے اور دوسری
مخلوقات [illegible] تصرف کرنیکے واسطے اسکو احتیاج ان چیزون کی دی تہی تو لازم تہا کہ بہت سامال اور بڑے بڑے خزانے اسکو دیئے ہوتے تاکہ اس لیئے محتاج نہوتا
اور ہر ایک کے سامنے ذلیل نہوتا سو اس شبہہ اور اعتراض کے دفع اور رد کرنے کے واسطے کلا کی لفظ کو لائے ہین اور اس لفظ کی کلام پاک پروردگار مین دو صفتین خاص
ہین ایک یہہ ہے کہ جس آیت مین یہہ لفظ آتی ہے اسکو یقین جاننا چاہیئے کہ یہہ آیت مکی ہے اور مدینہ منورہ کی آیتون مین یہہ لفظ ہرگز نازل نہین ہوئی
سو اس بات کا بہید یہہ ہے کہ یہہ لفظ غصے اور غضب پر دلالت کرتی ہے اور مدینہ منورہ مین ایمان والے لوگ تہے اور انکے اعتقاد بہت درست تہے اگر کبہی انسے کوئی
خطا یا گناہ ہو جاتا تہا تو اسکا تدارک بہت جلد کرتے تہے اور پند اور نصیحت کو بہت رحم دلی اور نرمی سے قبول کرتے تہے اور غصہ اور غضب اور کینہ اور بغض ہرگز
انکے درمیان نہ تہا بخلاف مکے والون کے کہ اکثر کافر جہگڑالو اور دشمن تہے تو انکے مقابلے کے کلام مین بہی غصہ اور غضب کا ہوا اور دوسری خاصیت یہہ ہے کہ اول
نصف مین قرآن شریف کے یہہ کلمہ یعنے **کلا** نہین ہے آخر کے نصف مین خصوصا پچہلے سیپارون مین یہہ لفظ بہت آئی ہے اسکا بہید یہہ ہے کہ پہلے کلام
سمجہانا اور راہ بتلانا نرمی سے منظور ہے اور جب آدہا قرآن شریف کوئی شخص پڑہ چکا اور اسکے مضمون سمجہانے اور بوجہانیسے ہرگز راہ پر نہ آیا تو غصہ کرنے اور جہڑکنے
کے لائق ہوا خصوصا وہ شخص کہ جسنے قرآن کو تمام پڑہا اور اسکے احکام اور نصیحتون پر نہ چلا اور کچہہ نہ جیتا تو جہڑکنے اور تنبیہ کرنے کے زیادہ لائق ہوا اس واسطے
اس لفظ کا لانا آخر کے سیپارون مین بہت ضرور ہوا اسیواسطے اگر کسی سے کوئی حرکت ناشائستہ اور بیجا ظہور مین آتی ہے تو پہلے اسکو نصیحت کرتے ہین اگر
نصیحت سے راہ پر آیا اور برائی کو چہوڑا تو بہتر ہے ورنہ اگر نصیحت سے کچہہ فائدہ نہوا تو البتہ تعزیر دینے کے اور ذلیل کرنیکے لائق ہوتا ہے اور بعضون نے ان دونون
خاصیتون کے بیان کرنیکے واسطے ایک بیت کہی ہے وہ یہہ ہے **وما نزلت کلا بیثرب فاعلمن ولا جاء فی القرآن فی نصفه الاعلی**
یعنے اور نہین اتری لفظ کلا کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مدینہ منورہ مین سو جان تو اسکو اور نہین آیا ہے کلا قرآن شریف کے نصف پہلے مین جب یہہ تمہید معلوم
ہو چکی تو اب آیت کی تفسیر شروع کیجاتی ہے سو فرماتے ہین **کلا** یعنے ایسی بات نہین ہے جیسا تم سمجہتے ہو کہ آدمی کا محتاج اور فقیر ہونا پیچہ اللہ تعالی کے
کرم اور فضل کے قصور سے ہے بلکہ اس محتاجگی اور فقیری کا سبب دوسرا ہے اسواسطے کہ **ان الانسان لیطغی** تحقیق آدمی نافرمانی کرتا ہی اللہ تعالی کی
اور سرکشی کرتا ہے اسکے بندونپر **ان راٰه استغنی** جب دیکہتا ہی اپنے تئین تونگر اور بے پروا مال اور جاہ اور تندرستی اور قوت سے اور وجود دوسرے اسباب بے نیازی
اور بے پروائی کے پہر اگر آدمی اسطرح کا محتاج بنے نکا نہوتا تو اسکی سرکشی اور نافرمانی بہت بڑہ جاتی اور اصلاح کی صورت مشکل ہو جاتی سو یہہ نہایت کرم اور فضل اس کریم کارساز کا ہے

حال کو شامل ہے کہ ہر طرح کی احتیاج مین اُسکو گرفتار کر کے سرکشی اور نافرمانی سے روک رکھا ہے چنانچہ حق تعالیٰ خود دوسری جگہہ پر اپنے کلام پاک مین فرماتا ہے وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ یعنے اگر کشادہ کر دیتا اللہ تعالیٰ رزق کے سبھون کو اپنے بندون پر تو البتہ ظلم کرتے اور اپنے حد اور انداز سے بڑھ چلتے اور بڑا فساد مچاتے زمین مین سو اسطرح کا اعتقاد کرنا آدمی کو سراسر غلطی ہے اور بالکل ہیچ کیونکہ اسکو کسی حالت مین اپنے پروردگار سے بے پروائی حاصل نہین ہے بلکہ اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى تحقیق تیرے پروردگار کیطرف رجوع اور پھرنا ہے ہر حال مین اب اس مقدمے کو ایک ایسی تمثیل مین واضح کر کے بیان کرتے ہین کہ ہم کو کسیطرح کی پوشیدگی نرہے جیسے ایک شخص ہے کہ اُسکو اچھا مرغوب کھانا میسر آیا اور اُسنے یہ سمجھا کہ آج کے روز مجھکو بھوکھہ سے بے پروائی حاصل ہوئی اب اُس سے پوچھا چاہیے کہ تجھکو کھانیکی اور پلانیکی قوت کون دیگا پھر بعد کھانا کھانیکے قے ہو جانے اور اُلٹی آنے سے کون روکیگا پھر ہضم کی قوت دیکے غذا کو روک کر سب جوڑ بند و نخاع تقسیم کون کرتا ہے اور اُسکے فضلات کو پیشاب اور پاخانیکی راہ سے نکالکر کون دور کرتا ہے پھر غذا کو اسبابتسے کون بچاتا ہے کہ زہر ہو کے بدنکو خراب کرے یا بدہضمی سے کوئی فساد بدن مین پیدا کرے اور یہ سب باتین ایسی ہین کہ با وجود نعمت کے اور حاصل ہونے غنا کے انکیطرف محتاج ہے اور بعد خراب ہونے بدن کے اور جدا ہونے روح کے جسد سے پھر جانا آخرتکی طرف ہوگا اور سرکشی اور نافرمانیکی وجہ پوچھی جائیگی اور اسکا عوض لیا جائیگا تو اسوقت کی محتاجگی ایسی ہے کہ اسکا انتہا نہین ہے بلکہ اگر عقل والے انصاف کرین اور اپنے دلمین خوب طرح سے تامل کرین تو اپنی تئین تونگری کی حالتمین زیادہ تر حق تعالیٰ کا محتاج پاوینگے اسواسطے کہ فقیر کو اکثر یہی آرزو ہوتی ہے کہ جان اُسکی سلامت رہے اور بدن اُسکا صحیح اور ایکدن کا کھانا پانے ملجاوے اور دولتمند کو جان اور مال اور مرتبہ اور اہل و عیال سبکی سلامتی درکار ہے تو تونگر کی محتاجگی کے سبب زیادہ ہوئے فقیر سے اور اس جگہہ پر ایک شبہ اکثر لوگونکی خاطر مین گذرتا ہے وہ یہ ہے کہ اگر مال سرکشی اور نافرمانی کا سبب ہوتا تو بڑے بڑے صحابہ کہ بہت مالدار تھے جیسے حضرت عبدالرحمن بن عوف اور حضرت امیر المؤمنین عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہما وے کسواسطے اس سرکشی کے سبب مین گرفتار ہوتے بلکہ حضرت سلیمان علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کسواسطے اسقدر کشادگی اور مرتبے دنیا کے عالمین فیج ہے کہ بیت المقدس کے در و دیوار کو سونے اور جواہر سے جڑاو دیا اور بہت سے اسباب اور ہتیار جمع کئے اور اس شبہ کا دفع اسطور پر جہا چاہیئے کہ اس آیت مین مالکو بالکل سرکشی کا سبب نہین فرمایا ہے بلکہ اپنے تئین مالکے سبب سے بے پروا سمجھنا اور اس احتیاج سے کہ بندے کو حق تعالیٰ کی درگاہ مین ہر وقت اور ہر آن موجود ہے غافل ہونا اور مال کی پیدایش کو اللہ تعالیٰ کے کرم اور فضل سے نجاننا بلکہ اپنی محنت اور کوشش کیطرف نسبت کرنا سرکشی اور نافرمانی کا سبب ہے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو اور اصحاب کبار کو اگرچہ مالکی زیادتی تھی لیکن اعتقاد بد سے بری تھے بلکہ جو شخص کہ ان بزرگون کے احوال کو دیکھے تو یقینی معلوم کریگا کہ محتاجون کی خدمت اور خبرگیری اور خاطرداری جسقدر ان بزرگون سے ہوئی ہے دوسرون سے نہین ہوئی گویا مالکی کثرت کو زہر قاتل سمجھکر اللہ دینے کو تریاق جانتے تھے اسیواسطے اسکام مین زیادہ کوشش کرتے تھے اور حدیث شریف مین وارد ہے کہ نعم المال الصالح للرجل الصالح یعنے کیا اچھا مال نیک ہے خوشبخت آدمی کا یہ ہے کہ وہ نیک کام مین خرچ کرتا ہے اور جب ثابت ہوا کہ آدمی کے ہر بات مین محتاج ہونیکی یہی وجہ ہے کہ بے احتیاجی کے تصور مین سرکشی اور نافرمانی کرتا ہے اور اپنے منعم حقیقی سے غافل ہو کے نعمت ہی کے دیکھنے مین رہجہ رہا ہے اور یہان گمان ایسا تھا کہ شاید کوئی تمثیل کے طور پر ان بے پرواؤن کا حال پوچھ بیٹھے کہ انکو غنا سرکشی کا سبب کیونکہ ہوئی تو اُسکی مثالکو بیان فرماتے ہین اَرَاَيْتَ الَّذِيْ يَنْهٰى کیا دیکھا تو نے اس شخص کو جو منع کرتا ہے اور روکتا ہے عَبْدًا اِذَا صَلّٰى بندے کو جب چاہتا ہے کہ نماز پڑھے اور حق بندیکا یہی ہے کہ اپنے پروردگار کے عبادت ہاتہ اور پاؤن سے اور دل اور زبان سے بجالاوے اور ایسی عبادت جو ان سب باتونکو جامع ہو سواے نماز کے نہین ہے اور حق خدا کا یہ ہے کہ معبود ہو ہر عبادتمین پر اس منع کرنیوالے نے بندیکا حق بھی تلف کیا اور خدا کا حق بھی تلف کیا تو اُسکی سرکشی اور نافرمانی خدا سے اور اُسکے بندون سے بھی ثابت ہوئی اور یہ شخص ابو جہل تھا کہ کئی مرتبے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو مسجد حرام مین نماز پڑھنے سے منع کیا تھا بلکہ یہ کہا تھا کہ اگر مین کبھی تجھکو دیکھونگا کہ اپنے متہے کو زمین پر رکھا ہے تو نے تو تیری گردن کاٹ ڈالونگا اور ہرچند کہ آیت اُس لعین کے حق مین نازل ہوئی لیکن اب بھی جو شخص کہ اللہ تعالیٰ کی بندگی سے روکے اور منع کرے وہ بھی اسی وعید اور برائی مین شامل ہے اور وہ جو فقہ والون نے لکھا ہے کہ غصب کے زمین پر نماز پڑھنے سے منع کیا جاتا ہے اور مکروہ وقتون مین بھی نماز سے منع کیا جاتا ہے اور مکروہ وقت پانچ ہین ایک آفتاب نکلنے کا وقت اور دوسرا

ڈوبنے کا تیسرے پہر کو اسکے ٹہیر جانیکا وقت تا چوتہا نماز عصر کے بعد پہر ... [illegible]
نماز پڑہنے سے منع کرے اس سببسے کہ اگر رات کو جگیگا تو فجر کو اسکی خدمتمین قصور کریگا تو اسکو بہی منع کرنا پہنچتا ہی اور اسیطرح خدمت کے وقت مین نماز سے منع کرنا
بہی پہنچتا ہی اور اسیطرح خاوند کو منع کرنا اپنی جورو کو نماز نفل سے اور اعتکاف سے پہنچتا ہی اسواسطے کہ اس حالتمین بہت سی منفعتین اسکی جاتی رہینگی جیسے
جماع کرنا اور دوسری لذتین سوا ان سب باتون کے جو ذکر کی گئی ہین منع کرنا نماز سے ... [illegible]
ہوا بلکہ ایک عبادت سے دوسری عبادت مین پہنچا دینا ہوا اور بعضے دین کے بزرگون نے ادب کی رعایت کے واسطے ان چیزون کے ... [illegible]
شریف مین آیا ہی کہ ایک تہے عید کے دن حضرت علی رضی اللہ تعالے عنہ عیدگاہ مین تشریف لیگئے چند آدمیونکو دیکہا کہ عید کی نماز کے پہلے نفلین پڑہ رہے ہین آپنے فرمایا
کہ ان سے کہدو کہ مینے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کبہی عیدگاہ مین اسوقت نفل پڑہتے نہین دیکہا ان لوگون نے آپ کے حکم کو سنا اور اپنے کام سے باز نہ آئے
بعضے لوگون نے عرض کیا کہ یا امیر المومنین اگر حکم ہو تو انکو زبردستی منع کردین اور اگر نہ مانین تو سزا کو پہنچین آپنے فرمایا کہ مین اس آیت سے یعنے ارایت الذی
ینہی عبدا اذا صلی کے مضمون سے ڈرتا ہون اور اسطرح سخت حکم کر نہین سکتا لیکن ادب کی رعایت اسی جگہہ ہوتی ہی جہان مخالفت کا حکم صریح اور ظاہر
نہو جیسے یہہ مقام تہا کہ یہان صریح مخالفت وارد نہین ہوئی والا موجب اس قول کے الامر فوق الادب یعنے حکم کا مان لینا ضروری ہی ادب کی رعایت
سے اچہی بات کا بتلا دینا اور بری بات سے حتی المقدور روکنا واجب ہی اور جب آدمیون کی سرکشی کی مثال جو استغنا اور بے پروائی کے سبب سے ہوتی ہی بیان
فرماچکے تو اس علت کے علاج کا طور بہی ارشاد فرماتے ہین کہ **اَرَاَیْتَ اِنْ کَانَ عَلَی الْهُدٰۤی اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰی** کیا
دیکہا تونے اس سرکش نافرمان کو کہ اگر ہدایت پر ہوتا یا لوگونکو پرہیزگاری کا حکم کرتا یعنے اگر اپنی سرکشی کا علاج کرتا اور اپنی روح کو صحیح سالم رکہتا پہر اس سے
سے بہی آگے بڑہتا اور دوسرونکو نصیحت کرکے راہ پر لاتا اور نماز کے منع کرنیسے باز آتا اور لوگونکو پرہیزگاری و صلاحیت کا حکم کرتا **اَرَاَیْتَ اِنْ**
کَذَّبَ وَتَوَلّٰی کیا دیکہا تونے اسی سرکش کو کہ اگر جہٹلایا پیغمبر کے دین کو اور منہ موڑا سیدہی راہ چلنے سے سو ان دونو حالتون مین اپنا بدلا پاویگا لیکن پہلی حالتمین
جزا نیک ہی اور دوسری حالتمین سزا بد اور جزا کا لحاظ رکہنا ہی سرکشی اور طغیان کا علاج ہی اور اگر اسکو جزا کے واقع ہونے مین کچہہ شک یا شبہ ہو تو اسکے سمجہانیکو
اس قدر کافی ہی کہ **اَلَمْ یَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ یَرٰی** کیا نہین جانتا ہی کہ حق تعالی دیکہتا ہی اور دیکہنا ایسے کا جو بدلا دینے کی قدرت رکہتا ہو اور جسکی
دنیے مین عالم کے اسکی حکمتین اور قدرتین اظہر من الشمس ہین یعنے آفتاب سے زیادہ روشن ہین جزا کے ہونے اور یقین جاننے مین کافی ہی اسواسطے کہ قدرت
اسکی جزا کے جائز ہونیکو چاہتی ہی اور حکمت اور عدالت اسکی جزا کے واجب ہونے کو چاہتی ہی اور اچہائی اور برائی کا دیکہہ لینا امتیاز اور جدائی کرنیکو نیک
اور بد مین کافی ہی پہر جو شخص دیدہ و دانستہ باوجود قادر ہونیکے نیک و بد مین فرق نکرے اور ہر شخص کو اپنے اپنے کئے کی جزا اور سزا نہ دے ایسا شخص ایک
کی ریاست کے قابل نہین ہوتا پہر خدائی کے قابل ہونیکا کون فکر ہی اور قدرت اور حکمت اس مالک الملک کی ہر کس و ناکس پر ظاہر ہی اور جو پوشیدہ ہی وہ یہی
ہی کہ اللہ تعالے کو خبردار جاننا سب نیک و بد کامون پر لیکن شہوت اور غضب اور جہالت کے پردے آدمی کی بینائی کی آنکہہ کو بند کرکے اسکو اس خبرداری سے غافل
کردیتے ہین لاچار اسی اطلاع کے ذکر پر کفایت کی گئی **کَلَّا** یعنے مقدمہ ایسا نہین ہی کہ وہ سرکش مہمل چہوڑ دیا جائیگا اور اسکی دنیا کی عزت اور مرتبے کے لحاظ سے اسکی
سرکشی اور نافرمانی پوچہی نجائیگی بلکہ **لَئِنْ لَّمْ یَنْتَهِ** اگر اس دہمکی اور جہڑکی سے اپنی سرکشی سے باز نہ آویگا **لَنَسْفَعًۢا بِالنَّاصِیَةِ** البتہ
گہسیٹینگے ہم اسکو چوٹی سے کہ اسمین بہی ذلت اور حقارت ہی اسواسطے کہ پیشانی آدمی کی سب بدن مین بڑا شرف اور بزرگی رکہتی ہی اسیواسطے تعظیم کی جگہہ پر بادشاہون
اور امیرون کے سر مبارک کی قسم کہانا رائج اور معمول ہوگیا ہی اور جب اس پیشانی کو اسطرح سے ذلیل و خوار کیا تو کمال ذلت ہوئی اور خاص پیشانی کے ذکر مین ایک نکتہ اور بہی ہی وہ یہہ ہی
کہ آدمی مین سرکشی اور نافرمانی کے سبب کو اسی عضو مین جگہہ ہی اسواسطے کہ تکبر و غرور کی قسم اور خیال و حواس یعنے باصرہ اور سامعہ اور شامہ اور ذائقہ ان مین سو یہہ سب
اسی عضو مین یا اسکے قریب پیدا کئے گئے ہین اور سرکشی کی تقاضا بہی اسی عضو کی شرارت پر گواہی دیتی ہی اسیواسطے سیاست اور سزا دینا اسکا اسی عضو خاص سے ہوا جیسا چور کی سیاست
ہاتہہ کا کاٹنا ہی اسواسطے کہ چوری نہین کرتا مگر ہاتہہ سے **نَاصِیَةٍ کَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ** ایسی پیشانی جو جہوٹی اور گنہگار ہی یعنے سرکشی

کی حالتین پیشانی کی جڑون اور ٹکڑون سے ادا ہوتی ہے جو پیشانی مین سیر دہوتی ہی جہوٹی باتین بڑہ بڑہ کے کہتا تہا اور گناہ کے کام بےپروایانہ کرتا تہا
کبہی مسکینون اور غریبون کیطرف حقارت کی آنکہہ سے دیکہتا تہا اور کبہی اپنی مرضی کے مخالف اگر کوئی کام دیکہتا تہا تو پیشانی پر شکن ڈال کے ترش رو ہوکے بیٹہتا تہا
اور کبہی ہنسی اور مسخرگی مین یا لوگون کی حقارت مین سر ہلاتا تہا تو یہہ پیشانی اسی لائق ہی کہ اسکو اسیطرح سے ذلیل اور خوار کرین اور اسکی پیشانی اور چوٹی کے
بال کو جنکو ہمیشہ دہوتا اور تیل ڈالتا اور کنگہی کرتا رہتا تہا پکڑ کے کہینچین اور خاک مین ملادین اور مفسرون نے لکہا ہی کہ خاطی بہت برا ہوتا ہی مخطی سے اسواسطے
کہ عرب کی زبان مین خاطی اسکو کہتے ہین جو جان بوجہہ کے قصد سے گناہ کری اور مخطی اُسے کہتے ہین جس سے بے قصد نادانستہ گناہ ہوجائے اسیواسطے خاطی کو قرآن
مجید مین سخت عذاب کا وعدہ کیا ہی یعنے غسلین کا کہانا اور غسلین کہتے ہین پیپ لہو کو دوزخیون کے جو انکا بدن جلنے کے سبب سے اُنکے گوشت پوست اور
چربی سے اوٹ کے بہے گا چنانچہ حق تعالی فرماتا ہی من غسلین لا یاکلہ الا الخاطئون یعنے غسلین نہ کہایگا اُسکو مگر قصد سے گناہ کرنیوالا اور مخطی کے
واسطے بخشش اور معافی کا وعدہ فرمایا ہی ربنا لا تواخذنا ان نسینا او اخطانا یعنے حق تعالی نے فرمایا کہ یون دعا مانگو کہ ای رب ہمارے نہ پکڑیو ہمکو
ہماری بہول اور چوک پر اور حدیث شریف مین آیا ہی کہ جب یہہ آیتین نازل ہوئین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انکو لوگون کے سامنے پڑہا
تو رفتہ رفتہ یہہ خبر ابوجہل کو پہنچی وہ ملعون نہایت غصہ مین ہوکر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر سخت گفتگو بے ادبانہ کرنے لگا اور کہا کہ ای نادان کچہہ بہی
تجہکو سمجہہ ہی کسکو تو ڈراتا ہی اگر مین چاہون تو ابہی اس میدان کو سوار اور پیادون سے بہر دون لیکن یہہ کسواسطے کرون کہ تجہکو اور تیری قوم کو تو وہ لوگ
جو صبح اور شام کو میرے دربار اور مجلس مین حاضر رہتے ہین کفایت کرتے ہین اگر انکو پکارون تو ابہی تیری حقیقت معلوم ہوجاتی ہی سو اس ملعون کے تکبر کے
جواب مین حق تعالی نے ایک آیت دوسری نازل فرمائی کہ فَلْيَدْعُ نَادِيَهُ پہر چاہیے کہ پکارے اپنی مجلس والونکو یعنے اُن لوگونکو جو اُسکی
مجلس مین صبح اور شام حاضر رہتے ہین اپنے موت کے دفع کرنے کے واسطے اور قابض الارواح کے مقابلے مین بلکہ تمام فوج اور سپاہ کو اپنی مدد کے واسطے بلاوے
ہم بہی اسکے مقابلے مین اپنی ادنی اور حقیر بندونکو بہیجینگے چنانچہ فرماتے ہین سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ قریب ہے کہ بلاتے ہین ہم زبانیہ کو اور زبانیہ اصل
عرب کی زبان مین بندہانے کے پیادونکو کہتے ہین جو لوگون کی مشکین باندہکے قیدخانے مین بند کرتے ہین اور یہان پر وہ فرشتے مراد ہین جو دوزخ پر
مقرر ہین اور لوگون کے ہاتہہ پاون باندہ کے دوزخ مین ڈالینگے سو اس ابوجہل مردود کا یہی حال ہوا یعنے بدر کے روز مارا گیا اور صحابہ نے بموجب حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کے اُس ملعون کے کان مین سوراخ کرکے اُسمین رسّی ڈالکر مارے جانیکے مقام سے اُسکی لاش کو ایک ناپاک کوئین تک گہسیٹتے لیگئے پہر اُسکی چوٹی کے بالون
سے کہینچکر کوئین مین ڈالا اور اُسکی روح کو بدن سے جدا ہوتے ہی دوزخ کے نگہبان فرشتون نے جہنم کے عذاب مین گرفتار کیا پہر اُسکے رفیق اور اُسکی مجلس کے بیٹہنے والے کوئی اس سخت مصیبت
مین کام نہ آئے اور زبانیہ کے عددون کا شمار جو قرآن مجید مین دوسری جگہہ پر بیان ہوا ہے وہ یہہ ہے کہ کافرون کے واسطے اُنیس فرشتے مقرر ہین جو انکو پکڑ کے دوزخ مین ڈالینگے اور
اُنیس کے مقرر ہونیکی وجہ سورۂ مدثر کی تفسیر مین بیان کی گئی ہی اور بعضی روایتون مین آیا ہی کہ اُن فرشتون کا قد اتنا لنبا اور چوڑا ہی کہ پہر اُنکے زمین مین اور سر آسمان
مین لگتا ہی اور اُنکے سردار کا نام مالک ہے اور اٹہارہ دوسرے اُسکے تابع ہین اُنکی آنکہین بجلی کی طرح چمکتی ہین اور دانت اُنکے بارہ سنگے کے سینگ کیطرح اُنکے منہ سے نکلے ہوئے ہین
اور بال انکے اتنے لنبے ہین کہ زمین پر گہسٹتے جاتے ہین اور آگ کے شعلے انکے منہون سے نکلتے ہین اور ایک کندہے سے انکے دوسرے کندہے تک ایک برس کی راہ ہی اور انکے
ہاتہہ کی ہتیلی ستر ستر ہزار آدمی کی گنجایش رکہتی ہی اور اس زبانیہ کی لفظ کی تحقیق مین اختلاف ہے بعضے کہتے ہین کہ یہہ ایسی جمع ہی جسکا مفرد نہین ہے اور بعضے کہتے ہین کہ اسکا
مفرد زبنیت عفریت کے وزن پر ہے نکالا گیا ہی زبن کی لفظ سے جسکے معنے دفع کرنیکے ہین اور زبنیت ہر تمرد شریر کو کہتے ہین جن ہو خواہ آدمی ہو اور جب اس کلام نے ابوجہل
اور ابلیس کے بیان سے فراغت پائی تو آنحضرت صلعم کو اسکی مخالفت پر دلیر کیا اور فرمایا كَلَّا یعنے مت ڈر اس سے اور اسکے ڈرانیکو کچہہ بہی مت گن لَا تُطِعْهُ اسکے کہنے کو
مت مان وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ اور سجدہ کر اپنے پروردگار کا اور نزدیکی حاصل کر اس جناب کی سجدہ کی عبادت سے ہرچند کہ اس مردود نے تمہین نماز پڑہنے سے بالکل منع کیا تہا لیکن زیادہ غصہ اسکا
سجدہ کرنے پر تہا اسواسطے کہ ناک کے رگڑنے مین سجدہ کرنا تکبر اور غرور کے بہت منافی ہی اور اسکو تکبر اور غرور پر بڑا گہمنڈ تہا اسیواسطے یہہ فعل اسکو بہت برا معلوم ہوتا تہا اپنے سر کا جہکانا تو کیا ذکر ہے دوسرے کا سر جہکتا ہوا
دیکہہ نہ سکتا تہا اسیواسطے اسکے مقابلے مین سجدہ کا حکم ہوا تاکہ بزعم اسکے ناک اسکی ماری جاوے یعنے اسکی ناک کہسی جاوے اور جو اس کم بخت نے تکبر کے بدلے مین جہنم کے کہسیٹنے سے خوف دلایا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

اسکے مقابلے مین حکم ہوا کہ تم اپنی پیشانی کو عاجزی سے ہمارے واسطے زمین پر رکہو شکر مین اس بات کے کہ ہمنے تمہارے دشمن کی پیشانی کو خاک مین ملایا اور یہہ بہی ہے کہ جو سجدہ کرنا حقتعالے
کی نزدیکی کا سبب ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کرنے کو فرمایا اور حکم ہوا کہ تو سجدہ مین مشغول ہو تا کہ تیرا قرب درگاہ الٰہی مین کمال کے مرتبے کو پہونچے اور بڑا مرتبہ اور بزرگی تجہکو
حاصل ہووے اور تیرا دشمن خود بخود ذلیل اور خراب ہو جاوے اسواسطے کہ جسقدر تیرے قرب کے درجے جناب الٰہی مین بڑہینگے اسیقدر تیرے دشمن کو دوری اور مہجوری اس درگاہ سے ہوگی
اور سجدہ کی حالت مین آدمی کو زیادہ تقرب جناب باری سے حاصل ہونیکی وجہ یہہ ہے کہ اسوقت مین آدمی اپنی اصل کیطرف کہ خاک ہے متوجہ ہوتا ہے۔ اور جسقدر اسکا توجہ اپنی اصل کیطرف زیادہ
ہوگا اسیقدر حقتعالے کا قرب اسکو زیادہ حاصل ہوگا اسواسطے کہ فیضان وجود کا اس جناب سے اسی راہ سے اسکو پہنچا ہے سو جب اسنے اپنے تئین پہر اسی دروازے پر جہان سے آیا تہا پہونچایا
اور اسی دروازیکو ٹہونکا تو رجوع الی اللہ ثابت ہوگیا اسیواسطے حدیث شریف مین آیا ہے کہ اقرب ما یکون العبد من ربه وهو ساجد فاکثروا فیه من الدعاء یعنے بندے کو
سجدہ کی حالت مین اپنے پروردگار سے بہت نزدیکی حاصل ہوتی ہے سو اس حالت مین اسکو چاہیے کہ دعا بہت مانگے تا کہ جلد قبول ہووے اور یہہ آیت تلاوت کے سجدہ کی آیتون سے ہے اس آیت کے پڑہنے
والی اور سننے والی پر سجدہ واجب ہے اور حدیث صحیح مین آیا ہے کہ ابوجہل نے لوگون سے کہا تہا کہ محمد صلعم جسوقت بیت اللہ شریف کے سامنے سجدہ کرتے ہون اسوقت مجھے خبر دینا کہ
مین انکی گردن پر اپنا پیر رکہونگا اور گردن کو توڑ ڈالونگا چنانچہ ایکروز آنحضرت بیت اللہ کے سامنے کہڑے نماز پڑہتے تہے بعضے لوگون نے اس مردود کو خبر پہونچائی وہ لعون
موافق اپنے وعدے کے آیا اور آنحضرت صلعم کے نزدیک پہونچا چاہا کہ بے ادبی کرے کہ خود بخود اپنے دونون ہاتہ سپر کیطرح منہہ کے سامنے کئے ہوئے پیچہے ہٹا جسطرح سے کسی چیز سے
کوئی ڈر کے اپنے تئین بچاتا ہے دو تین مرتبے اسیطرح قصد کیا اور اسیطرح پیچہے ہٹا لوگ جو یہہ تماشا دیکہنے کو جمع ہوئے تہے یہہ بات دیکہکے حیران ہوئے اور اس سے پوچہا کہ ماجرا کیا
تہا کہ تو اسطرح سے پہرا اسنے کہا کہ میرے اور محمد صلعم کے درمیان ایک خندق آگ سے بہری ہوئی ظاہر ہوئی اور اسکے کنارون پر فرشتون کے پر مجھے معلوم ہوئے اور ایک بڑا اژدہا
میری طرف لپکا اس سے نہایت مجہکو دہشت معلوم ہوئی اور مین ہرگز وہان ٹہیر نسکا اگر ذرا بہی ٹہیرتا تو جل جاتا اور اژدہا مجہکو نگل لیتا لوگون نے پوچہا کہ پہر یہہ کیا بات
ہے اس کافر نے کہا کہ یہہ شخص بڑا زبردست جادوگر ہے مین اس سے جیت نہین پاتا ہون اور یہہ بہی حدیث شریف مین آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہہ بات
سنکے فرمایا اگر یہہ مردود میرے نزدیک آتا تو فرشتے اسکے ٹکڑے ٹکڑے کرکے لیجاتے اور ہرگز جیتا نہ پہرتا اب جو فائدے اور باریکیان کہ اس سورۃ سے تعلق رکہتے ہین کچہہ بیان ہوتے
ہین چنانچہ انمین سے ایک یہہ ہے کہ پانچ آیتین اس سورۃ کی قرآن کے نازل ہونیکی ابتدا مین نازل ہوئی تہین اور باقی ابوجہل کے حق مین بہت دنونکے بعد نازل ہوئی ہین لیکن بموجب حکم
پروردگار کے ان آیتون کو انکے ساتہ ملادیا اور مناسبت کی وجہ تفسیر مین پہلے بیان ہوچکی اور یہہ بہی ہے کہ اس سورۃ مین سبہی علمونکا ثابت کرنا منظور ہے کہ نقل کرنے اور لکہنے پر
موقوف ہین اور یہہ بہی ایک نکتہ عجیب اس سورۃ مین ہے کہ اول اس سورۃ کا علم کی فضیلت پر دلالت کرتا ہے اور باقی مال کی مذمت پر تو اس جگہہ سے بوجہہ لیا چاہیے کہ علم ایک چیز ہے
نہایت مرغوب اور پسندیدہ اور دنیا کا مال نفرت اور بے رغبتی کے سزاوار ہے اور یہہ بہی ہے کہ اس سورۃ مین علم اور خط کی تعلیم کی نعمت جو مذکور ہوئی تو حقتعالے نے اپنے تئین اکرم کی صفت
سے یاد فرمایا یعنے وربك الاکرم اور سورۂ انفطار مین اعتدال خلقت اور ظاہر اور باطنی اعضا کی برابری کی نعمت جو مذکور ہوئی ہے تو وہان اپنے تئین کریم کی صفت سے یاد فرمایا ہے
یعنے ما غرك بربك الكريم الذى خلقك فسوىك فعدلك فى اى صورة ما شاء ركبك اور یہہ بات ظاہر ہے کہ اکرم بڑے کریم کو کہتے ہین اور کریم فقط کرم پر دلالت کرتا ہے تو
یہان سے معلوم ہوا کہ علم کی نعمت صحت اور حسن اور جمال کی نعمتون سے بڑہکے ہے اور یہہ بہی ہے کہ اس سورۃ مین ابوجہل کے حق مین جو اس امت کا فرعون تہا لیطغے کہ لام تاکید سے موکد ہے
اور اسکا صیغہ بہی استمرار اور تجدد پر دلالت کرتا ہے اور حضرت موسی علیہ السلام کے فرعون کے حق مین باوجود اسکی بادشاہی اور عزت اور تکبر کے طغی کے لفظ فرمائی ہے بغیر تاکید اور بے صیغہ استمرار کے تو
یہہ تغییر اسلوب کا اسبات کی طرف اشارہ ہے کہ فرعون باوجود اس قوت اور تکبر کے حضرت موسی علیہ السلام کو رنج نہین دیتا تہا مگر بات کہنے مین اور یہہ مردود باوجود کمزوری اور بے حکمی کے آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے مارنیکا قصد کیا اور آپکی ہلاکی کے پیچہے پڑا تہا اور یہہ بہی ہے کہ فرعون نے بچپن مین حضرت موسی سے اچہے سلوک کئے تہے اور آخر کو بہی اسکی زبان سے یہہ کلمہ نکلا تہا
یعنے لا الہ الا الذی امنت به بنوا اسرائیل اور تہوڑا تکبر اسکا گہٹ گیا تہا بخلاف ابوجہل کے کہ آنحضرت کی جناب مین بچپن کی عمر سے حسد رکہتا تہا اور آخر مین ایسا کلمہ کہکے مرا جس سے
تکبر بوجہا جاتا ہے یعنے لو غیر اکار قتلنی یعنے میرا رتبہ یہہ تہا کہ مدینے کے کسانون کے ہاتہ سے مارا جاؤن اور جسوقت حضرت عبد اللہ بن مسعود رض اسکا سر کاٹنے کو اسکے سینے پر چڑہے تو بطور
تکبر کے کہا کہ یا راعی الغنم لقد ارتقیت مرتقی صعبا یعنے اے بکری چرانیوالے تو سخت مقام پر چڑہا تو اور یہہ کہا تہا کہ هل اعمد من رجل قتلتموه یعنے کیا ہے کوئی دنیا مین عمدہ اور بڑا مرتبے مین
اس شخص سے جسکو تمنے قتل کیا ہے پس ان وجہون سے سرکشی اور تکبر اس مردود کا فرعون کے تکبر اور غرور سے بہی بڑہ گیا تہا اسیواسطے اسکے حق مین ایسے لفظون تاکید کی ارشاد ہوئین واللہ اعلم

ف سجدہ کی حالت مین آدمی کو زیادہ تقرب جناب باری سے حاصل ہونیکی وجہ

ح

ح

ح

ف فائدے اور باریکیان اس سورۃ سے تعلق رکہتے ہین

ف علم کی نعمت

سورۃ القدر

تمہید

مشہور تو یون ہے کہ یہہ سورت مکی ہی لیکن اسکے نازل ہونیکے سبب مین جو حالات بیان کیے جاتی ہین انسے یون معلوم ہوتا ہے کہ مدنی ہوگی اس واسطے کہ قصے
بنی اسرائیل کے مدینہ منورہ مین مذکور ہوتے تہے اور منبر بہی اُسی شہر مبارک مین بنایا گیا ہے اور اس سورت مین پانچ آیتین اور تیس کلمے اور ایکسو بارہ حرف ہین اور
اُسکے نازل ہونیکے کئی سبب ہین اول یہہ ہے کہ ایکروز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنی اسرائیل کا احوال صحابہ کرام کے سامنے بیان فرماتے تہے اس عرصے مین
احوال شمعون یا سمنون کا کہ ایک زاہد کا نام ہے جو بنی اسرائیل مین گذرا ہے اور کثرت عبادت مین ضرب المثل ہے بیان فرمانے لگے کہ اُسنے ہزار مہینے عبادت
کی ہر روز روزہ رکہتا تہا اور کافرون کے ساتہ جہاد کرتا تہا اور رات بہر نماز پڑہتا تہا صحابہ کرام نے عرض کی کہ یارسول اللہ ہم کسطرح ایسے شخص کے ثواب کو پہونچ سکینگے
کہ انتہا ہماری عمر کی ساٹہہ یا ستر برس ہین یا سو اسمین تہائی کی قدر تو سونے مین جاتی ہے اور کچہہ معاش کی تلاش مین اور دوسری حاجتون مین صرف ہوتی ہے اور کچہہ
اسمین سے مرض اور سستی مین ضایع ہوتی ہے پہر عبادت کے واسطے کیا باقی رہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہی اس بات کو سنکر نہایت دلگیر اور غمگین ہوے اللہ تعالے نے
آپکے دفع ملال کے واسطے یہہ سورت نازل فرمائی کہ اگرچہ تمہارے اُمت کی عمرین کوتاہ ہین لیکن ہمنے تمکو ایک ایسی رات عنایت فرمائی ہے کہ اُس ایک رات کی عبادت
ہزار مہینے کی عبادت سے بہتر ہے دوسرا یہہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک روز اگلی امت کی عمرین دکہائی گئین تو اکثر درمیان ساٹہہ اور ستر برس کی تہین آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم غمگین ہوے کہ اتنی عمر مین میری امت کیا کام کریگی اور اُنسے کیا ہو سکیگا ایسا نہو کہ قیامت کے روز اگلی امتون والے بڑی بڑی عمرونکا ثواب پاوین اور میری
امت تہوڑی عبادت کے واسطے شرمندہ ہو حق تعالے نے آپکی خاطر مبارک کی تسلی کے واسطے یہہ سورت بہیجی تیسرا یہہ کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دکہایا کہ بنی امیہ کے ظالم حضرت کے منبر پر ایک کے بعد دوسرا بندر کیطرح سے کود کود کر بیٹہتے ہین اور رعیت پر ظلم اور ستم کرتے
ہین یہہ بات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر نہایت شاق گذری تو آپکی تشفی کے واسطے یہہ سورت نازل ہوئی اور مراد ہزار مہینے سے بنی امیہ کی سلطنت کی مدت ہے کہ
انکی بادشاہت کا زمانہ اسیقدر تہا اور اس سورے کو سورۂ قدر اسواسطے کہتے ہین کہ اسمین مذکور لیلۃ القدر کا ہے اور لیلۃ القدر کو جو لیلۃ القدر کہتے ہین اسکی دو
وجہین اول تو یہ کہ قدر مقدار اور رتبے کو کہتے ہین اور اس رات مین مقدار اور رتبہ بنی آدم کے صلحا اور عابدونکا ظاہر ہوتا ہے اور مراتب کسو پہنچے کما ہی ہو گئے انکے قرب اور
منزلت مین عند اللہ ثابت ہو چکے ہین گویا کہ تمام سال کی عبادت کا ثمرہ ظاہر ہوتا ہے اور فرشتے اداروح مین قدر اور منصب ہر ایک کے مطلع ہوجاتے ہین دوسرے یہ کہ قدر اور
بزرگی کے معنی مین بہی آتا ہے چنانچہ کہتے ہین کہ فلانا نہایت عالیقدر یا ذوالقدر ہے یعنی شرف اور بزرگی رکہتا ہے اور یہہ رات کئی طور سے دوسری راتون پر شرف اور مرتبہ رکہتی
ہے اول یہہ کہ تجلی الہی شام سے صبح تک اس رات مین متوجہ بندون کے حال کیطرف ہوتی ہے اور انکو قرب معنوی حق تعالے کی جناب مین پیدا ہوتا ہے دوسرے یہہ کہ فرشتونکا عالم ارواح کا عالم ملائکہ
کو صلحا اور عابدون کے آسمان سے زمین پر آتے ہین اور انکے نزدیک ہونے کے سبب سے عبادتونکی کیفیت اور طاعتونکی حلاوت دوسری راتونکی عبادت کی کیفیت اور حلاوت سے
ہزارون درجے بڑہ جاتی ہے تیسرے یہ کہ قرآن مجید اسی رات کو نازل ہوا ہے یعنے لوح محفوظ سے دنیا کے آسمان پر اور یہہ ایسا شرف ہے کہ نہایت نہین رکہتا چوتہے یہہ کہ پیدایش
فرشتون کی بہی اسی رات مین ہے پانچوین یہہ کہ بہشتونکا آراستہ کرنا بہی اسی شب کو ہے چہٹے یہہ کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدایش کا مادہ بہی اسی شب کو جمع ہوا ہے اور صحیح
روایت مین آیا ہے کہ عثمان بن ابی العاص کا ایک غلام تہا کہ سالہا سال جہازونکی ملاحی کیے تہا ایکروز اُسنے کہنے لگا کہ دریا کے عجائبات سے ایک چیز میرے تجربے مین ہے
کہ میری عقل اُس سے حیران ہے وہ یہہ ہے کہ دریا شور کا پانی سالمین ایکرات میٹہا ہو جاتا ہے عثمان بن ابی العاص نے اُس سے کہا کہ جب وہ رات آوے تو تو مجہکو خبر کر تا دیکہون تو
وہ کونسی رات ہے اور کیا بزرگی رکہتی ہے اُس غلام نے ستائیسوین کو رمضان المبارک کی اُسنے کہا کہ یہہ رات وہی ہے غرض کہ مضمون اس سورت سے یہہ معلوم
ہوتا ہے کہ عبادتین اور طاعتین وقتونکی نکوئی اور مکانونکی بزرگی اور اجتماع اور حضوری صالحون کے سبب سے ایجاب مین ثواب کے اور رات مین برکات اور
انوار کے بڑا مرتبہ رکہتے ہین اور یہہ بہی معلوم ہوتا ہے کہ ہماری طاعتون اور عبادتون کی مشقت اور رنج کے موافق اُس وقت ثواب دیا جاتا ہے کہ اسطور
کا کوئی سبب درمیان نہو [illegible] ہے کہ اجرک علی قدر نصبک یعنے ثواب تیرا تیری محنت کی قدر ہے لیکن جو ان زیادتیون سے تفاوت
[illegible] تو نیکو بہی ہے اور [illegible]

حاصل ہوتا ہے تو ثواب طاعتون کا رنج اور مشقت کے اندازے پر نہوا اسواسطے کہ بہت ہوتا ہے کہ تھوڑی سی عبادت جمعیت خاطر سے متبرک وقت یا مکان مین بہت سی طاعت سے بہتر
اور مشہور ہو جاتی ہے اور یہہ بھی سمجھہ لیا چاہیے کہ لیلۃ القدر کو باوجود اس عظمت اور شرف کے لوگون کی دریافت سے پوشیدہ رکھا ہے جیسے دعا قبول ہونیکی گھڑی کو جمعہ کے
دن مین اور صلوۃ وسطی کو پانچون نمازون مین اور اسم اعظم کو اسمائے الٰہی مین اور مقبول طاعت کو دوسری طاعتون مین اور اولیاء اللہ کو دوسرے لوگون مین تا کہ تمام
لوگ ہمیشہ ان چیزون کی جستجو مین رہین اور سب راتونکی اور سب ساعتونکی اور سب نمازونکی اور سب اسماے الٰہی کی اور سب طاعتونکی اور سب نیک لوگون کی رعایت
کرین اور اس متبرک رات کے چھپانے مین بھی ایک حکمت ہے جیسے مرنیکے اور قیامت کے دن کے چھپانے مین حکمت ہے وہ یہہ ہے کہ مکلفین محنت اور کوشش مین قصور نکرین
اور تکیہ اور بھروسہ ایک چیز معین پر نکر بیٹھین اور غفلت اور سستی کو نہ اختیار کرین اور اس شب کے پوشیدہ رکھنے کے وجہون مین یہہ بھی کہا ہے کہ اگر شب قدر عام لوگون پر
ظاہر ہوتی تو بعضے لوگ اس رات مین عبادت کرکے ثواب ہزار مہینے کا کماتے اور بعضے لوگ شہوت اور ہوا اور ہوس کی گرفتاری کے سبب سے اس رات کو لغویات
اور معصیات مین گذارنے سے عذاب ہزار مہینے کا حاصل کرتے پس رحمت الٰہی نے اس بات کو چاہا کہ لوگ اس رات کو یقینی نجانین کہ دیدہ و دانستہ اس رات مین گناہ
کرین اور عذاب عظیم مین گرفتار ہون ہر چند کہ بعضونکو اس رات مین عظیم ثواب حاصل ہوتا لیکن دفع ضرر کا بہتر ہے منفعت کے حاصل کرنیسے اور یہہ بھی سمجھہ لیا
چاہیے کہ بعضے مفسرون نے قدر کو تقدیر کے معنے مین لیا ہے اور کہا ہے کہ روزیان اور موتین اور دکھہ اور بیماریان اور عمل اور سوا اسکے دوسرے حادثے
جو دنیا مین ہونیوالے ہین اسی رات کو مقدر ہوتے ہین اور فرشتون کو فردین اُن کامون کی جو اُن سے متعلق ہین لوح محفوظ سے نقل کرکے سپرد کر دیتے ہین
تا کہ مطابق اس نوشتے کے تمام سال عمل کرین لیکن صحیح یہہ بات ہے کہ یہہ تقدیر شعبان کی پندرہوین رات کو ہوتی ہے جسکو شب برات کہتے ہین
اگرچہ تابعین مین سے بعضون نے کہا ہے کہ نقل نوشتون کی اس رات کو ہوتی ہے اور متصدیون کے حوالے اسی رات مین کرتے ہین تو ابتدا تقدیر کی شب برات مین ہوئی اور اسکی
انتہا اس رات مین لیکن تحقیق وہی بات ہے جو ذکر کی گئی اور شب قدر کی تعیین مین بہت اختلاف ہے جو کچھہ کہ قرآن مجید سے ثابت ہوتا ہے سو اسیقدر ہے کہ وہ مبارک
رات رمضان کے مہینے مین ہے اسواسطے کہ اس سورت مین قرآن کا نازل ہونا اسی رات مین فرمایا ہے اور اس رات مین عابدین اور طاعتین اور منصب اور مرتبے ہر مقرب
الی اللہ کا عالم ملائکہ اور عالم ارواح پر ظاہر ہوتے ہین اسی سبب سے اس رات کو لیلۃ القدر کہتے ہین اور سورۂ بقر مین دوسرے سیپارہ مین فرمایا ہے کہ نزول قرآن شریف کا
رمضان کے مہینے مین ہے پس جمع کرنے سے ان دونون نصون کے اسقدر ثابت ہوتا ہے کہ شب قدر رمضان کے مہینے مین ہے اور یہہ بھی ہو سکتا ہے کہ شب قدر تمام سال مین
دائر ہو اور جس سال مین قرآن نازل ہوا تھا اس سال مین رمضان کے مہینے مین واقع ہوئی ہو لیکن یہہ قول نہایت بعید ہے اور از روے حدیث صحیح مشہور کے ثابت ہوا ہے
کہ وہ رات رمضان کے مہینے کے آخر دہے کی طاق راتون مین ہے پس تمام سال مین یہہ پانچ راتین اس بات کا احتمال رکھتی ہین کہ شب قدر ہون اکیسوین
تیسوین انتیسوین اور اصح یہہ بات ہے کہ ایک رات ان راتون مین سے شب قدر ہوتی ہے بے تعین کے کسی سال اکیسوین کسی سال تیسوین اور کسی سال
پچیسوین اور کبھی ستائیسوین اور کبھی انتیسوین اور یہہ بات جو مشہور ہے کہ ستائیسوین رات ہے سو اس سبب سے ہے کہ وہ اکثر ستائیسوین شب کو
واقع ہوتی ہے اسواسطے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ لیلۃ القدر نو حرف ہین اور یہہ لفظ اس سورہ مین تین بار مذکور ہے اور جب تین کو نو مین ضرب دین تو
ستائیس ہوتے ہین اور بعضے علما نے کہا ہے کہ اس سورہ مین تیس کلمے ہین اور ستائیسوان کلمہ ہی کا لفظ ہے کہ شب قدر کیطرف پھرتا ہے اور یہہ اشارہ ستائیس کی مدد کیطرف ہے واللہ اعلم بالصواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ تحقیق ہمنے نازل کیا قرآن کو لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر شب قدر مین یعنے وہ رات کہ اسمین قدر اور مرتبہ عبادت کرنیوالونکا
ظاہر ہوتا ہے اور مرتبے انکے ولایتون کے عالم ملکوت اور عالم ارواح پر ظاہر ہوتے ہین اور منصب قطبیت اور غوثیت اور ابدالیت اور امامت کے اُن مرتبون کے مستحقون
کے واسطے اس رات کو معین اور مقرر کرتے ہین اور اس معاملے کو رات کے ساتھہ اسواسطے مخصوص کیا کہ دن ظہور کا وقت ہے تو مناسب عالم شہادت کے ہے اور رات پردہ پوشی کا
وقت ہے پس عالم غیب سے کمال مناسبت رکھتی ہے اور یہہ بھید اس رات کا وہ جو بعضے عارفون کو معلوم ہوا ہے وہ یہہ ہے کہ رات وصل کا وقت ہے اور مسرور وصل کی

اس شب مین اس طور سے جلوہ فرماتی ہے کہ جمال الٰہی کی تجلی اپنے مشتاق بندون کے حال کیطرف متوجہ ہوتی ہے اور مدارک اور اذہان کو بوجہ اسکے اور ذہنون مین اُنکے
ایک فراخی پیدا ہوتی ہے اور قوت خیالیہ قوت مدرکہ کی خدمت کرتی ہے اور وہ تجلی ایک عالم کو ملائکہ اور ارواح سے کہ عالم قدس کے رہنے والے ہین اپنے ہمراہ لاتی ہے
اور ملاقات کرنا غیب کے عالم کا عالم ظاہری سے اور ملنا آسمان کے کمال والون کا زمین کے کمال والون سے اور درآنا انوار اور روشنیان ایک کی دوسرے مین اور فائدہ
حاصل کرنا ایک عالم کا دوسرے عالم کے اشعہ اور لمعات سے یعنے کمالات کی روشنیون سے اُس رات کو بخوبی ہوتا ہے اور عالم روحانی مین ایک عجیب حالت پیدا ہوتی
ہے کہ اسکی شرح بیان کرنا بہت مشکل ہے لیکن ایک ناقص مثال سے اسقدر سمجھنے کیواسطے بیان کیا جاتا ہے کہ موسم بہار کے آنیکے طور پر بوجہ لینا چاہیے کہ بہار
سے پانی برسنے کے سبب سے اور آفتاب کی گرمیکی تیزی سے جو زمین کی اُبھارنیوالی قوت مین تاثیر کرتی ہے اور ہر بیر والے اور گٹھلی مین جو جو شکل چھپی اور پوشیدہ ہے
وہ سب طرح طرح کے گل بوٹے اور رنگ رنگ کے سبزے لہلہے ظاہر ہوتے ہین اور بڑی رونق اور کمال زینت عالم مین حاصل ہوتی ہے باقی رہا یہان پر ایک شبہ اور وہ
یہہ ہے کہ نزول قرآن کا تئیس برس تک ہے اور شروع اُسکے نزول کا ربیع الاول کے مہینے مین ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف کے چالیسوین برس کا شروع تہا اور
قرآن مجید مین قرآن کے نازل ہونیکا اشارہ تین معین وقتون کیطرف فرمایا ہے ایک تو رمضان شریف اور دوسرے شب قدر اور تیسرے شب مبارک کہ اکثر علما کے نزدیک
شب برات ہے یعنے پندرہوین رات شعبان کی پہر مطابقت اور موافقت اس امر واقعی مین اور ان مخالف تعبیرون مین کیونکر درست آویگی تو اسکا جواب یہہ ہے تہوڑا تامل کرنیکے
بعد جو معلوم ہوا ہے سو یہہ ہے کہ نزول قرآن کا لوح محفوظ سے بیت العزت مین کہ وہ ایک جاے ہے آسمان دنیا پر گہری ہوئی ہے ملائکہ ذی قدرت شب قدر مین ہے جو رمضان
کے مہینے مین واقع ہے اور اندازہ اُسکے نزول کا اور حکم فرمانا لوح محفوظ کے نگہبانونکو کہ اسکا نسخہ نقل کرکے آسمان دنیا پر پہنچاوین اُسی سال کی شب برات مین تہا اب
اس صورت مین تینون تعبیرین درست ہین یعنے نزول حقیقی شب قدر کو رمضان کے مہینے مین واقع ہوا اور نزول تقدیری اُس سے پہلے شب برات مین اور نزول قرآن کا
پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر سو ربیع الاول کے مہینے مین چالیسوین برس کے شروع مین ہے اور تمام ہونا اُسکے نزول کا آخر عمر مین پس تعارض نرہا **وَمَا**
أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ اور کیا جانتا ہے تو کہ کیا بزرگی ہے شب قدر کی یعنے ہر چند کہ عارف وسیع المعرفت جلیل المرتبت ہو لیکن اس تجلی
الٰہی کی حقیقت کو کہ گوناگون عالم ہمراہ رکہتی ہے اور رنگارنگ تاثیرین ہر ایک کی استعداد کے موافق ظاہر کرتی ہے جیسا کہ چاہیے ویسا بیان کر نہین سکتا اسواسطے
کہ شرط اسکے جاننے کی واقف ہونا اُن سب عالمون اور اُن سب استعدادون کا ہے اور یہہ بات تفصیل سے حاصل ہونا بشر کے مقدور سے باہر ہے پس جسقدر کہ ظاہر کرنا
اس شب کی عظمت کا ممکن ہے بیان کیا جاتا ہے کہ **لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ** شب قدر بہتر ہے ہزار مہینون سے کہ اُنمین شب قدر نہو اور
مدعا یہہ ہے کہ ہر مہینہ شامل ہے دنون کو اور راتون کو اور ہر روز اور ہر شب موافق اِنَّ لِلّٰهِ فِي أَيَّامِ دَهْرِكُمْ نَفَحَاتٍ أَلَا فَتَعَرَّضُوا لَهَا شامل ہونیوالے تجلیات
غیبیہ اور شہودیہ کے ہوتے ہین لیکن یہہ تجلی کہ اس شب مین واقع ہوتی ہے اُن تجلیون کے نسبت سے ایسی ہے جیسا کہ دریا کی نسبت قطرے کے ساتہ ہوتی ہے
عام ہونے اور شایع ہونیمین اور اسما الٰہی کی بلندی کے سبب سے کہ مادہ اس تجلی کا ہین اور ہزار کے عدد کی تخصیص اسواسطے ہے کہ عرب کی زبان مین عدد کا نام
یہین تک ہے اور ہزار سے آگے اُنکی زبان مین نام نہین ہے تو گویا کہ اشارہ فرمایا ہے عدد کی انتہا پر اور مہینون کی تخصیص اسواسطے ہے کہ باوجود اسبات کے کہ سال مین رات دن
زیادہ ہین لیکن عرب کے سال کہ قمر کے دور سے شمار کرتے ہین فقط اسمین مہینون کی تکرار ہے اور شمسی سال ایک پوشیدہ چیز ہے اور مخصوص دنون کے ساتہ ہے برخلاف چاند کے کہ
رات سے خصوصیت رکہتا ہے اور باوجود ان سب باتون کے چاند کو زیادہ مناسبت اس مقام پر ثابت ہوئی ہے اسواسطے کہ چاند کا نکلنا پہلی شب سے چودہوین تک بلکہ
ابتدا سے انتہا تک رات ہی مین واقع ہوتا ہے تو گویا کہ نور کی تجلی کا ظہور ہے دنیا کے ظلمت کدے پر اور حقیقت کہ تجلی الٰہی بہی رات کو اس ظلمت اور تیرگی کے ساتہ واقع
ہوتی ہے تو ثواب اس رات کی عبادت کا ہزار مہینے کی عبادت سے بہتر ہوگیا اب آگے بیان اسکی عظمت کا فرماتے ہین کہ **تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ**
فِيهَا اُترتے ہین فرشتے آسمان سے اور روحین علیین کے مقام سے اس رات مین ملنے کو اہل کمال سے اور بنی آدم کے اعمال کے انوار حاصل کرنیکو اور لذتین اٹہانیکو
کے سبب معلوم کرنے ان کیفیتون کے جو زمین والون کی ذات مین اپنے محبوب اور معبود کی نسبت سے حاصل ہوئی ہین اور یہہ نازل ہونا اُنکا زمین والون کے
نور اور حضوری کے زیادہ ہونیکو بہی سبب ہے اور اسواسطے بہی ہے کہ آسمانون کو کیفیتین زمینون کی بطور انعکاس کے حاصل ہون پس علوی کا کمالات اور سفلی

کمالات دونون گروہون مین تعاکس انوار کے طور پر جلوہ فرماوین اور ایک شکل دونو عون سے مرکب ہوکے کمال کی صورت پکڑے اور وہ جو ہر ہر فرد مین کمالات
مندرج تہے سو اجتماع کرے اور حاصل ہوئے ہیات وحدانی کے سبب سے کہ مشابہ مزاج مرکب کے ہے دوسرا رنگ کہاوے جیسے مزاج معجون مرکب کا اجزائی مختلفۃ الکیفیات سے کہ ہر
فرد کی تاثیر سے علاوہ ایک دوسری تاثیر پیدا کرتی ہے اور یہ ایک طلسم ہے علامات الٰہی سے کہ ناقص کو اس طریقے سے کامل کے حساب مین داخل کر لیتے ہین اور اسی بہید کے
سبب سے جماعت کی نماز کو تنہا نماز سے افضل ٹہرایا ہی اور جسقدر کہ جماعت کثیر ہوتی ہے اُسیقدر روشن ہوتے ہین لکے اور مقبول ہوتے ہین عند اللہ کے تاثیر زیادہ کرتی
ہے اور جو ملائکہ اور ارواح کا نازل ہونا کامون کے جاری کرنیکے واسطے جو ملائکہ سے تعلق رکہتی ہین یا حاصل ہونے کو اُس مناسبت کے جو بعضے اہل کمال کو ارواح علویہ
کے ساتہ کبہی پائی جاتی ہے ہوتا ہے اسیواسطے ایک کلمہ دوسرا ارشاد فرمایا ہے کہ یہ نزول اس قسم سے نہین ہے بلکہ یہہ نزول **بِإِذْنِ رَبِّهِمْ** حکم سے
اُنکے رب کے غرض یہہ ہے کہ تجلی واحد سب ملائکہ اور ارواح کو تابعداری مین لیکر واسطے ایک کام کے کہ وہ حاصل ہونا ہیات وحدانیہ کمالات مختلفۃ المقدار کا ہے
پہنچے آئی ہے مین ایسے شبہ نازل ہونا ملائکہ اور ارواح کا سوا اسوقت کے اسطور پر ہے جیسے کوئی متصدی یا امیر بادشاہ کا کسیکے گہر اپنے آشنائی کے سبب سے یا کسی تقریب کے سبب
آوین اور نازل ہونا ملائکہ اور ارواح کا اسوقت مین بلا شبہ اسطور پر ہے کہ حکم سے بادشاہ کے یا ہمراہ بادشاہ کے اس شخص کے گہر جمع ہون پس جو کچہہ کہ تفاوت ان
دونون حالتون مین ہے ظاہر اور روشن ہے **مِنْ كُلِّ أَمْرٍ** بیان ملائکہ اور ارواح کا ہے یعنے ملائکہ ہر کام کے اور ارواح ہر کام کے کہ قرب اور کمال کے ساتہ
متعلق ہے نزول فرماتے ہین ہر چند کہ سب لوگ منزل علیہم یعنے جن پر نازل ہوتے ہین استعداد اس قرب اور کمال کی نہین رکہتے ہین لیکن پیدا کرنا ہیات وحدا
کا اور پورا کرنا قصور کے نقصان کا منظور ہے اور جب اس شب مبارک کی عظمت کے بیان سے فارغ ہوئے تو اب ایک خاصیت دوسری اُس شب کے خواصون
مین سے بیان فرماتے ہین **سَلَامٌ هِيَ حَتَّىٰ مَطْلَعِ الْفَجْرِ** سلامتی ہے وہ رات نفس اور شیطان کے شر سے کہ اکثر ملجا انکے شرونکا طاعتون
کے رد ہوجانیکا سبب پڑتا ہے سو اس رات کو نور تجلی کے ہجوم سے اور حاضر ہونے ملائکہ اور ارواح کے سبب سے نفسانی حادثون کی تاثیر اور شیطانی خطرات بالکلیہ
دفع ہوجاتے ہین اور غروب آفتاب کے وقت سے صبح صادق کے نکلنے تک یکسان ان آفتون سے امن اور اطمینان ہوتا ہے بخلاف اور راتون کے کہ اول
تہائی مین شیطانون کے پہیلنے کا وقت ہے اور انکے خطرے اور وسوسے عبادت اور بندگی کرنے والونکی خاطرونکو پریشان کر دیتے ہین اسیواسطے اس ثلث مین فرض
نماز مقرر فرمائی ہے اور دوسرے ثلث مین اکثر نیند غفلت کی اور برے برے خیال اور پریشان خوابین نفسانی خواہش اور طبیعت کے عادت سے ظاہر ہوتے
ہین اور خراب کرتے ہین اور دعا سے اور حضوری کی لذت حاصل کرنے سے غافل کر دیتے ہین اور تیسرا حصہ یعنے پچہلی رات کہ ان دونون خرابیون سے
بچی ہوئی ہے سو تہجد اور جناب الٰہی مین التجا اور زاری اور دعا کیواسطے مقرر ہوئی ہے اب اس جگہہ پر جاننا چاہیئے کہ عالمونکا اختلاف ہے اس بات مین کہ
ملائکہ اور ارواح سے سب ملائکہ اور ارواحین مراد ہین جیسا کہ قرآن کے ظاہر لفظ اسی پر دلالت کرتی ہے یا وہ ملائکہ اور ارواحین مراد ہین جو سدرۃ المنتہیٰ مین رہتی ہین
جیسا کہ بعضے حدیثون مین مذکور ہے ہر طرح سے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے نازل ہونے مین سبکا اتفاق ہے اور انکا مقام سدرۃ المنتہیٰ کے بیچ مین ہے اور انکے ہمراہ
سب ملائکہ اور ارواحین نازل ہوتی ہین اور ہر عبادت کرنیوالے سے حضرت جبرئیل علیہ السلام مصافحہ کرتے ہین اور انکے مصافحہ کرنیکا نشان یہہ ہے کہ عین
عبادت کی مشغولی مین بال بدن پر کہڑے ہوجاتے ہین اور دلمین رقت پیدا ہوتی ہے اور آنکہہ سے آنسو نکل آتے ہین اور اس عبادت مین نہایت
لذت حاصل ہوتی ہے اور اس رات کے خواص سے ایک یہہ ہے کہ اس رات کو دعا قبول ہوتی ہے تو سبکو لازم یہہ ہے کہ ایسی دعا رات کو مانگین جو سب
بہتریون کو دنیا اور آخرت کے شامل ہو اور حدیث صحیح مین آیا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچہا کہ اگر مین شب قدر
کو پاؤن تو کیا دعا مانگون آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہہ دعا مانگو **اللّٰهُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي** یعنے یا اللہ تیرا نام عفو ہے
اور بخشنے کو دوست رکہتا ہے سو بخشدے مجہکو اپنے کرم سے اور حدیث مین یہہ بہی آیا ہے کہ **مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا**
تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ یعنے جو شخص زندہ رکہے شب قدر کو نماز اور عبادت سے ایمان کے ساتہہ ثواب کی طلب کے واسطے تو اُسکے پچہلے گناہ سب بخش
دیئے جاتے ہین اور بعضے عالمون نے کہا ہے کہ سَلَامٌ هِيَ حَتَّىٰ مَطْلَعِ الْفَجْرِ کے معنے یہ ہین کہ فرشتے اور روحین اس رات کو سب مسلمانون کو سلام کہتی ہین

ف ... کی زیادتی ... دل کے نور ... مقبولیت کا سبب ... ہے

... سب کی ... مجسم ہو کے ... صورت پیدا ... ۱۲

ح

ج

اور صاحب کمالون سے مصافحہ کرتے ہین پس یہہ آیت ملاقات کی کیفیت کے بیان مین ہے نہ نزول کے بیان کے بعد واللہ اعلم

سورۃ البینہ

تمہید

ف [illegible]

یہہ سورت مکی ہے اور اسمین آٹھہ آیتین اور چورانوے ۹۴ کلمے اور تین سو چہیانوے ۳۹۶ حرف ہین اور بینہ لغت مین ظاہر اور روشن چیز کو کہتے ہین کہ اُس چیز کے دیکھنے کے بعد حقیقت کام کی ظاہر ہو جاوے اور کچہہ شبہہ وشک اسمین باقی نرہے جیسے گواہ معتبر دعوے مین اور اس سوریکا نام بینہ اسواسطے رکہا ہی کہ یہہ سورت دلالت کرتی ہے اسبات پر کہ وجود پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا خود بخود اپنی نبوت پر ایک روشن نشانی ہے یہانتک کہ کچہہ احتیاج دوسرے دلیل لانے کی نہین اور جو شخص آنحضرت کے وضعون اور احوالون اور افعالون اور اقوالون اور اخلاقون سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بخوبی واقف اور خبردار ہو تو یقیناً سمجہہ لے کہ اس قسم کی مقدس ذات بے شبہہ لیاقت پیغمبری کی رکہتی ہے اور جہوٹہہ اور بناوٹ کا یہان ہرگز دخل نہین ہے تفصیل اس اجمال کی یہہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باوجود یتیمی کے کہ باپ اور دادا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بچگی کی حالت مین گذر گئے تہے اور بہائی بند اور قوم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جہل مرکب مین گرفتار تہے شہری آداب اور نیک اور پسندیدہ وضعون سے بالکل واقف نہ تہی انکے درمیان مین آپکی ذات بابرکات کمال حسن اخلاق اور نہایت آداب کے رعایت کے ساتہ ظاہر ہوئی اور باوجود اس بات کے کہ آپ امی محض تہے بلکہ مکتب مین بیٹہے بہی نہ تہے مشکل علمونکی باریکیان واضح بیان سے ارشاد فرماتے تہی اور الفاظونکو گویا وہ بہی معجزے تہی کمال فصاحت سے ادا کرتے تہے اور کبہی کوئی بات خلاف عقل اور مروت کے آپسے ظہور مین نہین آئی اور ملکی تدبیرین اور جنگ وصلح کے مقدمے اور سوا انکے ہر کام آپکا حکمت کے قاعدے پر جاری تہا پہر باوجود نہونے تعلیم اور تعلم کے کمال کو اس مرتبے تک پہنچانا بغیر تائید غیبی اور بدون تعلیم الٰہی کے ممکن نہین ہے اور یہی معنے پیغمبری کے ہین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

س

ع ثلث اربع

لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ مُنفَكِّينَ حَتَّىٰ تَأْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ نہ تہے وے لوگ جو کافر ہوئے ہین اہل الکتاب اور مشرکین سے جدا ہونیوالے اپنی آئین اور وضع سی جبتک کہ نہ آوی انکے پاس کہلی نشانی حاصل اس آیت کا یہہ ہے کہ قبل بعثت ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی عرب کے ملک مین لوگ دو قسم کے تہے ایک قسم تو مشرک تہے کہ بعضی انمین سے صابئین اور مجوس کیطرح سی عبادت کو ستارون اور آگ کی پوجتی تہی اور بعضون نے صلحا اور بزرگون کے صورتونکو معبود ٹہیرایا تہا اور انکو بہت مقرب درگاہ الٰہی کا سمجہکر وسیلہ دین اور دنیا کا سمجہتے تہی جیسے قریش اور دوسرے دیہاتی جاہل لوگ اور دوسری قسم اہل الکتاب کہ اپنی کو تابع کتاب الٰہی کا جانتی تہی اور بعضی توریت اور زبور کو اپنا پیشوا قرار دیتے تہے اور بعضی انجیل کو بہی مانتی تہی اور یہہ سب فرقی قبیح بدعتونمین اور بری رسمونمین اور باطل اعتقادونمین ایسی گہس گئی تہے اور مضبوط ہو گئی تہی کہ پند اور نصیحت اور وعظ اور ارشاد انکے دلونمین اثر نہین کرتا تہا اور قائم کرنے سے دلائل عقلی کے اور سمجہانے سی قرآن کی ہرگز صلاح پر نہین آتے تہے اور سب یہی کہتے تہے کہ ہم اپنی قدیم وضعونکو اور اپنی بزرگون کی رسمونکو ہرگز نہ چہوڑینگے جبتک کہ کوئی دلیل ظاہر اور کہلا معجزہ نہ دیکہہ لین اور پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم جنکی تعریف آسمانی کتابون مین جابجا دیکہی ہے اور اگلی انبیاؤن سے سنی ہے ظاہر ہوئین اور ہمکو ہمارے کاہلی سے چہڑاوین ہم اپنی وضع اور آئین ہرگز نہ چہوڑینگے اور یہہ حالت انکی بعینہ ایسی تہے جیسے اس امت کے بعضے گمراہ فرقونکی اس زمانہ مین ہے کہ ایک گروہ نے اپنی کو صوفی ٹہیرا کر بدعتونمین پہنسے ہین اور ایک طائفہ ملحدونکا اور ایک عقیدہ انکا کہ آپکو تارک دنیا مقرر کیا ہی اور انسانیت کے حد سے باہر نکل گئے ہین اور ایک گروہ نے اپنا نام شیعہ اہل بیت رکہا ہے اور باطل عقیدونمین گرفتار ہین اور کتنون نے اپنے تئین علماء کے زمرہ مین قرار دیکر ٹہگی اور مکر شروع کیا ہی اور حیلی شرعی نکالکر ایک عالم کی راہ مارتی ہے اور دوسرون نادر اور غریب جنکی کہین اصل نہین ہے اور بالکل مخالف اصول کے ہین نئی بنائی ہم واسطی لوگونکو بتاتی ہین اور راہ حق سے پہیرتے ہین یہان تک طائفونکو اگر عقلی اور نقلی دلیلونسی سمجہایا جاوے کہ یہہ تمہارے ساتہی نا تمام ہو جاو اور اپنی بدعتونکو چہوڑ دو تو ہرگز نہین سنتی ہین اور ان سب گمراہ فرقونکا جواب مقابلے مین وعظ اور نصیحت کے ایک ہے وہ یہہ ہے کہ ہم اس قدیم وضع اور آئین کو اپنے بغیر کوئی دلیل ظاہر کے اور بدون حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ظاہر ہونیکے اور انکی بیان شافی کے ہرگز نہ چہوڑینگے پس یہی حالت کیطرح یعنے جیسے اب ہے قبل ظاہر ہونے ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے عالم مین تہے تو حکمت الٰہی نے چاہا کہ ایک پیغمبر آدمی کہ خود بہی ایک ظاہر حجت ہو اور اسکا بیان شافی سبکو جہالت کے مرض سے نجات بخشی چنانچہ اسکا بیان فرماتی ہین رَسُولٌ مِّنَ اللّٰہِ

ف [illegible]

یتلوا صحفا مطہرۃ فیہا کتب قیمۃ ۔ اور یہ ایک پیغمبر کہ پڑہے ورق پاک کہ انمین لکہا ہے سنبہلو اور تفصیل انکی اجمال کی یہہ ہے
کہ تین چیزین ارشاد اور نصیحت مین نہایت مرتبہ عالی رکہتی ہین پہلے یہہ کہ ایک شخص بہیجا ہوا خدا کا ہووے اور معجزے دکہلانے اور انسانی کمالون کے جمع ہونے سے اسکی رسالت
خدا کی طرف سے ثابت ہووے سو یہہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مین کما حقہ ثابت تہی اسواسطے کہ رسالت کی شرطین اور انسانیت کے کمالات کی انتہا کو پہنچنا باوجود امی
ہونیکے انمین ظاہر نظر آتی تہین دوسرا کلام اترا ہوا غیب کا کہ معجزے کی نور اسمین روشن ہون اور برکتین اور نور اسکی تلاوت مین نیک لوگونکو نظر آوین اور کلام کے عیبون سے
کہ ہزل اور کذب اور تناقض ہے پاک ہو اور یہہ بات قرآن مجید مین کہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم باوجود امی ہونیکے اسکو تلاوت فرماتے تہے ظاہر اور روشن ہے
تیسرے یہہ بات کہ ایسی کتاب کہ اسمین اگلی کتابین مندرج ہون اور مضمون انکے اس کتاب کی مختصر عبارتین مین لپٹے ہون اور وہ معنے اور مضمون کہ معلوم الصدق
ہین یقینی سمجہے ہوئے ہین اور واضح تقریرین ذہن نشین عبارتون مین ادا کئی گئی ہون سو یہہ چیز بہی اس کلام مجید مین بہرپور موجود ہے بلکہ علم تمام الہی
اور آخری کا اسمین صاف صاف یا اشارۃً مذکور ہے اسیواسطے اس کلام شریف کے نازل ہونیکے وقت سے آج تک کہ بارہ سو برس سے زیادہ گذرے ہین بڑے بڑے
علما طرح طرح کے علمونکے رو سے اسکی عبارتون اور مضمونمین غور کرکے نکتے باریک باریک اپنی استعداد اور حوصلے کے موافق نکالتے ہین **ولنعم ما قیل و کل
العلم فی القرآن لکن تقاصر عنہ افہام الرجال** یعنے سب علم موجود ہین قرآن مین لیکن قاصر ہوئی ہین اس سے سمجہین آدمیونکی اور جب یہ تینون چیزین ایک
جاپر جمع ہون تو ارشاد اور ہدایت مین اعلی مرتبہ حاصل ہوتا ہے اب سزاوار یہہ بات تہی کہ سب مخالف طائفے بعد مبعوث ہونے ایسے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے اور نازل ہونے
ایسے کلام پاک کے اپنی وضع اور آئین کو چہوڑکر ایک وادی ایک جہت ہو کر متابعت اس دین کی قبول کرتے اور کسی طرحکا اختلاف اور تفرقہ جائز نرکہتے لیکن نفس اور شیطان
کے غلبے کے سبب سے پہر اسی اختلاف اور تفرقے کے مرض مین گرفتار ہوئے ہین چنانچہ فرماتے ہین **وما تفرق الذین اوتوا الکتب الا من
بعد ما جاءتہم البینۃ** ۔ اور متفرق نہین ہوئے جن لوگونکو ملی تہی کتاب یعنے یہود اور نصاری مگر بعد اس بات کے کہ آچکی انکو نشانی روشن یعنے حضرت
عیسی علیہ السلام کے وقت مین بہی یہودیون نے بڑی بڑی بدعتین اور خراب اعتقاد اور جہوٹی جہوٹی باتین اور خبرین بے اصل بناکر اور انکو حق تعالی کی طرف نسبت کرکے
اسطرح شیطان کے پہندے مین گرفتار تہے جناب باری نے انکی ہدایت کے واسطے کہلے کہلے معجزون کے ساتہہ جیسے مردون کا جلانا اور مادرزاد اندہونکا اچہا کرنا
اور کوڑہیونکا تندرست کردینا ہے حضرت عیسی علیہ السلام کو انکی طرف بہیجا اور ان لوگون نے حضرت عیسی علیہ السلام کے آنیکے بعد ایک بڑا اختلاف ڈالدیا
یعنے ایک گروہ نے آپکو تابعدار حضرت موسی علیہ السلام کا ٹہیراکر حضرت عیسی علیہ السلام سے مخالفت شروع کی اور انکے قتل اور ایذا کے درپے ہوئے اور ایک گروہ نے اپنا
لقب نصارے ٹہیراکر اپنے زعم مین حضرت عیسی علیہ السلام کے دین کی مددگاری اختیار کی اور آپسمین ہاتہاپائی اور لوٹ پاٹ اور لعن طعن ہونے لگا اور قرنون اسیطرح
خونخواری مین گذری اور حاصل آیت سے یہہ ہے کہ آنا پیغمبر کا اور نازل ہونا کتاب الہی کا بغیر حضرت حق کی توفیق کے اور ارادے کی ہدایت اور اصلاح اور ارشاد کیواسطے کافی نہین ہوتا
ہے چاہیے تاکہ اسکو مستقل اسباب سے ایسا گمان نکرتے اور اسیواسطے محققون نے کہا ہے کہ قرآن اور پیغمبر اچہی غذا کی مانند ہین کہ تندرست بدن کو کمال قوت اور طبعی اور حیوانی اور
نفسانی کامونمین درستی پیدا کرتی ہے اور مریض کے واسطے وہی غذا امراض اور عارضون کی زیادتی کا سبب ہوجاتی ہے پس اول ترمیم مزاجکی درستی مین کوشش
کرنا چاہیے اور تعصب کی فاسد خلطون سے اور جہالت کی رسومات اور خیالات کی قیدون سے پاک صاف کرنا چاہیے بعد اسکے اس غذاے لطیف سے تقویت حاصل کرنے اور
یہہ بہی ہوسکتا ہے کہ اس آیت مین بیان اس تفرقے اور اختلاف کا منظور ہو کہ بعد رسول ہونے ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر ہوا اور وہ یہہ ہے کہ ایک طائفہ یہود اور نصاری کا
انکار پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور انکے تابعون سے قتال و جدال کے واسطے آمادہ کہڑا ہوا اور دوسرے گروہ نے متابعت اختیار کی اور آن کے دین کی تائید
اور نصرت کے واسطے دل اور جان سے شریک ہوے اور اس صورتمین اہل کتاب کے تفرقے کے ذکر پر اکتفا کرنا اور مشرکین کے تفرقے کا ذکر نکرنا
اسواسطے ہے کہ یہہ بات کتاب والون سے جو اپنے کو عالم اور دانا کہتے تہے اور انبیاؤن کے چال ڈہال سے اور کتب الہی کی شان سے خوب واقف اور
آشنا تہے نہایت تعجب معلوم ہوئی بخلاف مشرکین کے کہ ان چیزون سے آگاہ نہ تہے اگر اختلاف کرین تو کچہہ دور نہین اور جبکہ یہہ ماجرا مفصل بیان
ہوچکا تو یہان گمان ایک شبہے کا تہا اسکو بہی دفع فرمایا اور تقریر اس شبہے کی یہہ ہے کہ ہر چند کہ معجزے ظاہر اور علامتین روشن حقیقت پر

ایک شخص کی گواہی دین لیکن جو یہہ شخص برخلاف پہلی شریعتونکے کہ اجماع انبیا علیہم السلام کا اُنپر ہو چکا ہی امر و نہی کرے اور اُن شریعتون کو باطل کرے
تو اُسکی بات ماننی نچاہیے اور ان سب معجزون اور علامتون کو اقبال دنیوی پر یا اتفاق پر یا استدراج پر قیاس کرنا چاہیے اور تقریر اس شبہہ کے دفع
کرنیکی اس آیت مین ہی وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَاءَ وَيُقِيمُوا
الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ وَذَٰلِكَ دِينُ الْقَيِّمَةِ اور حکم نہین ہوا انکو پیغمبر کی شریعت مین مگر یہی کہ عبادت کرین اللہ کی
خالص کرکے اُسکے واسطے دین کو یہہ جو خصوصیت اور کیفیت کہ عبادتون مین یہہ پیغمبر بیان کرتا ہی گو کہ پہلی شریعتونمین وہ خصوصیت اور کیفیت نہو لیکن
یہہ سب توطیہ اور تمہید ہی اللہ تعالی کے قرب حاصل کرنے کے واسطے اور اخلاص کی تاکید اور حجاب دور ہونیکے واسطے اُس ذات پاک سے اور یہہ کہ
حنیف ہو جاوین اور حنیف عرب کی زبان مین اُسکو کہتے ہین کہ اللہ تعالی کے غیر کی طرف توجہ نکرے اور ہر کام مین اور ہر چیز مین اللہ تعالی کیطرف متوجہ
رہے اور یہہ کہ قایم کرین نماز کو اور دیوین زکوۃ کو اگرچہ کیفیت نماز کی اور زکوۃ کے ادا کرنیکی مختلف ہووے یہی ہی دین اور مذہب مضبوط کہ حضرت آدم علیہ السلام
کے وقت سے اب تک انبیا اور حکما اور علما نے اُسکی شرح اور تفصیل مین اپنی عمر کو صرف کیا ہی اور اس شبہہ کے دفع کرنے کا حاصل یہہ ہی کہ مقصود اصل اس
شریعت کا اگلی شریعتون سے نہایت مطابق ہی اگرچہ خصوصیات اور کیفیات مین موافق وقت اور حال کے تفاوت ہوا ہو لیکن حقیقت مین مقصود کا
مطابق ہونا اصل کے ساتھہ کفایت کرتا ہی چنانچہ ہر فن اور ہر صنعت مین اسی قسم سے واقع ہی مثلا یونانی طب بقراط اور جالینوس کے زمانے سے بوعلی بن سینا
اور محمد زکریا اور مسیحی کے زمانے تک ایک ہی طور پر رہی اس معنے کر کہ اصول جو مقصود یونانی طبیبونکے ہین ہر زمانے مین محفوظ ہین انمین تغیر اور تبدیل نہین ہوا چنانچہ
سب کہتے ہین کہ مسہل نضج کے بعد یعنے فاسد مادہ پک جانے کے بعد دینا چاہیے اور بحران کے روز مریض کو چھیڑنا نچاہیے اور مرض کو اُسکی ضد سے دفع کرنا چاہیے
اور صحت کو اُسکی جنس سے محافظت اور نگاہ رکھنا چاہیے اور علی ہذا القیاس اب جو شخص کہ متاخرین یعنے پچھلے طبیبون کی کتابونکو دیکھے اور انکے مقصد و
کے اصول کو مطابق اصول مقاصد متقدمین کے پاوے تو یقینی اُنکی طبابت کو دریافت کریگا کہ خصوصیتین کیفیات زائدہ کی جو فی الجملہ اگلون کی طبابت سے تفاوت
رکھتی ہین اُنکی کتابونمین پائی جاتی ہین بلکہ اگر تامل اور غور کو قرار واقعی کام مین لاوے اور حکمت کی باریکیون کی رعایت کہ ان خصوصیتون مین واقع ہوئی ہی
دیکھے تو ضرور متاخرین کی فضیلت کا قائل ہوگا موافق مضمون اس قول کے کہ الصناعات تتکامل بتلاحق الافکار یعنے صنعتین کامل ہوتی ہین ملنے سے
فکرونکے اور جب حال اہل کتاب کے مخالفونکا بیان کیا گیا تو اب تفصیل ان دونون فرقونکی انکے درجونکے موافق جو عند اللہ انکے واسطے ثابت ہے ثواب یا عذاب سے بیان فرماتے
ہین إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ مقرر جو لوگ کہ کافر ہوئے اہل کتاب سے اور مشرک آخرت کے حکم مین شریک ہین اور اہل کتاب
کی بزرگی اور عقلمندی یہان کچھہ کام نہین آتی اسواسطے کہ سب کے سب فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا دوزخ کی آگ مین ہونگے سدا رہین اُسمین
اور اگر یہہ لوگ یہہ کہین کہ ہم انسانکے گروہ سے ہین اور انسان اشرف المخلوقات ہے اور کسی مخلوق کو ایسا عذاب دنیا اور آخرت مین نہین ہے ہمکو کس واسطے
دائمی عذاب مین گرفتار کرنا چاہیے اُسکے جواب مین ارشاد ہوتا ہی أُولَٰئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ یہہ لوگ یہی سب مخلوقات سے بدتر ہین اسواسطے
کہ جب حکم الہی کا انکار کیا اور انکے رسولون کے منکر ہوئے تو اپنے نفس کی خواہش اللہ کے حکمون پر غالب کر دیا اور یہہ قباحت اور خرابی کسی مخلوقات مین نہین ہی
اسیواسطے سورۂ فرقان مین فرمایا ہی إِنْ هُمْ إِلَّا كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ سَبِيلًا یعنے نہین ہین یہہ کافر مگر جیسے چارپائے بلکہ ان سے بھی بدتر إِنَّ
الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مقرر جو لوگ کہ ایمان لائے سب پیغمبرون پر اپنے وقت کے پیغمبر تک اور کام کیے اچھے أُولَٰئِكَ
هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ یہہ لوگ یہی سب مخلوقات سے بہتر ہین اسواسطے کہ فرشتون سے بھی بڑھ گئے ہین اور ہر زمانے مین اللہ تعالی کی حکمت کو بوجھے ہین اور باوجود
نفس کی خواہشونکی کشمکش کے جناب باری کے حکمونکو اُسپر غالب کیا ہی اور وہم کی مخالفت کو دور کرکے عقل کو اُسپر متعین کیا ہی کہ شک اور شبہے درمیانمین نہ آنے دین اور
یہہ بات فرشتون مین نہین ہی کیونکہ وہ جزئی احکامونکو جانتے ہین نا وہم اور نفس نہین رکھتے ہین کہ عملونمین یا عقیدونمین انکے نقصان واقع ہو لیکن یہہ بات عام ملائکہ کی نسبت ہی ورنہ خاص
فرشتے ہین جیسے حضرت جبرئیل اور حضرت میکائیل علیہما السلام سو انکا مرتبہ نہایت بلند ہے اور انکو کمال احاطہ حکمت الہی کے اطوارون پر غیر متناہی علم مین حاصل ہی اور درجہ کامل کہ ہی

ہر چند کہ اُنہیں نقص اور وہم کا ہونا ظاہر میں اُنکے ثوابوں کے نقصان کا سبب معلوم ہوتا ہی لیکن جو بنی آدم کے عمل کرنیوالوں کا ثواب ایک شاخ ہے اُن کے فیضوں کی شاخوں سے اسواسطے یہہ زیادتی اُنکے برابر نہیں ہو سکتی اور مولانا حافظ الدین نسفی کے عقیدے میں یہہ عبارت واقع ہے وخواص بنی آدم وهم المرسلون افضل من جملة الملائكة وعوام بني آدم وهم الاولياء والزهاد افضل من عوام الملائكة وخواص الملائكة افضل من عوام بني آدم اور خاص لوگ بنی آدم کے یعنے رسول اور انبیا افضل ہیں خاص فرشتوں سے اور عوام لوگ بنی آدم کے یعنے اولیاء اللہ اور زاہد لوگ افضل ہیں عام فرشتوں سے اور خاص فرشتے افضل ہیں عام بنی آدم سے اور وہ جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ المؤمن اكرم على الله من بعض الملائكة الذين عنده یعنے بندہ مؤمن اللہ تعالی کی نزدیک بزرگ ہے بعضے فرشتوں سے جو اسکی حضور میں ہیں یہہ محمول ہے خاص ملائکہ کے اسوا **جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ** بدلا انکا اُنکے رب کے پاس باغ ہیں سدا رہنے کو اسواسطے کہ انہوں نے بھی مختلف طوروں میں اور متفاوت شریعتوں میں حق تعالے کے امر و نہی کا اور اسکی حکمتوں کا لحاظ کر کے سدا اُسپر قایم رہے تہی **تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ** بہتے ہیں اُن باغوں کے نیچے نہریں اسواسطے کہ انہوں نے اپنی معرفتوں اور عقایدوں سے علموں کی نہریں اپنی جان اور جسم پر جاری کی تہیں اور نور اُن علموں کے اُنکے خاندانی سلسلوں میں اور اُنکی اولاد اور تابعوں میں جاری رہا **خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا** ہمیشہ رہنے والے ہیں اُن بہشتوں میں ابدالآباد تک اس واسطے کہ اُنکے دلوں میں بہی نیت حق پر قایم رہنے کی ابدالآباد تک بس گئی تہی گو کہ عمر تہوڑی ملی تہی **رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ** اللہ راضی ہوا اُنسے اسواسطے کہ انہوں نے کسی حکم کسی نیک شان میں انکار اسکا نکیا **وَرَضُوْا عَنْهُ** اور وے بہی راضی ہوئے اُس سے اسواسطے کہ ایمان لانے سے شریعتوں مختلفہ پر ثواب اُن سب کا پایا اور اُنکی طبیعت کا پیمانہ ایسا لبریز ہوگیا کہ گنجایش طلب کرنے کی نرہی **ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ** یہہ بیان واضح اُس شخص کے واسطے ہے کہ ڈرے اپنے پروردگار سے اور کسیطرح میں انکار اُسکی حکمت کا یا اُسکی شان کا نکرے اور اُس جناب پاک کے حکم کو اُسکے خوف سے اپنی نفس کی خواہشوں پر اور رسموں کی قیدوں پر مقدم رکہے اور اس سورت میں کافروں کے حال کے بیان میں اُنکی جزا کو مقدم فرمایا بعد اُسکے ارشاد ہوا کہ اولئك هم شر البرية اور یہاں پر فقط مؤمنین کی جزا پر اکتفا کی اور کافروں کی جزا کا ذکر نہ فرمایا اسواسطے کہ عاقل کو شر البریہ کے لفظ سے انجام اُنکے حال کا واضح ہوجاتا ہے اور یہہ بہی ہے کہ مؤمنین کے جزا کے بیان کرنے سے کافروں کی جزا کی تفصیل دریافت کر لینا چاہئے ضدیت کے حکم سے والعاقل تكفيه الاشارة یعنے عاقل کو ایک اشارہ بس ہے بعد اسکی فرمایا **اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ** اور مومنین کے حال کے بیان میں اول فرمایا **اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ** بعد اسکے جزا کو ذکر کیا اور نکتہ تغییر اس اسلوب کی یہہ ہے کہ کافروں نے مدح جزا پانے کے بعد منصب شر البریہ کا حاصل کیا اور نہیں تو دنیا میں اکثر مخلوقات سے اچھی طرح گذران کی ہے اور مسلمانوں نے مغفرت الٰہی کے دروازے کے کہلتے ہی اور نیک کاموں سے اپنے نفس کو آراستہ کرنیکے سبب سے خیریت کا مرتبہ حاصل کیا ہے اور اُنکو جزائے خیر کا ملنا ایک شاخ ہے اُنکی خیریت کی شاخوں سے اور یہاں ایک اور شبہہ بہی آتا ہے کہ اضافت اسم تفضیل کی چاہتی ہے کہ مضاف الیہ کو ایک حصہ اصل صفت سے ہووے تو کفار و مشرکین باسم تفضیل کا اسپر زاید ہووے اور اس جانے پر کہ صالح مؤمنین کو بہتر سب مخلوقات سے کہا ہے تو چاہئے کہ سب مخلوق سے فی الجملہ کچہہ بہتری رکہتے ہوں حالانکہ کافروں اور شیطانوں نے بہتری کی صورت بہی نہیں پائی ہے جواب اس شبہ کا یہہ ہے کہ یہہ تقاضا اُسوقت ہوتا ہے کہ اضافت اسم تفضیل کی مضاف الیہ پر زیادتی کے واسطے ہو اور اس جانے پر مراد مطلق زیادتی ہے اور اضافت فقط توضیح کے واسطے ہے جیسا کہ یوسف احسن اخوته میں مقرر کیا ہے اور اس صورت میں اصل صفت کا وجود مضاف الیہ میں درکار نہیں ہے واللہ اعلم

سورۃ زلزلت

تمہید

یہہ سورت مکی ہے اسمیں آٹھ آیتیں اور ترپن کلمے اور ایک سو انچاس حرف ہیں اور نزول اس سورت کا قیامت کے منکروں کے جواب میں ہے جو پوچھتے تہے کہ قیامت کب ہوگی اور تفسیروں میں مذکور ہے کہ یہہ رات گئی تہی کہ یہہ سورت نازل ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح ہونے کا بہی انتظار نکیا اُسیوقت مجلس سے باہر تشریف لائے اور لوگوں کو پڑہکر سنائی اور اس سورے میں ایک آیت ہے کہ گویا خلاصہ ہے تمام قرآن کا اور جامع ہے شریعت کے سب احکاموں کو اور وہ اس سورہ کے اخیر کی آیت ہے

ح

دلالت کرتی ہی ہر عمل کے جزا پر بد ہو خواہ نیک اور حدیث صحیح مین وارد ہے کہ یہہ سورہ چوتہائی قرآن کے برابر ہے اور اِس سورتکا نام زُلزلت اسواسطے رکہا ہے کہ دلالت کرتی ہے زلزلۂ عظیم کے واقع ہونے پر قیامت کے دن اور سبب اُس زلزلے کا تین چیزین ہین اوّل تو تجلی الٰہی کی نزدیکی کہ زمین پر واقع ہوگی اور اُس تجلی کے سبب اجزاء زمین کے ٹوٹ پھوٹ کر بکہر جاوینگے جیساکہ نمونہ اُسکا کوہ طور پر واقع ہوا تہا قال اللہ تعالیٰ وَأَشْرَقَتِ الْأَرْضُ بِنُورِ رَبِّهَا وایضاً قال اللہ تعالیٰ فَلَمَّا تَجَلَّىٰ رَبُّهُ لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دَكًّا دوسرے غضب الٰہی کا جوش مین آنا گنہگارون پر اور انتقام کی شانکا ظاہر ہونا مردونکی اُٹہانیکی صورت پر اور یہہ بات بغیر زمین کے ہلانے اور جہڑ جہڑانیکے تاکہ ہر ہر دیکے اجزا جدا جدا معلوم ہوجاوین ممکن نہین تیسرے آواز تند دوسرے نفخے کا کہ ہوائے شدید کے جہونکونکا سبب ہوگی اور اِس ہوا کا داخل ہونا کمال شدت سے مسام اور مخرج مین زمین کے اور اُسکے سبب سے زلزلے کا پیدا ہونا اور اُسکے بہہ زلزلہ ایک عظیم واقعہ ہے حشر کے روز کے واقعون سے اور مقدمہ ہے جزا کے کارخانے کا تو سورتکا نام بہی وہی مقرر کیا

س

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ع

إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ زِلْزَالَهَا جسوقت ہلائی جاویگی زمین ایسا ہلانا کہ ممکن ہے اُسی زمین کو اور ہلانی مین کمال مبالغہ کیا جاویگا بقدر کہ طاقت زمین کی تحمل اُسکا کر سکے ہلائی جاویگی اور روئے زمین پر کوئی عمارت اور کوئی پہاڑ یا جہاڑ باقی نرہیگا اور بلندیان اور پستیان سب برابر ہوجاوینگی اور زمین کی یہہ شکل بدلجاویگی اور یہہ معاملہ نفخ ثانی کے نزدیک ہوگا **وَأَخْرَجَتِ الْأَرْضُ أَثْقَالَهَا** اور نکال ڈالیگی زمین بہاری بوجہ اپنے یعنے اِس بہی بہونچال کے سبب سے جو کچہہ کہ زمین کے پیٹ مین ہے جیسے مُردے اور خزانے اور دانے اور گٹہلیان باہر پہینک دیگی اور مردونکے باہر نکل آنیکے سبب سے علاوہ کہ ارواح کو زمین کے اندر سے تہا اسواسطے کہ اُن ارواحون کے جسمونکا ٹہکانا تہا ٹوٹ جائیگا **وَقَالَ الْإِنْسَانُ** اور کہیگا آدمی یعنے ارواحین آدمیون کی یا زندہ ہونیکے اور اِس زلزلے کے آثار دیکہنے کے بعد کہیگا **مَا لَهَا** کیا ہوگیا ہے اِس زمین کو **يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا** اِس دن باوجود زلزلے کی شدت کے اور نہایت بیتابی اور بیقراری کے بولیگی زمین اپنی باتین یعنے بنی آدم کے کامونکو ظاہر کریگی اور کہیگی کہ فلانے شخص نے مجہپر نماز پڑہی تہی اور روزہ رکہا تہا اور نیک کام کئے تہے اور فلانے نے مجہپر ناحق خون کیا تہا اور زنا کیا تہا اور چوری کی تہی اور یہہ کہنا اِس مین کا دو حکمتون کے واسطے ہے ایک تو یہہ کہ لوگون پر گواہ ہوکر اُن لوگونکو انکار کی جگہہ نرہے اسیواسطے آسمان اور دن اور رات اور ستارے اور ہاتہ پاؤن اپنے اُسروز سب گواہی دینگے اور اچہے بُرے کامون کو سبکے ظاہر کرینگے دوسرے یہہ کہ بدکار لوگ زمین کے بیان کرنے سے رسوا ہونگے اور نیک لوگونکی تعریف اور اچہائی ثابت ہوگی اِس جگہہ پر بعضے لوگون کے دلمین شبہ گذرتا ہے کہ زمین تو ایک جماد اور بیعقل ہے کیسے گواہی دیگی اور باتین کریگی سو تحقیق اِس شبہ کی یہہ ہے کہ مخلوقات مین سے ہر چیز ایک روح رکہتی ہے لیکن حیوانات کی روحین اپنے بدنکی تدبیر اور تصرف کا بہی علاقہ رکہتے ہین اور ہمیشہ تغذیہ اور تنمیہ یعنے کہانے اور بڑہنے مین اور جنبش اور حرکت مین مشغول ہین اور دوسرے مخلوقاتکی ارواح تدبیر اور تصرف کا علاقہ نہین رکہتے ہین اور جنبش کرنا اور حرکت اپنے اختیار سے دائمی نہین ہے اِس سبب سے اُنکی ارواح کا علاقہ عوام کی نظر سے پوشیدہ رہتا ہے اِسیپر بہی خرق عادت کے طور پر ایسے باتین کبہی کبہی اُنسے ظہور کرتی ہین چنانچہ صحیح حدیث مین تواتر کے ساتہ یہہ بات ثابت ہی جیسے باتین کرنا پتہرونکا اور درختونکا اور پکار پکار کے رونا حنانہ ستونکا اور پکارنا ایک پہاڑ کا دوسرے پہاڑ کو هَلْ مَرَّ بِكَ أَحَدٌ يَذْكُرُ اللّٰهَ یعنے کیا گذرا ہے تجہپر کوئی شخص کہ اللہ کا ذکر کرتا ہوے سب اِسی قسم سے ہین اور قرآن مجید مین سب مخلوقاتکی ارواح کا ہونا سورۂ یٰس مین مذکور ہے فَسُبْحَانَ الَّذِي بِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ ج ۲۳ ع ۵ اور سورۂ اسرٰی مین بہی مذکور ہے وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَلَٰكِنْ لَا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ ج ۱۵ ع ۱۵ اور زمین کا اور نماز کی جگہہ کا رونا اسیاسے مرنے پر حدیث مین ثابت ہے اور گواہی دینا زمین کا اور پتہر اور درخت کا اذان دینے والونکے واسطے تاکہ اذان مین آواز کو بلند کرین یہہ بہی ثابت ہے چنانچہ مولانا روم قدس اللہ سرہ اپنے مثنوی مین فرماتے ہین **ابیات** ہستی کوہ

ہست محسوس از خرد + ہستی بیچون خرد کی پے برد + باد را بیچشم گر جنبش نداد + فرق چون میکرد اندر قوم عاد + آتش نمرود را گر چشم نیست + با خلیلش چون تجشم کرد نیست + گر نبودے نیل را آن نور دید + از چہ کافر را ز مومن می گزید + گر نکوہ و سنگ با دیدار شد + پس چرا داؤد را او یار شد + این زمین گر نبودی چشم جان + از چہ قارون را فرو خورد آنچنان

ف شبہ

ف شبہ کا جواب

گر نبودی چشم دل خانہ را چون ہمی بحر آن فرزانہ را ٭ در قیامت این زمین بر نیک و بد کز زبان دیدہ گواہی میدہد اور جو بیان فرمایا کہ زمین بتلاویگی لوگون کے عملون کو ظاہر کر دیگی اور نیک و بد کامون پر گواہی دیگی اور اظہار اور گواہی مین احتمال جہوٹہ کا بہی ہوتا ہی سو دفع کرنیکو اس احتمال کے ایک عبارت دوسری بہی ارشاد ہوئی **بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا** یعنے یہہ بات کہنا ہوا ہے کہ تیرے پروردگار نے حکم کیا ہی اسکو یعنے یہہ اظہار کسی عداوت کے واسطے نہین ہے کہ بنی آدم سے کہتی یا احتمال جہوٹہ کا اسمین گنجایش رکہے اسواسطے کہ بنی آدم سب میرے بچے ہین اور اپنے بچون سے عداوت ممکن نہین ہے اور نہ نفس کی خواہش سے ہی کیونکہ زمین نفس رکہتی ہی نہین ہے پس معلوم ہوا کہ یہہ بات نہین ہے مگر حکم سے اللہ تعالے کے اور جو چیز کہ مالک کے حکم سے ہوتی ہی اسمین جہوٹہ کا دخل نہین ہوتا اور جب اس قدر ظاہر ہو چکا کہ قیامت کے دن بنی آدم کے اعمال جو ایک دوسرے سے چہپاتے ہین زمین کے ظاہر کرنیسے سب پر ظاہر ہو جاوینگے پہر نیکی کرنیوالے سرخ رو اور بدکار رسوا ہونگے تو آب بیان فرماتے ہین کہ اسیقدر پر اکتفا نہوگی بلکہ **يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا** اس روز آوینگے لوگ اپنی قبرون سے حشر کے میدان بہانت بہانت کے ایک گروہ شرابیون کا ایک گروہ زانیون کا اور ایک گروہ ظالمون کا اور ایک گروہ چورون کا اور علی ہذا القیاس **لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ** کہ دکہائے جاوین انکے کام یعنے حشرگاہ مین ایک رسوائی بدکارون کو اور سرخ روئی نیکوکارونکو حاصل ہو اس طور پر کہ سامنے انکے اعمالون کے کہولینگے اور میزان کہڑی کرینگے اور ہر نیک و بد عمل انکا گواہون کے سامنے پڑہینگے اور تولینگے پس اسوقت کما حقہ ظہور حاصل ہوگا چنانچہ تفصیل اسکی ان دو آیتو مین ہے **فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ** پہر جو کوئی کریگا ذرہ کی برابر نیکی دیکہیگا اسکو یعنے صحیفہ اعمال مین اور میزان مین اور ذرہ دو معنون مین آتا ہی چہوٹی چیونٹی جو سرخ ہوتی ہی اور جو ہوا میں ذرات ہوا مین چمکتا ہی **وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ** اور جو کوئی ذرے کے برابر بدی کریگا اسکو بہی دیکہہ لیگا اور یہان ایک شبہ خیال مین گذرتا ہی کہ کافرون کی نیکی تو قابل جزا کے نہوگی پہر دیکہنا اسکا کیا فائدہ رکہتا ہی جواب اسکا یہہ ہے کہ کافر کی نیکی اگرچہ ہمیشہ کے عذاب سے بالکل رہائی کا سبب نہین ہوتی لیکن اسکی تاثیر سے عذاب کی تخفیف ہو جاویگی پس دیکہنا اسکا البتہ فائدہ رکہتا ہی اور اسیطرح سے بدی مومن کی اگرچہ معاف ہوگئی ہو پہر بہی تاثیر سے خالی نہین ہے اگرچہ درجے ہی مین نقصان ہو مگر وہ بدی کہ اس سے توبہ اور ندامت کی ہی سو وہ اعمال کے صحیفے سے نکل جاتی ہی بعد کراماً کاتبین کو اور گواہونکو بہی بہول جاتی ہی پس من یعمل کا لفظ اسکے سوا کے واسطے مخصوص ہوگا یا یون کہا جاوے کہ جب توبہ اور ندامت اس بدی پر واقع ہوئی اور توبہ و ندامت ایک نیکی ہی عمدہ نیکیون سے پس دیکہنا اس بدی کا یا دیکہنا توبہ و ندامت کا اس بدی کے نقصان کا سبب نہوگا اسیواسطے توبہ کرنیوالون کے حق مین فرمایا ہی **فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ** یعنے بدیون کو توبہ کرنیوالون کی انکے توبہ کے ضمن مین انکو دکہاویگا تو وہ بدیان نیکی کی صورت پکڑ لینگے واللہ اعلم اور حدیث شریف مین آیا ہی کہ ایک شخص نے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر عرض کی کہ یا رسول اللہ مجہکو قرآن سکہاو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر المومنین مرتضی علی کرم اللہ وجہہ کو فرمایا کہ اسکو قرآن سکہاو امیر المومنین نے اسکو سورہ اذا زلزلت سکہائی جب اس آیت کو پہنچے تو وہ شخص بولا حسبی حسبی لا ابالی ان لا اسمع غیرہا یعنے یہی آیت مجکو بس ہے پروا نہین رکہتا ہون کہ کچہہ اور سیکہون یعنے اور سیکہنے کی اب کچہہ حاجت نہین امیر المومنین نے اس قصے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دعہ فقد فقہ الرجل یعنے چہوڑ دے اسکو کہ وہ مرد فقیہ ہو گیا ہی اور یہہ بہی حدیث شریف مین آیا ہی کہ اس آیت سے دو شخصون مدینے کے رہنے والون کو عبرت پکڑی تہی ایک انمین سے وہ شخص تہا کہ تہوڑا صدقہ دیتا تہا اور کہتا تہا کہ مین زیادہ مقدور نہین رکہتا ہون اور تہوڑی چیز اللہ کے نام پر دینا مجہکو بے ادبی معلوم ہوتی ہی دوسرا وہ شخص تہا چہوٹے چہوٹے گناہونکو خیال مین نلاتا تہا جیسے بیہودہ باتین اور بیجا نظر کرنا اور گمان کرتا تہا کہ ایسی ایسی باتونکی پکڑ نہوگی ان دونونکے گمان کے رد کیواسطے یہہ دونو آیتین کافی ہوگئین

سورۃ العادیات

یہہ سورۃ مکی ہی اور اسمین گیارہ آیتین اور چالیس کلمے اور ایکسو تریسٹہہ حرف ہین اور عادیات عرب کی لغت مین دوڑنے والے گہوڑونکو کہتے ہین مشتق ہی عدو سے جو دوڑنیکے معنی مین ہے اور اس سورت کا نام سورۃ عادیات اسواسطے کہا ہی کہ غازیون کے گہوڑے غضب الٰہی کی صورت مین کافرونکی ناشکری پر اور اللہ تعالی کے انتقام کا ظہور نافرمان برداروں پر دوڑتے گہوڑون کی طرح سے دنیا مین ہوتا ہی پس گویا کہ نمونہ ہی حشر اور نشر کا اسیواسطے آپنے مخالف کی فوج کے اور شکست ہونیسے اپنی موافق فوج کے جو کچہہ انقلاب ظہور

اور ملک مین واقع ہوتا ہی کہ عزت دار لوگ ذلیل ہو جاتے ہین اور پردہ نشین بے پردہ اور مال و متاع اور نقد اور زیور اور کپڑا اور لتا کہ سالہا سال مین جمع کیا ہوتا ہی
ایک آن مین برباد ہو جاتا ہی یہہ بہی گویا قیامت کا نمونہ ظاہر ہو جاتا ہی اور جو یہہ حالت یاد دلانیوالی قیامت کی ہی تو اسکی قسم کہائی ہی اور اس سورت کا نام
بہی اسی پر ٹہیرایا اور اس سورت کے نازل ہونیکا سبب مفسرون نے یہہ کہا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منذر بن عمر انصاری کو ایک غول سوارون کا دیکر بنی کنانہ
کے ایک قبیلے پر کہ اشد کافر تہے مقرر فرمایا اور ارشاد کیا کہ فلانے روز صبح کے وقت انپر جا پانا اور خوب قرار واقعی سزا پہنچانا اور فلانے روز یہان پہنچنا
اتفاقاً راہ مین ایک ندی ملی وہ اُس وقت چڑہی تہی لشکر اترنے کا لاچار ہو کر مقام کر دیا جب دوسرے دن پانی کم ہو گیا تو لشکر اتر گیا اور حکم کے بموجب صبح
ہوتے ہوتے شب خون مارا اور قرار واقعی سزا دیکے لوٹ مار کے صحیح اور سالم پہر آئے لیکن وعدے پر پہنچنے مین مقام کرنے کے سبب سے ایک روز کی
تاخیر ہو گئی تو منافقون نے یہہ افواہ اڑا دی کہ وہ لشکر سب تباہ ہو گیا اور ایک آدمی بہی اُن کا نہ بچا جو آکر خبر دیتا مسلمانونکو اسبات سے نہایت غم ہوا
تو اللہ تعالی نے یہہ سورت نازل کی اور ذکر اُنکے گہوڑون کا اور اُنکے دشمنون کی جماعت مین گہس جانے کا اس سورت مین مذکور فرمایا کہ مسلمانون کو تسلی حاصل ہو
لیکن اس شان نزول مین ایک خدشہ ہی اسواسطے کہ یہہ سورت مکی ہی اور یہہ جانا لشکر کا مدینے مین تہا بس یہہ واقعہ اسکا شان نزول نہین ہو سکتا اور صحیح یہہ ہی
کہ جناب الہی نے جو چاہا کہ اس دین مین جہاد کی رسم مقرر فرما دے تو اس رسم کا اشارہ اس سورت مین منظور ہوا تاکہ خوشخبری ہووے مسلمانونکو اسبات کی کہ
طاقت جہاد کی اور گہوڑون اور فوج اور لشکر کی عنایت ہو گی کہ پورا بدلا اللہ کے دشمنون سے لین اور اُنکی جمعیت کو بکہیر دیں اور مال اور ملک اُنکا اپنے تصرف مین لاوین

ع
س

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالْعٰدِیٰتِ ضَبْحًا قسم ہی دوڑنے والے گہوڑونکی کہ دوڑنے کے وقت پیٹ مین سے آواز نکالتے ہین اور جانورونکا قاعدہ ہی کہ بہت دوڑنے کے وقت پیٹ مین سے اُنکے
آواز نکلتی ہی کہ ہندی لغت مین اسکو ہانپنا کہتے ہین **فَالْمُوْرِیٰتِ قَدْحًا** پہر قسم ہی اُن گہوڑونکی کہ آگ جہاڑتے ہین چقماق سے یعنے پہاڑون مین اور پتہریلی زمین
مین اُنکے نعل جو پتہرون پر لگتے ہین تو شعلے نکلتے ہین جیسے چقمق جہاڑنے سے اور یہہ آگ کی رات کو زیادہ ہوتی ہی اور دن کو روشنی اسکی نظر نہین آتی تو اس قسم مین
اشارہ ہوگا اسبات کیطرف کہ یہہ گہوڑے غازیون کے راتونکو دوڑینگے **فَالْمُغِیْرٰتِ صُبْحًا** پہر قسم ہی اُن گہوڑون کی کہ غارت کرتے ہین صبح کے وقت یعنے راتون رات
دوڑ کے صبح ہوتے کہ عین غفلت کا وقت ہی دشمن پر پہنچتے ہین اور مال و اسباب انکا لوٹ لیتے ہین **فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا** پہر اُٹہائی صبح کے وقت اُن گہوڑون نے
گرد اور یہہ معطوف اُس فعل پر ہی جو مفہوم آیت سے بوجہا جاتا ہی یعنے اَغَرْنَ صُبْحًا اور وجہ عدول کی اسم سے فعل کی طرف یہہ ہی کہ اٹہنا غبار کا دشمن کے نزدیک ہوتے
وقت تہوڑی دیر یکساعت رہا اور گذر گیا بخلاف دشمنون کی لوٹ مار کے کہ یہہ ہمیشہ ہی اور قید غبار اُٹہانے کی صبح کے وقت اسواسطے ہی کہ تاپ مارنے کی قوت
اُن گہوڑون کی خوب ظاہر ہو اسواسطے کہ صبح کے وقت پچہلی رات کی سردی سے اور شبنم کی رطوبت سے زمین دب جاتی ہی پہر اس وقت غبار کا اُٹہنا بڑی
زور سے ہوتا ہی بخلاف آخر کے دن کے کہ آفتاب کی حرارت اور اسکی شعاع کی خشکی سے اجزا زمین کے ڈہیلے ہو جاتے ہین اور تہوڑی سی حرکت مین غبار
اٹہہ کہڑا ہوتا ہی اسیواسطے آندہیان اکثر دن کو بہت آتی ہین **فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا** پہر گہس گئے وہ گہوڑے اُس وقت غول مین دشمنون کے اور انبوہ کو اُنکے بکہیر دیا
اب یہان پر سمجہہ لینا چاہیے کہ قہر الہی کی صورت معاملے مین گناہ کے کمال مشابہت رکہتی ہی ان گہوڑون کی حرکت سے اسواسطے کہ شروع اسکا متوجہ ہونا غضب کا ہی
جسکا نمونہ یہان پر گہوڑون کا دوڑنا ہی ہانپتے ہوئے جیسے غصے کے وقت مین ہوتا ہی اور روشن کرنا آگ کا سموں سے نمونہ ہی دوزخ کے شعلے کا جو دوزخیون کے
واسطے تیار کیا گیا ہی اور لوٹ مار نمونہ ہی دوزخ کے پیادون کے مارنے کا اور سانپ اور بچہون کے کاٹنے کا اور پوست اور بدن اور گوشت اور چربیون کے جلنے کا
اور اٹہانا غبار کا نمونہ ہی ناشکرون کی آنکہون پر پردہ ڈال دینے کا کہ رحمت الہی اُس پردے کے سبب سے پوشیدہ ہو جاویگی اور گہس جانا دشمنون کے غول
مین نمونہ ہی غضب کی آگ کے گہس جانے کا دل اور جگر مین اور خراب کر دینا درستی کو بدن کی سو اس قہر الہی کے نمونے کی قسم کہائی اسپر کہ
اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ تحقیق آدمی اپنے رب کا البتہ ناشکر ہی یعنے اُسکی نعمتون کا کفران کرتا ہی اور یہہ کفران نعمت کئی طرح ہے

ہوتا ہی اول تو یہہ کہ نعمت کو نعمت دینی والے سے نہ سمجھے بلکہ اُسکو دوسرے کیطرف نسبت کرے جیسکہ اس زمانہ کے اکثر لوگ کہتے ہین کہ ہمکو بیٹا پیر نے دیا یا ہمارا دکھ درد فلانی بزرگ
نے کہو دیا دوسرے یہہ کہ اس نعمت سے وہ فائدہ جسکے واسطے وہ نعمت دی گئی ہے نہ اُٹھاوے بلکہ اُسکی ضد یعنی بُرائی کماوے تیسرے یہہ کہ نعمت مین مشغول ہو جاوے اور منعم سے غافل
اور اسقدر محبت نعمت کی اُسکے دل پر غالب ہو جاوے کہ اُسمین غرق ہو جاوے اور نعمت دینے والے کو بھول جاوے جیسے دنیادار لوگ کہ دنیا کی محبت ایسی غالب ہو جاتی ہے کہ دن
رات اُسی مین پہنسے رہتے ہین یہانتک کہ اُنکی محبت مین اللہ تعالے کی حکمونکو بھول جاتے ہین **وَإِنَّهُ عَلَىٰ ذَٰلِكَ لَشَهِيدٌ** اور ہر آدمی اپنی ناشکری
پر آپ گواہ ہے یعنی خود اقرار کرتا ہے کہ مین آپ ناشکر ہون اور یہ اقرار عالم مین اس صورت سے واقع ہوتا ہے کہ ایک دوسرے کو کہتا ہے کہ فلانا شکر اس نعمت کا ادا
نہین کرتا اور حال یہ ہے کہ خود بھی شکر اس نعمت کا ادا نہین کرتا پس طعن کرنا اُسکا دوسرے پر بعینہ اپنی جان پر ہے **وَإِنَّهُ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيدٌ**
اور مقرر وہ محبت پر مال کے بہت سخت اور مضبوط ہے یعنی اسقدر دوستی مال کی اُسکے دل مین بھر گئی ہے کہ منعم کی دوستی کی اُسکی دل مین گنجایش نہین رہی اور اگر کوئی کہے کہ مین
ناشکر نہین ہون اور مال کی محبت بھی میرے دل مین نہین ہے سو یہہ انکار اسکا اللہ تعالی کے آگے پیش نہین جاتا چنانچہ فرماتے ہین **أَفَلَا يَعْلَمُ إِذَا بُعْثِرَ**
مَا فِي الْقُبُورِ کیا یہ نہین جانتا ہے جس وقت اُٹھائے جاوینگے جو قبرون مین ہین یعنے مُردے زندہ ہو جاوینگے اور جو چیز کہ زمین مین ہے اُسکی اوجھل ہوگا
اور اسکا پوشیدہ چیزونکے ظاہر ہونے کی نمودار ہو جاویگی یہانتک کہ انتہا ظاہر ہونیپر اخلاق اور نیات اور جیسے ہیں عقیدون کے پہنچیگی چنانچہ فرمایا ہے **وَحُصِّلَ**
مَا فِي الصُّدُورِ اور ظاہر ہو جاویگا جو سینون مین ہے پہر اخلاق اور اعمالکو ظاہری صورت دیکر آگے لاوینگے کہ تمام خلق کو ایک دوسرے کے دل کے چھپے ہوے
بہید معلوم ہو جاوین اور اس وقت ہر شخص معلوم کریگا کہ **إِنَّ رَبَّهُم بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيرٌ** تحقیق پروردگار اُنکا اُنکے حال پر اسروز البتہ
خبردار ہے اور انکار اُسکے حضور پیش نہین جاتا اور ہرچند کہ اللہ تعالے کا علم ہر وقت ہر چیز کے ظاہر و باطن پر محیط ہے لیکن اس روز اُسکا علم ہر شخص پر ظاہر ہو جاویگا اور انکار
کی جاگہہ نہ رہیگی اور انکار کی جاگہہ نہ رہیگے اور یہہ جملہ یعنے اِنّ ربہم افلا یعلم کے مفعول کے محل مین واقع ہوا ہے لیکن بسبب اس لام کے جو خبر مین لائے ہین لفظ
مین عمل نکیا اور نہین تو اِنّ کے ہمزہ کو فتح سے پڑہتے اور اسکو نحوی تعلیق بلام کہتے ہین اور افعال قلوب کے خصائص سے ہے اور حدیث شریف مین آیا ہے کہ
لوگون نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کنود کے معنے پوچھے فرمایا کہ جو شخص تنہا کہاوے اور غلام کو مارے اور اپنے عیال کو بہوکہا رکہے

سورۃ القارعۃ

تمہید

یہہ سورت مکی ہے اسمین آٹھ آیتین اور چھتیس کلمے اور ڈیڑہ سو حرف ہین اور اسکا نام سورۂ قارعہ اسواسطے رکہا ہے کہ دلالت کرتی ہے ایک سخت حادثے پر جو قیامت کے دن واقع ہوگا
اور لوگونکو بڑی خوف پہنچاویگا اور اس حادثے کی تاثیر سے پہاڑ جسم ہلکے پڑ جاوینگے اور سخت جسم ریزہ ریزہ ہو جاوینگے اور بلاوٹ اور حادث انکے اجزا مین سے نکل جاویگی پس کسی چیز
مین اوجھل جو اس چیز کے قایم رہنے کا اپنے جگہہ پر سبب واقع ہوا ہے باقی نہ رہیگا اور سختی کہ اُسکے اجزا کی جمع ہونیکا باعث ہے پھر جب بوجھ اور سبکی اور جمع ہونا اور رکہنا کہ دنیا کے
قاعدے کے موافق تہا درہم برہم ہوگیا پس جو بہاری اور سبکی اور جمع ہونا اور رکھنا اس عالم مین ایک اور ہی طرح سے ظہور کریگا پہر بوجہ بہشتی کی سبکی بلندیکا باعث ہو جاویگا اور سبکی دوزخ کی تہ
مین گرنیکا سبب خلاف اُسکے جو دنیا مین مقرر ہے کہ بوجھ ہونیکا سبب ہوتا ہے اور سبکی بلندیکا سبب ہے اور اس قسم کے انقلاب عظیم سے ڈرانا بڑا مقصد ہے قرآن کے مقصدون سے

س

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

ع

الْقَارِعَةُ مَا الْقَارِعَةُ وہ کہڑکہڑاتی کیا ہی کہڑکہڑاتی یعنے قیامت کہ لوگونکو ایک صدمہ پہنچاویگی اور بلند کو پست اور پست کو بلند کردیگی حقیقت اُسکی کیسی اور انقلاب اسمین
کس سبب سے ہوگا **وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْقَارِعَةُ** اور کیا جانتا ہے تو کہ کیا حقیقت ہے اُس کہڑکہڑاتی حادثیکی اور جو پہچاننا چیز کے اسباب پہچاننے پر موقوف ہے اور اسباب قیامت کے
قایم ہونیکی عقل کا اُکا اور اُسکی تجلی ہے تمام عالم پر کیا حقیقہ کسی بشر کو معلوم نہین ہے اسیواسطے اُسکے بیان کے مقام پر اُسکی بعضے اثرون پر اکتفا فرما کر ارشاد کرتے ہین **يَوْمَ يَكُونُ**
النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوثِ وہ حادثہ اس دن ہوگا جبکہ ہو جاوینگے لوگ جیسے پتنگی پہیرے ہوے کہ ہر ایک ہر طرف کو چلا چلا آتا ہے اور یہہ تشبیہ بیان

وجہون سے مرکب ہے اول ذلت دوسری حرکت کا ضعف تیسری حرکت کی بے انتظامی کہ کبھی تیز اور کبھی دھیمی ہوتی ہے چوتھی سمت نہونا حرکت کی طرف کا کبھی
آگے کبھی پیچھے کبھی داہنے کبھی بائین طرف ہوتی ہے اور یہان پر سمجھ لینا چاہئے کہ ثقل جسم مین دو قسم کا ہوتا ہے اول قسم کہ اعلی اور اولی ہے سو وہ ثقل ہے جو وقار
اور تمکین اور مضبوطی کے سبب سے ہوتا ہے اور یہہ بات ان جسمونکے ساتھہ خاص ہے کہ روح کامل کا تعلق اُنکے ساتھہ ہوا ہے اسیواسطے جن اور انس کا ثقلین نام
رکہا ہے اور جو حادثہ کہ روح مین تاثیر عظیم کرتا ہے اور اُسکو حیران کر دیتا ہے تو اس ثقل کو دور کر دیتا ہے اسیواسطے بڑے بڑے وقار اور تمکین والون سے
خوف اور اضطراب کے وقت بے اختیار ہین حرکتین سُبک اور ہلکی ہونے لگتی ہین اس واسطے کہ اُنکی روح حادثے کی دہشت کے سبب سے جسم کی محافظت
سے عاجز ہو جاتی ہے اور زنگار رنگ ارادے اور خواہشین اُسکی حرکتون کی بے انتظامی کا سبب ہو جاتی ہین اور اس آیت مین اسی ثقل کے انقلاب کا بیان ہے
اور دوسری قسم کو عوام الناس بہی جانتے ہین ثقل طبعی ہے کہ سخت جسمونمین انکے اجزا کی کثافت اور اجتماع کے سبب سے ہوتا ہے اور اس قسم کے ثقل مین
پہاڑ ضرب المثل ہین اور اس قسم کے انقلاب کو دوسری آیت مین بیان فرمایا ہے **وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوشِ** اور ہوجاوین
گے پہاڑ جیسے رنگی اون دُہنکی ہوئی کئی رنگ کی کہ دہنیا اسکو اپنی دہنکی سے دہنک کر پہایا پہایا کرکے اوڑاوے حاصل کلام کا یہہ ہے کہ تاثیر اس
حادثہ کی بڑے سے سخت جسمونمین کہ پہاڑ ہین اس حد کو پہنچیگی کہ اجزا انکے سب علیحدہ علیحدہ ہوکے اور اپنے مکانون سے حرکت کرکے ہوا مین پراگندہ اور منتشر ہوجاوینگے
اور انکو رنگین اون اسواسطے بیان فرمایا ہے کہ رنگین اون بہت کم زور اور ہلکی ہوتی ہے اُس اون سے جو رنگی نہین گئی اور رنگون کا اختلاف اس واسطے تشبیہ
مین مذکور ہوا ہے کہ پہاڑون کے رنگ طرح طرح کے ہین بعضے سفید جیسے مرمر اور بعضے سرخ پہر انکین بہی درجے ہین جیسے سنگ سرخ اور سنگ باشی اور بعضے سیاہ
وہ بہی اسی طرح سے ہین جیسے سنگ موسی اور سنگ خارا اور بعضے سبزی کی طرف مائل ہین پہر جب یہہ سارے پتھر بکہر کے ہوا سے اڑجاوینگے تو اونکے
رنگون کے اختلاف کے سبب سے ایک چیز بوقلمون یعنے رنگ برنگ ہوا مین نظر آنے لگے گی اور جب اس حادثے کی تاثیر اجمال کے طور پر بیان فرمائی تو اب
تفصیل اُس اجمال کی ارشاد ہوتی ہے **فَأَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ** پہر مقرر جو شخص کہ بہاری ہوئین تولین اسکی اور یہہ بوجہہ
پوشیدہ مثقالات کے سبب سے ہے کہ ان عملونمین چہپی ہوئی تہی اور دنیا مین ظاہر نتہی سو اُس روز ظاہر ہوگی اور حقیقت اُس بوجہہ کی اُن اعمالون کی فوقیت سے ہے
اللہ تعالی کے نزدیک اور اسی ثقل کے سبب سے اعمالونکا محفوظ رہنا اور تہہرنا اعمال نامونمین بندیکے صورت پکڑتا ہے اور یہہ بہی ہے کہ ہر نیک عمل دنیا مین انسان
کے نفس پر شاق اور ثقیل ہوتا ہے اور بندہ تحمل اُسکے ثقل اور مشقت کا علم الہی کے فرمان برداری کے واسطے کرتا ہے سو یہہ ثقل بہی اس روز ظاہر ہوجاویگا اور اسکے سبب سے
بندیکو ترقی حاصل ہوگی چنانچہ بیان فرمایا ہے **فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَاضِيَةٍ** پس وہ بندہ من مانتے عیش مین ہوگا **وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ**
اور مقرر جو شخص کہ ہلکی ہوئین تولین اُسکی اور یہہ ہلکی اس سبب سے ہے کہ وہ اعمال اللہ تعالی کے نزدیک کچھہ قدر نہین رکہتے تہے اور جو نفس کی خواہش کے موافق تہے تو نفس پر شاق
اور گران نہوتے تہے پہر قیامت کے دن یہہ ہلکی پنا انکا سبب ہوگی کہ وہ اعمال محفوظ نرہینگے بلکہ برہم درہم اور ضائع ہوجاوینگے اور اس شخص کے واسطے ذلت اور چاہ ظلمات مین گرنے کا
سبب ہونگے چنانچہ بیان فرماتے ہین **فَأُمُّهُ هَاوِيَةٌ** پس ماں اُسکی نیچے کا طبقہ دوزخ کا ہے اور ماں اس واسطے فرمایا کہ جیسے بے تکلفی اور طبعی کامونکی حاجت کے وقت
رجوع ماں کی طرف ہوتی ہے اور جو اس روز تکلف اور بناوٹ کہ دنیا مین بے ایمان لوگ کرتے تہے بالکل جاتا رہے گا تو بے اختیار اُس دوزخ کے طبقے کی طرف رجوع کرینگے گویا اسکی دلی
محبت اور خواہش اسکی طرف رکہتے تہے اور وہ طبقہ ماں کی طرح سے اپنی طرف اُنکو کہینچ لیگا اور جلا دیگا **وَمَا أَدْرَاكَ مَا هِيَهْ** اور کیا بوجہا تو کہ کیا ہے وہ دیکھیے
جو عذاب کہ اس طبقے مین ہے کچھہ آدمی کی سمجھہ مین آنہین سکتا اور ہائے ساکن کہ ماہیہ کے آخر مین ہے سو وقف کے واسطے ہے اور اُسکو عرب کی لغت مین سکتے کی ہے بولتے ہین والا اصل
کلام ماہی ہے بغیر ہے کے **نَارٌ حَامِيَةٌ** ایک آگ ہے نہایت گرم یعنے جس طبقے کا نام ہاویہ ہے اُسکی گرمی کے بیان مین سوا اس قدر کے ممکن نہین ہے کہ ایک آگ نہایت گرم ہے کہ مقابلے
مین اُسکے دنیا کی آگونکو گرم کہنا نہ چاہئے اور دوسرے طبقے دوزخ کے اُسکے روبرو گرم ہونا نہ چاہئے اعاذنا اللہ منہا ومن سائر وجوہ الغضب پناہ دے ہمکو اللہ تعالی اس دوزخ سے اور سارے سبب غضب کے

سورۃ التکاثر

تمہید

یہہ سورت مکی ہے اسمین آٹہہ آیتین اور اٹہائیس ۲۸ کلمے ہین اور ایک سو بیس ۱۲۰ حرف ہین اور اس سورت کے

اللہ تعالیٰ کے رضامندی مین یا نارضامندی مین تیسرا یہہ کہ اس نعمت کے شکر کے بدلے مین تم نے کیا کیا اور اسی پر سمجہا چاہئے کہ جو حق تعالیٰ نے بندے کو زیادہ قدر ضروری سے دیا ہے کہ معاش اور زندگی بندے کی اُسپر موقوف نہین ہے سب اسی قسم سے ہے کہ اُسسے سوال کیا جاویگا اور کوئی بندہ اُسسے خالی نہین لوگ کہ مفلس اور فقیر ہو اسیواسطے کہا ہے کہ ٹہنڈا پانی اور گرم روٹی اور ٹہنڈی چہاؤن اور نیند کی لذت اور تندرستی اور اسلام اور قرآن اور ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک اور تخفیف شریعت کی یہ سب نعمتین ہین کہ ہر اہل اسلام غنی سے فقیر تک اُنمین شریک ہین اور قدر اُنکی نہین جانتے اور بعضون نے کہا ہے کہ مراد اُن نعمتون سے جو پوچہی جاوینگی تین چیزین ہین صحت اور جوانی اور امن اور کوئی شخص اپنی عمر مین ان تین چیزون سے خالی نہین رہتا ہے گو ہمیشہ اُسسے فائدہ مند نہو اور حدیث شریف مین آیا ہے کہ ایک فقیر پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ کون سی نعمت مجہکو دنیا مین ملی ہے کہ اُسسے سوال کیا جاؤنگا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جوتیان اور ٹہنڈا پانی اور سایہ اور یہہ بہی حدیث مین آیا ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور امیر المومنین ابوبکر صدیق اور امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب اور دوسرے یار رضی اللہ تعالیٰ عنہم ابوالہیثم کے گہر مہمان گئے تہے گرم روٹیان کہجورون کے ساتہہ کہائین اور ٹہنڈا پانی پیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہہ وہ نعمت ہے کہ جس سے سوال کئے جاؤگے واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

تمہید

سورۃ العصر

یہہ سورت مکی ہے اور اسمین تین آیتین اور چودہ کلمے ہین اور اڑسٹہہ حرف ہین اور اس سورت کے نازل ہونے کا سبب یہہ ہے کہ کلدہ بن اسید کہ اسکو ابوالاسدین بہی کہتے تہے وہ ایک کافر تہا کہ امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضہ سے ایام جاہلیت مین ہمصحبت تہا سو آپ کے اسلام لانے کے بعد ایک روز آپسے ملا اور بولا کہ اے ابوبکر ہمیشہ عقلمندی اور ہوشیاری سے تجارتون اور سوداگریون مین نفع اٹہاتے تہے اب تمکو کیا ہو گیا کہ ایک بارگی ایسے ٹوٹے مین پڑ گئے کہ باپ دادے کے دین کو چہوڑ دیا اور لات اور عزیٰ کی عبادت سے محروم رہے اور اونکی شفاعت سے ناامید ہوئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اُس نادان کے جواب مین فرمایا کہ جو شخص حق کو قبول کرتا ہے اور نیک کام اختیار کرتا ہے وہ ٹوٹے مین نہین پڑتا حق تعالیٰ نے اس گفتگو کے بیان مین اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بات کی خوبی مین یہہ سورت نازل فرمائی اور اس سورہ کا نام سورۂ عصر اسواسطے رکہا ہے کہ اسکے شروع مین عصر کی قسم کہائی ہے اور عصر کے دو معنے ہین ایک تو زمانہ کہ انسان کی عمر بہی اُسمین سے ہے اور عمر انسان کی ایک چیز ہے نہایت نفیس اور ایک پونجی ہے بہت عزیز کہ دینی اور دنیوی کمالات اسکے سبب سے حاصل ہوتے ہین اور آسکے راس المال اور پونجی کی مانند ہے لیکن اسمین عیب ہے تو اتنا ہے کہ خود بخود کم ہوتی چلی جاتی ہے سو اگر اعتقادات حقہ اور اعمال صالحہ اور احوال نیک کے حاصل کرنے مین صرف ہوئے تو ایک عمر ابدی اور لذت سرمدی حاصل کی اور اگر اُسکے عکس مین گنوائی تو ظاہر بات ہے کہ نقصان اور خسارت اور ذلت اُسکے آگے رکہی ہے پس انسان کو کہ اس عالم مین بہیجا ہے اور پونجی اور راس المال کی اُسکو عمر دی ہے سو وہ برف بیچنے والے کی مانند ہے کہ اُسکی تجارت کی پونجی خود بخود گہلتی چلی جاتی ہے اگر اُسکے بدلے کوئی عزیز چیز حاصل کر لی تو بہتر ہوا نہین تو خسارہ سر دست موجود ہے اور جو اس تجارت اور سوداگری مین ایک عجیب اور غریب بات ہے تو اُسکی قسم کہائی ہے دوسرے پچہلا دن کہ نماز عصر کا وقت ہے اور وہی نفع اور نقصان کے ظاہر ہونے کا وقت ہے اسواسطے کہ ہر شخص روزی کی فکر مین صبح سے اپنے دہندے مین مشغول ہوتا ہے اور سیکڑون حیلے اور ہزارون مکر اور فریب روزی کے پیدا کرنے کے واسطے کرتا ہے پہر جب دن آخر ہوا تو وہ سب تدبیرین اور حیلے تمام ہوئے اور انتہا کو پہنچے پہر اُس وقت ہر شخص اپنے کام سے فراغت کرتا ہے اور ہر سوداگر اپنی دکان اٹہا کر گہر جانے کا ارادہ کرتا ہے سو اس عرصے مین اگرچہ کما لیا تو واہ واہ نہین تو نقصان اور کہاٹے مین پڑا اور چونکہ وہ وقت نفع کا ظاہر ہونے کا تہا تو اسوقت کی قسم یاد فرمائی بلکہ اگر آدمی فکر کرے تو دینی اور دنیوی سود و زیان کے ظاہر ہونے کا وقت بہی یہی ہے اسواسطے کہ اعمال دن کے تمام ہو چلے اور جو چیزین کمائی کی تہین کما چلے اب روزنامچے کے دیکہنے کا وقت ہے کہ کیا کیا اور کیا پایا ہے وقت بزرگ رکہتا ہے دنیا کے طالبون کی بہی اور آخرت کے طالبون کی بہی اور لائق ہے اس بات کے کہ اسکی قسم کہائی اور حدیث صحیح مین آیا ہے کہ جسکے عصر کی نماز قضا ہو گئی تو ایسا ہوا کہ گویا اُسکا گہر بار برباد ہو گیا اور بعضون نے کہا ہے کہ مراد عصر سے ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا عصر ہے کہ اُنکے پیغمبر ہونے کے سببے بازار سود اور زیان کا گرم ہو گیا جسنے کہ اطاعت اور تابعداری اُنکی کی تو سود حاصل کیا کہ ابد الآباد تک باقی ہے اور جسنے کہ نافرمانی اُنکی کی تو ایسے ٹوٹے مین پڑا کہ اسکی حد اور نہایت نہین

وہ وقت انوار الٰہی کی کثرت سے اور علوم نامتناہی کے فیضان سے اور نزدیک ہونے زمانیکے آخر بخش دیے بین گنہگاروں کے ایسی عظمت اور بزرگی رکھتا ہے کہ آدمی کی پیدایش کے وقت سے ایک کسی زمانے مین عشر عشیر اسکا ظاہر نہین ہوا اور نہوگا اور کیا خوب کہا ہے کسی شاعر نے ۵ خوشا وقتی کہ مردم آدم بے سایہ را دیدند ۱ غریب است این زمان گر سایہ آدم شود پیدا یعنے کیا اچھا زمانہ تھا کہ لوگون نے آدمی بے سایہ کو دیکھا اور مراد آدمی بے سایہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک ہی نادر ہے یہہ زمانہ جو سایہ آدمی کا ظاہر ہو

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَالۡعَصۡرِ قسم ہے زمانہ کی کہ انسان کی عمر بھی اُسی مین داخل ہے جو اُسکی پونجی کی مانند ہے اعتقادات حقہ اور اعمال صالحہ اور نیک حالات کے حاصل کرنے مین یا قسم ہے نماز عصر کے وقت کی کہ سودا اور زیان کے ظہور کا وقت ہے رات دن کے عملون مین یا قسم ہے ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی عصر کی کہ زمانہ نور نبوت کے ظہور کا اور وقت ولایتون کی شاخین پہونچنے کا ہے اور اسوقت مین جو کوئی اس نور سے منور ہوا تو ہمیشہ کا نفع اور فائدہ حاصل کیا اور جو کوئی اس نور سے محروم رہا تو بالکل نقصان اور سودا کا ٹوٹا اُسکو نصیب ہوا اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَفِیۡ خُسۡرٍ ہر آدمی ایک طرح کے ٹوٹے مین ہے اسواسطے کہ راس المال اُسکا کہ عمر ہے دم بدم کم ہوتی جاتی ہے اور سبب قرب الٰہی کی تحصیل کا اور رضامندی اور ثواب اُسکا ہاتھ سے ظاہر ہوتا ہے اور اگر وہی عمر گناہون کے اور شہوتون فانی کے شغل مین گذاری جو حق تعالی کی درگاہ سے دور کرنیوالین اور اسکے غضب اور عذاب کو اپنی طرف کھینچنے والی ہین تو ٹوٹے پر ٹوٹا کمایا اِلَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مگر جو لوگ کہ ایمان لائے یعنے اپنی عمر سے فائدہ کمایا اسواسطے کہ ایمان بھی ایکطرح کی معرفت ہے اور وہ سعادت ابدی کا فائدہ دینے والا اور قرب الٰہی اور ملائکہ سے ملنے کا سبب ہے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور کام کئے اچھے اسواسطے کہ نیک اعمال کے سبب سے اخلاق پسندیدہ اُنکو حاصل ہوئے اور احوال سینہ اور مقامات عالیہ دنیا مین اور درجہ بلند آخرت مین اُنکو نصیب ہوئے اس فائدے پر فائدہ اُنکو حاصل ہوا اور یہہ سب مرتبے کمال کے ہین اور اگر ان سب باتون کے ساتھہ تکمیل اور ارشاد اور تعلیم کا بھی مرتبہ حاصل کیا تو دونا سود کمایا چنانچہ اس آیت مین تکمیل کے مرتبے کی طرف اشارت فرماتے ہین وَتَوَاصَوۡا بِالۡحَقِّ اور وصیت کرتے ہین آپسمین ایک دوسرے کو درست اعتقادون کی اور پہلے کامون کی اور نیک خلقون کی وَتَوَاصَوۡا بِالصَّبۡرِ اور وصیت کرتے ہین آپسمین ایک دوسرے کو صبر کی یعنے نفس کو روکنے کی خواہشون سے اور گھیر رکھنا طاعتون کی مشقتون پر اور رد کرنا قضا اور تسلیم پر سختی اور تکلیف کے غلبے کے وقت مین اور یہ تینون قسمین صبر کی تمام طاعتون کو لپیٹے ہوئے ہین اور سب گناہون اور شہوتون سے روکنے والی ہین اور ان دونون لفظون کے لانے مین یعنے حق اور صبر کے اشارہ اسبات کی طرف ہے کہ مرتبہ ارشاد اور تکمیل کا روحانی طبابت کے مانند ہے اور طبابت مین دو چیزین ضرور ہین اول دوا کی تجویز دوسرے پرہیز کرانا پس تواصوا بالحق دوا کی طرف اشارہ ہے اور تواصوا بالصبر پرہیز کی طرف اور ان دونون امر عظیم کے صحت روحانی کا حاصل ہونا محال ہے اور جب یہہ دونون باتین سرانجام کو پہنچین تو طبابت روحانی کا کام درست ہو گیا اور ارشاد اور تکمیل کا کام تمام ہو گیا اور جو فائدہ اور نفعت کہ اسکام کے کرنے مین حاصل ہوتا ہے اندازے حساب کے اور احاطے سے قیاس کے باہر ہے اسواسطے کہ جو شخص صاحب ارشاد یعنے مرشد کی وصیت کے موافق عمل کرتا ہے تو ثواب اُسکے عمل کا اس بتلانے والے کے نامۂ اعمال مین بھی لکھا جاتا ہے اور یہہ سلسلہ قیامت کے دن تک تمام نہوگا اسیواسطے صحابہ کرام کا ثواب کہ اُنکی ارشاد اور تکمیل کے سبب سے تمام امت صلاحیت کی راہ چلتے ہین اور اسی طرح ہر ایک مجتہد کہ اُنکے مذہبون پر لوگ قیامت کے دن تک چلے جاوینگے اور اسیطرح طریقت کے خانوادے والے کہ اُنکی وصیتون سے طالب اور مرید دنیا مین اسیطرح ثواب کمال کے حاصل کرتے ہین اور قریب کے مرتبون کو پہنچتے ہین کوئی ثواب اُسکے برابر نہین ہوسکتا اور یہہ مرتبہ کمال منفعت کا کہ تھوڑی سی عمر مین ثواب قرنون اور زمانون کا حاصل ہوا اور چونکہ وصیت کا لفظ عرف مین خاص اس چیز کے واسطے ہے کہ مرنیکے بعد اسکے واسطے فرماتے ہین لیکن قرآن کے عرف مین تاکیدی امر کو بھی وصیت فرمایا قال اللہ تعالی وَوَصَّیۡنَا الۡاِنۡسَانَ بِوَالِدَیۡہِ اِحۡسَانًا اور وصیت کی ہم نے آدمی کو اپنے ماباپ سے نیکی کرنے کی اور اس لفظ کے لانے مین اسمقام پر ایک نکتہ ہے نہایت باریک اور وہ یہہ ہے کہ ارشاد اور تکمیل کے مرتبے کا حاصل ہونا بعد فنا ہونے نفس کے اور دوسرے لطیفون کے ہے اور فانی میت کا حکم رکھتا ہے تو جو کچھ کہ وہ فرماوے گویا کہ وصیت ہے کہ بعد مرنیکے فرماتا

سورۃ الھمزۃ

تمہید

یہہ سورت مکی ہے اور اسمین نو آیتین اور تینتیس کلمے اور ایک سو تینتیس حرف ہین اور اُسکے نازل ہونیکا سبب یہ ہے کہ تین شخص کافر تھے ایک اُنمین سے اخنس بن شریق اور دوسرا عاص بن وائل سہمی اور تیسرا ولید بن مغیرہ مخزومی اور

تیسرا اخنس بن شریق ثقفی ہر مجلس میں بدگوئی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی اور مسلمانوں کی کرتے تھے اور اُن پر طعن اور تشنیع کرتے تھے اور بعضا ئمہ نین سے جیسے اخنس بن شریق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو بھی تکرار اور بحث بیفایدہ کیا کرتا تھا سو اُنکے حق میں یہہ سورت نازل ہوئی اور اس سورت کا نام سورۂ ہمزہ اس واسطے رکھا ہی کہ دلالت کرتی ہی اس بات پر کہ جو کوئی کسی کی آبرو لیتا ہی اور لوگوں کا عیب ڈہونڈہتا ہے تو وہ شخص خرابی اور عذاب کے سزاوار ہوتا ہی پہر جو شخص کہ خدا تعالی کی ہتک حرمت کرے اور اُسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اور قرآن مجید کی تکذیب اور ہنسی ٹہٹھا سو عناد کر تو اسکا کیا حال ہوگا

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

وَيۡلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ خرابی ہی ہر طعنہ دینے والے عیب چننے والے کے آن دونو لفظوں کو کئی وجہ سے تفسیر کیا ہی اول تو یہہ کہ ان دونوں لفظوں کے ایک معنی ہیں پس تکرار فقط تاکید کے واسطے ہی اور اس بات کی طرف اشارہ ہی کہ وہ شخص اُس برے فعل کا معتاد ہے اور بار بار اُس سے واقع ہوتا ہے چنانچہ صیغہ فعلہ کا اسی بات پر دلالت کرتا ہی دوسرے یہہ کہ ہمزہ اس شخص کو کہتے ہیں کہ رو برو برا کہے اور لمزہ اُسکو کہتے ہیں کہ پیٹہہ پیچہے برا کہے تیسرا یہہ کہ ہمزہ وہ ہی کہ ہاتہہ اور سر اور آنکہہ اور بہوں سے اشارہ لوگوں کی حقارت کا کرے اور لمزہ وہ شخص ہے کہ زبان سے ان باتوں کو کہے غرض ہر طور سے یہے دونوں لفظ معنوں میں ایک دوسرے کے قریب ہیں اور مدعا تکرار سے تاکید ہی کہ لوگوں کی ذلت اور بے آبروئی نکرے اور اس کام سے بچے اور اکثر یہہ عمل بد طعن کے طور پر نسب میں یا شکل میں یا افعال میں ظہور کرتا ہی پہر جو اس قسم کے لوگ خلق اللہ کے عیب بیان کرتے ہیں سب کے سامنے اور انکی ایذا دہی میں مبالغہ کرتے ہیں تو حق تعالے نے بہی عذاب دائمی کے طور پر انکی واسطے وعدہ فرمایا ہی جیسا کہ لفظ ویل کا اُسکی خبر دیتا ہے اس واسطے کہ زبان عرب میں ویل عبارت ہے بلا اور شداید سے جو دائمی ہو اور سمجہہ لیا چاہیے کہ اصل اس خلق بد کی طلب کرنا فخر کا ہے لوگوں پر اور منشا اسکا اکثر اوقات میں مال کی کثرت ہی اس واسطے کہ بہت سے لوگوں کو مال بغیر لیاقت کے ہاتہہ آجاتا ہی تو چاہتے ہیں کہ اس مال کی سبب سے اور روں سے اونچے اور بڑے بن کے بیٹہیں اور وجہ بڑائی اور بزرگی کی کچہہ مال ہی پر منحصر نہیں ہے بلکہ عمدہ نسب اور خوبصورتی اور عمل نیک اور اخلاق پسندیدہ بہی اسی قسم میں سے ہیں تو اس واسطے دنیا دار لوگ اپنا فخر اور بڑائی ثابت کرنیکو اور سب کے عیبوں پر طعن شروع کرتے ہیں تا کہ اپنی بڑائی اور بزرگی ثابت کریں اسیواسطے ہمزہ اور لمزہ کو اس صفت کے ساتہہ موصوف فرمایا ہے الَّذِيۡ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ جسنے جمع کیا ہی بہت سا مال اور گن گن کے رکہا ہی اسکو اور گن گن رکہنے کے بیان میں اشارہ ہی اس بات کیطرف کہ جمع کرنا مال کا خرچ کرنے اور بخشش کرنیکے واسطے نہیں ہے بلکہ بخل کرتا ہی اور بار بار اُسکو گنتا ہی کہ کچہہ اُسمیں سے کم نہو جاے تو حرص اور بخل کی صفتیں دونوں اُسمیں جمع ہوئی ہیں اور اس قسم کے لوگوں سے اگر بخل کی وجہ پوچہی جاتی ہی تو کہتے ہیں کہ تم مال کو زمانے کے نشیب و فراز کیواسطے رکہا ہی اسیواسطے انکے حق میں یہہ عبارت ارشاد فرمائی يَحۡسَبُ اَنَّ مَالَهٗۤ اَخۡلَدَهٗ کیا گمان کرتا ہی کہ مال اُسکا ہمیشہ رکہے گا اُسکو دنیا میں یعنی موت کے اسباب کو بہی دور کریگا كَلَّا کیوں نہیں ہی جیسا وہ سمجہتا ہے اسواسطے کہ عالم کی پیدایش کی ابتدا سے مالدار ہوتے آئے ہیں لیکن موت کا اسباب کوئی اپنے اوپر سے دفع نہیں کر سکا بلکہ مال کی کثرت ہونا بخل کے ساتہہ قیامت کے دن عذاب کی شدت کا سبب ہے چنانچہ فرمایا ہے لَيُنۡۢبَذَنَّ البتہ پہینکا جاویگا یہہ شخص کہ بد خلقی اور شوخ زبانی اور حرص اور بخل کو اپنے میں جمع کر رکہا ہی فِي الۡحُطَمَةِ توڑنے والی آگ میں کہ عادت اسکی پروندنا اور توڑنا ہی اور یہہ آگ توڑنے والی جزا اور فاق ہی یعنی اس شخص کی پوری سزا ہی اسواسطے پہلی تسلط اور غلبہ آگ کا صورت پر ہی کہ جلنے کے بعد نہایت خراب ہو جاتی ہے بعد اُسکے نوبت گوشت اور پوست کو پہنچتی ہے بعد اسکے ہڈیاں ٹوٹنے کی تو نہ ذات اسکی قایم رہیگی اور نہ حسن اور جمال پہر جو مال کہ نتیجہ اسکا یہہ ہو اسکا سدا رہنے کا اسباب سمجہنا کمال نادانی ہی اور جو اس قدر تاثیر آگ کی حطمہ کے لفظ میں مذکور ہوئی مشتر کہ ہے آتش کو کبی اور آتش عنصری کے اور حقیقت میں ابہی بہت دور تک اندر ہوتی ہی تو تاثیر میں عمدہ دوسرے گنی آگ کی ان سب سے زیادہ اور شدید ہی تو اس آگ کا احوال ظاہر نہیں کو اور تہوڑا سا اسکو معنا کے بیان کرنے کو سوال و جواب کے طور پر ایک عبارت فرمائی ہی وَمَاۤ اَدۡرٰٮكَ مَا الۡحُطَمَةُ اور تو کیا جانتا ہی باوجود اس کے کہ تیرا علم کے انتہا کو پہنچ چکا ہی کہ کیا ہے وہ توڑنے والی یعنی وہ آگ عقلوں کی وہم کی سمجہہ میں بہی نہیں آ سکتی ہے اسواسطے کہ اسکی ترددیکہ حرارت تین قسم کی زیادہ نہیں ہوتی ایک تو غضب کی جلنے آگ کی گرمی یا کوئی جیسی آفتاب کی گرمی یا مزاج کا جیسے تپ کی یا حرکت کی گرمی

س ع

ہے بات یہ کہ الفیل سی نہیں ہی بلکہ کسی کے قیاس میں آجاوے نَارُ اللّٰہِ یہہ خدا کی آگ ہے جو ہتی ہے اسکے غضب اور قہر کی ہی الْمُوْقَدَةُ کہ سلگائی گئی
ہے بندونکے گناہ اور بے ادبیون سے الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْئِدَةِ وہ آگ ہے کہ جہانک لیتی ہے دلون کو اور حقیقت اس کلام کی یہہ ہے کہ جو آگ کہ عالم
ہی اول اسکی تاثیر بدن پر ہوتی ہی بعد اسکی ان چیزون کو جو بدن کے اندر ہین درجہ بدرجہ جلاتی ہی یہان تک کہ اخلاط اور ارواح اور اعضاء اصلیہ تک
پہنچتے ہی اور یہہ آگ قہر الٰہی کی آگ ہی کہ اول نفس ناطقہ کو صدمہ پہنچاتی ہی اور وہان سی دل کو کہ درد کے حق مین سب اعضا سے نازک ہے اور تہوڑی درد مین
پریشان ہوجاتا ہی دکہہ دیتی ہی پھر جو غلبہ اس آگ کا پہلے دل پر ہوگا تو رنج اور دکہہ دینی مین بہی بیدردی کو ہوگی اور اس عالم مین جو آگ کہ اس آگ سے مشابہ ہے
سو وہ تپ کی آگ ہی ہر چند کہ گرمی اسکی یعنی تپ کے پہلے خلطون کو اور روحان کو اور اصلی اعضا کو پہنچتی ہی لیکن دکہہ جو پہلے پہنچاتی ہی سو دل ہی کو پہنچاتی ہی اور دل سے
تمام اعضا کو اسیواسطے حدیث شریف مین آیا ہی کہ اَلْحُمّٰی مِنْ فَیْحِ جَهَنَّمَ یعنے تپ دوزخ کی بہاپ ہی اور یہہ بہی وارد ہوا ہے کہ اَلْحُمّٰی حَظُّ الْمُؤْمِنِ مِنَ النَّارِ
یعنی تپ حصہ ہی مسلمان کا دوزخ کی آگ سی لیکن یہہ ہے کہ آگ اس موعود آگ سے دو راہ سی کم ہی اول تو یہہ کہ نفس ناطقہ مین کہ مجرد الوتن سے ہی چندان اثر نہین کرتی
دوسرے یہہ کہ بخارات اس تپ کی آگ کے اور جوش اس گرمی کا بدن کی مسامون کی راہ سی باہر نکل جاتا ہی اور پسینہ نکل آتا ہی سو وہ تخفیف کا سبب پڑتا ہی بخلاف آتش موعود
کے کہ حال اسکا یہہ ہے اِنَّهَا عَلَیْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ مقرر یہہ آگ انپر بند کی گئی ہی یعنی انکے اعضاؤن کی اندر بند کی گئی ہی کہ گرم سانس اندر سی باہر نہ آوے اور باہر کی
ٹہنڈی سانس اندر نہ جاوے اسلیے کہ اسمین بہی البتہ تہوڑی تسکین ہوتی ہی اور جو بعضے وقت ہاتہہ پاؤن مارتے ہے اور بدن کو ٹہنے مین دیوار اور زمین سے کچہہ
مسام کہلتے ہین اور ایک گونہ تخفیف ہوتی ہے سو اسکو بہی انسے سلب کرلیا ہی اور فرمایا ہی کہ فِیْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ یعنی وے لٹکے ہونگے لمبے ستونون مین انکو
رسیون سے باندھہ کر جکڑ دئے جاوینگے تاکہ ہاتہہ پاؤن نہ ہلا دین اور گرمی انکے اندر کی کسی طور سی کم نہو اور بعضے تفسیر والون نے یون نقل کیا ہی کہ دوزخ کی آگ کو سرپوش
کرکے اوپر سے ان سرپوشون کے آگ کے ستون لمبے لمبے ڈال دینگے کہ کسی طور سی ہوا کا جانا اسکی اندر ممکن نہو واللہ اعلم

سورۃ الفیل

یہہ سورت مکی ہی اسمین پانچ آیتین اور تیئس کلمے اور ستانوے حرف ہین اور اس سورے کا نام سورۂ فیل اسواسطے رکہا ہی کہ اسمین اصحاب فیل کا قصہ مذکور
ہے اور یہہ قصہ اللہ تعالی کی قدرت کاملہ کی علامتون سی ایک علامت ہی کہ دلالت کرتا ہی اسبات پر کہ چھوٹے سی چھوٹے قہر الٰہی کی اسباب کو بڑی سی بڑا جانور جو ہاتہی ہے
تحمل نہ کرسکا تو اسکے قہر کی بڑی بڑی بلاؤن کو کون تحمل کرسکیگا اور اسبات پر بہی دلالت کرتا ہی کہ اسکی گہر کی بیحرمتی کرنا اس درجے کو قہر کا سبب ہوا تو اسکے دین کے
اسکے پیغمبر کی ہتک حرمت کیا کچہہ کریگی اور یہہ قصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارک کے قریب ہوا تہا پس گویا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی ارہاص
یعنے علامات سی اس نعمت کو اس صورت مین یاد دلایا ہی تاکہ آگے عبرت پکڑین اور ہتک حرمت مین رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جنکی برکت سی عالم غیب سے تائید الٰہی کی
مدد کے واسطے پہنچی پیشتر قدمی نکرین اور اس قصے کی واقع ہونی کا سبب یہہ تہا کہ ابرہہ نام ایک حبشی نجاشی کی طرف سے جو تمام حبشے کے ملک کا بادشاہ تہا یمن کا صوبہ ہوکر آیا
اور یمن کے لوگون کو دیکہا کہ حج کے موسم مین ہر اطراف اور جوانب سے نذر اور نیازین لیکر مکہ معظمہ کو جاتے ہین پوچہا کہ یہہ لوگ کیا ارادہ رکہتے ہین اور کہان کو جاتے ہین لوگون
نے سارا احوال بیان کیا تو نخوت اور سرکشی نے کفر کی اس مردود کے دل مین جوش مارا اور حکم کیا کہ اس گہر کے مقابل مین اپنے شہر مین بہی ایک گہر تیار کرو پہر صنعا
مین کہ یمن کے ملک کا پایۂ تخت ہی بہت اچہی خوشرنگ پتہرون کا ایک کلیسا بنایا اور اسکا قلیس نام رکہا اور اسکے در و دیوار کو زر اور جواہر سے مرصع اور مزین کیا اور بتون کو
اچہے اچہے لباس پہنا کر خوب زر و زیور سے آراستہ کرکے اس گہر مین بٹہلایا اور عطر اور گلاب اسکے در و دیوار پر چہڑکایا اور انگیٹہیان عود اور عنبر
کی روشن کروائین اور گرد اگرد اسکے مکانات بہت عمدہ مسافرون کے واسطے تیار کئے اور اپنے تمام ملکون مین حکم کردیا کہ سب
لوگ اس گہر کے طواف کے واسطے حاضر ہوا کرین یہہ بات قریشون پر اور سب مکے معظمہ کے رہنے والون پر شاق گذری اسی عرصے مین ایک
بنی کنانہ کی قوم کا اسمین جاکر بادشاہ سے ملکر اس گہر کی فراشی اور جاروب کشی کی تہا [illegible]

نجاست اس گہر مین جابجا پاخانہ پہر کر بہاگ گیا صبح کو جو لوگ اس ناپاک گہر کے طواف کو آئے اور یہہ معاملہ دیکہا تو آنکہ پہیرے اور یہہ خبر بادشاہ
کو پہنچائی اوسی حکم کیا کہ اسکو تحقیق کرو کہ یہہ کام کس نے کیا ہے آخر ثابت ہوا کہ یہہ کام اس مکے کے رہنے والے نے کیا ہے اس بات سے وہ مردود نہایت غصے ہوا
اور چاہا کہ اسکی عوض مین مکہ معظمہ کی ہتک حرمت کرے وہ اسی خیال مین تہا کہ ایک اور نیا شگوفہ کہلا کہ ایک قافلہ حرم کے رہنے والون کا اُس گہر کے
متصل شب باش ہوا صبح کو چلنے کی وقت آگ جلائی تہی کہ کوئی چیز گری پڑی ہو تو نظر آجاوے اتفاقاً اس وقت ہوا تیز چلنی شروع ہوئی اور آگ اُڑکر اس گہر کے اسباب
اور سامان مین جالگی اور تمام فرش فروش اور زیور اور جواہر اس گہر کا سب جل گیا اور در و دیوار اور نقش و نگار دہوئین سے خاک سیاہ ہوگئی قافلے والون نے
جو یہہ معاملہ دیکہا ڈر کر بہاگے بادشاہ نے پہر حکم کیا کہ اس بات کو تحقیق کرو کہ یہہ حرکت کس سے ہوئی ہے جب اس بات کی خوب چہان بین ہوئی تو آخر کو معلوم ہوا کہ یہہ حرکت
بہی مکے والون سے ہوئی ہے یہہ بات سنکر بادشاہ بکمال غصے مین آیا اور بہت سی فوج اور بارہ ہاتہی کہ انمین ایک کا نام محمود تہا نہایت قد و قامت مین بڑا اور قوی
تہا اور سب ہاتہیون سے آگے آگے چلا کرتا تہا ساتہہ لے کر خانۂ کعبے کے توڑنے کو چلا پہر راہ مین جو شہر اور جو قوم کہ ملتی تہی تو اُس شہر اور قوم کے لوگ عاجزی
اور زاری کرتے تہے کہ اس گہر کو نہ چہیڑ اور جو تجہکو چاہئے بدلے مین ہم سے لے لے اس مردود نے ہرگز قبول نکیا یہانتک کہ مکہ معظمہ کے متصل پہنچا اور مکے والے یہہ خبر سنکر
اپنے بال بچے اسباب لیکر پہاڑون پر چلے گئے مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دادا عبد المطلب تہا کہ مکہ معظمہ مین رہ گئے تہے جب یہہ حال دیکہا تو وہ بہی حیران اور
پریشان ہوکر مدد غیبی کے منتظر تہے کہ یکایک سبز چڑیان جدہ کی طرف سے کہ دریائے شور کا بندر ہے اور مکہ معظمہ سے مغرب کے جانب کو واقع ہے غول کے غول جمع ہوکر ابر کے ٹکڑے کی طرف
متوجہ ہوئین اور ہر ہر چڑیا کی پاس اُن چڑیون مین سے تین تین کنکریان تہین مسور سے بڑی اور چنے سے چہوٹی ایک تو چونچ مین اور دو دو پنجون مین پہر جب اُس
لشکر کے پہنچین تو اُن کنکریون کو ڈالنا شروع کیا اور خاصیت اُن کنکریون کی یہہ تہی کہ جسکے سر پر لگتی تہی تو اُسکے پاخانے کی راہ سے نکل جاتی تہی اور اندر سے
سب جلا دیتی تہی اور یہہ حادثہ وادی محسّر مین ہوا تہا جو مکہ معظمہ سے چہہ کوس پر عرفات کے راستے مین ہے اور اس حالت مین وہ لشکر اسی جنگل مین تہا اور بڑا
ہاتہی کہ اسکا نام محمود تہا اس جنگل مین گہٹنے ٹیک دی تہی اور ٹہہرا ہوا تہا اور ہرگز قدم آگے نہ رکہتا تہا اور دوسرے ہاتہی بہی ٹہٹک رہے تہے اور جب ہاتہیون کو یمن کی
طرف لے چلتے تہے تو جلد جلد چلتے تہے اور جب کعبہ شریف کی طرف کو ہانکتے تہے تو گہٹنے ٹیک کر بیٹہہ جاتے تہے اور قدم آگے نہ رکہتے تہے بادشاہ نے فیلبانون کو دہمکی دی اور
غصہ کیا کہ یہہ سب تمہاری شرارت ہے تم چاہتے ہو کہ یہہ اس گہر کا معتقد ہو جاوے سو مین ایسی باتون پر اعتقاد نہین کرتا یہہ تو اسی گفتگو مین تہا کہ چڑیون کے غول آن پہنچے اور تمام لشکر کو
ہاتہیون سمیت غضب الٰہی کا پامال کر ڈالا اور مال اور متاع کہ انکی پاس تہا سب اُسی جنگل مین پڑا رہ گیا مکے کے لوگون نے جو پہاڑون پر بہاگ گئے تہے تباہی اور خرابی انکی دیکہی
تو ایکبارگی اُتر کر لوٹنا شروع کر دیا اور خوب لوٹ دیا اور اسباب جمع کر لیا اور قریشون مین جو دولت تہی تو وہی دولت تہی اور وہ کنکریان نبوت کے وقت
تک بلکہ بعد اسکے بہی لوگون کے گہرون مین تہین عبرت کے واسطے لوگون نے رکہہ چہوڑی تہین اور صحابہ مین بہت لوگون نے وہ کنکریان دیکہین
تہین اور ولادت باسعادت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اس قصے کے پچپن روز کے بعد ہوئی سو اس سورت مین اُس قصے کا بیان کرتے ہین قریشون کو نصیحت دینے کو

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحَابِ الْفِيلِ کیا نہین دیکہا تونے کیسا کیا تیرے رب نے ہاتہی والون سے یعنے اس لشکر سے جو کعبہ اللہ ڈہانے کو آگے آگے ہاتہی لایا تہا
اور دیکہنے کی لفظ مین اسباب کیطرف اشارہ ہے کہ جو بات تواتر سے ثابت ہوتی ہے تو وہ دیکہنے کا حکم رکہتی ہے اسواسطے کہ اسمین ہرگز شک نہین ہوتی اور رب کی لفظ مین اشارہ
ہے کہ یہہ واقعہ عظیمہ تیری نبوت کا پایہ ہوا اور اس کرشمے کے ظاہر کرنے سے تیری پیغمبری کا اثبات منظور ہے گویا کہ ربوبیت الٰہی جو تیری خاطر مصروف ہے اُس نے غیبی سامان اُسی عہد اور
یہی سبب ہے کہ جب تجہسے پہلے لشکر ... کی فتح کا ارادہ کیا تو کوئی انکو لوازم غیب پیش نہ آیا أَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِي تَضْلِيلٍ کیا نہین کر دیا انکا داؤ غلط اور بیکار یعنے اللہ تعالی نے
جو دوسرا گہر بنایا تہا اور عبث چاہا تہا کہ سب آکر اس گہر کا طواف کیا کرین پہر یہہ ... کی تدبیر تہی بیت اللہ حرمت کہونے کی سو وہ برباد ہوگئی بلکہ ذلت پر ذلت ہوکر چلی گئی ہر چند کہ عقلون کو بحث ... ضائع ہو بیت
عبرت و نصیحت حاصل ہوئی ... وَأَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا أَبَابِيلَ اور بہیجے ان پر جانور غول کے غول ابابیل کا لفظ ...

جوق جوق انکے معنی ہین ہی اور اسکا واحد مستعمل نہین ہی لیکن قیاس سے معلوم ہوتا ہی کہ اسکا واحد ابیل یا ابول یا ابالہ ہی اور عرف مین ابابیل ان جانورون مشہور
کو کہتے ہین اور غیبی جانور جو سنگریزے لیکر آئی تہی اسی صورت کے تہی اور جو اصحاب فیل بڑے بڑے جانورون کو کہ ہاتہی ہی خانہ کعبہ کے گرانے کو لائے تہے تو انکے مقابلے مین ایک
ادنی ضعیف جانور کو جو چہوٹے سے چہوٹا اسباب کہ کنکریان ہین دیکر انپر بہیجا تاکہ لوگ معلوم کرلین کہ تائید الہی کے سبب سے ضعیف مخلوق بڑی قوی مخلوق کو
زیر کرتی ہی اور بغیر اسکی مدد کے بڑی زبردست مخلوق سے کچہہ نہین ہوسکتا **ترمیهم بحجارة من سجيل** مارتے تہے وہ جانور ان لشکر والون کو پتہرونسے
جو کہنگر کی قسم کے تہے اور سجیل معرب ہے سنگ گل کا یعنے وہ مٹی کہ پک کر پتہر کی طرح پر ہوجاوی جسکو ہندی زبان مین کہنگر کہتے ہین اور غول کے
غول لاتے ہین ان چڑیون کے ایک حکمت تہی یعنی جب پتہر مارنا شروع ہوگا تو لوگ ہر طرف کو بہاگین گے تو جانور بہی غول کے غول جاوینگے کہ ہر طرف کے بہاگنے
والون کا کام تمام کرین اور تاثیر ان کنکریون کی جو کچہہ کہ انکے بدنون پر ظاہر ہوتی تہی بیان اسکا اس آیت مین ہے کہ **فجعلهم كعصف مأكول**
پہر کر ڈالا ان لشکر والون کو جیسے گہاس کہائی ہوئی یعنی گہاس جو جانور کہا کے آخر چہوڑ دیتے ہین اور یہہ تہا کہ ہی اعضا انکے ٹوٹ پہوٹ
جاتے تہے طرف یعنی شکل اور صورت اور بدن سب بگڑ گیا اور یہہ تاثیر بہی خوارق عادت سے ہی کہ ان کنکریون [illegible] کے بدن لگتے ہی بدن چلتا [illegible] ہوجاتا تہا اور پہوٹ
اور خشکی سرایت کرجاتی تہی اور جو زرہ بند سپاہی تہے اونپر بہی جاتے تہے اور یہہ قصہ عذاب الہی کا ایک نمونہ تہا اور کچہہ خرق عادات کو شامل تہا اول تو انکا سہنا پتہرون کا کہ بیٹہہ بیٹہہ جاتے تہے ایک
قدم آگے نہ رکہہ سکتے تہے دوسرا چڑیون کا آنا اس کثرت اور ہجوم کے ساتہہ دریائے شور کی طرف سے کہ ظاہر مین پرندون کی بود و باش کی جا نہین ہے اور بعد اسکے کبہی ایسی
چڑیون کو کسی نے نہین دیکہا تیسرا یہہ کہ ان کنکریون کا لانا کہ کہین انکا ہونا معلوم نہین ہے چوتہا یہہ کہ کیا کچہہ تاثیر قوی ان کنکریون مین رکہی تہی واللہ اعلم بالصواب

تمہید

سورة القريش

یہہ سورت مکے کی ہی اس مین چار آیتین اور سترہ کلمے اور تہتر حرف ہین اور قریش نام ہے ایک قبیلے کا حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد
سے کہ ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم اور اکثر اصحاب کبار بہی اسی قبیلے سے تہے اور یہہ قبیلہ رہنے والا مکہ معظمہ کا ہے اور بیت اللہ کی اور چاہ زمزم
کی خدمت ہمیشہ سے انہی کو سپرد ہی اسی واسطے رہنے والے اور رئیس یمن اور شام کی اور دوسرے عرب کے شہرون کے بیت اللہ کی حرمت کے سبب سے اس
قبیلے کو معظم اور مکرم جانتے تہے اور جہان سے جاتے تہے نذر اور نیاز اور مہمانیان اور قربانیان انکو ملتی تہین اور تجارت کا مال کہ انکے ساتہہ ہوتا تہا
کوئی اسکا محصول نہ لیتا تہا اور چور اور قطاع الطریق بہی خانہ کعبہ کے ادب سے انسے تعرض نہ کرتے تہے اور ہمیشہ اس قبیلے کی عادت تہی کہ سردی کے دنون
مین یمن کی طرف کہ گرم ملک ہے جاتے تہے اور طرح طرح کے فائدے تجارت کے اٹہاتے تہے بلکہ نذرین اور نیازین بہی لاتے تہے اور گرمی کے موسم مین اسی
طرح شام کو جاتے تہے اور ہمیشہ اسی طرح سے سفر کیا کرتے تہے اور دولت دنیا بہت سی کما لاتے تہے اور اسی وسیلے سے مکہ معظمہ مین بخوبی تمام گذران کرتے تہے اور باوجود
اسبات کے کہ مکہ معظمہ کا شہر کوہستان اور ریگستان مین واقع ہی اور زمین وہانکی کمال خشک ہے کہ زراعت اور درخت اسمین سرسبز نہین ہوتے حق تعالے
اس سورت مین ان نعمتون کو قریشیون کو یاد دلاتا ہی اور فرماتا ہی کہ اگر کوتہ نظری کرو اور باری تعالی کی ذات پاک کی عمدہ کمالات کو اور اسکی بے انتہا نعمتون
کو کہ عرش سے فرش تک لبالب ہین نہ جانو تو اس بڑی نعمت کو جو خانہ کعبہ کی برکت سے تمہارے حق مین امداد فرمائی ہی خود بخود سمجہہ لو اور
ادا کرنے مین اسکے شکر کے بموجب عبادت کی قیام کرو اور اسی واسطے اس سورت کا نام سورہ قریش رکہا ہی کہ اس سورت مین خاص قریشیون کے احسان
کا ذکر ہی اور حقیقت مین قریشیون پر احسان کرنا تمام عالم پر احسان ہی اور انسے عبادت کی طلب کرنا گویا تمام بنی آدم سے عبادت کی طلب ہے اور مرتبہ
انکا متبوعیت مین مانند قرآن مجید کے ہے بہ نسبت دوسری کتابون کے تفصیل اس اجمال کی یہہ ہی کہ جب اللہ تعالی کا ارادہ عالم کی اصلاح اور شرک اور کفر کے دفع کرنے
کے واسطے متعلق ہوا اور ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کو اس کام کے واسطے اختیار فرمایا سو پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل مبارک پر ارادہ اور لوازمات اس کے دیکر اور علم اور
معرفت کے اس کام عظیم سے تعلق رکہتی تہین القا ہوئین اب لازم ہوا کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم جاری کرنے مین اس مہم کے استعانت اپنے قبیلے کی طرف کرین سو اسلئے
کہ قبیلہ آدمی کا اخلاق اور عادات کے پہچاننے مین دوسرے کی بہ نسبت بیشتر قدرت رکہتا ہی اور جو اطلاع کہ اس شخص کے احوال پر انکو ہوتی ہے دوسرون کو نہین ہوتی اور

ح

یہہ بہی ہی کہ فکر کی قوت اور ذہن کی صفائی اور استعداد کی نزدیکی اور حمیت داعیہ کی قرابت والونمین زیادہ ہوتی ہی غیرون کی نسبت سے پس گویا کہ قبیلہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بعد مشرف ہونیکے شرف اسلام سے ساری اُمت کے بہ نسبت حکم پیغمبر کا رکہتے ہین اور اُمتون کی نسبت سے اسیواسطے حدیث
شریف مین آتا ہی کہ تعلموا من قریش ولا تعلموها یعنے سیکہو قریش سے اور نہ سکہاؤ انکو اور یہہ بہی فرمایا ہی کہ الناس تبع فی ھذا الشان لقریش
یعنے سب آدمی اسباتمین تابع ہین قریش کے اسیواسطے قرآن مجید انہین کی زبانمین نازل ہوا تاکہ وہ موافق اپنے پیدایشی سلیقے کے اُسکی باریکیونکو سمجہین اور دوسرے
لوگونکو بتاوین پس معنے نبوت کے سب قریشیونمین پراگندہ اور منتشر ہین اور ازل الآزال مین مقدر تہا کہ ریاست دین کی اور سلطنت اسلام کی ابتدائے
ہجرت سے چہہ سو چہپن سال کے آخر تک قریشیمین رہیگی بعد اسکے چنگیزی ترکون کے ہاتہہ سے خراب ہوگی اور ترک مسلط ہونگے چنانچہ خون کا لفظ اسبات پر
دلالت کرتا ہی یعنے اس لفظ سے تاریخ پوچہی جاتی ہی یہہ بات بنی آدم مین پیدایشی ہی کہ دین اور مذہب مین اکثر تابع رئیس کے ہوتے ہین پس مقتضا حکمت کا یہی تہا کہ اول انکی
اصلاح کیواسطے کوشش کیجاوے تاکہ اور لوگ چار و ناچار انکی دوستی سے درست ہوجاوینگے اور سبب اس سورۂ کے نازل ہونیکا اسی تقریر سے واضح ہوتا ہے ٭

س
ع

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ یہان پر لام قسمیہ ہے جیسے اللہ لا یؤخر الاجل مین اللہ کی قسم ہی کہ وقت نہ ٹلیگا یعنے قسم ہی قریش کے الفت دینے کی اور قریش
نضر بن کنانہ کی اولاد کو کہتے ہین کہ تیرہوین دادا ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ہین اسواسطے کہ آنحضرت محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن
قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ کے ہین اور جو شخص کہ نضر بن کنانہ کی اولاد مین سے ہو وہ قریش مین
داخل ہی اور اسکو قریشی کہتے ہین اور قریش لغت مین نام ہی ایک جانور کا دریائی جانورونمین سے کہ سب جانورونکو پکڑکے کہا جاتا ہی اور سب پر غالب ہے اور اولاد نضر بن کنانہ
کی گردش زمانہ کے سبب مکے کے شہر سے متفرق ہوکر تمام ملکونمین بکہر گئے تہے قصی کہ پانچوین دادا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہین اُن سبکو ادہر اُدہر سے بلاکر پہر مکہ
معظمہ مین بسایا اسیواسطے قصی کو مجمع کہتے ہین اور اس قبیلے کو کہ اور قبیلون سے زبان کی فصاحت مین اور شجاعت اور سخاوت اور ہمت کی بلندی مین اور نسب کی صحت مین جانا اور پہچانا گیا تہا اُس
جانور کے نام پر نام کہا اِیْلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّیْفِ خوگر ہونا انکا سفر مین جاڑونکے اور گرمی کے کہ یمن اور شام کیطرف انکو اتفاق
پڑتا تہا اور اس قسم کے کہنے مین اسبات کیطرف اشارہ ہی کہ اس ضمن مین حق تعالی کی تدبیر عجیب انکی معاش کی فراخی کیواسطے جلوہ گر ہوئی ہی اور اس مسبب الاسباب کی کمال
حکمت پر دلالت کرتی ہی اسواسطے کہ جس شہر کے رہنے والے گرد نواح سے اس شہر کی بہی معاش پیدا نکر سکین زمین کی قحط ناکی اور کوہستان کی سنگلاخی اور ریگ کی خشکی کے
سبب سے تو کچہہ عجب نہین کہ وہ شہر ویران ہو جاوے اور لوگ وہانکے تلاش معاش کے واسطے ملک بملک جا وین پہر آبادی اس شہر کی ایک عجائب تدبیر کے ساتہہ محفوظ رکہی کہ وہان ایک
گہر اپنے نام کا تعمیر فرمایا اور لوگونکے دلونمین اُس شہر کی عظمت ڈالدی اور اُس گہر کے مجاورون کو جاڑونکے اور گرمیونکے سفر کیواسطے مائل کیا کہ ہر ملک اور صلح
سے مناسب موسم کے مال و اسباب کماکر اس شہر مین لاوین اور اُنکے رہنے کا سبب اس بقعۃ الخیر سے منقطع نہو جاوے اور یہہ بات بہی ہی کہ ہمیشہ سفر مین رہنا
ملال خاطر کا سبب ہے خصوصاً عین سردی و شدت گرمی مین لیکن اس قبیلے کو مطلق اس تکلیف کا رنج نہوتا تہا گویا خرق عادت ہوگیا اور سیاحت کے لائق ہوگئے
ایسکی قسم کہائی جاوے اور یہہ بہی ہی کہ خوگر ہونا انکا سردی و گرمی کے سفر مین سبب بہی ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی ترقی کا سبب ہوا کہ چہوڑنا وطن کا
ہجرت مین اُنپر شاق نہوا بعد اُسکے جہاد کے واسطے دور دور کے ملکون پر جانا اُنکو آسان معلوم ہوتا تہا اسیواسطے مدینہ منورہ سے کابل تک اور
قسطنطنیہ اور اندلس تک متفرق ہوکر دین حق کو پہیلایا اور یہہ بہی ہی کہ اس ہمیشہ کے سفر مین لوگون کی خصلتون اور عادتون کا تجربہ بہی کماحقہ ہوگیا
تہا پہر جسوقت کہ دینی اور دنیوی ریاست انکے ہاتہہ مین آئی تو یہہ بات خوب کام آئی اسیواسطے تہوڑے سے عرصے مین رواج دنیا و دین اور ایمان کا
اور شہرون اور ملکون کا فتح کرنا اُنکے ہاتہہ سے بہت آسانی سے سرانجام پایا تو یہہ عادت سفر کی اُنکے حق مین ایک عجیب نعمت اور ایک عظیم دولت ہی کہ دونون
جہان کی سعادت اور دین و دنیا کی ریاست اسکے سبب سے حاصل کی ہر چند کہ سرگردانی اور صحرا نوردی کی صورت پر ہو اور جب اس نعمت کو وجود میں حکمت سے

پہر چاہیئے کہ عبادت کریں قریش فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هَٰذَا الْبَيْتِ فرماتے ہیں طلب عبادت مین اسکے شکر انے مین تو اسکے یاد دلایا انکو بہی حقیقی کی کہ اس گھر کے صاحب کی اسواسطے کہ عظمت اور بزرگی انکی لوگون کے دلونمین اور انکی معاش کی فراخی اور انکا بیغم ہونا دشمنون سے یہہ سب اسی گھر کی مجاوری اور استانے کی دربانی کی برکت سے ہی پہر جب دوسرے لوگ اس مکان سعادت نشان کے خادمون سے اس طور کی تعظیم اور تکریم سے پیش آوین تو ان مجاورونکو لازم ہے کہ اس گہر کے صاحب کی کمال درجے کو تعظیم اور تکریم کرین اسواسطے رب هذا البيت کا لفظ استعمال مین لائے ہین گویا اشارہ کرتے ہین کہ اگر ازراہ کوتہ نظری کے ربوبیت حق تعالی کی تمہاری نظرون سے محجوب ہے لیکن عظمت اور بزرگی تو اس گہر کی ظاہر اور کہلی ہی اور اگر جناب الٰہی کو اس گہر کا صاحب سمجہکر عبادت کرو تو بہی سزاوار ہے الَّذِي أَطْعَمَهُم مِّن جُوعٍ جسنے کہانا دیا ہی انکو بہوک سے یعنے رہنے کی جاگہہ انکی زمین بے کہیتی کے اور جنگل بغیر گہاس کا ہی سو تو قابل سبات کے تہا کہ رہنے والے وہان کے بہوکہ سے مر جاوین اگر تدبیر الٰہی آباد کرنیکو بیت اللہ کے جلوہ گر نہوتی تو لوگون کو وہان کی روٹی کا ٹکڑا ملنا مشکل پڑتا وَآمَنَهُم مِّنْ خَوْفٍ اور امن دیا انکو ڈر سے باوجود اسبات کے کہ عرب کے قبیلون مین قتل اور لوٹ اور بندی اس قدر مروج تہی جسکی حد و نہایت نہتی لیکن بیت اللہ کے گرد اگرد حرم شریف کی حد تک بعضی طرف بیس کوس ہے اور بعضی طرف چہہ کوس اور کسی طرف سے تین کوس ہی ہرگز تعرض اور مزاحمت نکرتے تہے بلکہ اگر کوئی کسیکے باپ بیٹے کو مار کر حرم مین جا بیٹہتا تہا تو اسکا پیچہا نکرتے تہے اور مفسرون نے کہا ہی کہ ان سبب استون کے سوا ایک امن ور بہی ہی کہ حرم کے رہنے والے کو جذام کا مرض ہرگز نہین ہوتا چنانچہ یہ بات مدت دراز سے تجربہ مین آتی ہی واللہ اعلم

تمہید

سورۃ الماعون

یہہ سورت مکی ہی اسمین سات آیتین اور پچیس کلمے اور سو پچیس حرف ہین اور اس سورت کو سورۃ الماعون کہتے ہین اسواسطے کہ منع کرنا ماعون کا جو جہان کی ادنی مرتبہ ہی سبب ہے حجاب کا اور باعث ہے عقاب کا پہر جو حق کہ اپنے اوپر واجب ہین خواہ حق اللہ ہون خواہ حق العباد انکے ادا کرنے سے ڈرانا چاہیئے اور ڈرانا ان کا سورت میں مقصد ہی قرآن کا اور نصف اس سورت کا کافرونکے حق مین ہی اور نصف منافقون کے حق مین اور اسکے نازل ہونیکا سبب یہہ ہی کہ ابو جہل مردود کی یہہ عادت تہی کہ جب کوئی مالدار بیمار ہوتا تہا تو اسکے پاس آکر بیٹہتا اور کہتا کہ اپنے بیٹون کو مجہکو سپرد کر اور انکا حصہ میرے پاس امانت رکہہ مین خبرگیری اور خدمتگزاری انکی بخوبی ادا کرونگا اور دوسرے وارث اسپر زیادتی نکر سکینگے پہر جب انکا مال اپنے قبضے مین کر لیتا تو یتیمونکو اپنے دروازے سے ہانکتا پہر وے بیچارے ننگے بہوکے دربدر گلی کوچون مین روتے ہوئے مارے مارے پہرتے اسیطرح سے ایک یتیم ننگے سر ذلت کا مارا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر اس ملعون کی فریاد کرنے لگا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس یتیم کی رعایت کے واسطے اس ملعون کے پاس تشریف لے گئے اور اسکو پیش ہے قیامت کے دن کی ڈرایا اس ملعون نے مقابلے مین اس وعظ اور نصیحت کے جزا کے روز کا جہٹلانا اور انکار کرنا شروع کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رنجیدہ ہوکر دولتخانے کو تشریف لائے پہر یہہ سورت نازل ہوئی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

س
۸

أَرَأَيْتَ الَّذِي يُكَذِّبُ بِالدِّينِ کیا دیکہا تو نے ای محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کو جو جہٹلاتا ہی اور جہوٹہہ سمجہتا ہی دین کو یعنے ملت کو یا جزا کو اور دین ان دونو معنون مین آیا ہی اور یہان دونون معنے ہوسکتے ہین اسواسطے کہ ظلم کرنا یتیمون اور بیکسون پہ اور رحم نکرنا فقیرون اور محتاجون پر ملت کے جہٹلانے کی علامت ہے اور جابجا دین مین تاکید اسی بات کی ہے اور جزا کے باور نکرنے کی بہی علامت ہے اسواسطے کہ جو شخص جزا کا معتقد ہی اور اسکو سچ جانتا ہی وہ خدا کا ڈرتا ہی اور جو خدا سے ڈرتا ہی وہ یہہ کام نہین کرتا آئین قسم سے خطاب کرنے مین اشارہ ہی اسبات کی طرف کہ اگر کوئی چاہے کہ دین کی تکذیب کرنیوالونکو علامت سے دریافت کرے تو چاہیئے کہ ان علامتونکو خیال کرے فَذَٰلِكَ الَّذِي يَدُعُّ الْيَتِيمَ پہر وہ جہٹلانیوالا دین کا وہ شخص ہے کہ زور سے دہکیلتا ہی یتیم کو یعنے سینہ زوری سے یتیم کا حق کہاتا ہی اور یتیم سب ضعیفون سے ضعیف ہے اور جو شخص کہ معتقد جزا کا ہی سوائے خاص مال سے لوگون کے ساتہ احسان کرتا ہی خصوصاً ضعیفون پر علی الخصوص یتیمون پر کہ باعث ضعف کا انمین کامل حصہ موجود ہوتا ہی اسواسطے کہ خردسال بہی ہوتے ہین اور قوت کسب کی اور معاش کی تلاش کی نہین رکہتے اور حیلہ اور تدبیر نہین جانتے اور کوئی وارث اور والی بہی نہین رکہتے کہ انکا حال

یتیم ہے اور کام سنوارے سوا گر احسان نکرے اور کچھ سلوک نہو سکے پھر حق تلفی سے تو البتہ باز رہے اور بالفرض اگر حق تلفی بھی کرے تو ایسے کی کرے کہ قوت مقابلے کی رکھتا ہو نہ ضعیف
کی خصوصاً بیکس یتیم کی کہ جناب الٰہی کے سوائے کوئی فریاد کا پہنچنے والا نہیں رکھتا پس جو شخص کہ اس قسم کے مسکین و ضعیف پر بیدھڑک ظلم کرتا ہے تو یقین ہے
کہ خدا سے نہیں ڈرتا اور اعتقاد عملوں کی جزا کا نہیں رکھتا پھر بعد اس علامت کے ارشاد فرمایا کہ یتیم کے ہانک دینے کی علت اُس ملعون کو کمال بخل اور محبت
مال کی ہے یہانتک کہ **وَلَا يَحُضُّ عَلَىٰ طَعَامِ الْمِسْكِينِ** ۝ اور تاکید نہیں کرتا کسیکو کھانا کھلانے پر فقیر کے یہہ اشارہ اس بات کیطرف ہے کہ
اپنے مال سے فقیر کو دینا تو کیا ممکن ہے دوسروں سے بھی کھانا کھلانا فقیر کو روا نہیں رکھتا پس بخل اس شخص کا نہایت کو پہنچا ہے اور معلوم ہوا کہ ہانکنا یتیم کا بخل اور
مال کے محبت کے سبب سے ہے نہ اس یتیم کی مصلحت اور اُسکے مال کی کفایت کے واسطے اور جب معلوم ہوا کہ ہانکنا یتیم کا اور کھانا نہ دینا فقیر کو باوجود یہ بات کہ
یہ دونوں عمل دین کے بڑے مرتبے کے نہیں ہیں تو بھی دین کی تکذیب کی علامت ہوئے پھر جو لوگ کہ بڑے کاموں میں دین کے جیسے نماز اور زکوٰۃ بخل
کرتے ہیں اور خلل ڈالتے ہیں انکا حال تو اور بھی خراب اور انکا جھٹلانا دین کو زیادہ تر ظاہر ہوگا اسواسطے فرمایا ہے **فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ** پھر خرابی
ہے اُن نمازیوں کی یعنے جو لوگ کہ تکلف نماز کے ہیں اور نماز ایک عمل ہے فرق کرنیوالا اسلام اور کفر میں **الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ**
سَاهُونَ وہ نمازی کہ جو اپنی نماز کی حقیقت سے غافل ہیں یہہ نہیں جانتے کہ نماز کسکی مناجات ہے اور مقصود نماز سے کیا ہے والّا روبرو لوگون کے نماز پڑھنا اور
پیٹھ پیچھے لوگون کے نہ پڑھنا اور اسیطرح فراغت کے وقت نماز کو یاد کرنا اور کچھہ دنیا کے کام میں لگے تو بھلا دینا اور بعضے ارکانونکو حضوری سے ادا کرنا اور بعضے ارکانونمین سہولت
اور خیالات میں چلے جانا یہہ سب سہو ہے اور بیان اُنکے ظاہر ہو چکے ہیں اسواسطے کہ حقیقت نماز کی مراقبہ حق کا ہے دل سے تعظیم کے طور پر اور کام میں کہنا حواس و قوی و جوارح اور
اعضا کا یعنے اللہ تعالیٰ کیطرف دل و جان اور سب جوڑ بند انکو عاجزی سے متوجہ کر دینا اور یہہ بات ان تفرقون کی گنجایش نہیں رکھتی یعنے دلکو سوا اللہ کیطرف لگانے سے اسطرح کی جمعیت
حاصل نہیں ہوتی **الَّذِينَ هُمْ يُرَاءُونَ** وے لوگ وہ ہیں کہ سب عبادتوں و طاعتوں میں اپنی نمود کرتے ہیں یعنے فقط اپنی نماز ہی کو برباد نہیں کیا بلکہ تمام
اعمالونکو اپنے بسبب ریا اور سمعہ کے حبط کر ڈالتے ہیں جیسے کیا انکیا برابر ہو جاتا ہے اور ریا ایک شاخ ہے شرک کی چھپی ہوئی بلکہ شرک سے بھی قوی ہے دو وجہ سے اول تو یہہ کہ ریا لا
لوگونکو خدا سے زیادہ عزیز کہتا ہے دوسری یہہ کہ شرک فقط عبادت میں کرتا ہے کہ مقام توحید اور اخلاص کا ہے نہ استعانت اور استمداد میں کہ دنیا کے کامون سے متعلق ہیں پس یہہ حقیقت میں
کفر کی سخت قسم سے ہے اعاذنا اللہ منہ **وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ** اور منع کرتے ہیں برتنے کی چیزوں سے اور تفسیر میں ماعون کے اختلاف ہے اکثر صحابیون اور
تابعین سے روایت ہے کہ ماعون زکوٰۃ ہے اور ریا والا زکوٰۃ نہیں دیتا اسواسطے کہ واجب نفقے جیسے جورو بچے اور اقربا اور مہمان اور فقیرونکے جو وہ ادا کرتا ہے تو فضیحتی کے خوف سے کہ
اگر ادا نکریگا تو حاکم سے لیکے زبردستی لینگے اسواسطے کہ یہہ حق بندونکے ہیں اور وے لوگونکے سامنے محکمے میں طلب کر سکتے ہیں اور زکوٰۃ تو فقط خدا ہیکا حق ہے پھر جو خدا سے نہیں
ڈرتا ہے تو اسکو کا ہیکو ادا کریگا اور بعضون نے کہا ہے کہ ماعون سے مانگے دینا گھر کا اسباب مراد ہے جسکا دینا پڑوسیون اور محتاجون کو مروج ہے جیسے ہانڈی
دیگچہ پیالہ کٹورا سوئی دہاگہ ڈول کلہاڑی پھاوڑا اور اسی قسم کی اور چیزیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ماعون کیا چیز ہے فرمایا کہ آگ اور پانی
اور نمک اور یہہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی کسی کو آگ دیتا ہے پھر جو کچھ اُس سے پکتا ہے گویا کہ یہہ سب اُسنے دیا اور نمک بھی اسیطرح سے
ہے اور جو کوئی کسیکو پانی دیتا ہے ایسی جاے پر کہ وہان پانی کا قحط ہو تو ایسا ہے کہ جیسے بردہ آزاد کیا اور اگر ایسی جاے پر دے کہ وہان پانی نایاب ہے تو گویا مردہ کو زندہ کیا

ع

سورۃ الکوثر

تمہید

یہہ سورت مکی ہے اور اسمین تین آیتین اور دس کلمے اور بیالیس حرف ہیں اور اس سورت کے نازل ہونیکا سبب یہہ تہا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا
سے دو صاحبزادے تہے قاسم اور عبداللہ کہ ملقب تہے طیب و طاہر کے ساتھہ اور یہہ دونو صاحبزادے بچپن ہی میں دربے گذر گئے تو کافر بطور طعن کے کہنے لگے کہ یہہ پیغمبر ابتر ہے یعنے
نسل اسکی منقطع ہو گئی بعد اسکے کوئی نہیں ہے کہ دین کو اسکے برپا اور قائم رکھے گا قریب ہے کہ اسکا دین جاتا رہیگا اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر مبارک کی تسلی
اور تشفی کے واسطے یہہ سورت نازل فرمائی اور اسکا نام سورۃ کوثر اسواسطے رکہا ہے کہ اسمین ذکر کوثر کا ہے اور وہ ذکر دلالت کرتا ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال
اور مرتبے کی بلندی پر قیامت کے دن کہ سب اگلے اور پچھلے انبیا اور رسول اُس دن پیاس کی حالت میں اُس حوض کے پانی کے محتاج ہونگے اور کوثر لغت میں بہت چیز کو کہتے ہیں مشتق ہے یعنے

نکلا ہے کثرت سے اور بہت زور لا کو بھی شامل ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دی ہے اور اولاد کی ...
آپکو اسقدر ہی کہ کسی پیغمبر کو عشر عشیر یعنے سوان حصہ بھی اسکا حاصل نہین ہوا اور علم کثیر کو بھی شامل ہے سو کثرت علم کی بھی اس امت مین جو کچھ ہے کہ ہی ظاہر ہے
اسواسطے کہ جو علم پہلوان کے جیسے یونانیون اور فارسیون اور ہندیون کے تھے سب انکو پہنچے اور ان علمونکو اس امت کے عالمون نے اسطرح پر تحقیق اور صاف کر دیا ہے کہ ان علم والونکو
بھی میسر نہین ہوا تھا اور سوائے اُسکے اور علم نئے مثل نحو اور صرف اور معانی اور بیان اور تفسیر اور حدیث اور اصول اور فقہ اور علم حقائق اور معارف کے
جو جو اس امت کو عنایت الٰہی سے ملے ہین ہرگز اگلونکو اسکی خبر بھی نہ تھی اور بہت علمون اور خزانون اور سلطنتون کو بھی شامل ہے جو اس امت کو اُسکے فضل و کرم سے
عنایت ہوئے ہین لیکن کوثر کا لفظ عرف مین خاص نام ہے اُس حوض کا جو قیامت کے دن حشر کے میدان مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عنایت ہوگا اور حقیقت
مین وہ حوض ایک نمونہ ہے خیر کثیر کا اور اُس وسعت اور کشادگی کے کمال کا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک سے مخصوص ہے اور اسی سبب سے کہا ہے کہ
قرآن اور جاننا اسکا کوثر ہے اور نماز پنجگانہ کو بھی کوثر کہا ہے اور کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو بھی کوثر کہا ہے اور حقیقت الامر یہی ہے جو پہلے ذکر ہو چکا
اور حوض مذکور مین بموجب احادیث صحیحہ کے پانی آتا ہے ایک جنت کی نہر سے اور وہ نہر بھی خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیواسطے ہے اور اُسکا نام بھی کوثر ہے اور معراج
کی رات کو وہ سب نہرین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھلا دی ہوئی ہین چوڑاؤ اُس نہر کا ایک مہینے کے رستے کے برابر ہے اور کنارون پر اُسکے خیمے موتیونکے اندر سے خالی
کئے ہوئے کھڑے کئے ہین اور آبخورے سونے اور چاندی کے آسمانی تارونکی مانند اُس نہر کے کنارون پر چنے ہین اور گرداگرد اس نہر کے درخت اُگے ہین جنکی جڑین سنہری
اور شاخین زمردی اور کنکر پتھر اُسکے موتی اور یاقوت ہین اور مٹی اسکی مشک سے زیادہ خوشبودار ہے اور پانی اسکا شہد سے میٹھا اور دودھ سے سفید اور برف سے
ٹھنڈا ہے جو کوئی ایک گھونٹ ایک بار اُس سے پئے لذت اور مزہ اُسکا کبھی نہ بھولے اور نہ کبھی اسکو پیاس لگے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ مقرر ہم نے دیا تجھکو حوض کوثر اور کوثر کے دینے کی نسبت پہلے ہم نے اپنی طرف فرمائی اسواسطے کہ مخاطب پیغمبر بلند قدر تھے اور انکی نظر
اور ہمت پر نہین پڑتی انکا منظور نظر منعم اور بخشنے والے کی ذات پاک کے سوائے اور کچھ نہین ہے اسیلئے تاکید کیواسطے پہر مطلب مین منعم کو مکرر ذکر کیا گویا ارشاد ہوا اسبات کی طرف کہ تمہاری
نظر تیری بہت بلند ہے ان چیزونکی طرف خیال نہین کرتے لیکن جو ہم سے ہی ہوئی ہے تو حسب التعظیم ہے **فَصَلِّ لِرَبِّكَ** پہر نماز پڑھ اپنے پروردگار کیواسطے ایسی بڑی
نعمت کے شکرانے مین ہر چند کہ شکر کے مقام پر جو عبادت کرے مقبول ہے لیکن یہ نماز ایسی خاص ہے کہ دنیا مین نمونہ کوثر کا ہے کہ نماز مناجات پروردگار کی مین شہد سے
میٹھی ہے اور انوار غیب کہ اسمین چمکتے ہین دودھ سے زیادہ سفید ہین اور وہ یقین کہ اُس سے حاصل ہوتا ہے برف سے بھی زیادہ سرد ہے اور جو لطف دل کی چین نماز ...
پر نازل ہوتے ہین مشک سے بھی زیادہ خوشبو ہین اور سنن اور آداب کہ شگوفے ہین اُس زندگی معنوی کی سرسبزی کے نشان ہین مانند درختون کے ہین اور ذکر اور تسبیح کہ ہر رکن مین مقرر
ہین مانند چاندی سونے کے برتنونکے ہین کہ محبت الٰہی کی شراب گھونٹ گھونٹ اُنسے باطن مین جاتی ہے اور شوق کی پیاس کو تسکین بخشتی ہے اور اسجگہ لربک فرمایا للہ نہ فرمایا اسبات
کی طرف اشارہ ہے کہ وہ شکر مناسب تیرے بندگی ہے ذات پاک کہ ہے کسی بشر ادا نہین ہو سکتا اور انتہا درجہ کے شکر کی یہ ہے کہ مقابل تیرے ربوبیت اللہ تعالیٰ کے ... نسبت ہر
شخص کے اور جو کوثر کو عوض فرزندونکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عنایت فرمایا ہے تو لازم ہوا کہ ایک اور شکر فرزند دینے کے شکر اسکے قسم سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم طلب کرین اسلئے فرمایا
وَانْحَرْ یعنے قربانی کر جیسا اللہ لوگ فرزند عطا ہونیکے بعد عقیقہ کو قربانی کرتے ہین اور حقیقت نحر اور ذبح کی یہ ہے کہ شکر الٰہی کے مقام مین مال و جان کا اور دوسری چیز ...
خرچ کرنا مناسب ہے لیکن جان دینا تو نہین ہوسکتا اسواسطے اس شریعت مین جان دینے کی عوض مین ذبح کرنا جانور کا مقرر ہوا ہے تو ظاہر مال دینے کی صورت اور حقیقت مین جان دینی
بھی گویا ہے اور یہی سمجھنا چاہیے کہ آپکو یا اپنے بیٹے کو یا اپنے غلام کو ذبح کرنا اس شریعت مین جائز نہین ہے اسواسطے کہ جان آدمی کی کسیکی ملک نہین ہے سوا خدا کے اسیواسطے مار ڈالنا غلام اور لونڈی کا
روا نہین ہے ملکیت آدمی کی آدمی پر صرف ملک منافع اور کمائی پر اسکے ہوتی ہے ہر جنس اگر کسی آدمی لونڈی یا غلام کی جان طلب کرے تو اسکے حکم کی تابعداری سوائے اسکے کہ جان کی مالک ہے
تمامی ... پالا ہوا ... کا چارہ اور علاج ... اور یہی ایک نکتہ اور بھید ہے اسبات مین کہ قربانی سوائے چار قسم کے جانورونکے کسی اور پر درست نہین ہے ایک

اونٹ ... بکری سے تشبیہ دیتے تھے بکری کہ حقیقت مین نفع لیتا آدمی کا انہی چار قسم سے ہے جیسے کہ دودہ دہی سواری ہونا بوجہ لادنا ہینگی کہ نسل کو پالنا بخلاف دوسرے جنگلی جانورون اور درندون کے کہ یہ بات انہین نہین پائی جاتی اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ بیشک دشمن تیرا وہی ہے جسکا کہا اور لفظ ابتر کا عرب کی اصطلاح اور محاورہ مین اس شخص کے حق مین بولتے ہین کہ نسل اسکی باقی نرہے اور ذکر خیر اسکا جاری نہو اور اس آیت مین اشارہ ہے بات کی طرف ہے کہ نسل ظاہری اور باطنی تمہاری قیامت تک باقی رہیگی اور تمہاری امت منبرون اور مناروں پر چڑھکے تمہارا نام اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ پکارا کرینگے اور پانچون وقت نماز مین اور سوائے اسکے تمپر درود بھیجا کرینگے اور تمہاری محبت مین جان بازیان کرینگے اور ہزارون عاشق تمہارے نام کو اپنا طریقہ کرکے ہرسال تمہاری قبر کی زیارت کو دوڑینگے پس ذکر خیر تمہارا اس قدر جاری رہے گا اور دشمن تمہارا ایسا گمنام ہوگا کہ کوئی نام بھی اسکا نہ لیگا مگر لعنت اور پھٹکار کے ساتھ تو حقیقت مین ابتر اور بیچارا کٹا دشمن ہی تمہارا ہے

سورۃ الکافرون

یہ سورت مکی ہے اسمین چھ آیتین اور چھبیس کلمے اور ننانوے حرف ہین اور اسکے نازل ہونیکا سبب یہ ہے کہ قریش کے کافرون مین سے ایک جماعت نے جیسے ابوجہل و عاص بن وائل و ولید بن مغیرہ اور اسود بن عبد یغوث اور اسود بن عبد المطلب نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی زبانی پیغام بھیجا کہ تم ہمارے معبودون کی تابعداری کرو اور برا نہ کہو اور اللہ تعالیٰ کی درگاہ مین انکی شفاعت کا اقرار کرو تو ہم بھی تمہارے معبود کی بزرگی کے قائل ہون اور اسکی عبادت کرین حقتعالیٰ نے انکے سبات کے جواب مین یہ سورت بھیجی اور اس سورت کو سورۃ کافرون اسواسطے کہتے ہین کہ اس سورت کے مضمون مین کمال جدائی ہے مسلمانوں اور کافرون مین عبادت کے مقصد مین جسکے واسطے سب پیدا کیے گئے ہین ٭

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ کہہ تو اے محمد کہ اے کافرو اور مراد کافرون سے وہی لوگ ہین کہ جو کفر ہی کی حالت مین مر گئے اسواسطے کہ جو شخص آخر کو ایمان لایا عند اللہ کافر نہین ہے گو کہ ظاہر مین لوگون کی نظر میں کافر معلوم ہوتا ہے لَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ نہین پوجتا ہون مین اس چیز کو جسکو تم پوجتے ہو اسواسطے کہ معبود تمہارا پتھر ہے یا درخت یا پانی یا آگ یا ستارہ یا شیطان یا فرشتہ یا روح کسی بزرگ کی اور ان سب چیزون کو مین لائق عبادت کے نہین جانتا ہون اور اگر تم انکو معبود نہین سمجھتے ہو اس اعتقاد سے کہ وہ چیزین معبود حقیقی کے مشابہ ہین یا معبود حقیقی انمین سما گیا ہے یا ایک ہو گیا ہے تو حقیقت مین عبادت تمہاری انہین کی نہین ہوتی مگر اس چیز کی طرف جو خود نہین ہے وَلَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ اور تم بھی نہین پوجتے ہو اس چیز کو جسکو مین پوجتا ہون یعنی ہر چند کہ تم اپنے معبودونکو صفات الٰہی کا مظہر جانکر پرستش کرتے ہو لیکن صفات الٰہی کی ظہور مخلوقات مین موافق انکی استعداد کے ہے اور کوئی مخلوق اس بات کی لیاقت نہین رکہتی ہے کہ صفات الٰہی کما حقہ اسمین ظہور فرماوین مگر اللہ و مخلوق مخلوق نہوگی اور اگر تم ان مظاہر مین کمال ظہور کا اعتقاد رکہتے ہو تو حقیقت مین اس اعتقاد سے صفات الٰہی مین نقصان لازم آتا ہے تو کسی طور سے ذات الٰہی معبود تمہاری نہین ہے وَلَاۤ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ اور نہ مین پوجنے والا ہون اس چیز کو جسکو تمنے پوجا ہے یعنی اگر مین عبادت کرتا ہون اسمائے الٰہیہ کو اور تم عبادت کرتے ہو صورتون کو اسمون کی اور اعلیٰ کی عبادت کرنے سے ادنیٰ کی عبادت لازم نہین ہو جاتی وَلَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ اور نہ تم پوجنے والے ہو اس چیز کو جسکو مین پوجتا ہون اسواسطے کہ عبادت تمہاری فقط صورتون کو ہے اسمون کی اور میری عبادت ان اسمون کی حقیقت کیطرف رجوع ہونیوالی ہے لَكُمْ دِيْنُكُمْ تمکو تمہارا دین ہے جس مین مظاہر مشتبہ ہو گیا ہے ظاہر سے اور صورت مشتبہ ہو گئی ہے حقیقت سے وَلِيَ دِيْنِ اور میرے واسطے میرا دین ہے جس مین کسیطرح کا التباس اور اشتباہ نہین ہے پس یہ دو دین ... اصول مین شارکت رکہتے ہین نہ فروع مین اور نہ تماثل کی صورت مین اور اس مضمون کو دوبارہ مکرر لانا محض اسواسطے ہے کہ مشرکین دو قسم ہین ایک قسم تو وہ ہین کہ اپنے معبودون کو صفات الٰہی کے کمال کا مظہر اعتقاد کرتے ہین اور انکی عبادت کو خدا کی عبادت جانتے ہین اور دوسری قسم وہ لوگ ہین کہ غرض انکی بھی اللہ ہی کی عبادت ہے لیکن صورت کے پردہ مین وہ اہل حق کے نزدیک دونون مردود ہین سوال دونون فرقون کی نفی کیواسطے اس عبارت کو مکرر لائے ہین اور بعض حضرت اہل بیت کی صفو پر جو لَاۤ اَعْبُدُ و لَاۤ اَنَا عَابِدٌ سے کہ لفظ سے مفہوم ہوتا ہے حمل کیا ہے اور ایک طائفہ نے حال و ماضی کی نفی پر کافرون کی طرف سے اشتقین گا ساتھ مشتقہ

داخل ہوتے تہے لیکن ایک ایک دو دو اور تفصیل ان تینون باتون کی اس صورت سے ظہور مین آئی کہ ہجرت سے ایک برس کے بعد قوت لڑنے بہڑنیکی ہم پہنچی اور انصار جان بازی مین مشغول ہوئے
تو وہ زمانہ نصرت کے ظہور کا تھا اور مکہ کی فتح کے بعد بڑے بڑے ملک اور شہر کفار کے لینا شروع ہوگیا اور نوین دسوین سال مین خلق کا رجوع ہونا اور پے درپے
آنا اسلام مین گروہون اور قبیلون کا ظاہر ہوا چنانچہ بنی اسد اور بنی فزارہ اور بنی کنانہ اور بنی مرہ اور بنی ہلال اور بنی ام نجیب اور دارم اور دوسرے تمیم کے بطنونکا اور
عبد القیس کے قبیلے اور بنو طی اور مذحج اور شام کے اور عراق کے لوگ اطراف و جوانب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین پہنچے اور انمین سے بعضون نے نفس اور شیطان کے
جہاد کیا اور بعضون نے کفار اور منافقون سے جہاد کرنے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی برکت سے کمر باندہی اور تیار ہوگئے اور جا[illegible] نبوت سے اسوقت تک آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کی صحبت مین اور خدا کی راہ کے رفیق اور مشورہ دینے مین اور مددگاری مین ہر مقدمہ کی دل و جان سے حاضر تہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طور اور وضع ابتدائے نبوت سے
انتہائے خلافت تک کما حقہ دریافت کئے تہے پس اس حالت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود شریف کی ضرورت نرہی تہی اسیواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کی نزدیک اجل پہنچی اور انکو مامور دوسری چیز کی طرف فرمایا یعنے **فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ** پھر پاکی بول اپنے رب کی تعریف کے ساتھہ اور یہہ اشارہ ہے
کی طرف ہے کہ عارف کو بعد سیر اور سلوک تنزیہی و تحمیدی کے انتہائی ایک اور راہ کہولتے ہین اور اسکی حقیقت منفرد اور یکتا ہونا عارف کا ہی اس کمال کے ساتھہ جو اسکو
نصیب ہوا ہی اور کوئی شخص اس کمال مین شریک اسکا نہین ہی **وَاسْتَغْفِرْهُ** اور گناہ بخشوا اس سے اور یہہ اشارہ ہی اسبات کی طرف کہ جب عارف تکمیل کے
مرتبے کو پہنچا اور ہر طرح کے لوگ اسکے تابع ہوئے اور انکی استعدادین نقصان اور کمال مین بہت تفاوت رکہتی ہین تو اسکو ضرور چاہیئے کہ ناقصون کی تکمیل کیواسطے
طلب بخشش کی کرے اور وہ سب استعداد اصلیہ کے نقصان اسکی اتباع کے سبب سے قیامت کے دن اسکی کمال استقلالی کی طرف پہنچ جاوین اور یہی
حقیقت ہے شفاعت کی **إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا** مقرر وہ بڑا بخشنے والا ہی ناقصون کے حق مین اور تکمیل رحمت کی فرماتا ہی پس اس سے بعید نہین ہی کہ تیرے تابعداروں
کو تیرے طفیل کامل سے کامل کردے اور یہہ سورت سب سورتون سے پچہلی ہی اسکے بعد کوئی سورت نازل نہین ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسکے نازل
ہونے کے بعد ہمیشہ یہہ دعا زبان پر جاری رکہتے تہے سبحانک اللہم وبحمدک اللہم اغفر لی اور یہہ بہی منقول ہی کہ آپ کے چچا حضرت عباس
رضی اللہ عنہ نے جب یہہ سورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تو روئے لوگون نے پوچہا کہ آپ کیون روئے فرمایا کہ مین اس سورت سے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی وفات کی خبر سنتا ہون ٥

[illegible] تبت

تمہید

یہہ سورت مکی ہی اسمین پانچ آیتین اور [illegible]
کی نازل ہوئی یعنے ڈرا اپنے نزدیک کے ناتے وا
ناتے والون کو آواز دیا جب سب جمع ہو
بڑا لشکر تمہارے لوٹنے کو اس پہاڑ کے پیچہے کہڑا ہی
اور قرآن شریف پر ایمان نہ لاؤ گے تو تمپر آویگا ابو لہب کہ اسکا نام عبد
علیہ وسلم کی جناب مین کہنے اور بولا کہ تونے اسیواسطے ہمکو بلایا اور جمع کیا ہلاکت
نازل ہوئی اور اس سورت مین اس خبیث کو کنیت کے ساتھہ یاد فرمایا ہی باوجود اس
اور یہہ نام شرک کا ہی اور اہل سنت کے نزدیک یہہ نام نہایت مکروہ ہی دوسرے یہہ کہ اسکی کنیت
ہر چند کہ اسکے باپ نے اسکے چہرہ کی دمک کے سبب سے جو آگ کے شعلے کی مانند تہی یہ
ابو لہب کی ام جمیل کہ ابو سفیان کی بہن تہی وہ بہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت
کے کہینے جنگل سے لاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ مین رات کو بکہیر دیتی تہی کہ صبح

[illegible] ہتی ہے کہ جب پسینے سے بہیگتی ہے تو اینٹہتی ہے اور گلا گہونٹ ڈالتی [illegible] شان ہین [illegible] طور سے وہ مری [illegible] علم اور اس سورہ مین اشارہ ہے اسبات کی طرف کہ مال کا کمانا مردون کا [illegible] اور گہر کی خدمت یہانتک کہ جمع کرنا کہانے پکانے کا اسباب جیسے لکڑی ایندہن وغیرہ عورتون کا کام ہے اور انکا ذمہ ہے ❁ ❁

تمہید

سورۃ الاخلاص

[illegible] پندرہ کلمے اور سینتالیس حرف ہین اور اس سورت کے نزول ہونیکا سبب یہہ تہا کہ کافرون کے سردارون کے ایک گروہ نے آنحضرت [illegible] وسلم کے حضور مین آکر سوال کیا کہ تم ہمارے خداؤن کو تو برا کہتے ہو اور انکی عاجزی اور ناتوانی بیان کرتے ہو اور طرح طرح کے عیب انمین بتاتے [illegible] تمہارا خدا کیا صفت رکہتا ہے اور کس چیز سے پیدا ہوا ہے اور اس سے کچہہ پیدا ہوتی ہے اصل اور فرع اسکی کیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت کیا پہر جبرئیل علیہ السلام یہہ سورت لائے اور بعضی روایتون مین یون بہی آیا ہے کہ کافرون کے سوال مین یہہ بہی تہا کہ کیا چیز ہے اور کیا کہاتا ہے اور کیا پہنتا ہے اور اسکو خدائی کس سے میراث ملی ہے اور اسکی میراث کون لیگا اور مشیر اور مددگار اسکی خدائی کے کارخانے مین کون ہے اور اس سورت کو سورۂ اخلاص کہتے ہین اسواسطے کہ یہہ سورت مسلمانون کے دلون کو حق کی معرفت کیواسطے خالص کرتی ہے اسکی ذات اور صفات کی دریافت کے واسطے اور اس جگہہ پر جاننا چاہئے کہ آدمی کی معرفت کی انتہا حق تعالی کی حقیقت اور کنہ کے دریافت مین یہہ ہے کہ اسکی ذات پاک کے خاصون کو جو اس ذات کو لازم ہین دریافت کرے اور [illegible] اللہ تعالی کی ذات مقدس بسیط ہے یعنے جزاور ٹکڑے اسمین پائے نہین جاتے اور کسی علت کی معلول بہی نہین ہے یعنے اسکے وجود کا کوئی سبب نہین [illegible] اور ہر چیز کے دریافت کرنیکا طریقہ عالم مین چار طور پر منحصر ہے یعنے چار علتین اسواسطے ضرور ہین پہلے اسچیز کے مادیکا دریافت کرنا یعنی اصل اسکی کیا ہے دوسرے اسکی صورت کا دریافت کرنا کہ کس طرح کی ہے تیسرے اسکی علت کا دریافت کرنا چوتہے اسکی غرض کا معلوم کرنا کہ یہہ چیز کس کام کی ہے سو پہلے تینون طریقے یہان پر نہین ہوسکتے اسکا بیان یہہ ہے کہ جیسے کسی شخص نے تخت کی حقیقت سے سوال کیا سو اسکا جواب چار طور سے ہوسکتا ہے یعنے اسکے جواب مین چار چیزین بیان کی جاوینگی اول اسکے مادیکو بیان کرینگے کہ لکڑی کے تختون اور لوہے کی میخون سے بنا ہے اور اسکو علت مادی کہتے ہین دوسرے صورت اسکی بیان کرینگے کہ چوکنٹی ہے یا لنبی ہے اور اسکو علت صوری کہتے ہین تیسرے اسکے بنانیوالے کو بیان کرینگے کہ نجار نے بنایا ہے اور اسکو علت فاعلی کہتے ہین چوتہے اسکی غرض دبیان کرینگے کہ یہہ چیز بیٹہنے کیواسطے بنی ہے اور اسکو علت غائی کہتے ہین سو حق تعالی کی جناب مین پہلے تینون طریقے ممکن نہین ہین تو ضرور ہوا کہ چوتہے طریقے کو [illegible] بیان کرنا ضرور ہوا تاکہ پوری تمیز اور جدائی حاصل ہووے پس اللہ کا لفظ تمام غرضونکو شامل ہے جو عالم کی نسبت سے اسکی ذات پاک سے خیال کیجاتی ہین جیسے خالقیت اور رازقیت اور داد و دہش اور معبود ہونا اور سوا اسکے اسیواسطے اللہ کے لفظ کو مقدم اس کلام کا کیا گویا یہہ بات فرمائی کہ صفت اسکی یہہ ہے کہ معبود اور پیدا کرنیوالا اور بنانیوالا اور رزق دینے والا اور زندہ کرنیوالا اور مارنیوالا ہے اور سب عالم کے ضروریات اسی سے پائے گئے ہین اور آخر تک اسی سے تعلق رکہینگے اور جو یہہ [illegible] عوام کے خیال مین علیحدہ علیحدہ مشترک تہی تو سلبیہ صفتون کا ملانا اسکے ساتہہ ضرور ہوا تاکہ وہ اشتراک وہمی بہی دور ہوجاوے اور توحید خالص حاصل ہووے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُل کہدے محمد صلی اللہ علیہ وسلم **ھُوَ اللّٰہُ** وہ جسکو تم پوچہتے ہو اللہ کی ذات ہے جو سب کمال کی صفتون کو جامع ہے اور جو کچہہ عالم مین دیکہا یا سنا جاتا ہے سب اسیکی حیات اور علم اور ارادہ اور قدرت اور کلام اور سمع اور بصر سے ہے اور سوا اسکے جو جوہر اور اعراض پائے جاتے ہین اسکے وجود مین **اَحَدٌ** یگانہ ہے جو نہ شریک رکہتا ہے نہ جز یعنی نہ وجود عقلی خارجی بالفعل نہ تحلیلی [illegible] بسیط ہونیکی طرف اشارہ ہے جو احد کا لفظ لائے ہین اسواسطے کہ واحد کا لفظ شریک ہونے کی نفی مین اکثر بولا جاتا ہے نہ اجزا کی نفی مین جیسا کہ کہتے ہین زید انسان واحد ہے اگرچہ ہاتہہ پیر آنکہہ ناک کان اور سوا اسکے بہت اجزا رکہتا ہے اسی سبب سے اسکو احد نہین کہتے ہین پس احد وہ ہے کہ کسی طرح سے قسمت اور بانٹ اسمین نہووے اور یہہ بات خاص اسی کی ذات پاک مین پائی جاتی ہے اور کسی مین نہین پائی جاتی **اَللّٰہُ الصَّمَدُ** اسکی لفظ کو پہر مکرر لائے تاکہ اس بات کی طرف اشارہ ہو کہ

ساجت ... کی بہر کی واسطے ان تین پیروں کا خاص کر فرمایا جواب اسکا یہہ ہے کہ ان تینوں گروہوں کا شر پوشیدہ اور چھپا ہوتا ہی بخلاف دوسرے مخلوقات
شر ... کہلا ہوتا ہی اور یہہ بات ظاہر ہے کہ پوشیدہ شر بہت سخت ہوتا ہی کہلے شر سے اسواسطے پناہ مانگنا اُنسے خاص کرکے ضرور ہوا دو
یہہ کہ غاسق و حاسد کو اسواسطے نکرہ لائے ہیں اور نفاثات کو کسواسطے لام تعریف سے معرف کیا جواب اسکا یہہ ہی کہ لام تعریف کا استغراق کے واسطے ہی
جادوگر بالکل شریر ہیں کیونکہ سحر فی نفسہ گناہ کبیرہ ہے گو کہ اس سے شر کو دفع کرنا یا بھلائی کمانا منظور ہو اسیواسطے حربی کافرون کو جادو سے مارنا اور عورت
طرف اپنے ناز کے اسکو پھیرنا جادو سے درست نہیں اور ہر غاسق اور ہر حاسد شر نہیں ہے کیونکہ بہت ساری ... خیر سے گذرتی ہیں و
ظاہر ہوتا ... جادو کا بند نہیں ہے تو حاسد اور غاسق محل استغراق کا نتھا اور تنکیر مناسب معلوم ہوئی ؁

سورۃ الناس

بسم ... آمین ورتیل کلمے اور انتی حرف ہیں اور اس سورت کو سورۂ ناس اسواسطے خطاب دیا ہی کہ محققین اہل تصوف کہتے ہیں جو نام
ساتھ ... ہیں ... مذکور ہیں بسم اللہ الرحمن الرحیم ذکر اللہ کا اسواسطے ہی کہ اسما اور صفات اور افعال ذات باری کی انسان میں منقش ہیں اور
اسی لیے لائے ہیں تاکہ نور وجود کے فیضان کے نزول کے بعد ناس کی تکمیل کیطرف اشارہ ہو اور رحیم اسواسطے لائے ہیں تاکہ جو بدی کہ انسان
پاس سے ظاہر ہوتی ہی اس سے محافظت کی طرف اشارہ ہو اور ان دونو سورتوں کے نازل ہونیکا سبب یہہ ہے کہ لبید بن عاصم یہودی نے رسول
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپکے جادو کے سبب سے بیمار ہو گئے تھے اور بعضے وقت ایسا جانتے تھے کہ میں نے
کیا ہی حالانکہ کیا نہوتا تھا جب اس عارضے کو چھ مہینے ہو گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک رات خواب میں دکھایا کہ دو فرشتے آئے ایک تو سرہانے
دوسرا پائنتی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹھا اور آپس میں پوچھنے لگے ایک بولا کہ اس مرد کو کیا بیماری ہی دوسرے نے کہا کہ انپر جادو کیا ہی پھر اسنے
کہ کس نے انپر جادو کیا ہی دوسرے نے کہا کہ لبید بن عاصم نے انکا بال انکی کنگھی سے لیا ہی اور انکی کنگھی کے دندانوں میں اور ان کے چلے کے گیارہ گرہیں لگا
اور اسکو کھجور کے پھول کے غلاف میں لپیٹ کر بیر ذروان میں پتھر کے نیچے دبا دیا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب صبح کو اٹھے تو اس کوئے کیطرف تشریف
و شخصوں کو اپنے یاروں میں سے اس کوئے میں اتارا وہ پتھر کے نیچے سے اسکو نکال لائے اور جبرئیل علیہ السلام یہ دونو سورتیں لیکر نازل ہوئے ان دونو میں گیارہ آیتیں
پھر جب آپ ایک آیت کو پڑھکر گرہ پر پھونکتے تھے تو وہ گرہ کھل جاتی تھی اسیطرح سب گرہیں کھل گئیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صحت کلی حاصل ہوئی اور
قرآن شریف کے تمام ہونیکا نکتہ یہہ ہی کہ جب نعمت تمام ہوتی ہی اور کمال کو پہنچتی ہی تو دشمن کے حسد اور فریب کے سوا کوئی خوف نہیں رہتا اسواسطے
... کا ... ت میں استعاذہ شیطان کے شر سے خاص تین ناموں کے ساتھ فرمایا ہی رب اور ملک اور الٰہ اسکی وجہ یہہ ہے کہ شیطان کا خطر
... دلمیں تین طرح سے ہی شہوت اور غضب اور باطل عقیدہ جسکو ہوا بھی کہتے ہیں سو رب کا نام شہوت کے شر کے دفع ہونیکے واسطے ہی اور ملک کا نام غضب
شر سے دفع ہونیکے واسطے ہی اور الٰہ کا نام ہوا کے شر کے دفع ہونیکے واسطے ہی تو گویا یوں ارشاد ہوا کہ اگر شیطان تجھکو شہوت کی راہ سے وسوسہ ڈالے تو ربوبیت کو بھی
کی نظر کر اور اگر غضب کی راہ سے پیش آوے تو بادشاہت و عدل و بدلا لینے کو اسکے یاد کر اور اگر ہوا کی راہ سے ستاوے تو الوہیت کے مرتبے کی طرف التجا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قل کہہ ای کہنے والے اگر شیطان کے شر سے پناہ چاہتا ہی تو اعوذ برب الناس پناہ لیتا ہوں میں ساتھ پروردگار کی ہرچند کہ اسمائے
... سب مخلوقات کو شامل ہی لیکن جمع ... یت کہ آدمیون پر واقع ہی دوسری کسی مخلوقات میں نہیں ہوتی اسواسطے کہ انسان کا وجود تمام عالم کا نمونہ ہی تو گویا
... حضرت الٰہیہ اور خلاصہ عالم کا جمیع ... اسکی تفصیل یہہ ہے کہ وجود اور حیات اور علم اور ارادہ اور قدرت اور شنوائی اور بینائی اور گویائی یہ سب حضرت الوہیت کی صفت
ہیں ... اور حرارت ... برودت اور رطوبت اور یبوست یہ سب ربع عناصر کے بدلے ہیں اور وجود میں مرکب ہونیکے سبب سے معادن یعنی کانیں ... کے ساتھ

[illegible] کی جناب میں التجا کیجائے دوسری صورت ممکن نہیں ہے اسواسطے کہ جو دشمن سامنے ہوکے مقابلہ کرتا ہو اسکو دفع کرنا آسان ہے بخلاف اس دشمن کے جو سامنے نہو اور ہمیشہ چھپی دشمنی میں لگا ہو سوایسے دشمن سے بچنا بہت مشکل ہے اور سراسر بچنا لازم ہوا اور یہہ بات بہت [illegible] دشمنون اور حاکمون پر انکا دفع کرنا جو سامنے ہوکر صف جنگ لڑتے ہین بہت آسان ہے ٹھگون اور چورون کے دفع کرنیسے اسواسطے کہ [illegible] کرتے ہین او یہہ مال جاتے ہین اسی سبب سے انکا تدارک اور انتظام مشکل پڑجاتا ہے مگر اس کیلئے اور چھپے جاننے والے پر یہہ سب بیان ہے

اَلَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ یہہ دوسری صفت ہے وسواس کی یعنے وہ فاسد خیال ڈالنے والا جو [illegible] وسوسہ دلمین ڈالتا ہے آدمیون کے سینون مین سینے کی تخصیص کی وجہ یہہ ہے کہ اس جگہہ نفس ناطقہ کے آثار حیوانیہ سے مخلوط ہو فساد کا طور جلد قبول کرلیتے ہین [illegible] سمجھنا کے اسواسطے کہ جگر مین برے خطرون کی جگہہ نہین ہے نفس ناطقہ نفس نباتی سے اپنا کام لیتا ہے اور دماغ مین اگرچہ فساد ہوسکتا ہے [illegible] عقلیہ قوت کو تشویش مین ڈالتی ہے لیکن اکثر اسکا فساد نفس حیوانیہ کے آثار بلند ہونے سے ہوتا ہے چنانچہ اس حکمت کے جاننے والون [illegible]

مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ یہہ وسواس کا بیان ہے یعنے فاسد خیال دلمین ڈالنے والا خواہ جن کی قسم سے ہو جیسے شیطان کہ روحانیت کے غلبے کے سبب [illegible] کی [illegible] ہے اور فاسد وسوسے اور الہام کے بگاڑنیوالی تدبیرین انکی طبیعت کو لازم ہین اور آتشی مزاج ہونے اور اسکی لطافت کے سبب سے گھس جانا [illegible] انسان کی حیوانی روحونمین بہت جلد اور سہل ہوتا ہے اور وجود جسم کہ ان فاسد تدبیرون اور باطل رایون کے اٹھانیوالے ہین اور انسانی روحون سے مخلوط ہوتے ہین اور انکا اثر روحون کو پہنچاہے اور وے روحین ان تدبیرون اور رایون کو اٹھانیوالی ہوتی ہین اور اسکے سبب سے بدنمین حرکت اور سکون ظاہر کرتے ہین اور گناہ اسنے ظاہر ہوتے ہین اسیواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اِنَّ الشَّیْطَانَ یَجْرِیْ مِنَ الْاِنْسَانِ مَجْرَی الدَّمِ یعنے تحقیق شیطان خون کی طرح آدمی کے رگ اور پوست مین دوڑتا ہے اعاذنا اللہ منہ ۔ اور شیطان کے وسوسون کی حد اور نہایت نہین ہے اکثر شیطان بدی اور فسق اور فجور کی طرف بلاتا ہے اور اگر کبھی بہولے سے طاعت اور نیکی کیطرف رغبت دلاتا ہے تو اسکا نیکی کیطرف بلانا دو حال سے خالی نہین ہے یا تو بڑی طاعت سے جسکا ثواب بہت ہے پھیر کے چھوٹی طاعت کیطرف جسکا ثواب بہت تھوڑا ہے رغبت دلاتا ہے جیسے عیادت کی یعنے بیمار دیکھنے کی رغبت دلاکر نماز کو چھڑا دیتا ہے یا تھوڑی سی نیکی کو بڑی بدی کا سبب کردیتا ہے جیسے ایک ٹکڑا روٹی کا فقیر کو دینا اور اسپر احسان کہنا اور اس سے ہنسی اور مسخری کرنا اور پھر بڑے شیطانی وسوسے جو آدمیون کے دلونکو اکثر خراب کرتے ہین بیان کیے جاتے ہین چنانچہ انہی شیطانی وسوسون سے ایک یہہ بات ہے کہ عوام لوگون کے دلونمین وے باتین جو انکی بوجھ اور فہمید سے باہر ہین ڈالتا ہے جیسے ذات اور صفات الہی کی تحقیق کا اور نبوت کے بھیدون کا اور آخرت کے کامونکا خطرہ اور جبر اور اختیار کے مسئلے کی تحقیق اور قضا اور قدر کے بھید اور صحابہ کے آپسکی لڑائی جھگڑے مین جو باتین ہوئین انکی تفتیش کرنا یعنے حق کسکی طرف ہے یہہ سب شیطانی وسوسے ہین تاکہ رفتہ رفتہ تحقیق مین ان حقیقتونکا انکار کربیٹھین اسواسطے کہ ان باتونکی حقیقت وے لوگ بوجھ نہین سکتے اور بعضون کے دلونمین الہی شبہہ ڈالتا ہے جیسے بزرگون سے شفاعت کی امید کہنا اور تھوڑی سی طاعت پر بڑے ثواب کی امید کہنا اور اللہ تعالی کی بخشش عام پر غرہ کرنا اور اسکے عذاب سے نڈر ہونا اور بعضون کے دلونمین اسکا عکس ڈالتا ہے یعنے اللہ تعالی کے کرم اور بخشش اور ثواب سے بالکل ناامید ہونا اور بت پرستونکو اللہ تعالی کی نزدیکی سے غرہ دیتا ہے کہ اسمین اللہ تعالی کی نزدیکی ہے اور دیو اور پری اور جنات کی عبادت چھوڑنے مین دنیا کے نقصان سے خوف دلاتا ہے اور دلمین ڈالتا ہے کہ اگر انکی طرف نہ جھکوگے اور انسے التجا نکروگے تو تمہاری اولاد مرجائیگی یا مال مین نقصان ہوجائیگا اور نماز پڑھنے والونکو پہلے ریا اور دکھلاوا انکی نیت مین ملاتا ہے پھر رکعتون اور کنتون سے شمار کو بہلاتا ہے اور بعضون کو نیت کے اچھا جاننے مین اور قرات کو راگ سے پڑھنے مین اور حرفونکو مخرج سے نکالنے مین [illegible] کرتا ہے [illegible] ہوجانے سے ڈراتا ہے اور کبھی زکوۃ دی ہے تو ریا اور سمعہ اور تکبر سے اور فقیر پر احسان [illegible] سے اسکے ثواب کو باطل کردیتا ہے اور حرام [illegible] مین مال خرچ کرنے کو نیک اور اچھا دکھاتا ہے اور ایسا خیال مین ڈالتا ہے کہ شہوت اور جاہ [illegible] ہے وہ کسی [illegible] ہے اور غصے کے وقت ایسا دلمین ڈالتا ہے کہ اگر تو غصہ نکریگا تو تو عاجز اور ذلیل ہوجائیگا اور اللہ تعالی کی عبادت مین اگر کسی طرح کی [illegible] ہوتی تو اسکو دونا تگنا کرکے دکھاتا ہے اور بتون کی عبادت کرنے مین بڑی بڑی مشقتین کا فرون کو